درس گاہ صُفّہ
کا
نظامِ تعلیم وتربیت

سیرتِ طیبہ کا ایک اہم ترین گوشہ

درس گاہ صُفّہ کا نظامِ تعلیم و تربیت

مدنی عہدِ نبوت میں علوم و فنون اور تعلیم و تعلّم کی تاریخی دستاویز

○

تصحیح و تنقیح :

بریگیڈیئر (ر) پروفیسر ڈاکٹر فضل ربّی

زیرِ نگرانی : ڈاکٹر آسیہ رشید

تالیف :

تفسیر عباس

پی ایچ ڈی اسکالر، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

لیکچرار، بارانی انسٹیٹیوٹ، ایرڈ ایگریکلچر یونیورسٹی، راولپنڈی

○

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

voice: 042-37248657 - 042-37112954 - 042-37300642

Email:zaviapublishers@gmail.com

2014ء

بار اول............1100

ہدیہ..............550

ناشر............ نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزر}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز
شوروم
ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37248657 042-37300642
Email: zaviapublishers@gmail.com

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5551519
اسلامک بک سنٹر (C-362، سٹریٹ 12، سیکٹر G-6/2، اسلام آباد)	051-2602155
یونیورسٹی بک بینک، (نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد)	051-9257646
یونیورسٹی بک شاپ، (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)	051-4434706
مکتبہ عائشہ صدیقہ، (اقبال مارکیٹ کمیٹی چوک، راولپنڈی)	051-5551014
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی	051-5771798
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد	022-2780547
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بہاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چشتی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز فیصل آباد	041-2626250

انتساب

درس گاہِ صُفَّہ کے بانی اور معلّمِ اعلیٰ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی ذاتِ گرامی کے نام

فہرست عنوانات

پیش گفتار

الحمد لله الذی علّم بالقلم، علّم الانسانَ ما لم یَعلم، و صلّی الله علی رسوله سیّدِنا محمّدٍ و سلّم، و علی آله و اصحابه و تابعیهم باحسان الی یوم الدین۔

سیرت نبوی ایک سدابہار موضوع ہے۔ ہر عہد میں اس دور کے تقاضوں کے مطابق سیرت نگاروں نے اپنی عقیدت اور قلم کے جواہر پارے پیش کئے ہیں۔ سیرت نگاری کا یہ عمل سیر، مغازی، دلائل، شمائل، مدارج اور معارج کے عنوان کے تحت قلم بند ہوتا رہا ہے۔ اُنیسویں اور بیسویں صدی میں سیرت نگاری کے متنوع موضوعات پر مختلف زبانوں میں سینکڑوں کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں، ان کتابوں میں اُردو زبان کو ہر اعتبار سے سبقت حاصل ہے۔ اُردو زبان میں سیرت کی اتنی شاہکار کتب لکھی گئیں کہ اب تو ان کتب سیرت اور سیرت نگاروں کے بہت سے تذکرے اور کتابیات بھی لکھی جا چکی ہیں۔

سیرت نبوی کے اسی تذکار مبارک میں ایک تازہ مہکار، عزیزم تفسیر عباس کی تازہ تحقیقی کاوش ''درس گاہ صُفَّہ کا نظامِ تعلیم و تربیت'' ہے جو سیرت طیبہ کے پاکیزہ ذخیرے میں اپنے مضامین، اسلوب اور حسن ترتیب کے لحاظ سے یگانہ و ممتاز ہے۔ اس علمی کارنامے کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں مدنی عہدِ نبوی میں قائم کی جانے والی پہلی اقامتی درس گاہ ''صُفَّہ'' کے معلمین اور طلباء (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے فضائل و احوال، نظامِ تعلیم و تربیت، نصابِ تعلیم، غیر نصابی سرگرمیوں اور صُفَّہ کے مروّجہ قواعد و ضوابط کے ساتھ ساتھ اصحابِ صفہ کے علمی و عملی کارناموں پر سیر حاصل تفصیلات فراہم کی گئی ہیں۔

یہ تعلیم و تربیت ہی ہے جس کے نتیجے میں عقائد صحیحہ اور اعمالِ صالحہ کی وہ لازوال

نعمت میسر آتی ہے جو دین و دنیا میں فوز و فلاح کا سب سے بڑا سامان ہے۔ تعلیم و تربیت ایک صبر آزما ذمہ داری ہے۔ ''درس گاہِ صُفَّہ کا نظامِ تعلیم و تربیت'' کے عنوان سے اس کتاب میں تعلیم و تربیت کے ان اسالیب کو پیش کیا گیا ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی اعتبار سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تزکیہ و تربیت کے لئے استعمال کیا تو وہ خیر القرون کے مثالی انسان بن گئے۔

کتاب کی زبان بڑی شستہ اور انداز بڑا ہی دلنشیں ہے۔ کتاب کے حرف حرف سے خلوص و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اُردو خواں برادری کے لئے ایک مبارک تحفہ اور نسیمِ حجاز کا مشک بار جھونکا ہے۔ سیرت کے طالب علم اور ''ماڈل اسلامی یونیورسٹی'' کے متلاشی اپنی آرزو کی تکمیل و تعمیل کے لئے جس لوازمے کی طرف ہمیشہ رجوع کریں گے، اس کا ایک معتبر اور مستند ماخذ اور سرچشمہ یہ کتاب بھی ہوگی۔ زاویہ پبلشرز لاہور نے اس تحقیقی کتاب کو جس اعلیٰ علمی اور طباعتی ذوق سے شائع کیا ہے، ان شاء اللہ اس کا شایانِ شان استقبال ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور اپنے فضل سے مزید توفیق عنایت فرمائے۔

بریگیڈیر (ر) پروفیسر ڈاکٹر فضل ربی
چیف ایسوسی ایٹ اکیڈمکس (اسلامک سٹڈیز)
فاؤنڈیشن یونیورسٹی اسلام آباد

حرفِ چند

نحمدہ تبارك و تعالیٰ و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم و
علیٰ آله و اصحابه و اتباعه اجمعین۔

دین اسلام کی ابلاغ اور نشر و اشاعت تمام مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے لیکن کچھ لوگ اس منصب کے لیئے لائق توجہ ہوتے ہیں اور اللہ نے اُن کو بعض خصوصی علمی، عملی اور فنی مہارتیں دے رکھی ہوتی ہیں، جو بعض خاص امور کو اس کے بعض خاص حقوق کی ادائیگی کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور اس معاملے میں اخلاص وللہیت کو بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ ان افراد میں سے ہمارا یہ شاگردِ رشید محترم تفسیر عباس ایک ہے جس میں اخلاص وللہیت بھی ہے اور سعی و جہد کے صفات سے بھی متصف ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ اُن کا خاص موضوع ہے۔ اس کا انہوں نے بہت وسیع مطالعہ کیا ہے اور اپنے حاصل مطالعہ اور فکری کاوشوں سے وہ علمی دنیا کو مسلسل فیض یاب کرتے رہتے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے موضوع پر معلومات کا ایک ذخیرہ سا فراہم کر دیتے ہیں۔ انہیں ریزہ ریزہ جمع کرنے کا فن خوب آتا ہے۔ ان کے نتائج فکر سے اگر کوئی شخص اتفاق نہ بھی کر سکے تو اُن کی وسعتِ مطالعہ کا انکار نہیں کر سکتا۔

اس موضوع کے انتخاب کے وقت میری یہ خواہش تھی کہ اصحاب صُفّہ کی علمی، عملی اور فنی دُور رَس خدمات کو سامنے لایا جائے تا کہ ان کی کاوشوں سے جو دنیا میں عظیم علمی تحریک برپا ہے، دنیا والے اس سے مستفید ہوں۔ اس کی مزید بہتری کے لئے، اس کو ایک رہنمائی کرنے والا ایک اچھا نگران ملتا تو یہ موضوع اس سے بھی بہتر ہو سکتا تھا، بہر حال جس طرح یہ موضوع اپنے عنوان کے لحاظ سے بہت اہم ہے ماشااللہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تفسیر عباس

جیسا لائق اور مخلص شاگردِ رشید بھی نصیب کر دیا جس نے اس موضوع کا بہترین حق ادا کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب پر نہ صرف یہ کہ ڈگری دی جائے بلکہ یہ ڈاکٹریٹ کی سند کے قابل ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس کو شائع کرنے کی سفارش بھی کی جاتی ہے۔

بحمد للہ اپنی نوعیت کی یہ منفرد اور معلومات افزا علمی دستاویز، لائق صد تحسین ہے۔ بارگاہِ رب العزت میں التجا ہے کہ ہمارے شاگردِ رشید کی یہ کاوش پڑھنے والوں کے لئے باعثِ نفع اور خود اس کے لئے باعث اجر و ثواب اور نجات کا ذریعہ ثابت ہو۔ آمین!

ڈاکٹر نور حیات خان
اسٹنٹ پروفیسر (تفسیر، حدیث و تقابل ادیان) شعبہ علوم اسلامیہ
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد

حرفِ تحسین

الحمد لله اب العالمین، والصلاۃ والسلام علی خیر المعلمین من البشر و سید المربیّن والمؤدبین سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

یہ گراں قدر تحقیقی و علمی کاوش، برادرم تفسیر عباس کا وہ مقالہ ہے جس پر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز نے علوم اسلامیہ میں انہیں ایم فل کی سند دی ہے۔ یہ کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادِ گرامی **انّما بعثت معلّما** (مجھے صرف معلّم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے) کی ایسی جھلکیوں پر مشتمل ہے جس سے نگاہوں میں نور اور دلوں میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ مطالعہ کے دورانِ آپ کو معلوم ہوگا کہ انسانیت کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے کے لئے عہدِ رسالت میں کیا کارنامے وجود میں آئے اور جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی کائنات، کس معجزانہ شان کے ساتھ یکایک آفتابِ نبوت کے طلوع ہونے کے ساتھ صبحِ منوّر میں داخل ہوگئی، پھر عہدِ صحابہ میں علمی حلقوں اور درس گاہوں کی سرگرمیوں کی کیا تفصیلات ہیں، کتاب کی ایک ایک سطر، اہلِ علم اور اربابِ نظر کے لئے سرچشمۂ بصیرت ہے اور بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب، مقالہ نگار کے قلم کا زریں شاہکار ہے۔

''درس گاہ صُفّہ کا نظامِ تعلیم و تربیت'' میں تفسیر عباس نے ایک مؤرخ اور محقق دونوں کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز کتابوں کی ورق گردانی، واقعات کی تلاش، اُصولوں کے اِستنباط اور مسائل کی چھان بین میں جو زحمت اٹھائی گئی ہے وہ اس مقالہ کے ہر صفحے سے ظاہر ہے، یہ اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کا آئینہ ہے، جس میں اس بحث کا ہر پہلو پوری طرح نمایاں ہے، اُمید ہے کہ اہلِ علم اس کی پوری قدر کریں گے، اور اہلِ تعلیم

اس سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ اس مقالہ کی طباعت شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کی اس تحریک کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرے گی جس کے تحت شعبہ تدریسی و تحقیقی حوالہ سے ملک کی معاشرتی ترقی کے لئے تگ و دو کر رہا ہے۔

میری خصوصی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف کے لئے توشۂ آخرت اور قیامت کے دن سرتاجِ رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو گوشۂ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔

انك كريم منّان، وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

عافیہ مہدی
اسٹنٹ پروفیسر (اسلام اینڈ ماڈرن پولیٹیکل ٹرینڈز) شعبہ علوم اسلامیہ
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

کلماتِ تشکّر

سب سے پہلے اپنے رب علیم و حکیم کا شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے مجھ ایسے کمزور بندے کو اس عظیم موضوع کے بارے میں سوچنے اور لکھنے کے آغاز کی توفیق سے نوازا۔ فلہ الحمد والثناء کما یحبہ و یرضاہ۔ ہزاروں درود و سلام محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی آل اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جن کی محبت اور تکریم کا مسلمانوں کو حکم ہے۔

اس کے بعد اپنے معزز اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں جن کی دعائیں، رہنمائی اور تعاون ہر لمحہ شامل حال رہا۔ خصوصاً ڈاکٹر آسیہ رشید جنہوں نے بحیثیت نگران مقالہ کے اپنی مصروفیات کے باوجود مسودہ کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں نہایت محبت و شفقت سے میری راہنمائی فرمائی، اُن کی معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایات میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور سرمایہ افتخار ہے۔ اور میرے لئے لائق صد شکریہ ہیں میرے اُستاد گرامی ڈاکٹر نور حیات خان جنہوں نے موضوع کے انتخاب اور اس پر تحقیق کے کئی عقدے میرے لئے حل کر دیئے اور اس موضوع پر لکھنا میرے لئے آسان ہو گیا۔

بریگیڈیر ڈاکٹر فضل ربی (چیف ایسوی ایٹ اکیڈمکس فاؤنڈیشن یونیورسٹی) جن کا سایہ شفقت اس مرحلے میں ہمیشہ میرے اوپر قائم رہا اور میرے مقالہ کے مسودہ کو پڑھ کر قدم بہ قدم میری علمی و فکری رہنمائی کی۔

میں مکمل احساس تشکر کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ فن تصنیف و تالیف کے اصول وضوابط اور اس کے جدید فنی و تکنیکی تقاضوں سے جس علمی شخصیت نے مجھے روشناس کرایا اُن کا اسم گرامی ہے پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحق یوسف زئی۔ بندہ اپنے استاد محترم کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔

نیز میرے شکریے کے لائق نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز کے وہ تمام اساتذہ کرام ہیں جن سے مختلف مضامین کا درس ایک سال تک لیتا رہا جس کے نتیجے میں میرے لئے تحقیق کے مراحل آسان ہوئے۔ عافیہ مہدی، ڈاکٹر سمیہ رفیق، پروفیسر ڈاکٹر عطاء اللہ فیضی، ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری اور پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی جنہوں نے نہایت فراخ دلی سے استفادہ

کے مواقع فراہم کئے۔

حق تشکر ادا نہیں ہو سکتا جب تک اُن مصنفین کا تذکرہ نہ کیا جائے جنہوں نے زیرِ تحقیق موضوع سے متعلقہ اپنی تصنیفی یادگاریں چھوڑیں اور میرے لئے رہنمائی کا سامان فراہم کیا۔ (فجزاهم الله خير الجزاء)

اسی طرح اُن عظیم ہستیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ جن کا شکریہ کما حقہ ادا ہو ہی نہیں سکتا اور یہ وہ ہستیاں ہیں۔ جن کا شکریہ ادا کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے بذات خود دیا ہے:

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ۔ (لقمان ۳۱: ۱۴)

(میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی)

میری مراد میری والدہ محترمہ ہیں جن کی دعاؤں نے زندگی کے ہر موڑ پر میری مشکلات آسان کر دیں۔ رب کریم سے عاجزانہ التماس ہے کہ وہ میرے والد محترم کی قبر پر رحمت برسائے کہ انہوں نے میرے دل میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل علیہم السلام اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کا بیج بونے کی مقدور بھر سعی فرمائی۔

اپنی اہلیہ کے لئے دعا گو ہوں کہ انہوں نے میری مصروفیات کا خیال رکھا اور مقدور بھر میری خدمت کی۔ آخر میں ممنون ہوں اپنے دفتر کے رفیق عقیل شہزاد اور ساجد حسین کا جن کی رہنمائی کمپوزنگ سے لے کر فائنل پرنٹ تک میرے کام آتی رہی۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائے۔ اللہ کریم مجھے، تمام قارئین اور سب اہلِ اسلام کو نبی کریم ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے، دنیا میں ان کے نقش قدم پر چلائے اور جنت میں اُن کا پڑوس نصیب فرمادے۔

انه سميع مجيب۔ و صلى الله تعالىٰ على نبينا و على اله و اصحابه و أتباعه و بارك وسلم۔

العبد الفقير الى الله الغنى

تقیر عباس

Email: islamian20@yahoo.com

مقدمہ

بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ہم اُس کی حمد بیان کرتے ہیں۔اُس سے ہی مدد مانگتے ہیں اور اُس سے توبہ واستغفار کرتے ہیں اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی اپنے نفوس کے شر اور اپنے برے اعمال سے۔جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے تم اُس کے لئے ہدایت دینے والا مددگار نہیں پاؤ گے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔وہ اکیلا ہے،اُس کا کوئی شریک نہیں۔اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

امابعد!

موضوعِ تحقیق کا پس منظر:

بعثتِ نبوی سے قبل دنیا میں ہمیں کسی ملک یا قوم میں کسی ایسی اصلاحی اور تعلیمی تحریک کا شائبہ تک نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا گیا ہو،اور علم اور ضرورتِ علم یا اس کی فضیلت کو آشکار کر کے اس کے حصول کا اہتمام کیا گیا ہو۔

عرب نوشت وخواند سے معرّا اور مبّرا تھے،یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم کا نام و نشان نہ تھا۔جو تعلیم پادریوں میں پائی جاتی تھی وہ صرف بائبل کے حروف سیکھنے تک محدود تھی،اس کے ساتھ ترجمہ اور تفسیر شامل نہ تھے۔یا اِن بے سرو پا داستانوں کو علم کا درجہ دے دیا گیا تھا جو یہودیوں میں بھی بطورِ ناول لکھی گئی تھیں۔ہندوستان میں شریمد،بھگوت اور پرانوں کی حکومت تھی۔بہت زیادہ ترقی کی صورت میں رامائن اور مہا بھارت کے قصے منتہائے علم سمجھے جاتے تھے۔یہی حال چین اور ایران اور یورپ کا تھا۔الغرض دنیا ایک ایسے رہبر فرزانہ کی تلاش میں تھی جو اخلاقی اور روحانی پستیوں میں گری ہوئی انسانیت کو ظلم کی اتھاہ

گہرائیوں سے نکال کر عظمتِ انسان کی نشاۃِ ثانیہ کا اہتمام کرے۔

موضوعِ تحقیق کا تعارف:

قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ میں اگر کسی ایک موثر ترین تاریخ ساز عامل کی تلاش کی جائے تو یہ بات بلا خوف و تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس میں سرِ فہرست تعلیم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ اور نمائندہ مقرر کرنے کے لئے سب سے پہلے جس چیز سے اُسے آراستہ کیا وہ علم تھا اور اپنے تمام انبیاً کو جو کام سونپا اس میں تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیہء نفس کو مرکزیت حاصل ہے۔

تعلیم اور اسلام کے اس رشتے کو سمجھنے اور تعلیمی نظام میں حقیقی اسلامی روح پیدا کرنے کی کئی کوششیں گزشتہ برسوں میں ہو چکی ہیں۔ اس مقالے کی تیاری میں اسلامی تصورِ زیست اور اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کے ارتباط کی تقدیم کے لئے سیرتِ رسول اللہ ﷺ، درس گاہِ صُفہ کے نظامِ تعلیم و تربیت اور سیرتِ اصحابِ صفہ سے روشنی، ہدایت اور سند حاصل کی گئی ہے۔

صُفّہ اور اصحابِ صُفّہ کا نام سنتے ہی ذہن تصورات کی دنیا میں سفر کرتا اس سائبان یا جھونپڑے پر جا کر رک جاتا ہے جو مسجدِ نبوی کے شمال مشرقی کونے پر واقع تھا۔ جہاں اہلِ صدق و صفا کی ایک جماعت رہتی تھی۔ جن کا گھر تھا، نہ در، نہ زمین۔ مکہ مکرمہ میں دارِ ارقم اسلامی تربیت گاہ تھی۔ مسلمان وہیں نمازیں پڑھتے تھے، قرآن سیکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی میں دینی اور دنیاوی معاملات کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ مدینہ منورہ مرکز اسلام بنا تو اسلامی ریاست کا مرکز بننے کا شرف تو اسے حاصل ہونے والا تھا، رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ نبوی کے ساتھ ہی ایک دار الاقامہ قائم کر دیا۔ مدنی زندگی کے ابتدائی سولہ مہینے بیت المقدس قبلہ رہا۔ جب بیت اللہ کو قبلہ قرار دیا گیا تو مسجدِ نبوی کی پچھلی جانب سابقہ قبلے کی دیوار بدستور قائم تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر سائبان ڈالنے کا حکم دیا۔ اس کا نام صفہ یا ظلہ رکھا گیا۔ اس چھت کے علاوہ اس کے گرد کوئی دیوار وغیرہ نہیں تھی۔ صفہ کی درسگاہ کی حیثیت اس دور کی اقامتی یونیورسٹی (Residential University) کی تھی۔ جہاں پر مسافر و

مساکین طلبہ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتے۔صفہ کی درسگاہ میں دراصل رسول اللہ ﷺ انسانی سرمایہ(Human Capital) تیار فرمارہے تھے۔اس موضوع پر بہت محدود تحقیقی کام ہوا ہے۔عصرِ حاضر کے نظامِ تعلیم و تربیت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے اس تحقیق کی اہمیت مسلّم ہے۔

موضوعِ تحقیق کی اہمیت:

زیرِ بحث موضوع اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں مدنی عہدِ نبوی کی پہلی اقامتی درس گاہ صُفّہ کے جامع خاکے کو مربوط اور منظم صورت میں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ معلّمِ انسانیت رسول اللہ ﷺ کی دس سالہ تعلیمی پالیسی کی نشاندہی کی جاسکے اور پھراس کی روشنی میں مستقبل کے لئے مفید و بہتر خطوط استوار کئے جائیں۔نیز سیرت نبوی کے اس اہم گوشے سے متعلقہ سارے واقعات اور کام اپنی حقیقی تعمیر و حیثیت کے مطابق محفوظ ہو جائیں اور اربابِ حل و عقد کے لئے ایسا راہنما مواد فراہم ہو جائے جو تعلیمِ اسلامی کے لئے اساس کا کام دے سکے۔

توقع ہے کہ عہدِ نبوی کی پہلی اقامتی درسگاہ پر کی جانے والی یہ تحقیق عصرِ حاضر میں تعلیم کی منصوبہ بندی میں مددگار ثابت ہوگی۔اس تحقیق کے نتائج قومی اور صوبائی سطح پر نصاب ساز اداروں کے لئے بھی کارآمد ہوں گے اور وہ نصابی اصلاح کے کام کو زیادہ بہتر بنیادوں پر استوار کرسکیں گے۔اس تحقیق کے نتائج سے تربیتِ اساتذہ کے ادارے بھی فائدہ اٹھاسکیں گے کہ معلّمِ انسانیت رسول اللہ ﷺ کے اسلوبِ تدریس اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ حفاظِ قرآن کریم، مفسرین کرام، محدثین کرام اور فقہاء کے علمی و عملی کردار کے متعلق انہیں زیادہ بصیرت حاصل ہوگی۔عام تعلیمی اداروں کے اساتذہ بھی اس تحقیق کی روشنی میں اپنے کردار اور تدریسی معیار کو بہتر بنانے کی سعی کرسکیں گے۔ضرورت ہے کہ اُمتِ مسلمہ کو پھر سے اسی دور کے نظامِ تعلیم اور اندازِ تعلیم و تدریس سے باخبر کیا جائے جس کی بنیاد پر اس اُمت کو دنیا میں عروج و ترقی نصیب ہوئی۔

تحقیقی سوالات:

☆ اسلامی تعلیمی نظام کے نمایاں خدوخال کیا ہیں؟
☆ مدینہ منورہ میں درس گاہِ صُفہ کے قیام کے محرکات کیا تھے؟
☆ نبوی نظامِ حکومت میں درس گاہِ صُفہ کا تعلیمی نظام کیا تھا؟
☆ اصحابِ صُفہ کی نصابی وغیر نصابی سرگرمیاں کیا کیا تھیں؟
☆ درس گاہِ صُفہ کے رئیس معلّم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلوبِ درس و تدریس کیا تھا؟
☆ درس گاہِ صُفہ کے نظامِ تعلیم و تربیت کے کیا نتائج و ثمرات مرتب ہوئے اور اصحاب صفہ نے علمی و عملی میدانوں میں کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے؟

اہداف و مقاصدِ تحقیق:

ان اہم موضوعات میں سے جن پر محنتیں صرف کی جاتی ہیں اور اوقات لگائے جاتے ہیں، ایک موضوع یہ بھی ہے کہ "درس گاہِ صفہ کے نظامِ تعلیم و تربیت" کو جانا جائے جو سیرت نبوی کا ایک اہم گوشہ ہے اور اصحابِ صُفہ کے علمی و عملی کارناموں کو معلوم کیا جائے جو تربیتِ نبوی کا نتیجہ ہیں، چنانچہ اس موضوع کو چند ترجیحات کے باعث اختیار کیا گیا ہے۔

تحقیق کا اولین اور بنیادی مقصد حصول رضائے الٰہی اور ذاتِ باری تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اور اس کی رحمت کے سائے میں جگہ پانا ہےہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس مبارک عمل کے ذریعے اسلامی نظامِ تعلیم کی عملی تنفیذ کے لئے ہمارے اندر عزم اور حوصلہ پیدا کرے اور ہم نسل نوع کی تعلیم و تربیت کا فریضہ صحیح طور پر ادا کرسکیں۔

اپنی بے بضاعتی اور کمزوری کے باوجود سیرت نبوی کے ایک اہم گوشے، درس گاہ صُفّہ کے نظامِ تعلیم و تربیت کو جاننے، اس سے فیض یاب ہونے اور دوسروں کو اس سے آگاہ کرنے کے ارادے کے ساتھ میں نے توفیق الٰہی سے اس مقالے میں کچھ باتیں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اس بات کا بالکل دعویٰ نہیں اور نہ ہی دعویٰ کرنے کا حق

ہے کہ میں نے اس موضوع کا احاطہ کیا ہے۔ایسا کرنا مجھ ایسے طالب علم کی بساط سے باہر ہے، البتہ میں نے اس سلسلے میں حقیرانہ عاجزانہ کوشش اللہ کریم کے فضل و کرم سے کی ہے۔اگر کچھ خیر کی بات میرے قلم سے تحریر ہوئی ہے۔تو محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور نوازش سے ہوئی ہے،اور جو کچھ تقصیر، خلل اور غلطی ہے وہ مجھ گناہ گار کی وجہ سے ہے۔میں اپنے رب رحیم و ودود سے معافی کا طلب گار ہوں۔

ذیلی مقاصد درج ذیل ہیں:

☆ درس گاہ صُفَّہ کی تاریخی اہمیت کا جائزہ لینا
☆ اصحاب صُفَّہ کے دور کی تہذیبی حیثیت کا جائزہ لینا
☆ اصحاب صُفَّہ کے فکری سرمائے کی نشاندہی کرنا
☆ درس گاہ صُفَّہ کے تعلیمی نصابیات کا جائزہ لینا
☆ درس گاہ صُفَّہ کے تعلیمی انتظامیات کا تفحص کرنا
☆ درس گاہ صُفَّہ میں اہم علوم وفنون کی تفتیش کرنا
☆ تحقیقی حاصلات کے عمل اطلاق کے لئے سفارشات پیش کرنا
☆ اسلامی نظامِ تعلیم کے معیارات کا تعین کرنا۔
☆ درس گاہِ صُفہ میں مسلمانوں کی تعلیمی کاوشوں اور نظام کے خدوخال کا خاکہ معلوم کرنا۔
☆ درس گاہِ صُفہ کے نظامِ تعلیم و تربیت کی وضاحت اور عصرِ حاضر میں اس کی عملی صورتوں کا تعین کرنا۔
☆ درس گاہِ صُفہ کے نصابِ تعلیم اور غیر نصابی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کرنا۔
☆ درس گاہِ صُفہ کے نظامِ تعلیم و تربیت کے نتائج و ثمرات اور دین اسلام کے لئے اصحاب صفہ کی خدمات کا بیان۔
☆ اصحابِ صُفہ کے احوال و واقعات کے ذریعے عزیز طلباء و طالبات میں وہ جذبہ اور لگن پیدا کرنا جس کے ہوتے ہوئے کٹھن ترین لمحات میں بھی علمی سرگرمیوں سے کنارہ کش نہ ہوں۔

☆ اساتذہء کرام کی خدمت میں معلمین صُفّہ کے اسلوبِ تدریس کی خصوصیات کو واضح کرنا۔

☆ عہدِ نبوی کے نظامِ تعلیم پر انجام پانے والی تحقیقات کا تجزیہ کرنا۔

☆ پاکستان میں بالخصوص اور عالم اسلام میں بالعموم تعلیم کی اسلامی تشکیل کیلیئے سفارشات مرتب کرنا۔

☆ نتیجے پر پہنچنے کے بعد مستقبل کے محققین کے لیے مزید تحقیق کے بہتر اسلوب اور پیمانوں کی نشاندہی کرنا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ بحیثیتِ معلّم خود جاننا، اس سے فیض یاب ہونا اور دوسروں کو آگاہ کرنا۔

☆ صاحب ثروت مسلمان بھائیوں کے سامنے خلوص اور خیر خواہی کے جذبے سے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور نمونہ اخلاق پیش کرنا کہ شاہ عرب و عجم ﷺ کا ان غریب، مسکین، لاچار، کمزور اور چھوٹے لوگوں کے ساتھ کیسا شفقت بھرا رویہ اور ہمدردانہ برتاؤ رہا ہے۔

اُمید ہے کہ یہ مقالہ عہدِ نبوی کے نظامِ تعلیم و تربیت پر اہم دستاویز ثابت ہوگا اور اس موضوع پر مزید کام کرنے والوں کے لئے انشاء اللہ ماخذ کا کام دے گا۔ اگر اس مقالہ سے نوجوانوں نے اپنے سلف صالحین کو سمجھنے کی کوشش کر لی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

☆ اسلامی نظامِ تعلیم عہدِ نبوی سے خلفائے راشدین تک، مقالہ نگار خدا بخش آسی (MA Level)، نگران علامہ علاؤ الدین صدیقی، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1964ء

☆ اصحابِ صفہ کا عسکری کردار، مقالہ نگار محمد طارق (MA Level)، نگران محمد سلطان کھوکھر، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، 1998ء

☆ صفہ بطورِ تعلیمی و دعوتی مرکز، مقالہ نگار ثمینہ جبین (MA Level)، نگران ڈاکٹر محمد عبداللہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 2004ء

اسلوبِ تحقیق:

مقالہ تحریر کرتے ہوئے جو تحقیقی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے اس میں زیرِ تحقیق موضوع سے متعلق بنیادی مآخذ سے استفادہ کو اولین ترجیح دی گئی ہے۔ بعض نادر کتب کی عدم دستیابی کی صورت میں ثانوی مآخذ سے مدد لی گئی ہے۔ گنجلک عبارات سے گریز کرتے ہوئے سیدھے سادھے عام الفاظ میں مقالہ تحریر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مقالہ کے لئے پانچ ابواب مقرر کئے گئے ہیں اور ہر باب کے فصول قائم کر کے ان کے ذیلی مباحث کو جلی عنوانات دیئے گئے ہیں۔ حوالہ جات کو ہر صفحہ پر درج کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔

اقتباسات سے استفادہ مقالہ کا نمایاں حصہ ہے جس میں بالواسطہ اور بلا واسطہ دونوں طریقوں سے اقتباسات درج کئے گئے ہیں۔ تاہم اقتباسات سے نتائج کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ براہِ راست اقتباس کی صورت میں کسی جگہ نامطلوب عبارت کو اگر حذف کیا گیا ہے تو اس کے لئے یہ علامت (...) لگائی گئی ہے۔ مذکورہ ہر دو طریقوں کے اقتباسات کے حوالہ جات کے اندراج کو یقینی بنایا گیا ہے۔ حوالہ میں جس مصنف اور کتاب کی مکمل تفصیل ایک دفعہ دے دی گئی ہے تو آئندہ کے صفحات میں تکرار سے بچنے کے لئے کتاب کا مختصر نام، جلد نمبر، اور صفحہ نمبر ہی درج کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اگر کتاب کی تاریخِ اشاعت درج نہیں ہے تو حوالہ میں اس کے لئے (سن ندارد) لکھا گیا ہے۔ اگر حوالہ میں صفحہ نمبر ۳ سے ۵ تک درج کرنا مقصود تھا تو (ص ص ۳۔۵) درج کیا گیا ہے۔ اس طرح جلد نمبر کے لئے (ج:)، صفحہ نمبر کے لئے (ص)، سن ہجری کے لئے (ھ)، اور سن عیسوی کے لئے (ء) لکھا گیا ہے۔ حوالہ درج کرنے کے لئے درج ذیل ترتیب اختیار کی گئی ہے:

عنوان کتاب، نام مصنف، ناشر، مقام اشاعت، سن اشاعت، جلد نمبر، صفحہ نمبر

مصنف کا نام درج کرنے کے لئے یہ التزام کیا گیا ہے کہ اس کے نام کا مشہور حصہ شروع میں درج ہو اور پھر نام کا باقی حصہ۔ قرآن کریم کا حوالہ درج کرتے ہوئے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا اس میں سورہ کا نام اور نمبر: آیت نمبر۔ احادیث میں کتب ستہ کے حوالے کے

لئے حدیث نمبر درج کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر کتب حدیث کے حوالے کے لئے متعلقہ کتاب، جلد نمبر اور صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔

درس گاہ صُفّہ کے نظامِ تعلیم و تربیت اور اصحاب صُفّہ کی سیرت کے کسی بھی پہلو کے متعلق گفتگو کرتے وقت اس بارے میں تمام شواہد ذکر نہیں کئے گئے، بلکہ اختصار کے پیش نظر چند ایک شواہد ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیلی معلومات جاننے کے خواہشمند حضرات کے لئے مقالے کے آخر میں مصادر و مراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ فہرست قرآنی آیات اور فہرست احادیث نبوی بھی مقالے کے آخر میں شامل ہیں۔

باب اول:

اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت

فصل اول:

تعلیم و تربیت کا تعارف

مبحث اول: تعلیم و تربیت کا مفہوم

قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ میں اگر کسی ایک مؤثر ترین تاریخ ساز عامل کی تلاش کی جائے تو یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس میں سرفہرست تعلیم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کو اپنا خلیفہ اور نمائندہ مقرر کرنے کے لئے سب سے پہلے جس چیز سے اُسے آراستہ کیا وہ علم تھا۔ علم ہی انسان کو شرفِ انسانیت بخشتا ہے۔ علم ہی نے انسان کو مسجودِ ملائکہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کام سونپا اس میں تعلیمِ کتاب و حکمت اور تزکیۂ نفس کو مرکزیت حاصل ہے۔

تعلیم و تربیت کی اصطلاح اُردو میں عام مستعمل ہے۔ تعلیم کا تعلق علم اور جاننے سے ہے اور تربیت کا تعلق اس علم پر عمل کرنے سے ہے۔ جیسا علم ہوگا ویسے ہی انسان کے خیالات اور عقائد ہوں گے اور جیسے انسان کے خیالات ہوں گے ویسے ہی اس کے اعمال اور عادتیں ہوں گی اور جیسی عادتیں ہوں گی ویسی ہی شخصیت وجود میں آئے گی۔ اسی وجہ سے تعلیم و تربیت لازم و ملزوم اور ایک دوسرے کا جزو لاینفک ہیں۔ تربیت سے مراد ہے تعمیرِ سیرت و کردار۔ شرعی اصطلاح میں اسے تزکیۂ نفس کہتے ہیں، جس کا مطلب ہے معروف یعنی اچھی عادات کو اپنانا اور منکر یعنی بُری عادات سے بچنا۔ اچھا اور برا کیا ہے اس کا تعین تعلیم کرتی ہے۔ ذیل میں تعلیم اور تربیت کے مفہوم کی وضاحت کی جاتی ہے۔

تعلیم کا مفہوم

تعلیم بابِ تفعیل کا مصدر ہے۔ تعلیم کے لغوی معنی معلومات بہم پہنچانا، علم سے مستفید کرنا، تصور

کے لئے نفس کا متوجہ ہونا،سکھانا علم ہو یا صنعت یا ہنر،[2] بتانا، تلقین ہدایت، تربیت [3] حقیقتِ شے کا ادراک، یقین و معرفت وغیرہ۔[4] علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعلیم کے معنی بار بار کثرت کے ساتھ خبر دینے کے ہیں۔ حتی کہ متعلم کے ذہن میں اس کا اثر پیدا ہو جائے۔[5]

اَلمُنجَد میں درج ہے:

تَعَلَّمَ۔ سیکھنا، عَلَّمَهُ تَعلِيماً وَ عَلَّاماً۔ الصَنعَةَ و غَيرَهَا۔ سکھانا، عَلَّمَ لَهُ عَلَامَةً۔ پہچان کے لئے علامت لگانا[6] بعض لوگ غلط فہمی میں اس کو تدریس کا ہم معنی سمجھ لیتے ہیں۔ یعنی طلباء کو بعض مضامین یا کتب کا درس دے دینا یا انہیں لکھنا پڑھنا اور حساب وغیرہ سکھا دینا۔ حالانکہ یہ بہت جامع لفظ ہے اس کے مفہوم میں تدریس کے ساتھ ساتھ تدریب (فنون میں مہارت پیدا کرنا)، تادیب (ادب سکھانا) اور تربیت (شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی ہم آہنگ نشوونما کرنا) بھی شامل ہے۔[7] دراصل علم، مہارتوں اور رویوں کو نئی نسل میں منتقل کرنا تعلیم کہلاتا ہے۔[8] یہ ایک سوچی سمجھی اور منظم جُہدِ مسلسل کا نام ہے جس کے ذریعے اطلاعات، تصورات، مہارتوں، رویوں یا عادات کی ترسیل و تشکیل عمل میں لائی جاتی ہے۔ یہ ایک مقام، ایک ماحول یا ایک فرد کی کوششوں کی بجائے مختلف قسم کے ماحولیات میں اور بہت سے افراد کی کاوشوں کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔[9] تعلیم وہ

---

١ اسلامی تعلیم اور اس کی سرگزشت، محمد مصلح الدین (ڈاکٹر)، اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ١٤٠٨ھ، ص ١٣

٢ لغات الحدیث، وحید الزماں (علامہ)، میر محمد کتب خانہ، کراچی، سن ندارد، ج: ٣، کتاب ع، ص ١٨٢

٣ فیروز اللغات اردو جامع، فیروز الدین (مولوی)، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، نیا ایڈیشن، سن ندارد، ص ٣٦٥

٤ مصباح اللغات، بلیاوی، ابو الفضل عبد الحفیظ (مولانا)، مکتبہ دانیال، لاہور، ١٤٢٣ھ، ص ٥٤٨

٥ مفردات القرآن، راغب اصفہانی، حسین بن محمد بن مفضل بن محمد (امام) م ٥٠٢ھ، ترجمہ و حواشی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہ فیروز پوری، نظر ثانی، مولانا عبد الصمد ریالوی، اسلامی اکادمی، لاہور، ١٣٩٠ھ، ج: ٢، ص ١٥٧

٦ المنجد عربی اردو، معلوف لوئیس، ترجمہ، مولانا سعد حسن خان یوسفی والآخرون، مقدمہ، مفتی محمد شفیع، دار الاشاعت، کراچی، ایڈیشن: ١١، ١٤١٥ھ، ص ٦٧٧

٧ فن تعلیم و تربیت، افضل حسین (ایم اے، ایل ٹی)، اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ١٤٣٢ھ، ایڈیشن: ١٢، ص ٤٠

٨ مسلمانوں کی تعلیمی فکر کا ارتقا، صدیقی، بختیار حسین (پروفیسر)، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ١٤٣٠ھ، ص ٣

٩ تعلیمی مشکلیں، انعام الحق کوثر (ڈاکٹر)، ناشاد پبلشرز، کوئٹہ، ١٤١٤ھ، ص ٩

اجتماعی عمل ہے جس کے ذریعے معاشرہ نوخیز نسلوں کو اسلامی دستورِ حیات سکھاتا ہے، اسلامی عقائد اور اقدار اِن کے اذہان میں راسخ کرتا ہے اور اسلامی افکار کی روشنی میں آدابِ زندگی اور اخلاق کی تربیت دیتا ہے۔[1]

ڈاکٹر عبد الرشید صاحب تہذیب و ثقافت کو تعلیم کا مرکز و محور قرار دیتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے:

"تعلیم کی بنیاد بھی کسی تہذیب و ثقافت پر ہوتی ہے اور تعلیم کا مقصد بھی اس تہذیب و ثقافت کا دوام و اصلاح ہوتا ہے اور اس مقصد کے لئے جو طریقہء کار اختیار کیا جاتا ہے اس کا تعلق بھی اسی تہذیب و ثقافت ہی سے ہوتا ہے گویا تہذیب و ثقافت تعلیم کا مرکز و محور ہوتی ہے۔"[2]

عام تعلیم کے ذریعے ثقافت اور رسم و رواج کو دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے۔
جبکہ اسلامی تہذیب و ثقافت کو دوسری نسلوں تک منتقل کرنے والی تعلیم کو اسلامی تعلیم کہا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید میں تعلیم و تعلُّم کا بارہا ذکر ہوا ہے۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

{اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝} [3]

"وہ رحمان ہی ہے، جس نے قرآن مجید کی تعلیم دی۔"

{الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝} [4]

"جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھلایا۔"

{وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ} [5]

"کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔"

---

۱ ہندو پاک میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت، محمد سلیمؒ، سید (پروفیسر)، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور، ۱۴۱۴ھ، ایڈیشن: ۳، ص ۳۰

۲ ہمارا نظامِ تعلیم و نظریہ عمل، ص ۵۹، بحوالہ، قرآن مجید کا منہج تربیت اور عصری معاشرتی مسائل (تحقیقی مقالہ)، محمد عبد اللہ، حافظ (ڈاکٹر)، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۴۳۰ھ، ص ۷

۳ سورۃ الرحمٰن ۵۵: ۱۔ ۲

۴ سورۃ العلق ۹۶: ۴

۵ سورۃ البقرہ ۲: ۱۲۹

مندرجہ بالا ارشاداتِ ربانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کا معنیٰ "سکھلانا اور علم دینا" ہے۔ تعلیم یہ ہے کہ نہایت شفقت وتوجہ کے ساتھ ہر استعداد کے لوگوں کے لئے اس کی مشکلات کی وضاحت کی جائے، اس کے اجمالات کی تشریح کی جائے، اس کے مقدمات کھولے جائیں اور اس توضیح اور بیان کے بعد بھی اگر لوگوں کے ذہن میں سوالات پیدا ہوں تو ان کے سوالات کے جوابات دیئے جائیں، مزید برآں لوگوں کی ذہنی تربیت کے لئے خود ان کے سامنے سوالات رکھے جائیں اور ان کے جوابات معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ لوگوں کے اندر فکر وتدبر کی صلاحیت اور کتاب اللہ پر غور کرنے کی استعداد پوری طرح بیدار ہو جائے۔ یہ ساری باتیں تعلیم کے ضروری اجزاء میں سے ہیں اور ہر شخص جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیرت کا مطالعہ کیا ہے اس بات سے واقف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تعلیمِ کتاب کے یہ طریقے اختیار فرمائے۔ [1]

Allen Walker تعلیم کی تعریف مندرجہ ذیل نکات میں بیان کرتے ہیں:

1. The systematic development and cultivation of the natural powers, by inculcation, example etc.

2. Instruction and training in an institution of learning.

3. The knowledge and skills resulting from such instruction and training.

4. Teaching as a system, science or art; pedagogy.

5. The training of animals.

6. The culture of bees, bacteria etc. [2]

Hutchinson Encyclopedia کے مطابق تعلیم کی تعریف حسب ذیل ہے: [3]

The process, beginning at birth, of developing intellectual capacity, manual skills, and social awareness, especially by instruction. In its

---

[1] تدبر قرآن، اصلاحیؒ، امین احسن (مولانا)، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، سن ندارد، ج:۱، ص ۲۹۷

[2] The New International Webster's Comprehensive Dictionary of the English Language, Prof. Allen Walker, Deluxe Encyclopedia Edition, 1996, Trident Press International, page 401

[3] The Hutchinson Encyclopedia, Michael Upshall and Team, Tenth Edition, 1992, Helicon BCA London, Page 344

more restricted sense, the term refers to the process of imparting literacy, numeracy, and a generally accepted body of knowledge.

خلاصہء کلام یہ کہ تعلیم کا مطلب اس انداز سے دوسرے فرد میں علم منتقل کرنا ہے کہ متعلم کے قلب پر اس کے اثرات مرتب ہونے لگیں اور وہ علم اس کو معاشرتی زندگی کے تمام شعبوں میں مفید ثابت ہو۔

تربیت کا مفہوم

تربیت عربی زبان کا لفظ ہے اور تفعلۃ کے وزن پر باب تفعیل کا مصدر ہے۔اس کا مادہ ''رب'' ہے جس کے کئی معنی ہیں مثلاً علامہ راغب رحمہ اللہ کے نزدیک ''اَلرَّبُّ: (ن) کے اصل معنی تربیت کرنا یعنی کسی چیز کو تدریجاً نشوونما دے کر حدِ کمال تک پہنچانا کے ہیں۔ [1] قرآنِ مجید میں یہ لفظ تربیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چند ارشاداتِ ربانی حسبِ ذیل ہیں:

{وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا} [2]

''اُن کے حق میں (ہمیشہ) دعا کرو کہ پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھے صغر سنی میں پالا پوسا اور بڑا کیا تو اسی طرح تُو بھی ان پر رحم کیجیو!''

{قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا} [3]

''فرعون نے کہا: کیا ہم نے بچہ ہونے کی حالت میں اپنے ہاں تیری تربیت نہیں کی!''

تربیت کسی چیز کو آہستہ آہستہ درجہء کمال تک پہنچانے کو کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کی مصالح کے متکفل ہیں اس لئے اُن کے بغیر رب کا لفظ کسی پر نہیں بولا جاتا، مگر جب یہ لفظ مضاف ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھی اور دیگر پر بھی بولا جاتا ہے۔مندرجہ ذیل آیات سے

---

۱ مُفردات القرآن۔ ج:۱، ص ۳۹۷

۲ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: ۲۴

۳ سورۃ الشعراء ۲۶: ۱۸

اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

{اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ} [1]

"ہر طرح کی ستائشیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام کائنات خلقت کا پروردگار ہے۔"

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ میں رب کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے۔ جبکہ رَبُّ الدار (گھر کا مالک) اور رَبُّ الفرس (گھوڑے کا مالک) اور رَبُّ السفینہ (کشتی والا) میں یہ لفظ غیر اللہ کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ [2] اسی معنی کے اعتبار سے آیاتِ کریمہ ملاحظہ ہوں۔

{اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ} [3]

"اپنے آقا کے پاس جب جاؤ تو مجھے یاد رکھنا (یعنی میرا حال اس سے ضرور کہہ دینا)؛ لیکن (جب تعبیر کے مطابق اس نے نجات پائی تو) شیطان نے یہ بات بھلا دی کہ اپنے آقا کے حضور پہنچ کر اسے یاد کرتا۔"

{ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ} [4]

"تم اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ۔"

ربُّ الشیء کا مطلب ہوتا ہے مَلَکَہ یعنی وہ اس کا مالک ہو گیا لیکن رب کا صلہ ولد یا صبی ہو تو اس کا معنی پرورش کرنا ہوتا ہے۔ ربّ ولدہ والصبی کا مطلب ہے یعنی اس نے اس کو پالا اور اس کا اچھا انتظام کیا اور بالغ ہونے تک اس کی سرپرستی کی۔ [5] علامہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رب کے مادے میں جمع کرنے، بڑھانے، ساتھ رہنے اور انتظام کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

---

1. سورۃ الفاتحہ ۱:۱
2. مفردات القرآن، ج:۱،ص ۳۹۷
3. سورۃ یوسف ۱۲:۴۲
4. سورۃ یوسف ۱۲:۵۰
5. تاج العروس من جواہر القاموس، الزبیدی، محمد مرتضیٰ (علامہ)، مادہ رب، مطبعۃ حکومت الکویت، کویت، ۱۳۸۱ھ، ج:۲،ص ۴۸۰

''رَبَبَ اور ربَّبَ یعنی ثلاثی مجرد اور ثلاثی مزید فیہ کے ایک ہی معنی ہیں۔اگر ربّ کا صلہ الصبی ہو تو اس کے معنی بلوغت تک اس کی پرورش کرنے اور بچے کو درجہ ٔکمال تک پہنچانے کے ہیں۔''[1]

ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تربیت کا لفظ ہر بڑھنے والی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔جیسے اولاد اور کھیتی وغیرہ۔[2]

خلاصہ یہ کہ تربیت کے مادے میں مندرجہ ذیل معنی پوشیدہ ہوتے ہیں۔بڑھنا، پھلنا پھولنا، پرورش کرنا، غذا دینا، مہذب بنانا، مالک ہونا، اچھا انتظام کرنا، نظم و نسق چلانا، درست کرنا، عمدگی پیدا کرنا، خراب ہونے سے بچانا، ملنا، لازم ہونا۔چنانچہ اصطلاحی طور پر تربیت سے مراد انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی نشوونما کر کے حدِ کمال تک پہنچانا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ آگے بڑھایا جائے یہاں تک کہ وہ حدِ کمال کو پہنچ جائے۔[3] عالم محسوسات میں تو آپ کو بھی صدہا بلکہ ہزارہا چیزوں کا درجہ بدرجہ پورا ہونا اور تربیت پانا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے۔سب سے اول اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کو ہی دیکھئے کہ اوّل غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے پھر عورت کے پیٹ میں علقہ اور مضغہ بن کر پورا بچہ بنتا ہے اور پیدا ہوتا ہے اور پھر ایک ہی بار جوان اور قوی نہیں ہو جاتا بلکہ رفتہ رفتہ اس طرح سے کہ پہلے بیٹھنے لگتا ہے، پھر گھٹنوں چلتا ہے، پھر دیوار پکڑ کر، پھر بڑھتے بڑھتے قوی جوان ہو جاتا ہے۔[4]

تربیت کرنا رب کی صفت بھی ہے، یوں رب کو تربیت کے معنی میں استعمال کر سکتے ہیں۔تربیت دینا کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانا۔اس پرورش میں محبت، شفقت، حفاظت، نگہداشت اور امانت کا عنصر

---

1. القاموس المحیط، فیروز آبادی، مجد الدین (علامہ)، المطبعۃ المصریہ، مصر، ۱۳۵۳ھ، ج:۱،ص ۷۰
2. لسان العرب، ابن منظور، محمد بن مکرم، افریقی (علامہ)، دار صادر، بیروت، ۱۳۷۴ھ، ج:۱۴،ص ۳۰۷
3. معارف القرآن، محمد شفیع (مفتی)، ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید، ۱۴۲۵ھ، ج:۱،ص ۸۰
4. تفسیر فتح المنان، حقانی، عبد الحق (علامہ)، دار الاشاعت، دہلی، ایڈیشن: ۱۲، ۱۳۶۴ھ، ج:۲،ص ۱۲

موجود ہوتا ہے۔ جیسے ماں کا بچے کو پالنا، یا ماں باپ کا بچے کی نشو و نما میں اس کی نگہداشت اور ہر ضرورت کو بروقت اور حسبِ موقع اس کی استعداد کے مطابق پورا کرنا۔ [1] تربیت میں بتدریج نشو و نما پانے کی خصوصیت موجود ہے یعنی کسی چیز کو نئی نئی تبدیلیوں سے اس طرح گزارنا کہ وہ بتدریج نشو و نما پاتی ہوئی اپنی تکمیل تک پہنچ جائے۔ جس طرح فطرت قطرۂ نیساں کو موتی بنانے کے لئے نئی نئی تبدیلیوں سے گزارتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کی نشو و نما کی جاتی ہے۔ [2] تربیت میں افراد کی استعدادوں اور صلاحیتوں کو نکھار کر افراد کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی پرورش کی جاتی ہے۔ اس کے اندر جو برائیاں ہیں اُن کو بتدریج ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد انسان معاشرے کے لئے ایک صالح فرد کے طور پر سامنے آتا ہے۔ تربیت سے مراد صرف اخلاقی تربیت نہیں بلکہ پوری شخصیت کی ہمہ جہتی تربیت ہے تاکہ ایک بچہ ہر لحاظ سے ایک مکمل اور عملی مسلمان بنے۔ [3]

محمد جہدی صالح کہتے ہیں:

The meaning of education in its totality in context of Islam is fundamentally in the combination of the terms Tarbiyyah, Ta'lim and Ta'dib. Literally, Tarbiyyah means 'educate', Ta'lim means 'knowledgeable' and Ta'dib derived from the word 'adaba' means 'moral'. These terms comprehensively are concerning the multilateral relationship of human and their society; human and environment; society and environment; and in relation to Allah. [4]

علماء کے نزدیک جس چیز کو ہم تعلیمی اصطلاح میں 'تربیت' کہتے ہیں، شرعی اصطلاح میں اسے 'تزکیہ' کہا جاتا ہے۔ تزکیہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "ز ك و" ہے۔ اس کے

---

1 انوار القرآن فی حل لغات القرآن، محمد علی (مولانا)، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور، ۱۴۱۵ھ، ج:۱، ص ۵

2 تعلیم القرآن، مشتاق احمد خان، قرآن مرکز، راولپنڈی، ۱۴۳۲ھ، ص ۹۶۰

3 ہمارا دینی نظامِ تعلیم، محمد امین (ڈاکٹر)، دار الاخلاص، لاہور، ۱۴۲۵ھ، ص ۳۷

4 The Integrated Islamic Education, Dr. Mohamad Johdi Salleh, Institute of Education ,International Islamic University Malaysia, November 14, 2009

دو معنی ہوتے ہیں: ایک کسی چیز کو پاک صاف کرنا اور دوسرے اس کو جِلا دینا اور پروان چڑھانا۔[1] گویا جب تزکیۂ نفس کی اصطلاح استعمال ہو گی تو مطلب یہ ہو گا کہ نفس کو عقائد و اعمال اور اخلاق و کردار کی ساری کمزوریوں سے پاک کرنا اور ان کی جگہ ان خوبیوں کو پروان چڑھانا جو کہ شریعتِ مقدسہ کو مطلوب ہیں۔ اچھا کیا ہے، برا کیا ہے، کن اخلاق و اوصاف کو پروان چڑھانا ہے اور کن چیزوں سے بچنا ہے؟ اس کا فیصلہ شریعتِ مقدسہ کرتی ہے۔

تربیت کے عمل اور تعلیم میں ایک ایک جہت سے فرق ہے۔ تعلیم، تربیت کے ایک جزء کی طرح ہے۔ جبکہ تربیت تعلیم پر بھی مشتمل ہے۔ تربیت اسلامیہ وہ محنت ہے جو یہ ہدف رکھتی ہے کہ تمام قوائے انسانی کو مختلف وسائل اور مشروع اسلوب سے مکمل اور باوزن نشوونما عطا کرے تاکہ انسان اپنے معاشرے کا ایک اچھا فرد بن سکے۔ یہ تربیت انسان کے تمام پہلوؤں، روح، عقل اور بدن سب کو شامل ہے۔

مبحث دوم: تعلیم و تربیت کے مختلف نظریات

جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک تعلیم و تربیت کا عمل جاری ہے۔ حالات و زمانہ کے مطابق اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ہابیل و قابیل کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے ہابیل علیہ السلام کی نعش دفنانے کی تربیت کے لئے کوا بھیجا تھا۔ قرآن کریم میں ہے:

{فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ}[2]

”اس کے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا اور وہ زمین کریدنے لگا، تاکہ اسے بتادے کہ اپنے بھائی کی لاش کیوں کر (زمین میں) چھپانی چاہیے۔“

یعنی کوے نے تعلیم و تربیت دی کہ بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ اس سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ

---

[1] دینی مدارس کا نظامِ تربیت، محمد امین (ڈاکٹر)، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ، Downloaded on 4th December 2013 at 1150 hrs from www.alsharia.org

[2] سورۃ المائدہ ۵:۳۱

نے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام سکھا کر تربیت کی بنیاد رکھ دی۔ باضابطہ تعلیمی و تربیتی اداروں کی تفصیلات بہت کم موجود ہیں جو بعثتِ نبوی سے قبل کے نظامِ تعلیم و تربیت پر روشنی ڈالتے ہوں۔[1]

ظہورِ اسلام سے پہلے کے عرب میں تعلیم و تدریس کا جائزہ لیا جائے تو کوئی محقق بھی اس دور میں تعلیمی اداروں کی موجودگی یا غیر موجودگی کے بارے میں واضح معلومات فراہم نہیں کرتا۔ اگر تعلیمی اداروں کے وجود کے حوالے مل بھی جائیں تب بھی ان تعلیمی و تبلیغی اداروں کی شکل و صورت واضح ہو کر سامنے نہیں آتی۔ سیرت نگاروں کے مطابق عرب نوشت و خواند سے معرا اور مبرا تھے اور انہیں اپنی اس حالت پر ناز بھی تھا لیکن یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم کا نام و نشان نہ تھا۔ جو تعلیم پادریوں میں پائی جاتی تھی وہ صرف بائبل کے حروف سیکھنے تک محدود تھی، اس کے ساتھ ترجمہ اور تفسیر شامل نہ تھے یا اِن بے سرو پا داستانوں کو علم کا درجہ دے دیا گیا تھا جو یہودیوں میں کبھی بطورِ ناول لکھی گئی تھیں، اور پھر ان کا درجہ وحی کے برابر تسلیم کر لیا گیا تھا۔ ہندوستان میں شریمد، بھگوت اور پرانوں کی حکومت تھی۔ بہت زیادہ ترقی کی صورت میں رامائن اور مہا بھارت کے قصے منتہائے علم سمجھے جاتے تھے۔ یہی حال چین اور ایران کا تھا۔ یورپ بالکل جہالت کدہ تھا۔ لیکن تاریخی کتب کے مطالعہ کے بعد دورِ جاہلیت کے لوگوں میں علم و ادب سے لگاؤ اور اس شعبے میں مہارت کی نفی کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ اس کی ایک واضح مثال تو اس دور کا بازارِ عکاظ ہے جس کی علمی اور ادبی حیثیت کی وجہ سے اسے بین العرب مجلس (Pan Arab Literacy Congress) کا نام دیا جاتا تھا۔[2]

تاریخ بتاتی ہے کہ فیضان بن اُمیہ اور ابو قیس بن عبد مناف مکہ کے اوّلین باشندے تھے جنہوں نے قرائت اور کتابت کی تربیت حاصل کی تھی۔ ان کا اُستاد مسیحی فرقے کا بشیر بن عبد الملک تھا جس نے الحیرہ میں یہ فن حاصل کیا تھا۔ عربوں میں جس شخص نے پہلی بار اس فن کو پیشے کے طور پر اختیار کیا وہ وادی القریٰ کا باشندہ تھا جس نے اپنے علاقے کے کچھ لوگوں کو قرأت اور کتابت کی تعلیم دینا شروع کی تھی۔ اس تقریب سے سطرنجیلی[3] سے وضع کردہ

---

[1] رحمۃ للعالمین ﷺ، منصور پوری، محمد سلیمان سلمان (قاضی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد، ج ۳، ص ۴۰۲

[2] عہدِ نبوی کا تعلیمی نظام، محمد یاسین شیخ، غضنفر اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۵۳

[3] سریانی کی ایک قسم ہے۔ اس رسم خط میں سریانی اپنی مذہبی کتابیں لکھتے تھے۔

جدید خط عربی مکہ پہنچ چکا تھا۔ یہ واقعہ نزولِ قرآن کی ابتداء ۶۱۰ء سے کم و بیش پچاس سال قبل کا ہے۔ اسی بشیر بن عبد الملک نے حرب بن امیہ اور اس کے لڑکے سفیان کو خطِ انباری، خطِ حیری یا خطِ کوفی میں لکھنا سکھایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حرب بن امیہ سے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا سفیان سے کتابت سیکھی۔[1]

ڈاکٹر احمد شلبی رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں:[2]

Thus the number of people who learnt this art increased, but slowly, and, when Islam came , there were only 17 persons from Quraish who were able to read and write. Owing to the needs of the new religious and political system, reading and writing were keenly encouraged. Reading and writing were very important especially for ambitious people who wished to occupy high positions in the new system.

تاریخ میں یہودیوں کے ایک ادارے "بیت المدراس" کا سراغ بھی ملتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ ادارہ مدینہ کے نواح میں واقع تھا۔ یہیں ایک بار تبلیغِ اسلام کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جانا ہوا۔ وہاں کئی یہودی اپنے پیشوا فخاص کے گرد جمع تھے جسے اس دور میں یہودیوں کا بڑا عالم سمجھا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو دعوتِ اسلام دی اور کہا: "اے فخاص! اللہ کا خوف کر اور مسلمان ہو جا۔ اللہ کی قسم تو جانتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں اور تو ان کا ذکر تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتا ہے۔" آپ رضی اللہ عنہ کے جواب میں فخاص نے بدتمیزی شروع کر دی اور کہا کہ اللہ (نعوذ باللہ) ہمارا محتاج ہے ہم اس کے محتاج نہیں ہیں۔ یہودی عالم کی اس گستاخی پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے زدوکوب کیا جس کی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت بھی کی تھی۔[3]

---

۱ احسن البیان فی علوم القرآن، حسن الدین احمد (ڈاکٹر)، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۵ھ، ص ۳۵۔۳۶:: فتوح البلدان، بلاذریؒ، ابو الحسن احمد بن یحیی بن جابر البغدادی (علامہ) م ۲۷۹ھ نفیس اکیڈمی، کراچی، ایڈیشن: ۳، ۱۴۰۷ھ، ص ۴۵۷

۲ p 16, 1979, Karachi, Indus Publications , Ahmad, Shalaby. Dr, History of Muslim Education

۳ عہد نبوی کا نظامِ تعلیم، غلام عابد خان (پروفیسر)، زاویہ پبلشرز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء، ص ۵۵

عرب لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح اہلِ کتاب تھے نہ ہی اہلِ علم بلکہ ان پر جہالت اور ناخواندگی غالب تھی۔ قدیم روایات، اگرچہ وہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہوتیں، ان کی تقلید اور ان پر جمود طاری تھا۔ عرب قوم نہ لکھنا جانتی تھی اور نہ ہی علمِ حساب سے واقف تھی۔ اکثر لوگوں کی یہی حالت تھی۔ بہت تھوڑے لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے علمِ قیافہ (نشانات کے ذریعے سے حقیقت کا کھوج لگانا) میں مہارت حاصل کی۔ کچھ طبیب تھے، مثلاً حارث بن کلدہ وغیرہ۔ ان کے طب کی بنیاد روزمرہ زندگی سے حاصل ہونے والے تجربات تھے۔[1] بعض تحقیقات سے عرب، عراق، یونان، جرمنی، مصر، روم اور ہندوستان میں تربیتی اداروں کی موجودگی کا پتا چلتا ہے۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی نے ان اداروں کا نصاب اور بانی معلّمین کا تذکرہ Arthur W. Foshay and Kathlyn کے حوالے سے کیا ہے۔ نیز انہوں نے اس فہرست میں دورِ جدید کے کچھ مدارس کی تربیتی سرگرمیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے افراد رجوع کر سکتے ہیں۔[2]

تعلیم و تربیت کے چار اہم نظریات

زندگی کے دوسرے تمام شعبوں کی طرح تعلیم و تربیت کے بارے میں بھی مختلف نظریات ہیں لیکن ہم یہاں صرف چار اہم تعلیمی و تربیتی نظریات کے خصائص پیش کریں گے:

ا۔ اشتراکی نظریہء تعلیم و تربیت [Socialist Thought]

اشتراکیت ایک مادہ پرستانہ نظام ہے جو اپنی مذہب دشمنی اور اخلاقی و روحانی قدروں کی بیخ کنی کے لئے مشہور ہے۔ طبقاتی کشمکش چھیڑ کر وہ اپنا اُلو سیدھا کرتی ہے۔ افراد اور ان کی انفرادیت اس کے نزدیک ناقابلِ لحاظ ہیں۔ اس نظریے کے مطابق شہریوں کی جان و مال اور ان کی عزت و آبرو اور مملکت کے سارے وسائل اور ذرائع کی مالک اسٹیٹ ہوتی

---

[1] سیرت النبی ﷺ، صلابی، علی محمد محمد (الدکتور)، ترجمہ، مولانا محمد یونس بٹ و دیگران، دارالسلام پبلشرز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۳ھ، ج: ۱ص ۹۲

[2] اسلامی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیمات نبوی کی روشنی میں، نیازی، لیاقت علی (ڈاکٹر)، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۱۴۱۶ھ

ہے۔ چنانچہ اشتراکی نظام اللہ سے مکمل بغاوت کرنے اور افراد کی انفرادیت کو کچلنے کے درپے رہتا ہے۔ اسے فطرت کے خلاف مسلسل جنگ کرنی پڑتی ہے اور اپنی بقا و استحکام کے لئے اسے جبر و استبداد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ماہرین تعلیم نے اس نظامِ تعلیم و تربیت کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان کی ہیں:

- O بلالحاظِ مذہب و ملت، رنگ، نسل، جنس و طبقہ ہر ایک کو ایک ہی تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے۔، ذہنی اور جسمانی کام کرنے والوں میں بھی تفریق نہیں کی جاتی، سب کو ایک ہی ڈنڈے سے ہانکا جاتا ہے۔
- O مذہب، اخلاق، روحانیت یا زندگی کی مستقل قدروں کو اس نظامِ تعلیم میں کوئی جگہ نہیں دی جاتی۔ اس کے برعکس مادہ پرستی، الحاد، مذہب دشمنی اور طبقاتی منافرت کوٹ کوٹ کر بھرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ سماج کے موجودہ ڈھانچے کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر خالص مادہ پرستی اور دہریت کی بنیادوں پر سماج کی تشکیل کی جاسکے۔
- O مدرسے کے تمام مضامین، مصروفیات و مشاغل میں افادی نقطہ نظر حاوی رہتا ہے۔ وہی کچھ سکھایا، پڑھایا اور کرایا جاتا ہے جس سے مادی فائدہ پہنچے اور ملکی پیداوار نیز قومی دولت میں اضافہ ہو۔ اسی لئے حرفہ جات ہی کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ مدارس مقامی صنعتوں سے مربوط کر دیئے جاتے ہیں اور طلبہ کو فارموں یا کارخانوں وغیرہ میں عملی تعلیم حاصل کرنی ہوتی ہے۔[1]

۲۔ سیکولر نظریہ تعلیم و تربیت [Secular Thought]

سیکولر نظریہ تعلیم و تربیت میں علوم کو پڑھاتے وقت مذہب کے افکار و ہدایات سے مطلق اعتناء نہیں برتا جاتا۔ سیکولرازم دین و دنیا کی تفریق کا شاخسانہ ہے۔ اس نے مذہب کو انسان کی زندگی سے خارج کر کے اس کے اجتماعی معاملات پر پوری طرح قبضہ جما لیا

---

[1] فن تعلیم و تربیت، ص ۵۶

ہے۔اس طرح وہ لادین جزوی ہے۔یہ نظریۂ تعلیم و تربیت بظاہر مذہب سے صرف بالکل لاتعلقی کا اظہار کرتا ہے لیکن حقیقت میں فطری طور پر اس کا جھکاؤ مذہب کے برخلاف، الحاد کی طرف ہے کیونکہ سیکولرازم اور الحاد دونوں نے کلیسا کے جبر و تشدد کے خلاف مشترکہ طور پر جنگ کی ہے۔یورپ نے علومِ جدیدہ کی تعلیم کے لئے سیکولر طریقہ اس لئے اپنایا تھا کہ مسیحیت نے ان علوم کی مخالفت کی تھی اور کلیسا کے جبر و استبداد نے ان علوم کا گلا گھونٹ رکھا تھا۔[۱]

۳۔جمہوری نظریۂ تعلیم و تربیت [Democratic Thought]

اس نظریہ میں افراد کی آزادی پر یقین رکھا جاتا ہے۔تمام شہریوں کو برابر سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک کو آگے بڑھنے کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔تعلیمی تبدیلی پر یقین رکھا جاتا ہے۔اس میں ابتدائی تعلیم عمومی اور لازمی ہوتی ہے۔معلم اور متعلم دونوں کی آزادی کا احترام کیا جاتا ہے۔تعلیم کے نظام میں مرکز کم سے کم مداخلت کرتا ہے۔تمام باشندگانِ ملک کو متحد رکھنے اور ان میں یکجہتی پیدا کرنے کے لئے قوم پرستی اور وطنیت کے جذبے کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جاتا ہے۔

افضل حسین لکھتے ہیں:

”جمہوری نظریۂ تعلیم میں مذہبی تعلیم کو نظر انداز کر کے یا سرپرستوں اور پرائیویٹ اداروں کی صوابدید پر چھوڑ کر عملاً بہت بڑی تعداد کا رشتہ مذہب و اخلاق سے کاٹ دیا جاتا ہے کیونکہ لوگ اپنے طور پر بہت محدود اور ناقص انتظام کر پاتے ہیں، اس قوم پرستانہ جمہوری نقطۂ نظر سے تعلیم دینے کے نتیجے میں عموماً ”بے اصل مفسد“ ہی پیدا ہوتے ہیں۔“[۲]

۴۔اسلامی نظریۂ تعلیم و تربیت [Islamic Thought]

اسلام تعلیم و تعلم کا نیا نظریہ پیش کرتا ہے۔اسلامی تعلیمات کے مطابق علم کا سرچشمہ ذاتِ

---

۱ اقبال اور مسئلہ تعلیم، محمد احمد خان (پروفیسر)، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۳۹۹ھ، ص ص ۱۷۵۔۱۷۶

۲ فن تعلیم و تربیت، ص ۶۳۔۶۴

خداوندی ہے۔ارشادِ ربّانی ہے:

{قُلۡ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ} [1]

"آپ کہہ دیجیے،اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔"

رحمتِ الٰہی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ انسان جہالت کی تاریکیوں اور نفس کی آوارہ گردیوں میں بھٹکتا پھرے۔اس لیے اس نے انسان کو ضروری علم سے نوازا۔نسل آدم پر علم کا فیضان،سرچشمۂ علم وعرفان ذات خداوندی سے ہوا ہے۔

{وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا} [2]

"(پھر جب ایسا ہوا کہ مشیتِ الٰہی نے جو کچھ چاہا ظہور میں آگیا) اور آدم نے (یہاں تک معنوی ترقی کی کہ) تعلیمِ الٰہی سے تمام چیزوں کے نام معلوم کر لیے"

اسلام میں تعلیم وتربیت کی اساس عقائد اور ایمان کو قرار دیا گیا ہے اور انفرادیت اور اجتماعیت میں توازن قائم رکھا گیا ہے۔انسان کی بطورِ فرد بھی ذمہ داری کو بنیاد بنایا گیا ہے:

{وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝٣٩} [3]

"اور یہ کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے سعی کی۔"

اور مجموعی طور پر قوموں کی حالت میں تبدیلی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔قرآن کریم میں ہے کہ

{اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ} [4]

"اللہ کبھی اس حالت کو نہیں بدلتا جو کسی گروہ کو حاصل ہوتی ہے،جب تک کہ وہ خود ہی اپنی صلاحیت نہ بدل ڈالے۔"

اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کا صالح بندہ بنانا ہے تاکہ وہ عبادت کرنے لگ جائے۔اس میں

---

۱ سورۃ الملک ۶۷:۲۶

۲ سورۃ البقرہ ۲:۳۱

۳ سورۃ النجم ۵۳:۳۹

۴ سورۃ الرعد ۱۳:۱۱

درجات کی بلندی علم و تقویٰ پر منحصر ہے۔ تعلیم و تربیت کسی خاص گروہ یا نسل کا حق نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کا بنیادی فریضہ ہے۔ اعمالِ زندگی سرانجام دینے سے پہلے اسلامی طرزِ حیات کا سبق سیکھ لینا ضروری ہے۔ اسلام میں مہد سے لحد تک علم کا حصول لازمی ہے۔ تعلیم دینا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کی اصطلاح کا مفہوم یہ ہے کہ عمل تعلیم و تربیت کے تمام عناصر مثلاً مقاصدِ تعلیم، نصابِ تعلیم، تربیتِ اساتذہ، اسلوبِ درس و تدریس اور طریقہء امتحانات کا اسلام کے نقطہء نظر کی روشنی میں بحیثیتِ کل مطالعہ کیا جائے۔ اس مطالعہ کی روشنی میں ایک ایسا نظامِ تعلیم و تربیت مرتب ہو جس میں اساتذہ اور طلبہ کی علمی، پیشہ ورانہ اور اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا گیا ہو اور جس میں اسلام کو بحیثیت ایک مکمل نظامِ حیات کے شرطِ لازم قرار دیا گیا ہو۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نزدیک نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیل میں دین و دنیا کی تفریق کا تخیل غیر اسلامی ہے، مسلمان اس کے بالکل قائل نہیں کہ ان کی ایک تعلیم دنیوی ہو اور ایک تعلیم دینی۔ اس کے برعکس وہ تو اس بات کے قائل ہیں کہ ان کی پوری کی پوری تعلیم بیک وقت دینی بھی ہو اور دنیوی بھی۔ اسلامی نقطہء نظر سے علم عطیہ الٰہی ہے۔ لہٰذا علم اس کا نام ہو گا جس سے تعلق باللہ پیدا ہو۔ دنیا کے دوسرے علوم اس وقت تک بے معنی اور ضلالت کا سرچشمہ ہیں، جب تک انسان 'العلم' کو حاصل نہ کرے۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہء حیات ہے جس کا قطعی ماخذ قرآن و سنت ہے۔[1]

اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت میں بنیادی دینی تعلیم ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازمی ہوتی ہے۔ تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مفید اور نفع بخش علوم کا پڑھنا پڑھانا کارِ ثواب شمار ہوتا ہے۔ غیر مفید اور ضرر رساں علوم کے پیچھے پڑنے سے روک دیا جاتا ہے۔ حسبِ ضرورت تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ علم پر عمل کرنے اور علم کو پھیلانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ معلم اور متعلم دونوں کی شخصیت کا احترام اور دونوں کی عزتِ نفس کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ پاکیزہ فضا میں تعلیم دی جاتی ہے۔ انفرادی، عائلی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو اللہ اور

---

[1] سید مودودی کا تعلیمی نقطہ نظر، صدیقی، مشتاق الرحمٰن (ڈاکٹر)، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۲ھ، ص ۷۵

رسول ﷺ کے احکام کے مطابق سرانجام دینے کی عملی تربیت دی جاتی ہے۔ متعلم کی عمر، ضروریات، مزاج، انفرادی خصوصیات اور نفسی کیفیات کا لحاظ کر کے تعلیم دی جاتی ہے۔ طلبہ کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو ہم آہنگی سے پروان چڑھانے کی فکر کی جاتی ہے۔ طلبہ کو سادہ زندگی، محنت و مشقت، اپنا کام آپ کر لینے اور خلق اللہ کی خدمت کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا اور مخلوق کو نفع پہنچانا یہی حصولِ علم کی غرض و غایت ہوتی ہے۔ چھوٹے بڑے، پڑھے لکھے اور ان پڑھ، سب علم کے حریص بنا دیے جاتے ہیں۔ [۱]

یہ ہیں اسلامی نظامِ تعلیم کی بنیادی خصوصیات جن سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی نظامِ تعلیم ہی وہ جامع الصفات نظام ہے جس میں انسان کی شخصیت کے ہر پہلو کی پوری رعایت رکھی گئی ہے۔ یہی نظام ہر حیثیت سے مکمل، مفید اور اللہ کی نظر میں مستند ہے اور انسان کے ظاہر و باطن اور دنیا و عقبیٰ کے لئے یکساں سود مند ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ تعلیم معرفتِ اشیاء کا نام ہے لیکن اسلامی تعلیم صرف معرفتِ اشیاء کا نام نہیں بلکہ اس سے بالاتر یعنی معرفتِ حقیقتِ اشیاء کا نام ہے۔ [۲] اشیاء کی حقیقت کا علم اسلامی تعلیم ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے جس کا دارومدار وحی پر ہے۔ ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی لکھتے ہیں کہ

> ''اسلامی نظامِ تعلیم کی تشکیل اس علم پر مبنی ہے کہ قطعی اور بالاتر ذریعۂ علم، وحی الٰہی یعنی قرآنِ حکیم اور سنّتِ رسول ہے اور یہ دائمی اور برتر سرچشمہ، دیگر علوم معقولات اور علوم محسوسات کو پرکھنے کی مستقل کسوٹی ہے۔'' [۳]

---

۱ فن تعلیم و تربیت، ص ۶۶۔ ۷۳

۲ اسلامی تعلیم اور اس کی سرگزشت، ص ۶

۳ تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، صدیقی، مشتاق الرحمٰن (ڈاکٹر)، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسلام آباد، ایڈیشن: ۲، ۱۴۱۹ھ، ص ۲۰

فصل دوم:

اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کی اہمیت اور نمایاں پہلو

مبحث اوّل: اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کی اہمیت

دین اسلام نے اولاً نظام بنایا اور ثانیاً اس کے احکامات وضع کیے تاکہ نظام میں استقامت اور پائیداری ہو اور نظام نتیجہ خیز بھی ہو۔ تعلیم وہ اہم ترین موضوع ہے جس سے غفلت برتنا انتہائی تباہ کن ہے۔ دین اسلام کی پہلی افتتاحی تقریب کا آغاز تعلیم سے ہوا جس میں دو امینوں نے شرکت کی۔ جناب جبرئیل امینؑ اور جناب رسول امین ﷺ۔ اس تقریب میں رسول اللہ ﷺ کو دیا جانے والا برنامہ فقط پانچ آیتوں پر منحصر تھا۔ ان آیات کریمہ میں انسان کی خلقت کے اہم مقصد کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ۝۵﴾ [1]

"پڑھیے (اے نبی ﷺ) اپنے رب کا نام لے کر جس نے (سب کو) پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون سے انسان کو پیدا کیا۔ پڑھیے، اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھلایا۔ انسان کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو وہ نہ جانتا تھا۔"

گویا قرآن کریم کی ابتداء جس لفظ سے کی گئی وہ 'اقرأ' ہے جس کے معنی عام طور پر "پڑھ" کے لئے جاتے ہیں۔ اگر ہم اس نقطہ نظر سے قرآن کریم کو پڑھیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح

---

[1] سورۃ العلق ۹۶: ۱-۵

عیاں ہو جائے گی کہ قرآن کریم کے محبوب ترین موضوعات میں سے ایک اہم موضوع حصول علم اور ترویج علم کی تلقین بھی ہے۔ اس فصل میں اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کی اہمیت اور نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

تعلیم کی اہمیت و افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ تعلیم انسان کو مہذب بناتی اور اس کے اخلاق و کردار کو سنوارتی ہے۔ انسان جس قسم کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اس کی سیرت و کردار پر اسی قسم کے نقوش پختہ اور مرتسم ہو جاتے ہیں اور پھر انہی نقوش کے مطابق وہ اپنی زیست کی گاڑی کو رواں دواں رکھتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام ہمیں ہر شعبہ ہائے حیات کے لئے راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ دنیا میں سب سے اول تعلیم و تربیت کو اسلام نے لازمی قرار دیا۔ مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی۔ واضح رہے کہ یونان کا فلسفی ارسطو عورتوں اور غلاموں کو تعلیم دینے کا سخت مخالف ہے۔ ہندوستان کا قانون ساز منو کہتا ہے اگر شودر کے کان میں وید کے الفاظ پڑ جائیں تو اس کو سزا دو اور اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دو۔[1]

اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کی یہ خصوصیت ہے کہ اسے اختیار کر کے انسان فلاحِ دارین حاصل کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے انسانی معاشرہ تہذیب و تمدن کے اصولوں سے ناواقف تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول کارفرما تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے نظامِ تعلیم و تربیت کی بنیاد رکھی جس کی بدولت انسانی تاریخ میں ایک انقلاب برپا ہوا۔ وہ معاشرہ جو اُجڈ تھا اور تہذیب و تمدن کے قوانین سے نابلد تھا، اسی نظامِ تعلیم و تربیت کی بدولت مثالی معاشرہ بنا۔ اسلام نے عرب میں صرف وہ طریقۂ تعلیم و تربیت ہی جاری نہیں کیا جس سے اہلِ عرب بے بہرہ تھے، بلکہ انہیں تہذیب و تمدن کے اعلیٰ علیین تک پہنچا دیا۔

قرآنِ کریم بذاتِ خود علم و حکمت کی اعلیٰ اقدار کا شاہدِ ناطق ہے۔ عرب قوم میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ باوجودیکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پڑھنا لکھنا نہ جانتے تھے، لیکن وحی کے اوّلین خطاب "اِقْرَاْ" میں جو بات انہیں سب سے پہلے ارشاد فرمائی گئی جیسا کہ تمہید میں

---

[1] دنیا کے بڑے مذاہب، فاروقی، عماد الحسن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، سن ندارد، ص ۲۴۴

بیان ہوا ہے وہ تعلیم وتعلم کی تاکید میں ہے۔اسی طرح سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

{وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴿١٢٢﴾}[1]

"اور (دیکھو!) یہ ممکن نہ تھا کہ سب کے سب مسلمان (اپنے گھروں سے) نکل کھڑے ہوں (اور تعلیم دین کے مرکز میں آ کر علم وتربیت حاصل کریں) پس کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی کہ دین میں دانش وفہم پیدا کرتی اور جب (تعلیم وتربیت کے بعد) اپنے گروہ میں واپس جاتی تو لوگوں کو (جہل وغفلت کے نتائج سے) ہشیار کرتی تاکہ برائیوں سے بچیں۔"

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام کی نظر میں تعلیم وتعلم کا ایک خاص احترام اور اہمیت ہے۔اسلام مسلمانوں پر زور دیتا ہے کہ سب کے سب میدانِ جنگ میں شرکت نہ کریں۔بلکہ ایک گروہ ٹھہر جائے اور معارفِ اسلام حاصل کرے یعنی جہالت کے خلاف جہاد کرنا دشمن کے خلاف جہاد کرنے کی طرح فرض ہے اور ایک کی دوسرے سے کم اہمیت نہیں ہے بلکہ جب تک مسلمان جہالت کے خلاف جہاد کرنے میں کامیاب نہ ہوں، دشمن سے جہاد میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ جاہل قوم ہمیشہ شکست خوردہ ہوتی ہے۔[2]

عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"اس سے علم کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے خاص طور پر دین میں سمجھ کی فضیلت، نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تفقہ فی الدین بہت اہم معاملہ ہے۔اس آیت کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو کوئی کسی قسم کا علم حاصل کرتا ہے تو اس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس علم کو اللہ کے بندوں میں پھیلائے۔اس بارے میں ان کے

---

1 سورۃ التوبہ۹:۱۲۲

2 تفسیر نمونہ،شیرازی،ناصر مکارم (آیت اللہ) والآخرون،انتشارات حوزہ علمیہ،قم،۱۴۱۷ھ،ج:۴،ص ۷۶۵

ساتھ خیر خواہی کرے، کیونکہ عالم سے علم کا پھیلنا اس کی برکت اور اس کا اجر ہے جو بڑھتا رہتا ہے۔"[1]

سورہ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

{ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ }[2]

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن لوگوں نے علم حاصل کیا، سو اللہ تعالیٰ ان کے مدارج کو ترقی دیتا اور ارتفاع بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔"

اس کے بعد موقع بہ موقع حصولِ علم کے ذرائع و مقاصد کی سیر حاصل تشریح ہوتی رہی۔

علوم کو آگے پہنچانے کا نام تعلیم ہے۔ اس معنی میں قرآن کریم ایک مکمل تعلیمی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ }[3]

"یہ لوگوں (کی فہم و بصیرت) کے لیے ایک بیان ہے اور ان لوگوں کے لیے جو متقی ہیں ہدایت اور موعظت ہے۔"

اللہ تعالیٰ بذاتِ خود معلمِ اول ہے۔ علم کا سرچشمہ بھی اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اس کی انتہا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

{ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ }[4]

"اللہ کی ہستی آسمان اور زمین کی روشنی ہے۔"

---

[1] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، السعدیؒ، عبد الرحمٰن بن ناصر (فضیلۃ الشیخ)، تحقیق عبد الرحمان بن معلا اللویحق، دار السلام، الریاض، ج:۲، ص ۱۱۱۰

[2] سورۃ المجادلۃ ۵۸:۱۱

[3] سورۃ آل عمران ۳:۱۳۸

[4] سورۃ النور ۲۴:۳۵

سید مودودی کے مطابق یہاں نور کا لفظ علم کا استعارہ ہے۔[1] امام خمینی کے بقول علم عین نور ہے اور قرآنی آیات میں علم کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تفسیر اہلبیت میں نور کی تفسیر علم سے کی گئی ہے۔[2]

قرآن کریم میں ہے:

{وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾}[3]

"اور جسے اللہ نے علم نہ دیا ہو تو اس کے لئے کوئی علم (نور) نہیں ہے۔"

حدیث مبارکہ ہے:

((اَلعِلمُ نُورٌ يَقذِفُهُ اللهُ فِي قَلبِ مَن يَشَاءُ))

"علم ایک قسم کا نور ہے جس کو اللہ جس کے قلب میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔"[4]

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مسجد میں اپنی سرخ رنگ کی چادر کا تکیہ لگائے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں؟" فرمایا:

((مرحباً بطالب العلمِ انّ طالبَ العلمِ تحفّه الملائكةُ باء جنحتها ثم يركبُ بعضُهم بعضاً حتى يبلغ السماءَ الدنيا من حبّهم لما يطلُب))

"خوش آمدید اے طالب علم! طالب علم کو تو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو کر وہ آسمان دنیا تک جا پہنچتے ہیں وہ اس کی مطلوب چیز سے اپنی محبت کی بنا پر کرتے ہیں۔"[5]

---

۱ تفہیم القرآن، مودودیؒ، ابوالاعلیٰ (سید)، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ایڈیشن: ۱۱، ۱۴۰۲ھ، ج: ۳، ص ۴۰۶

۲ شرح چہل حدیث، خمینی، روح اللہ، سید (امام)، دارالثقافۃ الاسلامیہ، مشہد، ایران، ایڈیشن: ۱، ۱۴۲۰ھ، ص ۵۲۴

۳ سورۃ النور ۲۴: ۴۰

۴ شرح چہل حدیث، ص ۵۲۵

۵ مختصر الترغیب والترہیب، ابن حجر عسقلانیؒ، شہاب الدین احمد بن علی (حافظ)، دارالحدیث، القاہرۃ، ۱۴۰۷ھ، ص ۵۶، حدیث نمبر: ۴۰

تعلیم و تعلّم کی فضیلت پر امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کا قول ہے:

''علم ایک خزانہ ہے اور اس خزانے کی کنجیاں 'سوال' ہیں۔ لہٰذا سوال کرو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔ یاد رکھو! سوال کرنے سے وابستہ چار قسم کے لوگ وہ ہیں جنہیں نیک اور اعلیٰ جزاء عطا ہوگی۔ ایک علمی سوال کرنے والا، دوسرا تعلیم دینے والا، تیسرا سننے والا اور چوتھا ان تینوں کو دوست رکھنے والا۔''[1]

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((اوحی اللہ الی موسی علیه السلام: تعلم الخیر، و علمه الناس، فانی منور لمعلم العلم و متعلمه قبورهم حتی لا یستوحشوا مکانهم))

''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ کیونکہ میں علم پڑھانے والوں اور پڑھنے والوں کی قبریں منور کروں گا۔''[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا حسد الا فی اثنتین: رجل آتاہ اللہ مالاً فسلط علی هلکته فی الحق، و رجل آتاہ اللہ الحکمة فهو یقضی بها و یعلمها))

''(دو آدمیوں کی) خصلتوں پر کوئی رشک کرے تو ہو سکتا ہے۔ ایک تو اس پر جس کو اللہ نے دولت دی وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے دوسرے اس پر جس کو اللہ نے قرآن اور حدیث کا علم دیا، وہ اس کے موافق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔''[3]

---

[1] عُیُون اخبار الرّضا، صدوقؒ، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین (الشیخ)، منشورات المطبعة الحیدریة، النجف الاشرف، ۱۹۷۰ء، ص ۳۹۱

[2] احکام تمنی الموت، محمد بن عبدالوہابؒ (شیخ الاسلام)، الطبعة المصورة ۱۷۷۔۸۶، المکتبة السعودیة، الریاض، بن ندارد، ص ۱۲۰

[3] صحیح البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی البخاریؒ، (امام) م ۲۵۶ھ، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۷۳

اور حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((تعلموا قبل ان تسودوا))

''سردار بننے سے پہلے (عہدہ حاصل کرنے سے پہلے) دین کا علم حاصل کرلو۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بزرگ بننے کے بعد بھی علم حاصل کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے بڑھاپے میں علم حاصل کیا ہے۔'' [1]

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں:

((اِنَّ العُلَمَاءَ وَرَثَةُ الانبِيَاءِ))

''علماء وارثِ انبیاء ہیں۔'' [2]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم وحکمت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''علم وحکمت نور ہیں۔ اللہ ان کے ذریعے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

علم کثرتِ مسائل کا نام نہیں۔'' [3]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اعون الاشياء على تزكيةِ العقل التعلِيم))

''تزکیۂ عقل کے لئے سب سے زیادہ مددگار شئے تعلیم ہے۔'' [4]

نیز آپ رضی اللہ عنہ کا یہ بھی فرمان ہے:

((مجالِسُ العِلمِ غَنِيمَة))

''علم کے جلسے موقع غنیمت ہیں۔'' [5]

---

۱ صحیح البخاری، ج:۱، باب ۵۷، ص ۱۳۹

۲ اصول کافی، ابوجعفر محمد بن یعقوب الرازی کلینیؒ، (ثقۃ الاسلام) م ۳۲۹ھ، تحقیق، علی اکبر غفاری طبع حیدری، نشر دارالکتب اسلامیہ آخوندی ۱۳۸۸ھ، ج:۱، باب سوئم، ص ۷۱

۳ جامع بیان العلم وفضلہ وماینبغی فی روایت وحملہ، ابن عبدالبرؒ، دارالکتب الحدیثۃ، قاھرہ، ۱۳۹۶ھ، ص ۱۸

۴ تجلیاتِ حکمت، ناظم زادہ، سید اصغر (آیت اللہ)، انتشارات کوثر ولایت، قم، اسلامی جمہوریہ ایران، ایڈیشن: ۳، ۱۴۲۴ھ، ص ۳۴۴

۵ تجلیاتِ حکمت، ص ۳۴۶

ایک شخص سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دوات وکتاب لے کر آیا اور سہل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں ایسی تحریر لکھنا چاہتا ہوں جس سے اللہ مجھے فائدہ پہنچائے۔ انہوں نے کہا کہ لکھ:

''اگر تم اس حال میں اللہ تعالیٰ سے مل سکو کہ تمہارے ہاتھ میں دوات. تو ایسا ہی کرو۔''[1]

تعلیم انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ اسی تعلیم کی وجہ سے انسان جانوروں سے ممیز ہوتا ہے۔ وہ بہیمیت سے نکل کر دائرہ انسانیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ علم کا پہلا مرحلہ خاموشی ہے۔ دوسرا مرحلہ سننا ہے۔ تیسرا مرحلہ حفظ کرنا اور آخری مرحلہ اسے آگے پھیلانا ہے۔[2] اللہ تعالیٰ معلّم ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام معلّمین ہیں۔ انسانی فضیلت کا راز بھی علم میں ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فوقیت دینا ان کے علم ہی کی بنیاد پر تھا۔[3] انسان کی فلاح کا دارومدار تزکیہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ جتنے پیغمبر بھی اس نے بھیجے وہ تزکیہ کے لئے ہی بھیجے۔ سورۃ الاعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾}[4]

''کامیاب ہوا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی۔ اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی۔ مگر تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پہلے صحیفوں میں مذکور ہے۔ (جو) ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفے ہیں!''

یعنی جس نے اپنے نفس کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کر لیا اور اس کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔ اور اللہ کی خوشنودی کے حصول، اس کے

---

1 إصلاح المساجد، قاسمیؒ، جمال الدین محمد (فضیلۃ الشیخ)، ترجمہ، ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، تحقیق، محدث العصر ناصر الدین البانیؒ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، فروری ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۴

2 اتحاف السادہ، غزالیؒ، ابوحامد محمد بن محمد (امام) م ۵۰۵ھ، موسسہ نادر، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج: ۱، ص ۱۲۰

3 اسلام کا معاشرتی نظام، علوی، خالد (ڈاکٹر)، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۲۶۹

4 سورۃ الاعلیٰ ۸۷: ۱۴۔۱۹

حکم کی اطاعت اور اس کی شریعت کی تابعداری کے لئے نماز کو بروقت ادا کرتا رہا۔
ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سورت کا مضمون پہلے صحیفوں میں موجود ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ "اِنَّ ھٰذَا" سے مراد ان آیات کی طرف اشارہ ہے:

{قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾}

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾}

حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ موقف اختیار کیا ہے، یہ نہایت اچھا اور بہت قوی ہے۔ [1]
حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ:

{اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿١٨﴾} [2]

"اے موسیٰؑ! فرعون کی طرف جاؤ، کیونکہ وہ نہایت ظالم اور سرکش ہوگیا ہے (یعنی اللہ کے بندوں پر نہایت ظلم کرتا ہے)۔ اور اس سے کہو، کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے!"

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری یہ لگائی کہ لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ کریں۔ قرآن کریم میں یہ بات چار مواقع پر بیان ہوئی ہے۔ سورہ جمعہ میں، سورہ آل عمران میں اور دو دفعہ سورہ بقرہ میں۔ ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے تزکیہ کا ذکر شروع میں ہے اور دوسری جگہ آخر میں، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو چیز اول و آخر مطلوب ہے، وہ تزکیہ ہی ہے۔ ویسے بھی تعلیم کا مطلب ہے علم کا حصول اور کچھ چیزوں کا جاننا۔ ظاہر ہے کہ کسی چیز کا علم اور کچھ معلومات کا جان لینا اصل مقصد نہیں ہوتا بلکہ اصل

---

[1] المصابح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفداء (امام)، تہذیب و تحقیق دار السلام ریسرچ سنٹر، دار السلام لاہور، ۱۴۲۸ھ، ج:۶، ص ۴۸۸_۴۸۹

[2] سورۃ النّٰزعٰت ۷۹: ۱۷_۱۸

مقصد تو اس علم پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ تعلیم سے مقصود بھی تزکیہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

{قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا O وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا O}[1]

"پس اب کامیاب وجود وہ ہے جس نے (اپنی قوت محتسبہ کے عمل سے) اپنی فطرتِ صالحہ کو بالکل پاک اور بے آمیزش رکھا۔ اور نامراد انسان وہ ہے جس نے اسے ضائع کر دیا۔"

تو تعلیم وتربیت اور تزکیہ کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ہماری فلاح کے ضامن ہیں۔ فلاح اسلام کا ایک جامع تصور اور اصطلاح ہے۔ اس میں دین اور دنیا دونوں کی کامیابی شامل ہے۔ کامیابی یہ ہے کہ آدمی آخرت میں سرخرو ہو اور دنیا کی زندگی اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے گزارے۔ گویا تزکیہ یہ ہے کہ نفس انسانی کی ایسی تربیت ہو کہ اس کے لئے اللہ کے احکام کی اطاعت آسان ہو جائے، اور شریعت کی پیروی اس کی طبیعت بن جائے۔[2]

تعلیم وتربیت اور تزکیہ کی اہمیت پر مزید ثبوت انصارِ مدینہ کے بچوں کو لکھنا سکھانے کے عوض غزوۂ بدر کے نادار قیدیوں کی رہائی کے مشہور واقعہ سے فراہم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غزوہ بدر کے قیدیوں میں کچھ ایسے بھی تھے جن کے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا فدیہ اس طرح مقرر فرمایا کہ وہ انصاری بچوں کو کتابت سکھا دیں۔[3] دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی دوسری مثال نہیں ہے کہ دولت حاصل کرنے کے مقابلے میں اشاعتِ علم کو ترجیح دی گئی ہو۔ بادی النظر میں یہ فدیہ کی عام ادائیگی کی صورت میں جنگی قیدیوں کی ایک متبادل شکل میں رہائی کا

---

1 سورۃ الشمس ۹۱:۹۔۱۰

2 دینی مدارس کا نظام تربیت، محمد امین (ڈاکٹر)، ماہنامہ الشریعہ، مدیر، ابو عمار زاہد الراشدی۔ جلد ۱۵، شمارہ ۱ و ۲، جنوری وفروری ۲۰۰۴ء، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ

3 مسند احمد، ابن حنبل، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۲۲۱۶

عام واقعہ ہے، لیکن حقیقت یہ کہ اس سے تعلیم و تربیت سے متعلق حسبِ ذیل تین اہم باتیں سامنے آتی ہیں۔

اول: اس سے رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں علم و ہنر کی غیر معمولی قدر و قیمت واضح ہوتی ہے، آپ نادار قیدیوں کی رہائی کے لئے دوسری متبادل صورتیں اختیار کر سکتے تھے، لیکن آپ نے علم کی اہمیت کے پیشِ نظر مسلم لڑکوں کو لکھنا سکھانے کی صورت کو ترجیح دی۔

دوم: اس سے یہ نکتہ بھی ابھرتا ہے کہ علوم و فنون کی تحصیل میں معاشرے کی ضروریات اور عصری تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے اس لئے آپ نے مدینہ منورہ کے زیرِ تعلیم مسلم معاشرے کی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے لکھنے کا ہُنر سکھانے پر خاص زور دیا اور یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ اس وقت مدینہ کے مسلمانوں میں اس ہُنر کے جاننے والوں کی کمی تھی۔ خود رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کی رہائی کی اس صورت کو پیش کرتے ہوئے اس ضرورت کی جانب اشارہ کیا تھا۔

سوم: اس امر سے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام اور مسلمانوں کے سخت ترین مخالفین یعنی کفارِ مکہ سے مسلمانوں کو کتابت کی تعلیم دلانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حصولِ علم کے میدان میں اسلام اپنوں اور غیروں میں کوئی تفریق روا نہیں رکھتا بلکہ وہ اس تصور کا داعی ہے کہ علم و فن کی روشنی اگر دیارِ غیر میں نظر آئے تو اسے بھی یہ ذوق و شوق حاصل کرنا چاہیے۔[1]

اسی طرح احادیث نبویہ سے تعلیم و تربیت کی فضیلت و اہمیت اور حصولِ علم کی ترغیب کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں علم کی ترقی اور زیادتی کا مطلوب و محمود ہونا اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا تلقین فرمائی:

---

[1] مقالات سیرت طیبہ، (سیرت کانفرنس ۱۴۱۲ھ، جامعہ سلفیہ بنارس، ہندوستان)، مقالہ نگار ظفر الاسلام خان (ڈاکٹر)، مقالہ بعنوان علم کا تصور حدیث کی روشنی میں، کتاب سرائے، لاہور، ۱۴۲۳ھ، ص ۲۳۲

{وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا} [1]

''تیری پکار یہ ہو کہ ''پروردگار! میرا علم اور زیادہ کر۔''

قرآن کریم میں لفظ ''علم'' دیگر مشتقات مثلاً عالم، عالمین، علماء، علیم وغیرہ کے ساتھ چھ سو چھیاسی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: علماء (۲ مرتبہ)، عالمین (۴ مرتبہ)، عالم (۱۴ مرتبہ)، عَلَّم (۲۲ مرتبہ)، عَلِیم (۶۳ مرتبہ)، علم (۱۸۷ مرتبہ)، اور یعلم، تعلم، معلوم وغیرہ (۳۹۴ مرتبہ)۔ ان تمام مشتقات کا میزان چھ سو چھیاسی (۶۸۶ مرتبہ) ہے۔ [2]

تحصیل علم کی جو فضیلت رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی اس کے زیرِ اثر محدثین نے احادیث کے اکثر مجموعوں میں علم کو پہلے چند ابواب میں جگہ دی۔ علم و دانش کے فضائل پر روشنی ڈالنے کے لئے صحیح بخاری میں 'بدء الوحی' اور 'کتاب الایمان' کے بعد 'کتاب العلم' لائی گئی ہے۔ مکتبِ اہلبیت کی کتاب ''اصول کافی ''جو آیات و روایات کی بنیاد پر تشکیل دی گئی ہے اس کی صرف فہرست بندی پر نگاہ ڈالی جائے تو اسلامی نظامِ تعلیم وتربیت کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے۔

باب ۱ کتاب العقل و الجہل

باب ۲ فرض علم و وجوب طلب علم و ترغیب علم

باب ۳ صفت علم و فضیلت علم و علماء

باب ۴ بیان اصناف مردم — باب ۵ ثواب عالم و متعلم

باب ۶ صفت علماء — باب ۷ عالم کا حق

باب ۸ موت علماء — باب ۹ مجالسۃ علماء اور ان کی صحبت

باب ۱۰ عالم سے سوال اور مذاکرہ [3]

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حدیث اور محدثین کی نظر میں علم کی اہمیت کیا ہے۔ صحیح

---

۱ سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۱۴

۲ میری آخری کتاب، برقؒ، غلام جیلانی (ڈاکٹر)، اسد پبلیکیشنز، لاہور، مئی ۱۹۷۷ء، ص ۵۲

۳ اصول کافی، ج: ۱، ص ص ۱۔ ۸

بخاری اور اصول کافی کی طرح حدیث کے دوسرے مجموعوں میں بھی تعلیم وتعلّم کے اصول و طرق کے بارے میں واضح اشارات موجود ہیں۔

درس گاہِ صُفہ کے ایک طالب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لڑکوں کو پڑھتے دیکھتے تو فرماتے:

''شاباش! تم علم کے سرچشمے ہو، تاریکی میں روشنی ہو۔ تمہارے کپڑے پھٹے پرانے ہوں تو کیا، مگر دل تروتازہ ہیں۔ تم علم کے لئے گھروں میں مقید ہو، مگر تم ہی قوم کے مہکنے والے پھول ہو۔'' [1]

مشہور مستشرق گولڈزیہر رقمطراز ہے:

''صدرِ اسلام میں لفظِ علم کا اطلاق ان شرعی احکام پر کیا جاتا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مروی و منقول ہوں۔ اسی طرح لفظ علم اور حدیث دونوں ایک ہی چیز سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً محدثین کے یہاں تو یہی اصطلاح رائج تھی۔ غالباً دیگر اہلِ علم کا زاویہ نگاہ بھی یہی تھا جیسا کہ اس کا اظہار امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی اس فصل سے ہوتا ہے جو بطور خاص آپ نے علم کے اصول اور حقیقت کے بارے میں تحریر کی ہے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عصر و عہد تک محدثین یہی سمجھتے رہے کہ صرف حدیثِ رسول ہی کا نام علم ہے اس لئے کہ حدیث نبوی جملہ اصول دین کی جامع ہے۔'' [2]

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اِنْ رَاَیْتُمْ نَاصِحِیْنَ اَنصِتُوْا
بَادِرُوا التَّعلِیم لَا تَستَنکِفُوا))

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول تعلیم، حریری، غلام احمد (پروفیسر)، ماہنامہ محدث، لاہور، نومبر ۱۹۸۱ء، مدیر اعلیٰ، حافظ عبد الرحمن مدنی،

[2] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول تعلیم، ماہنامہ محدث، لاہور، ویب ایڈریس

بحوالہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، مادہ فقہ، نیز مقالہ مکڈانلڈ در انسائیکلو پیڈیا در لفظ علم، ج: ۲، ص ۴۹۸

''اگر تم (حضرات اساتذہ و مشائخ کو) نصیحت کرتے ہوئے دیکھو تو خاموش رہو (اور توجہ کے ساتھ سنو) تعلیم (و تعلّم) کی طرف قدم بڑھاؤ (اور اس سے) عار نہ کرو۔''[1]

حقیقت تو یہ ہے کہ ایک قوم کی زندگی کا انحصار ہی اس کی تعلیم پر ہے۔ ایک چینی کہاوت اس بات کی کتنی صحیح عکاسی کرتی ہے۔

''تمہارا منصوبہ اگر سال بھر کے لئے ہے تو فصل کاشت کرو، دس سال کے لئے ہے تو درخت اُگاؤ، دائمی ہے تو مناسب افراد پیدا کرو۔''[2]

اور تعلیم و تربیت ہی وہ عمل ہے جس سے افراد کی تعمیر ممکن ہے۔

مبحث دوم: اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کے چند نمایاں پہلو

اسلام کا نظامِ تعلیم و تربیت اس نقطۂ نظر کے گرد مرتب ہوتا ہے کہ یہ نظام ہدایت اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعے انسانیت تک پہنچا۔ اس نظامِ تعلیم و تربیت کے مختلف پہلوؤں کی باہم وابستگی کا سامان درحقیقت وہ کلچر یا وہ طریق زندگی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ترتیب دیا گیا ہو۔ اسلامی نقطۂ نظر دراصل دائمی نوعیت کے سوالات کے جوابات سے عبارت ہوتا ہے۔ ان جوابات کی بنیاد پر ہی اسلامی نظام کے تمام پہلوؤں کی تعبیر اور جامع تعلیمی عمارت استوار ہوتی ہے۔

۱۔ اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کا فکری نقطۂ نظر

اسلامی حوالے سے تعلیم کا محوری نقطۂ نظر جو عمل تعلیم کے تمام عناصر کو باہم مربوط کرتا ہے، درج ذیل اساسی نکات سے ترتیب پاتا ہے:

O...... دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو انفرادی اور اجتماعی امور میں مستقل رہنما

---

۱ مثنوی، رومیؒ، جلال الدین (مولانا) م ۶۷۲ھ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۳۴۴ھ، دفتر پنجم، حصہ اول، ص ۲۱۶

۲ اسلامی نظریۂ حیات، خورشید احمد (پروفیسر)، شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۲۰۰۲ء، ص ۴۲۳

ضابطہ ہے، جس کا قطعی ماخذ اور محور قرآن کریم اور سنتِ رسول ہے۔

O...... اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وحدہٗ لا شریک اور حقیقتِ اصلیہ ہے۔ اس نے یہ کائنات بامقصد بنائی اور اس میں انسان کی حیثیت عام موجودات کی سی نہیں بلکہ خلیفۃ اللہ کی ہے جس کا اہم مقصد بندگی رب ہے۔

O...... حس و تجربہ، مشاہدہ، قیاس، استدلال اور وجدان ضروری ذرائع علم ہیں لیکن ان سب سے بالاتر اور برتر ذریعہء علم وحیٔ الٰہی ہے۔ جسے ترک کر دینے سے کائنات کا وسیع مقصد گم ہو جاتا ہے۔

O...... سب سے اعلیٰ قدر حصولِ رضائے الٰہی ہے۔ خیر و شر، حلال و حرام، معروف و منکر اور حق و باطل کا مستقل معیار اللہ کا دین ہے۔ یعنی جو کچھ دین اسلام میں ہے وہ خیر ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ شر ہے۔

O...... دنیا کی زندگی عارضی اور آخرت کی زندگی ابدی ہے۔ جہاں انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے کارنامہء حیات کی جواب دہی کرنی ہے۔ حقیقت میں اسلامی اخلاقیات کے نفاذ کی پشت پر اللہ کا خوف اور آخرت میں جواب دہی کا اندیشہ ہی اصل قوتِ نافذہ ہے۔

O...... صحت مند اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو ایمان، عمل صالح اور حسنِ اخلاق کے پیکر ہوں۔ چنانچہ افراد کے تزکیہء نفس اور تعلیمی و تربیتی ماڈل میں نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ، دین اسلام کے لازمی ارکان ہیں۔ گویا ایک مہذب اور متوازن شخصیت ہونے کی اہم ترین علامت یہ ہے کہ اس کی اسلامی تعلیمات سے کتنی گہری محبت اور وابستگی ہے۔

O...... اسلامی معاشرے کی وحدت اور اسلامی تہذیب کے تشخص کو قائم رکھنے کی ایک اہم قوتِ جاذبہ، اسلام کا تصورِ قومیت اور جذبہء اخوت ہے، جس کی اساس کلمہء طیبہ ہے۔

O...... اسلامی تہذیب و تمدن میں مسلم خاتون کا مقام انتہائی اہم ہے۔ وہ ممتاز حیثیت کی حامل اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی معمار ہے اور اس طرح نئی نسل کی پرورش اور ان

کی روحانی غذا کا سرچشمہ ہے۔

O...... تحصیل علم، دین و دنیا کی وحدت، طلبِ حلال، اجتنابِ حرام، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری جیسی اقدار و غایات کی ترویج و تبلیغ، اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داری ہے۔[1]

بحیثیتِ مجموعی اسلامی تہذیب کی اساس، اسلام کا نظریہ علم ہے، جس کی رو سے علم ایک اکائی ہے اور اس کا ماخذ قرآن کریم اور سنتِ رسول ہے۔ وہ علم الادیان کو لازمی اور فرضِ عین گردانتا ہے اور علم الابدان کو بھی ضروری سمجھتا ہے، لیکن اسے علم الادیان کے تابع کرتا ہے۔

۲۔ اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کے مقاصد

اسلامی تناظر میں تعلیم و تربیت کا مقصدِ اعلیٰ، جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، وہ اس کی بندگی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾}[2]

''اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

مندرجہ بالا آیت کریمہ عبودیت اور بندگی کے مسئلے پر تکیہ کرتی ہے اور پوری صراحت کے ساتھ اس کو جن و انس کی خلقت کے اصلی ہدف اور مقصد کے عنوان سے تعارف کراتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾}[3]

''میں ان سے رزق کی خواہش نہیں کرتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا

---

۱ تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص ص ۵۵۔۵۶

۲ سورۃ الذاریات ۵۱:۵۶

۳ سورۃ الذاریات ۵۱:۵۷۔۵۸

کریں۔ بیشک اللہ تعالیٰ خود ہی رزّاق، صاحب قوت اور زبردست ہے۔"

یہ آیات کریمہ جو انتہائی مختصر اور جامع ہیں، ہمیں ایک عظیم مقصد سے روشناس کرا رہی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وہ مقصد جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو تخلیق فرمایا، تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کو مبعوث کیا جو لوگوں کو اس کے مقصد کی طرف بلاتے رہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو اس کی معرفت، اس کی محبت، اس کی طرف انابت اور ماسوا سے منہ موڑ کر صرف اسی کی طرف توجہ کرنے کی متضمن ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی معرفت سے وابستہ ہے بلکہ بندے میں اپنے رب کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی اس کی عبادت اتنی ہی کامل ہوگی۔ یہ وہ مقصد ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے ان کو پیدا نہیں کیا کہ اسے ان سے کوئی ضرورت تھی۔"[1]

اصل میں تعلیمی و تربیتی مقاصد کی تشکیل میں قرآن کریم اور سنت رسول سے اخذ شدہ اقدار ہی سب سے بڑا سرچشمہ ہیں۔ اسی سرچشمہ کی روشنی میں تعلیم کا کام ایسے افراد تیار کرنا ہے جو ہر دور میں دین اسلام کے مطابق زندگی کے مختلف انفرادی اور اجتماعی شعبوں میں دنیا کی رہنمائی کے قابل ہوں اور ان کے اندر آخرت کی جوابدہی کا احساس ہو۔ اس حوالے سے اسلامی تعلیم و تربیت صرف علمی اور نظری ہی نہیں بلکہ یہ سراپا پیغام عمل بھی ہے۔ یہ ایک خاص طرز کا انسان بنانا چاہتی ہے۔ وہ انسان جس کے لئے دائمی نمونۂ عمل، قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ہے۔

اس اساسی نظریۂ علم کی روشنی میں اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت کے مندرجہ ذیل اہم مقاصد تشکیل پاتے ہیں:

O...... ایمان کی استقامت، عمل صالح کی تربیت اور آخرت میں جوابدہی کے احساس

---

[1] تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ج:۳، ص ۲۶۲۶

کے حوالے سے انسان کا اپنے خالق حقیقی سے تعلق استوار کرنا۔

O......خالق کی ربوبیت اور بندے کی عبودیت کے عقیدے کی نشوونما کے ذریعے مجموعی اسلامی رویے کی تشکیل کرنا۔

O......خلافتِ ارضی اور امامت عالم کے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی اہلیت پیدا کرنا۔

O......اُمتِ واحدہ کی تشکیل اور اس حوالے سے اتحادِ عالم اسلام کا جذبہ اجاگر کرنا۔

O......اسلامی نظریہء حیات کی اشاعت اور اسلامی نظام حیات کے تمکن کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ پیدا کرنا۔

O......طلب حلال، اجتنابِ حرام اور اسلامی نظریہء اخلاق کے تحت معاشرتی، معاشی، عسکری، سائنسی، ٹیکنالوجیکل اور ایٹمی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بنانا۔

O......تنقیدی، تخلیقی، تحقیقی اور اجتہادی صلاحیتوں کی نشوونما کرنا۔

O......فجور کے میلانات کو کمزور اور تقویٰ کے میلانات کو اتنا طاقتور کرنا کہ انسانی سیرت کی پوری اُٹھان اس پر ہو۔

O......قرآن کریم اور سنتِ رسول کو برتر، معتبر اور قطعی علم تسلیم کرتے ہوئے عصری علوم کی اسلامی تشکیل کرنا۔

O......حصولِ رضائے الٰہی کی روشنی میں عمومی تعلیم اور شرح نوشت وخواند میں مسلسل اضافہ کرنا۔

O......نظامِ تعلیم و تربیت کی اسلامی تشکیل وتنفیذ کے لئے اساتذہ، طلبہ، تعلیمی منتظمین، تعلیمی منصوبہ سازوں اور دیگر عملے کی نظریاتی، علمی اور فنی تربیت اور ان کے معاشرتی اور معاشی رتبہ کو بلند کرنا۔[1]

۳۔ نظریہء نصاب

نصاب، تعلیمی نظام کا ایک اہم عنصر ہے اور طالب علم کے ذہنی اور عملی رویے کی

---

۱ تعلیم وتدریس مباحث ومسائل، ص ص ۵۹۔۶۰

تشکیل میں بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے۔نصاب کسی بھی تعلیمی نظام کا عکس ہوتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اس نظام کو تشکیل دینے والے اور اسے نافذ کرنے والے اس سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔نصاب، درحقیقت ان تمام سرگرمیوں کا نام ہے جو تعلیمی اداروں کی کوشش سے وجود میں آتی ہیں۔چاہے یہ سرگرمیاں کمرہء جماعت کے اندر ہوں یا کمرہء جماعت کے باہر۔یہ دراصل ایک جامع تعلیمی منصوبہ یا پروگرام ہوتا ہے جس کی روشنی میں اساتذہ طلبہ کو تعلیم دیتے ہیں۔اس پروگرام سے مراد محض نصابی خاکہ اور درسی کتب ہی نہیں، بلکہ وہ سارا ماحول ہے جو تعلیم کو متاثر کرتا ہے۔طلبہ کو اسی ماحول سے گزرنا ہوتا ہے، چنانچہ ضروری تجربات کے حصول کے لئے باقاعدہ تدریسی لوازمہ کی تیاری، تشکیل نصاب میں ایک اہم قدم ہوتا ہے۔

اسلامی حوالے سے طلبہ کے فکر و عمل کو واضح رخ دینے میں نصابِ تعلیم و تربیت کچھ زیادہ ہی اہمیت رکھتا ہے۔اسلامی فلسفہء حیات کے حوالے سے تشکیل و تدوین میں اہم ترین سوال یہ ہے کہ اسلامی ریاست کو کس طرح کے انسان اور ان میں کون سے لازمی اوصاف مطلوب ہیں؟ اس تناظر میں نصاب کی اسلامی تشکیل میں، اسلامی تہذیب کے احیاء کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔یعنی سارے تعلیمی و تربیتی عمل کا رشتہ اس رب سے جوڑا جائے جو پوری کائنات کا خالق ہے۔چنانچہ نصابِ تعلیم چاہے سائنسی علوم سے متعلق ہو یا عمرانی علوم سے اور چاہے وہ کسی بھی درجے میں پڑھایا جا رہا ہو، یا کسی بھی زمانے یا علاقے میں ہو، وہ اس نظریہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جس کا سرچشمہ وحیِ الٰہی ہے۔اس سرچشمہ کے ذریعے اللہ نے اپنے بندوں کی تعلیم و تربیت اور خلافت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے آسمانی کتابوں کی صورت میں نصابِ تعلیم عطا کیا۔انسانیت کی فلاح کے لئے آخری کتاب قرآن کریم ہے جو رسول اللہ ﷺ پر اتاری گئی لہٰذا نصاب کی اہم علمیاتی بنیاد (Epistemological Base) قرآن کریم اور سنتِ رسول ہے اور یہی نصاب کا مرکز و محور ہے۔اسلام کے نزدیک عقل و حواس کے

ذریعے علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے لیکن اسے یقین کا درجہ حاصل نہیں ۔لہٰذا یہ ذرائع لازماً بالاتر اور یقینی ذریعہ علم وحیٔ الٰہی کے تابع ہوں گے ۔حقیقت میں انسان مطلوب کے لازمی اوصاف کے حوالے سے تمام تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں کا اساسی رہنما اصول دراصل وہ مشن ہے جس کے لئے انبیا علیہم السلام مبعوث کئے گئے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۲﴾}[1]

''وہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث کیا، جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، ان کے اخلاق کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

تفسیر عبداللہ ابن عباس میں ہے:

''اسی نے عرب میں ان کی قوم میں سے محمد ﷺ کو بھیجا جو ان کو قرآن کریم پڑھ کر سناتے ہیں جس میں اوامر ونواہی کا بیان ہے اور ان کو توحید کے ذریعے سے شرک سے پاک کرتے ہیں یا یہ کہ زکوٰۃ اور توبہ کے ذریعے گناہوں سے پاک کرتے اور اس کی دعوت دیتے ہیں اور ان کو قرآن کریم اور حلال و حرام سکھاتے ہیں یا یہ کہ علم کی باتیں، مواعظ اور قرآن سکھاتے ہیں اور یہ اہل عرب ،رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے واضح طور پر کفر میں مبتلا تھے۔''[2]

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں جو نظریۂ زندگی، فلاحِ انسانیت کے لئے ضروری قرار دیا گیا، اس کی بنیاد پر ہر تعلیمی سطح اور ہر قسم کی درسگاہ کے نصاب کی تشکیل میں تلاوتِ

---

۱ سورۃ الجمعۃ ۶۲: ۲

۲ تنویر المقباس المعروف تفسیر ابن عباس، مؤلف، ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب القاموس، مطبعۃ الامیر، قم، ایران، س ندارد، ج: ۳، ص ۳۷۳

آیات، تزکیۂ نفس، تعلیمِ کتاب اور تعلیمِ حکمت کو اساسی حیثیت حاصل ہوگی۔

۴۔ نصابِ تعلیم کی اسلامی تشکیل

اسلام جس "العلم" کے حصول کو فرض قرار دیتا ہے، وہ علمِ دین ہی ہے۔ جو درحقیقت ایک وحدت یا اکائی ہے۔ ہر چند کہ بعض مفکرین تعلیم نے علم کو مختلف شاخوں اور شعبوں کے حوالے سے مختلف اقسام کی ورت میں پیش کیا ہے۔ لیکن اسلام کے اصولِ وحدت کے تناظر میں علم ایک ہی ہے۔ البتہ مروجہ علوم کی ترتیب یا درجہ بندی (Knowledge Taxonomy) کی اصطلاح میں، پہلی عالمی اسلامی تعلیمی کانفرنس منعقدہ مکۃ المکرمہ نے اپنی سفارشات میں علوم کو درج ذیل دو اقسام کی صورت میں واضح کیا ہے۔ [1]

- یقینی، ہدایتی یا الہامی علم (Revealed Knowledge)

وہ علوم جو قرآن و سنت کے حوالے سے عطا کئے گئے۔ مثلاً اعتقادات، عبادات، انسانی معاملات کے اصول، حق و باطل، معروف و منکر، خیر و شر اور فلاح و خسارہ کے معیارات جو انسان کی ذات کے تزکیہ اور اس کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کے حوالے سے ہیں۔ یہ علوم یقینی ہیں اور ان پر انسانی فوز و فلاح کا دارومدار ہے یعنی وحی الٰہی کے ذریعے سے حاصل شدہ علم جو قرآن و سنت پر مبنی ہے، وہی قطعی، معتبر اور بالاتر ہے۔

- امکانی، حسی یا عقلی علم (Acquired Knowledge)

وہ علوم جن کے حاصل کرنے کا ذریعہ انسان کے حسی اور عقلی محرکات ہیں۔ مثلاً طبیعات، کیمیا، حیاتیات، ریاضی، شماریات، حیوانیات، ارضیات، فارمیسی، انجینئرنگ، ٹیکنالوجی، میڈیکل سائنس، زرعی سائنس، کامرس، مینجمنٹ ایڈمنسٹریشن، کمپیوٹر سائنس، فلسفہ، نفسیات، تعلیمیات، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، نباتیات، فلکیات، تاریخ، جغرافیہ، قانون، ابلاغِ عامہ، لسانیات، ادبیات و فنون اور دیگر سوشل، فزیکل، نیچرل سائنسز وغیرہ، یہ امکانی علوم ہیں اور دنیاوی زندگی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ بلاشبہ حصول علم کے معاملے میں حس و تجربہ، مشاہدہ، قیاس و

---

[1] اسلامی نظامِ تعلیم کے معینات، ترمذی شمیم حیدر (ڈاکٹر)، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۵۴

استدلال اور وجدان بڑے اہم ذرائع ہیں لیکن یہ یقینی نہیں۔ ان کو پرکھنے کی کسوٹی قطعی سرچشمۂ علم، وحی الٰہی ہی ہے۔ [1]

ان دونوں علوم کا حصول ضروری ہے، لیکن نصابِ تعلیم میں اولین اور لازمی حیثیت دینی تعلیم کی ہے۔ اسلامی نصابِ تعلیم و تربیت کا مزاج وحدت کا تصور پیش کرتا ہے۔ وہ دین و دنیا اور مادہ و روح کے تناقض کو دور کرتا ہے اور اس طرح دنیوی اور اُخروی حسنات کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔ یعنی نصاب بیک وقت دینی بھی ہوتا ہے اور دنیوی بھی۔ تا کہ انسان دنیا کو دین ہی کے حوالے سے سمجھے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت کے مطابق زندگی کے کام چلائے۔ اس طرح اسلامی نصابِ تعلیم و تربیت، سیکولر اور ملحدانہ نظریات کی نفی کرتا ہے۔ سید محمد سلیمؒ کے نزدیک اسلامی نصابِ تعلیم میں ترجیحات کے لحاظ سے درج ذیل ترتیب کو اہمیت حاصل ہے:

(الف) مغیبات (قرآن و حدیث کی تعلیم)

(ب) معقولات (عمرانی و معاشرتی تعلیم)

(ج) محسوسات (طبعی اور فطری تعلیم)

یہاں یہ بات واضح رہے کہ اسلامی حوالے سے معقولات اور محسوسات سے متعلق نصابات الگ جزو کے طور پر نہیں بلکہ ان کی تشکیل و تنفیذ لازماً مغیبات یعنی قرآن و حدیث کے تحت مرتب ہوگی۔ اس طرح بحیثیتِ مجموعی وحیِ الٰہی تمام نصاب کا مرکز و محور ہوگی۔ [2]

۵۔ اسلامی نصابِ تعلیم و تربیت کی اصل فکری بنیاد (Philosophical Base)

فکری بنیاد اس وقت تک متعین نہیں کی جا سکتی جب تک اسلامی تناظر میں درج ذیل سوالات کے جوابات کی روشنی میں کوئی واضح نقطۂ نظر ترتیب نہیں پاتا۔ اسی فکری نقطۂ نظر کی بنیاد پر ہی نصابِ تعلیم استوار ہوگا۔ نیز مضمون کے تدریسی مواد اور تمام نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کی ترتیب میں بھی مرکز و محور یہی زاویہ نظر ہوگا۔

---

۱ تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص ۶۲

۲ تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص ۶۲۔ ۶۳

(الف) دنیوی زندگی کا تصور

(ب) زندگی کا نصب العین

(ج) اساسی عقائد و افکار

(د) تربیتِ افراد

(ھ) نظامِ اجتماعی [1]

۶۔ اسلامی نصابِ تعلیم کی اہم نفسیاتی بنیاد (Psychological Base)

نفسیاتی بنیاد یہ ہے کہ ساری دنیا دین کا موضوع ہے اور دین درحقیقت انسان کی بنیادی فطری ضرورت ہے۔ اسلام کا پورا فلسفۂ نصاب اسی نکتہ میں پنہاں ہیں۔ یہ نہ ترکِ دنیا کی تعلیم ہے اور نہ غلو فی الدنیا کی۔ چنانچہ متوازن اسلامی نصاب کی تشکیل کا مقصدِ اعلیٰ ایسے متوازن اور صحت مند افراد کی تیاری ہے جو صرف قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کی طرف متوجہ ہوں اور ہر دور اور ہر شعبۂ زندگی میں صراطِ مستقیم یا دین فطرت کے مطابق چلنے اور دوسروں کی رہنمائی کے قابل ہوں۔ وہ تہذیبی اور تمدنی لحاظ سے اتنے مستحکم ہوں کہ وہ کسی باطل نظام سے مرعوب نہ ہوں اور ہمیشہ تنقیدی صلاحیتوں سے کام لے کر اسے اسلام کی کسوٹی پر پرکھیں۔ وہ دوسروں کے علوم وفنون کو حاصل بھی کریں، لیکن مغلوب و مرعوب ذہن سے نہیں بلکہ غالب اور ناقدانہ ذہن سے۔ اس رہنما نکتہ کے تناظر میں تعلیم کی ہر سطح اور ہر شاخ میں، نفسیاتی اصولوں کے حوالے سے نصاب میں ایسا لوازمہ شامل کیا جائے جس کے نتیجے میں طلبہ کو توحید، نبوت، وحی، اُخروی جزا و سزا، خیر و شر کا علم اور اس پر ایمان، پھر اللہ کی نازل کردہ الہامی ہدایت کا علم اور اس کے ساتھ اُسوۂ نبوت یا کتاب اللہ کی اس قولی و عملی تشریح کا علم جسے سنتِ رسول اللہ کہتے ہیں۔ آخر میں تفسیر و حدیث سے متعلقہ علوم اور فقہ و اجتہاد کے اصول و طریقہ کا علم حاصل ہو جائے۔ ان سارے بنیادی علوم سے جن دوسرے علوم کو گہرا تعلق

---

[1] اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، مودودیؒ، ابوالاعلیٰ (سید)، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱۰۔۱۱

ہے ان پر بھی عبور ہو، خواہ وہ لُغت اور نحو ہو، تاریخ و سِیَر ہو، تہذیب و تمدن ہو، اسماء الرجال ہو یا ادب و بلاغت ہو۔ مسلمان کسی بھی علاقے کا آدمی ہو اور کوئی بھی بولی بولتا ہو، اس کا صحیح مقام یہ ہے کہ وہ علمِ دین کو ان ماخذ سے براہِ راست حاصل کرے۔ [1]

خلاصہ کے طور پر نفسیاتی تناظر میں نصابی سرگرمیوں کا اصل مقصود ایسی متوازن شخصیت (Balanced Personality) کی تیاری ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل بجالائے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے بلا چوں و چرا سرِ تسلیم خم کرے اور ہر اس قول و فعل سے اجتناب کرے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو۔ اس کے برعکس جو شخص نفس امارہ کا تابع ہو گا وہ نفسیات کی اصطلاح میں عدم تسویہ (Mal-adjustment) کا شکار ہو گا۔

۷۔ نصاب کی تشکیل میں معاشرتی اساس (Sociological Base)

معاشرتی اساس کے حوالے سے ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی درج ذیل وظائف کو اہمیت کا حامل گردانتے ہیں:

(الف) حفاظتی:...... یعنی نصاب، اسلامی معاشرے کی دائمی اخلاقی اقدار، تہذیبی روایات اور تاریخی اور ادبی ورثے کا تحفظ کرے اور انہیں صحیح صورت میں طلبہ تک منتقل کرے۔

(ب) ناقدانہ:...... یعنی نصاب، معاشرہ میں موجود تضربات و افکار کی الل ٹپ منتقل نہ کرے بلکہ انہیں تنقیدی نظر سے دیکھے اور تطہیر کے عمل کے بعد مطلوب اور مفید لوازمہ کو طلبہ تک منتقل کرے۔

(ج) تخلیقی:...... یعنی معاشرہ کی دائمی اقدار اور ماضی کی مثبت روایات کی روشنی میں حال اور مستقبل کے مسائل کو حل کرنے کے لئے تحقیق و اجتہاد سے کام لے۔ [2]

---

[1] اشارات، نعیم صدیقی (مولانا)، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، نومبر ۱۹۸۰ء، ص ۳

[2] تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص ۶۴

۸۔ نصاب میں عربی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت دینا

ہر سطح کے نصاب میں عربی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت دینا ضروری ہے، تا کہ طلبہ، اسلام کی اصل روح کو پوری طرح سمجھ سکیں۔ مجموعی طور پر ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ سطح کے نصابات میں اسلامی تعلیمات کی ترویج کے حوالے سے سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ''تعلیمات'' سے ماخوذ درج ذیل چند رہنما خطوط کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے:

(الف) ابتدائی تعلیم کی سطح پر سارا زور تعلیم کے لئے جذبہ پیدا کرنا ہے۔ اسلام ایک خود کار نظامِ تعلیم تشکیل دیتا ہے جس کی نصابی سرگرمیاں صرف مساجد تک محدود نہ ہوں، بلکہ گھر، خاندان، معاشرہ اور اس کے ہر ادارے تک وسیع ہوں۔ اسلامی نصاب میں بچے کی تعلیم کا آغاز قرآن حکیم کی تدریس سے ہوتا ہے۔ قرآن حکیم سے قلبی تعلق قائم کرنے کے لئے سب سے پہلے اس کی ناظرہ تعلیم ضروری ہے۔ نیز رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر ابتدا سے ہی زور دیا جانا چاہیے۔ کیونکہ مسلمانوں کی تاریخ کا کوئی سا بھی دور ہو، ان کی ترقی کا راز اس میں ہے کہ وہ اس بنیادی سرچشمۂ علم کو اس نصاب کا مرکز و محور بنائیں۔

(ب) ثانوی تعلیم تک جدید علوم کے ساتھ ہر مسلمان طالب علم کو اسلامی عقائد اور اسلامی زندگی کے ضروری احکام سے واقف کرایا جائے۔ نیز ہر مسلمان طالب علم کو قرآن پڑھنے اور بہت حد تک قرآن کو سمجھنے کے قابل بنا دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیرتِ نبوی کی تعلیم اور اس حوالے سے تفہیمِ حدیث کو بھی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

(ج) اعلیٰ تعلیم کی سطح پر اسلامی تعلیمات کے لئے ایک عام نصاب ہو جو تمام طلبہ کو لازمی پڑھایا جائے خواہ وہ کسی شعبۂ علم کی تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ اس کے علاوہ ایک خاص نصاب ہو جو ہر شعبۂ علم کے طلبہ و طالبات کو انکے مخصوص شعبے کی مناسبت سے پڑھایا جائے۔ حقیقت میں اعلیٰ تعلیم کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ ایسے صالح علماء تیار ہوں جو ہر دور میں دینِ حق کے مطابق رہنمائی کرنے کے قابل ہوں۔ [1]

[1] تعلیمات، مودودیؒ، ابوالاعلیٰ (سید)، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ص ۴۰

نصاب کا اہم مقصد، مسائل کے ادراک اور ان کے حل کے لئے سمع، بصر اور فواد کی صلاحیتوں کی نشوونما کرنا ہے اس مقصد کے حصول کے لئے موجودہ نصاب اور درسی کتب کا غیر اسلامی نظریات سے پاک ہونا ضروری ہے نیز درسی کتب کے حوالے سے عالمی سطح پر ہونے والی تحقیقات کے نتائج سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔ نیز تشکیل نصاب کے لئے ایسے افراد کا انتخاب کیا جائے جو اپنے مضمون میں اعلیٰ مہارت کے ساتھ ساتھ علوم کی اسلامی تشکیل میں بھی کامل ادراک رکھتے ہوں۔

۹۔ معلّم مطلوب

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن والوں کی طرف بھیجا تھا تو انہیں جو ہدایت نامہ عطا کیا اس میں تعلیم و تربیت کے خصوصی احکام شامل تھے۔ آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی:

"اے معاذ رضی اللہ عنہ! یمن کے لوگوں کو کتاب اللہ کی تعلیم دینا اور ان کی تربیت، اخلاقِ صالحہ کو بنیاد بنا کر، بہتر انداز میں کرنا۔ اسلام کی ہر بات اور امر کو ظاہر کرو چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ تمہارے نزدیک 'نماز' سب سے زیادہ اہم ہونی چاہیے، اس لئے کہ نماز اقرارِ دین کے بعد اسلام کی چوٹی کا بلند ترین رکن ہے اور لوگوں کو اللہ اور آخرت کے بارے میں یاد دلاتے رہنا، اور وعظ و نصیحت کرتے رہنا کہ تمہارا موعظہ ان لوگوں کو اس عمل کے لئے قوت و طاقت فراہم کرتا رہے گا جس عمل کو اللہ پسند فرماتا ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے خصوصی ہدایت فرمائی:

((ثمّ بثّ فیھم المعلمین))

"پھر اُن لوگوں میں 'معلّمین' کو پھیلا دینا (تا کہ وہ ان کی صحیح تربیت کرتے رہیں)۔"[1]

---

[1] تُحف العقول عن آل الرسول ﷺ، الحرانی، ابو محمد حسن بن علی (المحدث)، تحقیق علی اکبر غفاری، نشر موسسۃ النشر الاسلامی جماعۃ المدرسین، ۱۴۰۴ھ، ج: ۱، ص ص ۶۵۔۶۶

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی:

((یا موسیٰ: تعلّم الخیر و علّمه النّاس، فانّی منوّر لمعلّمی الخیر و متعلّمیه قبورهم، حتّی لا یستوحشوا بمکانهم))

''اے موسیٰ! خیر کی تعلیم حاصل کرو اور پھر لوگوں کو اس کی تعلیم دو کیونکہ میں بھلائی کی تعلیم دینے والوں اور تعلیم حاصل کرنے والوں کی قبروں کو اس قدر منور کر دوں گا کہ وہ وہاں تنہائی محسوس نہیں کریں گے۔''[1]

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے معلّم کے مقام کو یوں متعین کیا ہے:

''معلّم حقیقت میں قوم کے محافظ ہیں کیونکہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اور ان کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا انہی کی قدرت ہے۔ سب محنتوں سے اعلیٰ درجے کی محنت اور سب کارگزاریوں سے زیادہ بیش قیمت کارگزاری معلّم کی کارگزاری ہے۔ معلّم کا فرض سب فرائض سے زیادہ مشکل اور اہم ہے کیونکہ تمام قسم کی اخلاقی، تمدنی اور مذہبی نیکیوں کی کلید اسی کے ہاتھ میں ہے، اور تمام قسم کی ترقی کا سرچشمہ اس کی محنت ہے۔''[2]

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصول تعلیم و تربیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصول تعلیم بھی تقریباً وہی تھے جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے تھے۔ ان اصولوں پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ نے جو روشنی ڈالی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کا مقصد عوام و خواص دونوں کی تعلیم و تربیت کرنا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ عوام کے مقابلے میں خواص کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کا لوگوں سے خطاب کرنا اس انداز سے ہوتا ہے کہ وہ کم سے کم فہم و ادراک رکھنے والے

---

۱ میزان الحکمت، ج:۶، ص ۱۴/۷، حدیث نمبر: ۱۳۸۲۳

۲ تربیت اساتذہ، خالد محمد ابراہیم (ڈاکٹر)، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ص ۱۰۳۔۱۰۴

کے ذہن میں بھی آسکے۔ البتہ ان کی گفتگو میں ایسے اشارات بھی ہوتے ہیں جن کو صرف خواص یعنی بلند عقل وشعور رکھنے والے لوگ ہی سمجھ سکیں۔

۲۔ انبیائے کرام (علیہم السلام) لوگوں سے ان کی اس عقل وفہم کے مطابق بات کرتے ہیں جو پیدائشی طور پر اکثر افراد میں پائی جاتی ہے۔ مراقبہ، مجاہدہ وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ انبیاء (علیہم السلام) کے خطاب کا موضوع نہیں ہوتا۔ چنانچہ انبیاء (علیہم السلام) نے لوگوں پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تجلیات، مشاہدات، براہین اور قیاسات کے ذریعے پہچانیں۔

۳۔ انبیاء (علیہم السلام) کی تعلیم کا مقصد لوگوں کے اخلاق درست کرنا اور ان کے نفس کا تزکیہ کرنا ہوتا ہے۔ انبیاء (علیہم السلام) اس کائنات میں رونما ہونے والے حادثات، واقعات اور سائنسی مسائل سے بحث نہیں کرتے۔ ان باتوں کو اگر کہیں بیان کرتے ہیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کے ذکر کے سلسلے میں کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں چاند کی منازل، سورج کی رفتار، آسمانوں اور زمینوں کے طبقات، بارش کے نزول وغیرہ کا جہاں بھی ذکر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کے بیان کرنے کے لئے ہی ہے۔

ایک دفعہ لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ تو اس بات کا جواب دینے کی بجائے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ} [1]

"ان لوگوں سے کہہ دو: یہ انسان کے لئے وقت کا حساب ہے اور اس سے حج کے مہینے کا تعین ہوجاتا ہے (باقی جس قدر توہمات لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور طرح طرح کی رسمیں اختیار کر رکھی ہیں تو ان کی کوئی اصلیت نہیں)"۔

خلاصہ یہ کہ جو علوم مشاہدات اور تجربات سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ براہ راست

---

[1] سورۃ البقرۃ ۲:۱۸۹

انبیاء (علیہم السلام) کی تعلیم کا موضوع نہیں ہوتے۔

۴۔ انبیاء (علیہم السلام) کی تعلیم کا عام اصول یہ ہے کہ وہ جس قوم کی طرف بھی بھیجے جاتے ہیں اس کے کھانے پینے، لباس، رہائش، عادات اور رسومات یکسر نہیں بدلتے بلکہ پہلے پورے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو بات اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نظر آتی ہے اس کو بالکل بدل دیتے ہیں اور جو اس کے حکم کے مطابق ہوتی ہے اس کو باقی رکھتے ہیں۔ اور جو باتیں کچھ خلاف اور کچھ مطابق ہوں ان میں ترمیم و تبدیلی کر کے انہیں حکم کے مطابق بنا دیتے ہیں۔

۵۔ انبیاء (علیہم السلام) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی مصلحتیں نہیں سمجھاتے بلکہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ایسا کرنے سے ناخوش۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ مصلحتیں ہر ایک کو سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ دوسرے لوگوں پر جتنا اس بات کا اثر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں چیز سے خوش ہوتا ہے اور اس پر اجر دیتا ہے اور فلاں چیز سے ناخوش ہوتا ہے اور اس پر سزا دیتا ہے۔ مصلحتیں سمجھانے کا اتنا اثر نہیں ہوتا۔

۶۔ انبیاء (علیہم السلام) پر جو شریعت نازل ہوتی ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک وہ عقائد جن کی تعلیم تمام انبیاء (علیہم السلام) یکساں دیتے آئے ہیں۔ دوسرے وہ احکام جو خاص خاص قوموں اور ملکوں کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ تمام قوموں کی طرف اور قیامت تک کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام ان عام اصولوں کے تحت ہیں جو تمام انسانوں کے لئے قیامت تک کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اور جن کی روشنی میں وقت اور جگہ کے لحاظ سے اجتہاد کر کے ہر آنے والے مسئلہ کا حل معلوم کیا جا سکتا ہے۔ [1]

---

[1] مقالات سیرت، صدیقی محمد میاں (ڈاکٹر)، عنوان مقالہ: آنحضرتؐ بہ حیثیت معلم و محرک علم، مقالہ نگار: ڈاکٹر محمد سعود، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ایڈیشن: ۳، ۱۴۰۷ھ، ص ص ۱۰۹۔۱۱۰

فصل سوم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمی پالیسی اور مقاصد

مبحث اول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمی پالیسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمی پالیسی کا آغاز ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں دس برس گزارے۔ اس قلیل مدت میں اس نوزائیدہ ریاست کو ہر پہلو سے مکمل کرنے کی انتھک کوشش کی۔ دن کا چین اور رات کا آرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی ریاست کو مستحکم کرنے میں صرف کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم بصیرت دیکھ رہی تھی کہ جب تک معاشرہ سیاسی لحاظ سے مستحکم نہ ہوگا اور بیرونی حملوں سے محفوظ و مامون نہ ہوگا یہاں علمی ترقی نہیں ہوگی۔ فنونِ لطیفہ کو فروغ حاصل نہ ہوگا چنانچہ معاشرے کو اندرونی خلفشار سے بچانے کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوری طور پر تین اہم قدم اٹھائے۔[1]

- میثاقِ مدینہ: اس کی رو سے مدینہ کے تمام گروہ مع قبائل یہود یکجا ہو گئے۔ تنازعہ کی صورت میں آپ علیہ السلام کا فیصلہ حتمی ہوتا۔
- مؤاخات: اس اقدام کے تحت ایک مہاجر ایک انصاری مسلمان کا بھائی بنا دیا گیا جو اس کی معاشی کفالت کا ذمہ دار تھا۔
- مسجد نبوی اور درس گاہ صُفّہ: مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک مرکز کا قیام ضروری تھا جس کے لئے مسجد نبوی کے ساتھ مسلمان طلبہ کے لئے علیحدہ جگہ مخصوص کر

---

[1] اسلامی نظامِ تعلیم، ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۱ء، ص ۲۱۷

دی گئی جسے صُفّہ کہا جاتا ہے۔ یہ اسلام کی پہلی اقامتی یونیورسٹی تھی۔

اس پالیسی کے تحت آپ ﷺ نے تین سکیمیں شروع کیں، ابتدائی اور لازمی تعلیم، تعلیم بالغاں اور تعلیم نسواں۔

ا۔ابتدائی لازمی تعلیم:[Basic Compulsory Education]

رسول اللہ ﷺ نے ابتدائی لازمی تعلیم کو مفت قرار دیا۔ ہر جمہوری اور ترقی پسند ریاست کا اولین فریضہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام نونہالوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرے۔ یہ تعلیم بغیر کسی تعصب اور بغیر کسی تفریق کے عام کی جاتی ہے۔ بچے ہر ریاست کے لئے تخلیق اور پیدا آوری افراد ہوتے ہیں۔ ذات پات اور حضرت اور بدوی کی تمیز اس سے ختم ہوتی ہے۔ ہر بچہ تعلیم اپنی قومی زبان میں حاصل کرتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ}[2]

''اور (مسلمانو!) اپنے مقدور بھر قوت پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے اپنا ساز و سامان مہیا کئے رہو۔''

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرماتے ہیں:

((حق الوالد على الوالدان يعلمه الكتابة والسياحة والرمى))

''اولاد کے حقوق میں یہ شامل ہے کہ باپ اپنے بچے کو جہاں تیرنا اور تیر چلانا سکھائے وہاں اسے لکھنا پڑھنا بھی سکھائے۔''[3]

---

[1] Thought on Basic Education, Salamat, Ullah, Tariq Publication, Aminpur Bazar, Faisalabad, 1987,P.8

[2] سورۃ الانفال ۸:۶۰

[3] تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، السیوطیؒ، ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، دار الفکر، بیروت، ایڈیشن: ا، ۱۴۱۴ھ، ج: ۴، ص ۹۳

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ [1]

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ!''

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((علموا انفسکم واهلیکم الخیر وادبوهم))

''اس سے مراد یہ ہے کہ تم خود کو اور اپنے گھر والوں کو نیکی کی تعلیم دو اور انہیں آداب سکھاؤ۔'' [2]

بیوی اور اولاد کا حق صرف ان کی ضروریاتِ زندگی اور کھانے پینے کی چیزوں کے فراہم کرنے سے پورا نہیں ہو جاتا۔ ان سے زیادہ اہم ان کی روح اور جان کی غذا کا مہیا کرنا اور صحیح اصول تعلیم وتربیت کو عمل میں لانا ہے۔ [3]

طرطوشی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''سراج الملوک'' میں فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، شیوخ اور نوجوانوں سبھی کو سلام کرتے اور سبھی سے قرآن وسنت کا علم حاصل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علم کے سمندر اور فقہ وحکمت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔ البتہ اگر بچپن میں علم حاصل کیا جائے تو وہ دماغ میں ایک طویل عرصہ تک راسخ رہتا ہے۔ اس عمر میں علم کی فروعات جلد ازبر ہو جاتی ہیں۔'' [4]

انسان کی حیات بہت مختصر ہے۔ بچپن، شباب اور کہولت ان سب مراحل کے فرائض مختلف ہیں۔ تعلیم حاصل کرنے کا بہترین وقت ملازمت یا شادی سے قبل کا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

---

1 سورۃ التحریم ۶۶:۶

2 تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۴، ص ۹۴

3 تفسیر نمونہ، ج:۱۴، ص ۸۱

4 سراج الملوک، طرطوشی، المطبعۃ الازھریہ، مصر، ایڈیشن: ۱، ۱۳۱۹ھ، ص ۵۶

((تعلموا قبل ان تسودوا))

"سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرلو۔"

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "تسودوا" کا معنی "تتزوجو" کیا ہے۔ یعنی شادی کرنے سے پہلے پہلے علم حاصل کرلو۔[1]

۲۔ تعلیمِ بالغاں

ایسے افراد جو کسی معاشی مجبوری، شادی، ملازمت یا سہل پسندی کی وجہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ گئے ہوں اور ان کی عمر زیادہ ہوگئی ہو، ان کی تعلیم میں مدد دینا تعلیمِ بالغاں کہلاتا ہے۔ تاکہ وہ کم از کم لکھنے پڑھنے اور اپنے پیشوں سے متعلق حساب کتاب میں ماہر ہوسکیں۔ خوشگوار زندگی کے اہل بن سکیں اور زمانے کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکیں۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں آکر فوری طور پر اس دوسری سکیم پر بھی عمل شروع کیا تاکہ کوئی علم کی نعمت سے محروم نہ رہ جائے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وقت تعلیم حاصل کی جب وہ اُدھیڑ عمر کو پہنچ چکے تھے اور آخری عمر میں وہ علم کے سمندر ثابت ہوئے۔[3]

روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس آیات سنتے تھے تو جب تک اُن آیات کا علم اور احکامات سیکھ کر عمل نہ کرلیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں آگے سبق نہیں دیتے تھے۔[4]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

[1] دورِ نبوی کا نظامِ حکومت، معظم الحق (مولانا)، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۳۳۳

[2] Hand Book of adult education, Lohard Cort Wright& Edward W. Brice, Macmillan Publishing, Inc New York, 1970,P 407

[3] عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی فقہ، حنیفہ رضی (ڈاکٹر)، ندوۃ المصنفین، لاہور، ایڈیشن: ۱، فروری ۱۹۷۱ء، ص ۱۰۵

[4] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، الکتانی، محمد عبد الحی بن عبد الکبیر بن محمد الحسنی الادریسی (المحدث) م ۱۳۸۲ھ، ترجمہ، حافظ محمد ابراہیم فیضی، دار العلم والتحقیق، کراچی، ایڈیشن: ۲، ستمبر ۲۰۱۳ء، ص ۳۱۷

((استو صو العلم الاحداث))

"علم کو بالغوں کے حوالے کرو۔"[1]

مجمع الزوائد میں ایک باب ہے:

((باب حث الشباب علی طلب العلم))

"یعنی جوانوں کو طلب علم کی ترغیب دینا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ما بعث الله نبیا الا و هو شاب ولا اوتی عالم علما الا و هو شاب))

"اللہ نے کسی کو نبی نہیں مبعوث کیا مگر جب وہ جوان تھا اور کسی عالم کو علم نہیں دیا مگر جب وہ جوان ہوا۔"[1]

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس، قُراء سے بھری ہوئی تھی۔ ان میں نوجوان اور عمر رسیدہ ہر قسم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ آپ جب کبھی ان سے کسی مسئلہ پر مشورہ کرتے تو فرماتے:

"تم میں سے کوئی شخص اپنی کم عمری کی وجہ سے اظہارِ رائے سے نہ شرمائے۔ کیونکہ علم کم عمری یا بڑی عمر کی وجہ سے نہیں ماپا جاتا۔ یہ تو ایک نعمت ہے جسے اللہ چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔"[2]

۳۔ تعلیمِ نسواں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح بچوں اور بالغوں کی تعلیم پر زور دیا۔ اسی طرح عورتوں کی تعلیم پر بھی زور دیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری سکیم تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم نسواں کے حوالے سے دو باب تالیف کئے ہیں:

((تعلیم الرجل امته و اهله))

---

1. مجمع الزوائد، الہیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر (الحافظ)، دارالکتاب، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج:۱ص ۱۳۰
2. التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۳۱۷

آدمی کا اپنی لونڈی اور بیوی کو تعلیم دینا۔

((باب عظة الامام النساء تعليمهن))

یعنی امام کا عورتوں کو دین سکھانا اور انہیں تعلیم دینا۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہاں صرف آدمی کا اپنے اہل کو تعلیم دینا ہی نہیں بلکہ حاکم وقت بھی عورتوں کو تعلیم دے سکتا ہے اور اس کا نائب بھی تعلیم دے سکتا ہے۔"[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے لئے ایک الگ دن مقرر فرمایا۔ اس روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی معیت میں خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جاتے اور عورتوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔[2] حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا مہاجرات میں سے تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

"تسبیح، تہلیل اور تقدیس کو لازم کرو اور پوروں کے ساتھ ذکر کرو، کیونکہ ان سے پوچھا جائے گا اور انہیں قوتِ گویائی عطا کی جائے گی۔ اور غفلت نہ کرنا کہ رحمت کو بھول جاؤ۔"[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کثرتِ ازدواج کا راز بھی یہی تھا کہ تمام پوشیدہ اور ظاہر احکام شریعت اُمت مسلمہ تک پہنچ جائیں جیسا کہ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حیا والے انسان تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اقوال و افعال بیان کرتی تھیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خود بیان نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح کثرت ازواج کی وجہ سے تکمیل شریعت ہوگئی۔ ان میں اکثر غسل حیض، عدت اور میاں بیوی کے

---

[1] فتح الباری، ابن حجر شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی (امام) م ۸۵۲ھ، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان ۱۹۸۱ء، ج:۱، ص ۱۹۲

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، سید محمد عبداللہ (ڈاکٹر) والآخرون، دانش گاہِ پنجاب، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۲۰۰۱ء، ج:۱۹، ص ۱۵۱

[3] سنن ابی داؤد، الحافظ ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی (امام) م ۲۷۵ھ، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۱۴۹۸

جنسی تعلقات کے مسائل ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بیویوں نے آپ کو سوتے جاگتے، خلوت و جلوت ہر طرح سے دیکھا تھا۔ اس طرح شریعت کا ایک عظیم خزانہ امت مسلمہ تک منتقل ہوا ہے۔"[1]

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر تعلیم کا جو منصوبہ شروع کیا۔ اس میں تین سکیموں پر عمل درآمد فوری طور پر شروع کر دیا۔ بچوں کے لئے ابتدائی اور لازمی تعلیم، جوانوں کے لئے تعلیم بالغاں اور خواتین کے لئے تعلیم نسواں۔ یہ تعلیم سب کے لئے مفت تھی۔

مبحث دوم: رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی پالیسی کے مقاصد

ہر کام میں مقصد کا تعین نہایت ضروری ہے، کیونکہ منزل کے تعین کے بغیر کوئی سفر کارآمد نہیں ہوتا۔ تعلیمی سفر کے لئے بھی منزل کا تعین ضروری ہے۔ عہد نبوی اُمت کو علم کی روشنی کی طرف بلانے کا آغاز ہے۔ اس عہد میں مکی دور میں نازل ہونے والا قرآن مجید کا حصہ علم کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو نمایاں کرنے کے خواہاں ہیں کہ مکہ میں نازل ہونے والی بیش تر آیات علم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔[2]

مکی آیات کریمہ کے علاوہ مدنی آیات کریمہ میں بھی علم کا تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد سورۃ البقرہ، آل عمران اور الجمعہ میں بیان ہوئے ہیں۔ ان مقاصد بعثت کو مقاصد تعلیم کہنا بے جا نہ ہوگا۔ مندرجہ ذیل آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیں:

{رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾}[3]

"اور خدایا! (اپنے فضل و کرم سے) ایسا کیجیو کہ اس بستی کے بسنے والوں میں

---

1. التراتیب الادار یہ (القسم العاشر)، ص ۲۳۵
2. عہد نبوی میں نظام حکمرانی، حمید اللہ محمد (ڈاکٹر)، بیکن بکس، ملتان، ۱۴۱۶ھ، ص ۱۹۲
3. سورۃ البقرہ ۲:۱۲۹

تیرا ایک رسول پیدا ہو جو انہی میں سے ہو۔ وہ تیری آیتیں پڑھ کو لوگوں کو سنائے، کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور (اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) ان کے دلوں کو مانجھ دے۔ اے پروردگار! بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو حکمت والی اور سب پر غالب ہے۔"

اسی موضوع پر سورۃ البقرہ ۲:۱۵۱، سورۃ آل عمران ۳:۱۶۴ اور سورۃ الجمعۃ ۶۲:۲ بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان تمام آیات کریمہ کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے مقاصد تعلیم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تلاوت آیات ۲۔ تزکیہء نفس ۳۔ تعلیم کتاب ۴۔ تعلیم حکمت [1]

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا} [2]

"اے نبی! ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے فقط بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔"

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا اصل موضوع ساری انسانیت کی اصلاح ہے۔ تاہم قرآن و سنت کی روشنی میں ان فرائض نبویہ کے علاوہ عہد نبوی کے عمومی مقاصدِ تعلیم مندرجہ ذیل تھے۔

O معرفت اور رضائے الٰہی کا حصول

اسلام کی تعلیم کا اولین مقصد معرفت اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان اور اللہ کے درمیان اس تعلق کو استوار کرنا ہے جس کے نتیجے میں انسان بخوشی و خاطر اپنے زندگی کے تمام امور میں خداوندی احکام پر عمل کرتا اور رضائے الٰہی کو اپنی پسند و ناپسند کا معیار ٹھہراتا ہے، اور قرآن کریم کے الفاظ میں اس کا ارتقائی و انتہائی مقام یہ ہو:

---

[1] ان مقاصد تعلیم کی تفسیر و تشریح کے لئے باب سوم فصل اول (درس گاہ صُفَّہ کا نصاب تعلیم) ملاحظہ کریں۔

[2] سورۃ سبا ۳۴:۲۸

{قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۱۶۲)}[1]

''کہہ دو، میری نماز، میرا حج، میرا جینا، میرا مرنا، سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔''

O دعوت الی الخیر

سید مودودی اس مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''آخر کار خداوند عالم نے سرزمین عرب میں محمد ﷺ کو اسی کام کے لئے مبعوث کیا جس کے لئے پچھلے انبیاء آتے رہے تھے۔ ان کا مخاطب عام انسان بھی تھے اور پچھلے انبیاء کے پیرو بھی۔ سب کو صحیح رویہ کی طرف دعوت دینا، سب کو ازسرنو اللہ کی ہدایت پہنچا دینا اور جو اس دعوت و ہدایت کو قبول کریں انہیں ایک ایسی اُمت بنا دینا ان کا کام تھا جو ایک طرف خود اپنی زندگی کا نظام اللہ کی ہدایت پر قائم کرے اور دوسری طرف دنیا کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرے۔''[2]

O دُنیا و آخرت کی تیاری

اسلام نہ تو حصول علم برائے علم کا قائل ہے اور نہ ہی اس تک مادہ پرست ہے کہ Butter & Bread کے مقاصد کو تعلیم کے مقاصد میں سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو۔ آپ ﷺ نے ان دونوں سے ہٹ کر اعتدال و توازن کا راستہ اختیار کیا۔ آپ ﷺ کا یہ عمل دراصل انسان کے فکری اور روحانی تقاضوں کے عین مطابق تھا۔ آپ ﷺ کے عہد میں سرکاری یا نیم سرکاری اداروں میں کام کرنے کی ہزاروں آسامیاں موجود نہیں تھیں جن پر تعلیم حاصل کرنے والوں کو متعین کر دیا جاتا۔ پھر بھی جتنی جگہیں امور مملکت کے حوالے سے سامنے آئیں ان پر اہل علم کو ہی تعینات کیا گیا۔[3]

---

1. سورۃ الانعام ۶: ۱۶۲
2. تفہیم القرآن، ج: ۱، ص ۸۸
3. عہد نبوی کا تعلیمی نظام، ص ۲۱۷

O ملت بیضا کی تیاری

عہد نبوی کے مقاصدِ تعلیم میں سے ایک اہم مقصد ایسی جماعت تیار کرنا تھا جو شہریت کے اوامر و نواہی سے واقف ہو اور حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں رہنے سے تمام تر اسلامی رنگ میں ڈوب جائے۔ جس کی گفتار، کردار، بات چیت، نشست و برخاست، قول و عمل ایک ایک چیز تعلیم نبوی کے پرتو سے منور ہو جائے تاکہ وہ تمام ملک کے لئے اُسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل بن سکے۔ [1]

O دین کی طرف رہنمائی کرنا

کرۂ ارض کی بزرگ ترین ہستیاں پیغمبرانِ گرامی علیہم السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی اور تعلیم و تربیت کے لئے کثیر تعداد میں مختلف زمانوں میں کرۂ ارض کے تمام آباد حصوں میں مبعوث فرمایا۔ ان کا علم چونکہ عطیۂ ربانی ہوتا ہے اس لئے ہر قسم کی اغلاط سے پاک ہوتا ہے۔ ان کے مبعوث کئے جانے کا بنیادی مقصد اپنی قوم کے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف رہنمائی کرنا ہوتا ہے اور اس پیغام پر جس کو لے کر وہ دنیا میں آئے ہیں، عمل پیرا ہو کر لوگوں کے لئے نمونہ پیش کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے بعد انبیاء کا علم معتبر ترین ہوتا ہے۔ پس بلحاظ درجہ ان کے علم کو دوسرے درجہ پر رکھا جا سکتا ہے۔ ان کا علم صرف معلوماتی نہیں بلکہ عملی ہوتا ہے۔ ان کا بنیادی کام اللہ تعالیٰ کی آیات کو پڑھ کو سنانا، ان کی توضیح و تشریح کرنا اور اس پر عمل پیرا ہو کر لوگوں کے لئے نمونہ پیش کرنا ہوتا ہے۔ [2]

O غلبۂ حق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى

---

1. سیرۃ النبی ﷺ، شبلی نعمانیؒ (علامہ) و سلیمان ندویؒ (سید)، المصباح، لاہور، ایڈیشن: ۴، ۱۳۶۴ھ، ج: ۲، ص ۱۱۱
2. قرآنی نظریات علم و تعلیم، صلاح الدین، ابو صباح، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی، ستمبر ۱۹۹۶ء، ج: ۱، ص ۴۷

الدِّيۡنِ كُلِّهٖ﴾ [1]

"(ہاں!) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو حقیقی ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، تاکہ اس دین کو تمام (ٹھہرائے ہوئے) دینوں پر غالب کر دے۔"

رسول اللہ ﷺ کے تعلیمی مقاصد میں یہ بات بنیادی اہمیت کی حامل رہی ہے کہ پوری دنیا میں اسلام کو پھیلا دیا جائے اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کر دیا جائے۔ گزشتہ پیغمبروں کی اُمتیں جن معاملات میں اختلاف رکھتی ہیں ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ فِيۡمَا اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ﴾ [2]

"(ابتداء میں ایسا تھا کہ) لوگ (الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے نہیں تھے) ایک ہی قوم و جماعت تھے (پھر ایسا ہوا کہ باہم دگر مختلف ہو گئے اور الگ الگ ٹولیاں بن گئیں)۔ پس اللہ نے (ایک کے بعد ایک) نبیوں کو مبعوث کیا۔ وہ (ایمان و عمل کی برکتوں کی) بشارت دیتے اور (انکار و بد عملی کے نتائج سے) متنبہ کرتے تھے۔ نیز ان کے ساتھ کتاب الٰہی نازل کی گئی تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرنے لگے تھے ان میں وہ فیصلہ کر دینے والی ہو (اور تمام لوگوں کو راہ حق پر متحد کر دے)۔"

O وسیع المقاصد تعلیمی نظام

رسول اللہ ﷺ نے جس تعلیمی تحریک کی بنیاد رکھی تھی اس کا مخاطب ہر دور کا انسان ہے۔ لہٰذا اس تحریک کے مقاصد بھی نہایت وسیع اور جامع تھے، جن کا حصول نہ صرف دنیوی

---

[1] سورۃ التوبہ ۹:۳۳

[2] سورۃ البقرہ ۲:۲۱۳

زندگی کی اصلاح کا سبب بنتا ہے بلکہ اُخروی اصلاح کا ضامن بھی ہے۔

اس کے علاوہ محققین نے اسلامی نظامِ تعلیم کے مندرجہ ذیل مقاصد بھی بیان فرمائے ہیں:

۱۔ ایمان کی استقامت اور عمل صالح کی تربیت

۲۔ مقصد حیات اور ہدایت الٰہی کے علم کا حصول

۳۔ خلافت ارضی اور قیادت عالم کے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی اہلیت

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے تیاری

۵۔ اُمت واحدہ کی تشکیل

۶۔ مادی اور عسکری علوم کی تعلیم

۷۔ اسلام کے آفاقی مزاج کی روشنی میں تنقیدی، تخلیقی اور اجتہادی صلاحیتوں کی نشوونما[1]

---

[1] اسلامی حکمت تعلیم، صدیقی، مشتاق الرحمٰن (ڈاکٹر)، شمس الاسلام، بھیرہ، اپریل ۱۹۸۰ء، ص ۲۰

باب دوم:

درس گاہِ صُفّہ اور اصحابِ صُفّہ کا تعارف

فصل اول:

درس گاہِ صُفَّہ کا افتتاح

مبحث اول: لفظ "صُفَّہ" کی لُغوی تحقیق

لغوی لحاظ سے صُفہ کے معنی خاصے دلچسپ ہیں اور ان کو مختلف مصادر سے بیان کیا جاتا ہے:

مادہ صف کے اصلی معنیٰ ہیں، انسانوں، جانوروں یا کسی شے کا ترتیب کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہونا۔ اسی لئے تحریر میں حروف اور الفاظ کے برابر قائم ہونے کو صفہ اور سطر بھی کہتے ہیں۔ کسی بڑی تعمیر کے برابر کوئی چبوترہ بیٹھنے کے لئے بنا دیا جائے تو صفۃ البناء یا صفۃ البیت کہتے ہیں مسجد کے ساتھ ایسی نشست گاہ بنائی جائے تو اسے صفۃ المسجد کہا جاتا ہے۔[1]

یہ لفظ اس کے علاوہ اپنے اندر اور معنی بھی رکھتا ہے۔ مثلاً **الصُفَّه**: ہتھیلی پر رکھے ہوئے دانے، **صُفَّةُ السَرَج والرِحلِ**: زین یا کجاوے کی گدی، **صُفَّةُ المَسجِدِ**: مسجد کا سایہ دار چبوترہ، **الصُفَّة**: گرمی کے لئے مکان جس کی چھت گھاس پھوس سے پٹی ہو، **صُفَّةٌ مِنَ الدَهرِ**: زمانے کی ایک مُدت۔ ج: صُفَف، صُفَات، صِفَاف[2] وہ چبوترہ جس پر گھاس پھوس کی چھت ہو۔[3] مکان کے آگے کی ڈیوڑھی۔ دروازے کے آگے بیٹھنے کی جگہ[4] پلیٹ فارم، ڈائس یا بلند مقام۔[5]

---

1 صفہ اور اصحاب صفہ، ہاشمی، عبد القدوس (مولانا)، ماہنامہ نقیب ختم نبوت، مدیر، ابن امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ، دسمبر ۲۰۱۱ء،

2 مصباح اللغات، ص ۴۴۶

3 لسان العرب، تحت ص ف ف

4 فیروز اللغات اُردو جامع ص ۸۶۴

5 اسلامی ریاست، حمید اللہ محمد (ڈاکٹر) طیب پبلشرز، لاہور، بن ندارد، ص ۱۲۸

سنن نسائی اور سنن ابی داؤد میں ''صُفَّۃ النساء'' یعنی عورتوں کا چھپر (جو مسجدِ نبوی میں تھا) کا جملہ موجود ہے۔ [1]

اسی طرح صحیح بخاری اور سنن نسائی میں ''صفۃ زم زم'' کا جملہ لکھا ہے جس کا مطلب ہے: زم زم کے کنویں پر چھپر۔ [2]

ثابت ہوا مسجد نبوی سے ملحق عورتوں کے لئے ایک ایسا ''صُفَّہ'' تھا جہاں وہ مردوں سے الگ اس مخصوص جگہ میں نماز اور جمعہ وغیرہ ادا کرتی تھیں اور مرد حضرات کے لئے بھی ''صُفَّہ'' تھا جہاں وہ اپنے شب و روز گزارتے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔ [3]

بہر حال عام طور سے صُفّہ کو مسجدِ نبوی کا ایک چبوترہ یا سائبان ہی بتایا گیا ہے جو مسجدِ نبوی کے کنارہ پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا۔ مدینے کی مسجد نبوی کے شمالی سرے پر واقع تھا۔ اس میں وہ مہاجرین پناہ لیتے تھے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا نہ ذریعہ معاش۔ احادیث میں ان کیلئے ''اضیاف الاسلام'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ [4]

سمہودیؒ کے نزدیک صُفَّہ میں سب سے پہلے مہاجرین قیام پذیر ہوئے اس لئے اسے ''صفۃ المہاجرین'' کہا گیا۔ [5]

یاد رہے! سمہودیؒ، حمویؒ اور ابن منظورؒ نے ''صفہ'' کو ''ظلہ'' بھی کہا ہے۔ اور ''ظلہ'' کا مطلب سائبان ہے۔ الغرض ایسا چھپر جس کے اوپر سایہ ہو، نیچے چبوترہ ہو اور ارد گرد دیواریں نہ ہوں۔ اسے صفہ اور ظلہ کہا جاتا ہے۔

---

1. سنن النسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائیؒ (امام) م ۳۰۳ھ، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۹۱۳؛ وسنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۳۸۶
2. سنن النسائی، حدیث نمبر: ۱۴۷۸
3. صحیح مسلم، القشیریؒ، ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری (امام) م ۲۶۱ھ، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۶۷۷
4. صحیح البخاری، ترجمہ و شرح، مولانا ظہور الباری اعظمیؒ، حواشی، مولانا محمد امین اوکاڑویؒ، مکتبہ مدنیہ، لاہور، سن ندارد، کتاب الرقاق، باب ۱۷؛ و سیرۃ النبی ﷺ، ج: ۱، حصہ اول، ص ۱۷۳
5. وفاء الوفاء للسمہودی، ج: ۱، ص ۳۲۳، بحوالہ الصلابی، علی محمد محمد (ڈاکٹر)، سیرت النبی ﷺ، دارالسلام، الریاض، ۱۴۲۳ھ، ج: ۲، ص ۱۳۲

بعض لوگوں نے یہ فرق بھی بتایا ہے کہ بیٹھنے کی یہ جگہ کھلی ہو تو "شرفہ" اور اگر چھپر ہو تو اسے "سقیفہ" یا "صفہ" کہا جائے گا۔ سقیفہ بہت بڑے چوبارے کو کہتے ہیں اور صفہ چھوٹے سے مسقف چبوترے کو۔ [۱]

شیخ لبیب البتنونی ؒ اپنی کتاب "رحلة الحجازیه" میں لکھتے ہیں:

"صُفّہ چبوترے کی شکل میں ہے۔ زمین سے نصف میٹر بلند، بارہ میٹر لمبا اور آٹھ میٹر چوڑا ہے، اس کے چاروں طرف تانبے کا جالی دار گھیرا بنا ہوا ہے۔ اس سے چار میٹر کے فاصلہ پر جنوب کی طرف اغوات کا چبوترہ اور مشرق میں گودام ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک چبوترہ شیخ الحرم کی نشست گاہ بنی ہوئی ہے۔ صُفّہ کے جنوب میں مقصورہ شریف کے متصل ایک اور تھڑا بنا ہوا ہے جس میں محرابِ تہجد واقع ہے۔" [۲]

حالیہ تحقیق کے مطابق باب جبریل سے مسجد نبوی میں داخل ہوں تو دائیں جانب یہ متبرک چبوترہ آج بھی قائم ہے۔ اب یہ چبوترہ مسجد نبوی کے اندر آ گیا ہے اور مسجد ہی کی طرح خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی سات میٹر، چوڑائی تین میٹر اور اونچائی نصف میٹر ہے۔ تین جانب نصف میٹر اونچی سنہری ریلنگ لگی ہوئی ہے۔ اس چبوترے پر بھی مسجد کی طرح قالین بچھے ہیں۔ اب اس پر خدامِ مسجد خصوصاً قوی الجسم حبشی النسل وہ خدام بیٹھے رہتے ہیں، جو اپنا رشتہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے ملاتے ہیں۔ [۳]

آج بھی یہ صُفّہ موجود ہے مگر خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہیں اس مقدس صُفّہ پر سجدوں کا شرف حاصل ہو جائے اللہ کے کلام کی تلاوت کی توفیق عطا ہو جائے۔

---

۱ صفہ اور اصحاب صفہ

۲ رحلة الحجازیه، البتنونی، محمد لبیب (الشیخ)، مطبع الجمالیہ، مصر، ۱۳۲۹ھ، ص ۲۴۰

۳ اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا، طاہر، محمد ابراہیم (حافظ) والآخرون، دارالسلام ریسرچ سنٹر، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۳ھ ج: ۵، ص ۹۲؛ و دیار رحمۃ للعالمین، رضوی، آلِ احمد (سید)، ماڈرن بک ڈپو، اسلام آباد، فروری ۱۹۹۳ء، ص ۱۲۵؛ و انسانِ کامل و نبی اکمل ﷺ، منظور ممتاز (ڈاکٹر)، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۴ء، ص ۶۳

مبحث دوم: درس گاہِ صُفّہ کے قیام سے قبل درس و تدریس

O.....ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ کی درس گاہیں

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی اولین آیات میں تعلیم کی اہمیت کا ذکر ہے جو ناخواندہ عربوں کے ماحول میں ایک نئی سی بات نظر آتی ہے۔ ان آیات کریمہ سے مستقبل میں تعلیم سے متعلق سرگرمیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مکہ میں اسلام پر ابتلاء کا دور تھا۔ ضعفاء و مساکین افراد نے سب سے پہلے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا اور وہاں کے مشرکین اُمراء کے مظالم کا شکار ہوئے۔ ابتداء میں اسلام کی تعلیم مخفی انداز میں دی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ایک صحابی حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھ جاتے۔ وہاں قدیم و جدید مسلمان آپ ﷺ سے ملاقات کرتے۔ وہاں آپ ﷺ مسلمانوں کو قرآن کریم کی آیات سناتے تھے، اور اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ اس دور کے ایسے مقامات اور حلقات کو درس گاہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جہاں حالات کی نزاکت اور ضرورت کے مطابق کسی نہ کسی انداز میں قرآن کریم پڑھا پڑھایا جاتا تھا۔

ا۔ درس گاہِ کاشانۂ خدیجہ بنتِ خویلد

اس سلسلے میں سب سے پہلی درس گاہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کا گھر ہے۔ حضرت خدیجہ کو منفرد اعزاز حاصل ہے کہ مطلق طور پر سب لوگوں سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سب سے پہلے آپؓ نے وحی الٰہی سماعت فرمائی اور آپ ﷺ ہی سے سن کر حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلے قرآن کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے نماز کی تعلیم سب سے پہلے آپؓ ہی نے حاصل کی اور آپؓ ہی کے مکان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ سب سے پہلی وحی جو جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی، اس کی تلاوت غارِ حرا کے بعد آپؓ ہی کے گھر میں کی گئی۔ [1]

---

[1] سیرت النبی ﷺ، ج: ۱، ص ۲۱۷ بحوالہ: المرأة فی العهد النبوی للد کتورة عصمة الدین، ص ۳۶

احادیث سے ثابت ہے کہ نماز کی فرضیت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کو وضو اور نماز کی تعلیم دی۔ [1]

ڈاکٹر عصمۃ الدین اس مقدس گھر کی خصوصیات اور امتیازات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

۱۔ غار حرا کے بعد آسمانی وحی کی پہلی تلاوت اس گھر میں ہوئی۔
۲۔ قبولِ اسلام میں سب مردوں اور عورتوں پر سبقت لے جانے والی شخصیت آپ ﷺ کی محبوب بیوی حضرت خدیجہؓ اس گھر کی مکین تھیں۔
۳۔ اقامتِ صلاۃ سب سے پہلے اسی گھر میں ہوئی۔
۴۔ سب سے پہلے ایمان لانے والے تین افراد حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کی فرماں بردار اور اطاعت گزار صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت اُم کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ اسی گھر میں اقامت گزیں تھیں۔
۵۔ نصرتِ دین کی ذمہ داری سب سے پہلے اس گھرانے نے قبول کی۔ گھر کا کوئی فرد، وہ چھوٹا تھا یا بڑا، دعوتِ دین کی حمایت سے پیچھے نہیں رہا۔ [2]

۲۔ درس گاہِ مسجد ابو بکر صدیق

اس سلسلے میں دوسری درس گاہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مسجد ہے، جس میں وہ نماز اور قرآن کریم پڑھتے تھے۔ جیسا کہ کتب سیرت میں مرقوم ہے:

"ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کے باہر صحن میں ایک مسجد بنائی، اور اس میں نماز اور قرآن پڑھتے تھے۔ مشرکین مکہ کی عورتیں اور بچے تلاوت کی آواز سن کر ان کے گرد جمع ہو جاتے اور بڑے غور اور توجہ سے قرآن مجید سنتے تھے۔" [3]

---

۱ السیرۃ النبویہ ابن ھشام، ابن ہشام ابو محمد جمال الدین عبد الملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، ترتیب وتہذیب محمد احسان الحق سلیمانی، مقبول اکیڈمی، لاہور، جنوری ۱۹۸۵ء، ص ۱۳۶

۲ المرأۃ فی العھد النبوی، الدکتورۃ عصمۃ الدین، ص ۴۳ بحوالہ، سیرت النبی ﷺ للصلابی، ج:۱، ص ۲۲۱

۳ الصدیق ابو بکر، ھیکل محمد حسین، دار التراث، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ص ۶۳

مسجد ابو بکر میں نہ کوئی معلم و مقری تھا اور نہ کوئی متعلم اور پڑھنے والا تھا۔ البتہ یہ مسجد تلاوتِ قرآن کا ایک مرکز تھا۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے:

((ھو اول مسجد بنی فی الاسلام فی مکۃ))

''عہدِ اسلام میں یہ پہلی مسجد تھی جو مکہ مکرمہ میں بنائی گئی۔''[1]

اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علمِ انساب اور علمِ تاریخ کے جید عالم، بڑے مہمان نواز اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام کی دعوت کے لئے متحرک ہوئے تو ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ کی دعوت فوراً قبول کرلی۔ ان لوگوں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محنت کا پہلا ثمر یہی پانچ جوان تھے۔[2]

۳۔ درس گاہِ مسجدِ عمار بن یاسر

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عمر اور دوست تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام طیب اور مطیب رکھا تھا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا:

''اسے اجازت دے دو، طیب مطیب کا آنا مبارک ہو۔''[3]

جب ان کے خاندان نے اسلام قبول کیا تو مشرکین مکہ نے انہیں دردناک اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنالی تھی جس میں نماز پڑھا کرتے تھے اور دین مبین کا پرچار کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ قاسم بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے:

---

۱ الصدیق ابو بکر رضی اللہ عنہ، ص ۶۳

۲ التربیۃ القیادیۃ للدکتور الغضبان، ج:۱، ص ۱۱۶، بحوالہ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للصلابی، ج:۱، ص ۲۲۶

۳ صفۃ الصفوۃ، ابن جوزی، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن البغدادی (امام) م ۵۹۷ھ، تحقیق محمود فاخوری و محمد رواس قلعہ جی، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ج:۱، ص ۱۹۱

((أول من بنى مسجدا فصلى فيه عمار بن ياسر))

"سب سے پہلے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے مسجد بنائی اور پھر اس میں نماز پڑھی۔" [1]

جب مشرکین مکہ کے مظالم بڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی:

((يا نار كوني بردا و سلاما على عمار كما كنت بردا و سلاما على ابراهيم))

"اے آگ! عمار رضی اللہ عنہ کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے تو ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی تھی۔" [2]

۴۔ درس گاہِ بیتِ فاطمہ بنت خطاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تھے مگر اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے تھے اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اکثر ان کو قرآن پڑھانے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ [3] جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بہن اور بہنوئی کے اسلام لانے کا علم ہوا تو الٹے پاؤں بہن کے گھر پہنچے تو اس وقت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ان دونوں میاں بیوی کو سورۃ طٰہٰ جو ایک کاغذ پر لکھی ہوئی تھی پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو خباب رضی اللہ عنہ تو ایک کوٹھڑی میں چھپ گئے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کاغذ کو جس میں سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی، اپنی ران کے نیچے چھپا لیا۔ [4]

عرب عالم عبدالغفار عزیز نے اس درس گاہ کے طلباء میں حضرت نعیم بن عبداللہ النّحام رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا ہے۔ [5]

---

1. ابن ابی شیبہ فی المصنف، ج: ۱۲، ص ۱۲۱، بحوالہ، کتاب الاوائل، الشیبانیؒ، ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم النبیل (امام) م ۲۸۷ھ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، ص ۲۲۲؛ وکتاب الاوائل، السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۱۴۶
2. وزراء حول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، عبدالعزیز الشناوی، دارالسلام، الریاض، ۲۰۰۴ء، ص ۱۱۸
3. السیرۃ النبویہ ابن ھشام، ص ۱۸۹
4. السیرۃ النبویہ ابن ھشام، ص ۱۹۰
5. الدعوۃ الاسلامیۃ لعبدالغفار عزیز، ص ۹۶، بحوالہ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم للصلابی، ج: ۱، ص ۲۴۰

اسی درس گاہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان بھی ہے:

((کان القوم جلوساً یقرؤن صحیفة معهم))

"یہ جماعت بیٹھ کر صحیفہ پڑھ رہی تھی جوان کے پاس تھا۔"[1]

بیت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کو قرآن کی تعلیم کا مرکز اور درس گاہ کہا جا سکتا ہے جس میں کم از کم تین طالب علم اور ایک معلم تھے۔

۵۔ درس گاہِ دارِ ارقم بن ابی ارقم

اسلام قبول کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے حضرت خدیجہ کا گھر تنگ پڑ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظرِ انتخاب دارِ ارقم بن ابی ارقم پر پڑی۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ فریقین (مسلمانوں اور مشرکین مکہ) کے درمیان سب سے پہلا ٹکراؤ، جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک کو زخمی کر دیا تھا، کے بعد دارِ ارقم کو اعلیٰ قیادت کا مرکز بنا لیا گیا۔[2]

امام ابو الولید ازرقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اخبار مکّہ" میں لکھتے ہیں:

((یجتمع هو و اصحابه عند الارقم بن ابی الارقم و یقرء هم القرآن و یعلّمهم فیه))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، دارِ ارقم بن ابی ارقم میں جمع ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور دین کی تعلیم دیتے تھے۔"[3]

۶۔ مکّہ مکرمہ کی دیگر درس گاہیں

یزید بن رومان ؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے نبوت سے تین سال تک

---

۱ السیرۃ النبویہ ابن ھشام، ص ۱۹۱

۲ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم للصلابی، ج:۱،ص ۲۴۰۔۲۴۱

۳ اخبار مکہ، امام ابو الولید ازرقیؒ، ج:۲، ص ۲۱۰، بحوالہ، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، مبارکپوریؒ، قاضی اطہر (مولانا)، ادارہ اسلامیات، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۰، ص ۲۷

مکہ میں پوشیدہ طور پر رہے۔ چوتھے سال آپ ﷺ نے اعلانیہ تبلیغ شروع کی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے دس سال تک لوگوں کو اس طرح اسلام کی دعوت دی کہ کفار و مشرکین کے جلسوں، بازاروں، موسمی میلوں (عکاظ و مجنہ و ذی المجاز) میں لوگوں کی قیام گاہوں پر اور مناسک حج کے مواقع و مقامات میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو قرآن کریم سناتے تھے اور فرماتے:

((ایہا الناس قولو لا الہ الا اللہ تفلحوا)) [2]

مکہ مکرمہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دو دو، چار چار جمع ہو کر قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے، خاص طور سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں نے جرأت و ہمت سے کام لیا اور کھل کر جگہ جگہ قرآن سننے سنانے کا مشغلہ جاری کیا۔ شعب ابی طالب میں حصار کے تقریباً تین سالہ دور میں رسول اللہ ﷺ قرآن کریم پڑھتے پڑھاتے تھے۔ یہاں خاندانِ ابو طالب رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے حضرات کی موجودگی کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ بھی تعلیم و تعلم میں مصروف رہے ہوں گے۔

O......سفرِ ہجرت مِدینہ کے دوران درس گاہیں

ا۔ درس گاہِ مسجد بنی زریق

اس درس گاہ کے معلّم حضرت رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زریق سے ہیں۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور دس سال کی مدت میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا حضور ﷺ نے ان کو عطا فرمایا جس میں سورۃ یوسف بھی شامل تھی۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو آبادی میں ایک چبوترہ پر قرآن کی تعلیم دینی شروع

---

[1] طبقات الکبریٰ، ابن سعدؒ، ابوعبداللہ محمد البصری (علامہ) م ۲۳۰ھ، دار صادر، بیروت، رجب ۱۳۸۹ھ، ج:۱، حصہ اوّل، ص ۲۲۵

[2] الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ، ابن جوزیؒ، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی (امام)، دار المصطفیٰ، القاہرۃ، ۱۳۲۶ھ، ص ۲۲۵

کی۔ بعد میں اسی چبوترہ پر مسجد بنی زریق کی تعمیر ہوئی۔اس درس گاہ کے اُستاد اور اکثر شاگرد قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زُریق کے مسلمان تھے۔[1]

طبقات ابن سعد میں ہے:

((اول مسجد قُرِیء فیه القُرآن بالمدینةِ مَسجد بنی زُریق))

''مدینہ کی پہلی مسجد جس میں قرآن پڑھا گیا مسجد بنی زریق تھی۔''[2]

۲۔ درس گاہِ مسجد قباء

اسلام جیسے مذہب کے لئے عبادت کی ایک وسیع بنیادی جگہ ہونی چاہیے جو معاشرتی انفراسٹرکچر کو مدنظر رکھ کر بنائی گئی ہو۔ پہلے پہل ہجرت کر کے آنے والوں میں سے جو قباء میں قیام پذیر ہوئے انہوں نے ایک مسجد بنائی جس میں وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سال بھر نمازیں پڑھتے رہے۔جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے قباء میں قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور اس مسجد میں نماز ادا کی۔یہی مسجد تقویٰ کہلاتی ہے۔[3]

رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے جن مہاجرین اولین کی جماعت عصبہ میں آئی جو قباء میں ایک جگہ ہے تو ان کی امامت حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کرتے تھے، وہ ان لوگوں میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔[4]

۳۔ درس گاہِ بیت الاعزاب (بیت العُزاب)

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوی کو یثرب کی بیرونی بستی قباء پہنچے، جسے عالیہ بھی کہا جاتا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے قباء میں قبیلہ عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔رات کو سعد بن خیثمہ اوسی رضی اللہ عنہ کے ہاں مجلس لگتی۔[5]

---

۱ فتوح البلدان ص ۴۵۹

۲ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۲۷

۳ فتوح البلدان بحوالہ اطلس السیرۃ النبویۃ، شوقی ابو خلیل (ڈاکٹر)، دار السلام، الریاض، ۱۴۲۴ھ، ص ۱۵۱

۴ جامع بیان العلم، ج:۲، ص ۶

۵ (اقتباس ملخص) اطلس السیرۃ النبویۃ، ص ۱۵۱

حضرت سعد بن خیثمہ اوسی رضی اللہ عنہ کا مکان گویا مدرسۂ قبا کے طلباء کے لئے دارالاقامہ تھا، جسے بیت العزّ اب بھی کہا جاتا تھا۔ مسجد قباء کے علاوہ اس مکان میں بھی درس و تدریس کا اہتمام تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیوی بچوں والے نہیں تھے اور کئی غیر شادی شدہ مہاجر اُن کے ہاں مقیم تھے اس لئے اُن کا گھر "کنواروں کی قیام گاہ" کہلانے لگا تھا۔[1] قباء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام چودہ دن رہا۔[2]

۴۔ درس گاہِ نقیع الخضمات

حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے مدینہ میں بنی بیضاء کے پتھریلے مقام کی نشیبی زمین میں جس کا نام چشمۂ خضمات تھا، جمعہ کی نماز پڑھائی تھی۔ اس روز وہاں چالیس آدمی تھے۔[3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((اوّل من قدم علینا مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم و کانوا یقرؤن الناس))

"ہمارے یہاں سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، اور یہ حضرات لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔"[4]

ابن ہشامؒ کی روایت ہے:

((فلما انصرف عنه القوم و بعث رسول الله ﷺ معهم مصعب بن عمیر بن هاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی۔ و امره ان یقرِئهم القرآن، و یعلمهم الاسلام، و

---

۱ السیرة النبویه ابن هشام، ص ۲۷۹؛ و سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ کے تناظر میں، سید معین الحقؒ (ڈاکٹر)، ترجمہ، رفیع الزماں زبیری، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۱۲، ص ۲۷۱

۲ (اقتباس ملخص) اطلس السیرة النبویہ، ص ۱۵۱

۳ السیرۃ النبویہ ابن ہشام، ص ۴۴۲

۴ صحیح بخاری، باب مقدم النبی اصحابہ الی المدینہ

بفقهم فی الدین فکان یُسمّیٰ المقری بالمدینة مصعب، و کان منزلة علی اسعد بن زرارة بن عداس ابی امامة))

''جب یہ لوگ (انصار، بیعت کر کے) رخصت ہوئے تو حضور ﷺ نے مصعب بن عمیر بن ھاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی کو ان کے ساتھ کیا تا کہ ان کو قرآن شریف پڑھائیں اور احکامِ اسلام تعلیم کریں اور ان میں دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ بوجھ پیدا کریں۔ چنانچہ مدینہ میں مصعب رضی اللہ عنہ مقری بالمدینہ (معلمِ مدینہ) کہلاتے تھے اور ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔''[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تینوں حضرات درس گاہ نقیع الخضمات میں قرآن کی تعلیم اور اشاعتِ اسلام میں ایک دوسرے کے شریک تھے۔

۵۔ درس گاہِ دارِ ابو ایوب انصاری

مسجد نبوی کی تعمیر اور حجروں کی تکمیل تک آپ ﷺ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا اور مکان کے نیچے کی منزل میں سکونت پذیر رہے، کیونکہ (دین سیکھنے کے لئے) آپ ﷺ کے پاس لوگوں کا آنا جانا رہتا تھا۔[2]

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجدِ نبوی کی تعمیر سے قبل ایک ماہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر رہے۔[3] بلاذری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے ہاں آپ (ﷺ) کا قیام سات مہینے رہا۔[4]

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف فرما ہوئے تو آپ کے پاس لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ ایک یہودی عالم عبد اللہ بن سلام آیا۔ اس

---

۱ السیرۃ النبویہ ابن ھشام ص ۲۴۴

۲ السیرۃ النبویہ ابن ھشام ص ۱۷۶

۳ تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانیؒ (علامہ) ترجمۃ ۹۱۱۳ بحوالہ اطلس السیرۃ النبویہ ص ۱۶۵

۴ فتوح البلدان ص ۲۶؛ وحیاتِ سرورِ کائنات ﷺ، واحدی دہلویؒ (ملا) نشریات لاہور ۲۰۰۸ء ص ۱۴۵

نے آپ ﷺ سے چند سوال کیے، وہ کہنے لگا میں آپ ﷺ سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کرنے لگا ہوں۔ انہیں نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا (پہلی بات) قیامت کی ابتدائی نشانیاں کیا ہیں؟ (دوسری بات) جنت والے سب سے پہلے کون سا کھانا کھائیں گے؟ (تیسری بات) اس کی کیا وجہ ہے کہ لڑکا کبھی باپ پر جاتا ہے اور کبھی ماں پر؟

جب رسول اللہ ﷺ نے ان سوالات کے جوابات دے دیئے تو کہنے لگا:

((اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الله))

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔"[1]

اس زمانہ میں مندرجہ بالا پانچ درس گاہوں کے علاوہ مدینہ منورہ کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں درس و تدریس جاری تھی۔ خاص طور پر بنونجار، بنو عبدالاشہل، بنو ظفر، بنو عمر بن عوف، بنو سالم وغیرہ کی مسجدوں میں اس کا انتظام تھا اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ان کے امام اور معلم تھے۔ ان درس گاہوں میں قرآن اور نماز کی تعلیم کے ساتھ ان ہی امور کے بارے میں تعلیم و تربیت دی جاتی تھی جن کا حکم حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو روانہ کرتے وقت آپ ﷺ نے دیا تھا۔

((و امره ان یقرِئهم القرآن، و یعلمهم الاسلام، و یفقهم فی الدین))

"ان کو قرآن شریف پڑھائیں اور احکامِ اسلام تعلیم کریں اور ان میں دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ بوجھ پیدا کریں۔"[2]

یہ درس گاہیں دن رات، صبح و شام کی قید سے آزاد تھیں اور ہر شخص ہر وقت ان سے استفادہ کرتا تھا۔

---

1. فتح الباری، ج: ۷، ص ۱۹۷
2. السیرة النبویہ ابن ہشام، ص ۲۴۴

مبحث سوم: مسجد نبوی کی تعمیر اور درس گاہ صُفّہ کا قیام

مدینہ منورہ کے مسلمانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ یہاں سب سے پہلے اعیان واشراف اور سرداران قبائل نے برضا و رغبت اسلام قبول کر کے اس کی ہر طرح مدد کی، خاص طور پر قرآن کریم کی تعلیم کا متعدد مقامات پر معقول انتظام کیا۔ حضرت عائشہ ﷝ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا يَفتح مِن مِصرٍ اَو مَدِينةٍ عَنوَةً، فَان المَدِينة فتحت بِالقُرآن))

"کچھ ملک اور شہر زور اور زبردستی سے فتح ہوئے اور مدینہ، قرآن کریم کے ذریعے فتح ہوا۔"[1]

۱۔ تاسیس ریاستِ اسلامی

یثرب میں قیام کے پہلے ہی روز سے رسول اللہ ﷺ نے عظیم اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنے کا آغاز کر دیا جسے بعد میں اللہ کے حکم سے ہر طرف پھیلنا تھا اور اس وقت کی دو بڑی قوتوں، پہلوی اور رومی سلطنتوں کو زیرِ نگیں لانا تھا۔ جمہور مؤرخین کے نزدیک اسلامی حکومت کا قیام جن بنیادوں پر ہوا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات

۲۔ مسجد نبوی کی تعمیر اور درس گاہِ صُفّہ کا قیام

۳۔ رسول اللہ ﷺ اور یہود کے درمیان میثاق

۴۔ اوس اور خزرج کی قبائلی عصبیت کو درست رخ دینا[2]

جوں جوں دعوت و تبلیغ، تعمیر معاشرہ اور تاسیس ریاست اسلامی کے مراحل طے

---

۱ فتوح البلدان، ص ۲۸

۲ سیرت سید المرسلین ﷺ، النجار، محمد طیب (رئیس جامعۃ الازہر)، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ، ص ص ۱۷۳۔۱۷۴

ہوتے رہے، اُمت مسلمہ اپنے علمی سفر میں بھی نئی نئی منزلوں سے روشناس ہوتی رہی۔ قرآن کریم نے تحصیل علم پر زور دیا اور اس راہ میں تگ و دو کرنے والوں کو خراج تحسین پیش کیا۔

۲۔ مسجد نبوی کی تعمیر

مسجد کی تعمیر اسلامی معاشرے کی تاسیس کی اولین اور اہم بنیاد ہے۔ اسلامی معاشرے کو اسی صورت میں رسوخ اور استحکام مل سکتا ہے جب وہ اسلام کے نظام، عقیدہ اور آداب کا التزام کرے اور یہ سب چیزیں مسجد کی روح اور اس کے نظام سے وجود میں آتی ہیں۔ مسلمانوں کے معاشرہ اور ان کی نئی حکومت میں انہی تصورات کو قائم اور راسخ کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر فرمائی۔ اس زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے یہ زمین قیمتاً خریدی۔ اس جگہ کی قیمت دس دینار طے ہوئی اور اسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا کیا گیا۔ [1]

مسجدِ نبوی کی حیثیت

آغازِ اسلام کے بعد جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو مسجدِ نبوی آپ ﷺ کی تمام سرگرمیوں کا مرکز تھی۔ گویا اسلام کا عظیم الشان مدرسہ وہ مسجد تھی جہاں رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو نہ صرف مذہبی بلکہ تمام دنیوی امور کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ عرب کے خانہ بدوش اور جاہل لوگوں کو معیشت کے آداب سکھایا کرتے تھے۔ مسلمانوں کی درسی کتاب قرآن مجید تھی۔ طریق تدریس، گفتگو، وعظ، میل جول اور زیادہ تر عملی تھا۔ مقصدِ تعلیم و تربیت، اخلاق کی نشوونما اور کردار کی اصلاح تھا، جس کا ذریعہ دینی و دنیوی علوم بنائے گئے۔ مسجد کی اہمیت صرف بطورِ معبد ہی کے نہ تھی، بلکہ اسے اسلامی نظامِ تمدن و ریاست کا سرچشمہ و مرکز بننا تھا۔ وہ حکومت کا دربار، مشورے کا ایوان، سرکاری مہمان خانہ، جمہوری دارالعلوم (درس گاہِ صُفَّہ) اور قومی لیکچر ہال کی حیثیت سے برپا کی گئی۔ ظفیر الدینؒ کا کہنا ہے:

---

[1] اَلْمَوَاهِبُ اللَّدُنِيَّة بِالْمِنَحِ الْمُحَمَّدِيه، قسطلانی رحمہ اللہ، احمد بن محمد (امام)، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۲، جنوری ۲۰۱۱ء، ج: ۱، ص ص ۲۰۰۔۲۰۱: و فتح الباری، ج: ۱، ص ۴۴۷

''مرکزِ اسلام کی یہ مسجد صرف رسمی مسجد نہ تھی، بلکہ اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ تھی، جہاں دین و دنیا کے سارے قوانین ترتیب پاتے تھے، لشکرِ اسلام کو قواعدِ جنگ بتائے جاتے تھے، یہیں سے جہاد میں فوج روانہ کی جاتی تھی، وفود یہیں اُترتے تھے، اسی میں مدینہ کا پہلا اسلامی دارالعلوم تھا، اسی میں رسول الثقلین ﷺ کا دربار لگتا تھا، اسی میں فصلِ خصومات منائے جاتے تھے اور اسی میں مجرمین کو قید بھی کیا جاتا تھا۔''[1]

اس کے علاوہ مدینہ کے یہودی اور مشرکین اسلام اور قرآن کے بارے میں کوئی بحث و مباحثہ کرنے آتے، رسول ﷺ سے کوئی سوال پوچھنا چاہتے تو وہ مسجد میں ہی حاضرِ خدمت ہوتے تھے۔ اس طرح مسجد نماز اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ تبلیغ اور غور و فکر کا بھی مرکز بن گئی۔ اگر کسی قبیلے کا کوئی سفارتی وفد آتا تو اس سے بات چیت اور مذاکرات کی جگہ بھی مسجد ہی ہوتی تھی۔ اگر کوئی فوجی مہم بھیجنے کی ضرورت پیش آجاتی تو اس کی ترتیب و تنظیم کا کام بھی مسجد میں ہی ہوتا تھا۔ بیرونِ مدینہ تبلیغی اور سفارتی وفود بھیجنے کے فیصلے بھی مسجد میں ہوتے تھے۔ یہ وفد مسجد میں ترتیب دیے جاتے تھے۔ ہمسایہ ریاستوں اور قیصر و کسریٰ کے نام ارسال کردہ مراسلے بھی مسجدِ نبوی میں ہی تحریر کروائے گئے تھے۔ بیرونی حاکموں کے سفیر مسجد ہی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ بیرونِ مدینہ سے رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کے لئے آنے والے وفود کا قیام بھی مسجد سے ملحق دارالاقامہ صُفّہ میں ہوتا تھا۔[2]

گویا دارالشریعت (پارلیمنٹ)، دارالعلوم (صُفّہ یونیورسٹی)، دارالعسکر (فوجی چھاؤنی) اور دارالحبس (جیل خانہ) سب کا کام اسی مسجد مقدس سے لیا جاتا تھا۔

O... مسجد نبوی کی وضع قطع

مسجد کی وضع قطع اور بناوٹ ہر قسم کے تکلفات سے بری اور مذہبِ اسلام کی سادگی کی

---

1. نوڈیہاوی، محمد ظہیر الدین (مولانا)، اسلام کا نظامِ مساجد، مکتبہ ادبِ اسلامی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ص ۲۲۔۲۳
2. آلامیدن ﷺ محمد رفیق ڈوگر، دید شنید پبلشرز، لاہور، اپریل ۲۰۰۶ء، ج: ۲، ص ۵۰

تصویر تھی۔ دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں، اوران پر برگِ خرما کا چھپر تھا۔ مسجد کا ایک حصہ ان لوگوں کے رہنے سہنے کے لئے مخصوص کر دیا گیا جن کا اپنا کوئی گھر بار نہ تھا۔[1]

صحیح بخاری کی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان خدا پرستوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں جو مسجد تیار کی وہ سارے تکلفات اور آرائش سے پاک تھی، نہ نقش ونگار تھے، نہ جھاڑ و اور فانوس، نہ چمکتے دمکتے پتھر تھے اور نہ آنکھیں خیرہ کرنے والا رنگ و روپ، بلکہ مسجدِ نبوی سادگی کی آپ اپنی مثال تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کے پتوں کی چھت اور کھجور ہی کے ستون۔[2]

اس غریبانہ عبادت گاہ میں ہر کام نہایت سادگی سے کیا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر کوئی فرش بچھائے بغیر نماز ادا کرتے اور کھجور کے ایک ستون کے سہارے کھڑے ہو کر وعظ فرماتے اور جو جانثار آپ کے ارد گرد جمع تھے اُن کے دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح کی گہرائیوں میں تلاطم پیدا کر دینے والے الفاظ کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر دھڑکنے لگتے۔

۳۔ درس گاہِ صُفّہ کا قیام

ہجرتِ عامہ سے دو سال پہلے ہی مدینہ منورہ میں مسجدِ بنی زُریق، مسجدِ قباء، بیت العزّاب اور نقیع الخضمات اور دیگر مساجد و مقامات میں قرآن، تفقہ فی الدین اور شرائع اسلام کی تعلیم ہو رہی تھی، اوران میں تعلیمی خدمات انجام دینے والے حضرات کے لئے معلم اور مقری کا لقب مشہور ہو گیا تھا اوران کے فضلاء اور فارغین کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی تھی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر مسجدِ نبوی میں مرکزی درس گاہ کا اجراء ہوا۔ معلمِ انسانیت کی حیثیت سے قرآنی نصابِ تعلیم کے مطابق ایک مثالی درس گاہ کو قائم کرنا اور اسے کامیابی سے چلانا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں

---

[1] The Spirit of Islam، روحِ اسلام، سید امیر علیؒ، ترجمہ، محمد ہادی حسین، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، جنوری ۲۰۱۰ء، ص ۱۴۱

[2] صحیح بخاری، باب بنیان المسجد، اسلام کا نظام مساجد، نوڈیہادیؒ، محمد ظفیر الدین (مولانا)، مکتبہ ادبِ اسلامی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ص ۲۲۔ ۲۳

ایک کھلی، اقامتی درس گاہ قائم کی، جس کی حیرت انگیز کامیابی اس کے مثالی ہونے کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد سب سے پہلا جو کام کیا وہ مسجد کی تعمیر تھی۔ جس کے ایک حصے میں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے لئے تدریس کا انتظام کیا۔ یہ جگہ صُفہ کے نام سے معروف ہے جو رات کے وقت اقامت گاہ بن جاتی اور دن کے وقت ایک لیکچر ہال، جہاں ہر کوئی بیٹھنے اور حصولِ علم کے لئے آزاد تھا۔''[1]

ڈاکٹر خالد محمود شیخ، صُفّہ کی تعمیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

Immediately upon his arrival at Madina, Rasulullah [saw] built Masjid-an-Nabvi, the Prophet's Mosque, and built living quarters next to it. Many Sahabah lived in the Masjid on the Suffah, which was a type of elevated platform. Here they learned the meaning of the Quran from Rasulullah [saw] and studied his Sunnah. Thus the Suffah was actually the first Islamic University. [2]

ڈاکٹر ماجد علی خانؒ رقمطراز ہیں:

A big platform with a thatched roof, was built in one of the corners of the Masjid. It became the training center for Islamic education and also a shelter for poor Muslims 'especially the poorer emigrants from Mecca. [3]

آپ ﷺ کی مدت حیات کے اندر ہی ایک تعلیمی ادارے کی داغ بیل پڑ گئی، جس کی بنیاد پر آئندہ سالوں میں دیگر شہروں میں بڑی بڑی جامعات قائم ہوئیں۔ بغداد، سالرنو،

---

۱ Introduction to Islam حمید اللہؒ محمد (ڈاکٹر) ترجمہ سید خالد جاوید مشہدی، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۵۵

۲ Hadith and its literary style, Dr. Shaikh Khalid Mehmood , National Book Foundation, Islamabad, First print 2001, Page 25-26

۳ The Final Messenger PBUH, Dr. Muhammad Majid Ali Khan,, Dawah Academy, International Islamic University, Islamabad, 1983, p 114

قاہرہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ یہاں معلمین اسلام بنفسِ نفیس صفائے قلب اور پاکیزگی روح پیدا کرنے کے لئے تعلیم دیتے تھے۔ [1]

خورشید ناظر درس گاہ صُفّہ کے ماحول کی روح پرور منظرکشی کچھ اس انداز سے کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں تھڑا اک ایسا بنوایا
کہ اس جیسا کبھی دنیا میں پہلے نہ تھا بن پایا
تھڑا کیا، جامعہ تھا اور مسافر خانہ بھی تھا یہ
سبھی دینی مجالس کے لئے بھی مکتفی تھا یہ
حصولِ علم کی خاطر، یہاں جو لوگ آتے تھے
اسی پر سب رسول اللہؐ سے وہ تعلیم پاتے تھے
یہیں دن رات رہ کر اپنے ذہنوں کو وہ چمکاتے
یہیں پڑھتے، یہیں سوتے، یہیں پیتے، یہیں کھاتے
جو تھے جہل مرکب، وہ یہاں آ کے بنے عالم
یہاں کے نور سے ذہنوں کو چمکا کہ بنے عالم
یہاں جو فرش پر سوئے، انہوں نے کی جہاں بانی
یہاں کے بیٹھنے والے ہوئے دنیا میں لافانی
یہیں کے تربیت نے زندگی کے رنگ کو بدلا
ہر اک انداز، ہر اک سوچ، ہر اک ڈھنگ کو بدلا
حقیقی علم کیا ہے اور حقیقی زندگی کیا ہے
جہالت کا اندھیرا کیا ہے، دیں کی روشنی کیا ہے
اسی صُفّہ نے ان کو روشنی کے وہ دیئے تحفے
کہ جس سے وہ زمانے بھر پہ سلطانی تھے کر پائے [2]

---

[1] The Spirit of Islam، رُوحِ اسلام، ص ۵۳۳

[2] بلغ العُلیٰ بکمالہ، ناظر، خورشید نشریات، لاہور، ایڈیشن: ۲۰۰۸،۱، ص ۲۲۹

O... عورتوں کے لئے درس گاہ صُفّہ

پرانے معاشروں میں عورت پر تعلیم کے دروازے بند تھے، لیکن آپ ﷺ نے آغاز ہی سے اس کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ آپ ﷺ نے علم کے دروازے مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں طور پر کھول دیے۔

امام حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((طلب العلم فریضة علی کل مسلم))

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو احکام دین سیکھنے کے لئے مساجد میں آنے اور نماز عیدین میں بھی شریک ہونے کی اجازت دی۔ صحابیات رضی اللہ عنہن، آپ ﷺ کی مجالس وعظ و تلقین میں شریک ہوتی تھیں۔ سنن نسائی اور سنن ابی داؤد میں ''صُفّة النساء'' یعنی عورتوں کا چھپر (جو مسجدِ نبوی میں تھا) کا جملہ موجود ہے۔[2]

ثابت ہوا مسجد نبوی سے ملحق عورتوں کے لئے ایک ایسا ''صُفّہ'' تھا جہاں وہ مردوں سے الگ اس مخصوص جگہ میں نماز اور جمعہ وغیرہ ادا کرتی تھیں اور مرد حضرات کے لئے بھی ''صُفّہ'' تھا جہاں وہ اپنے شب و روز گزارتے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

''درس گاہِ صُفّہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں بچے اور پیر و جواں، نیز عورتوں کی تعلیم و تربیت کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔''[3]

صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قالت النساء للنبی ﷺ: غلبنا علیك الرجال، فاجعل

---

1. مُعجَم صَغِیر، طبرانیؒ، ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، تحقیق محمد شکور و محمود الحاج، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ایڈیشن: ۱، ۱۴۰۵ھ، ص ۶۴، حدیث نمبر: ۹
2. سنن النسائی، حدیث نمبر: ۴۹۱۳؛ وسنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۳۸۶
3. پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، ناصر نصیر احمد (ڈاکٹر)، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، س ن ندارد، ص ۴۱۷

لنا یوماً من نفسك، فوعدهن یوما لقیهن فیه، فوعظهن امرهن))

''عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مردوں نے آپ ﷺ سے (علم و حکمت میں) ہم سے زیادہ حصہ لیا ہے، آپ ﷺ ہمارے لئے کوئی دن (تعلیم و تربیت کے لئے) مخصوص و معین فرما دیں۔ آپ ﷺ نے اُن سے ایک دن کا وعدہ کرلیا۔ اس میں آپ ﷺ ان سے ملے اور انہیں نصیحت فرمائی اور انہیں مناسب احکام دیئے۔'' [1]

صحیح بخاری ہی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اجتمعن فی یوم کذا و کذا فی مکان کذا و کذا))

''فلاں فلاں دن فلاں جگہ میں اکٹھی ہو جانا۔'' [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

((موعد کن بیت فلانة فاتاهن فحدثهن))

''تمہارے ساتھ مقام اجتماع فلاں عورت کا گھر ہے۔'' [3]

آپ ﷺ نے عورتوں کے لئے ایک الگ دن مقرر فرمایا۔ اس روز آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی معیت میں خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جاتے اور عورتوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ [4]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں:

((أن رسول الله ﷺ خرج و معه بلال، فظن انه لم یسمع النساء فوعظهن و امرهم بالصدقة، فجعلت المراة تلقی

---

1. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۰۲
2. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۳۱۰
3. فتح الباری، ج:۱،ص ۱۹۶
4. اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۱۹،ص ۱۵۱

القرط والخاتم، وبلال یاخذ فی طرف ثوبه))

''نبی کریم ﷺ (ایک مرتبہ عید کے موقع پر لوگوں کی صفوں میں) نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے تو آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ عورتوں کو (خطبہ اچھی طرح) نہیں سنائی دیا تو آپ ﷺ نے انہیں نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا تو (یہ وعظ سن کر) کوئی عورت بالی (اور کوئی عورت) انگوٹھی ڈالنے لگی، اور بلال رضی اللہ عنہ اپنے کپڑے کے دامن میں (یہ چیزیں) لینے لگے۔'' [1]

درس گاہِ صُفّہ کے علاوہ صحابیات رضی اللہ عنہن کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوتیں اور آپ ﷺ سے براہ راست یا بواسطۂ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن استفادہ کر کے لوٹتیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

((نعم النساءِ الانصار لم یمنعهن الحیاءُ ان یتفقهن فی الدین))

''انصار کی عورتیں اچھی عورتیں ہیں کہ شرم انہیں دین میں سمجھ پیدا کرنے سے نہیں روکتی۔'' [2]

حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں آنحضرت ﷺ کے خطبہ جمعہ کے دن سب سے پچھلی صف میں بیٹھی ہوئی سنتی تھی۔'' [3]

حضرت یسیرہ رضی اللہ عنہا مہاجرات میں سے تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

''تسبیح، تہلیل اور تقدیس کو لازم کرو اور پوروں کے ساتھ ذکر کرو، کیونکہ ان سے

---

۱ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۸

۲ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۳۰

۳ الاصابة، العسقلانی رحمہ اللہ، الحافظ احمد بن علی بن حجر (امام) م ۸۵۲ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج: ۴، ص ۲۸۶؛ و اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۹، ص ۲۴۸

پوچھا جائے گا اور انہیں قوتِ گویائی عطا کی جائے گی۔ اور غفلت نہ کرنا کہ رحمت کو بھول جاؤ۔" [۱]

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا:

"کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں، جو تو مصیبت کے وقت یا مصیبت میں کہا کرے:

((اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئا))

"اللہ اللہ ہی میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔" [۲]

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کہتی ہیں:

((ما حفظت (ق) الا من فی رسول اللہ ﷺ، یخطب بھا کل جمعۃ))

"میں نے سورۂ ق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زبانی یاد کی ہے، وہ ہر جمعہ اس سے خطبہ دیتے۔" [۳]

"ایک بار ایک خاتون نے حاضر خدمت ہو کر اپنا خواب بیان کیا کہ "میں نے دیکھا کہ میرے گھر کا ستون مجھ پر ٹوٹا ہوا ہے۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، تیرا شوہر سفر سے واپس آئے گا۔" [۴]

نیز مردوں کی طرح عورتیں اپنی مجالس میں خوش طبعی بھی کرتیں اور اپنے شوہروں کے بارے میں باتیں کرتیں۔ اس کی ایک مثال "شمائل" میں باب "ماجاء فی کلام رسول اللہ ﷺ فی السمر" کی حدیث اُم زرع ہے۔ [۵] ابوالفضل قاضی عیاض مالکی

---

۱ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۱۴۹۸

۲ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۱۵۲۲

۳ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۸ اور ۲۰۱۴

۴ ابن سیرینؒ (علامہ)، تعبیر الرؤیا، موسسۃ ناصر الثقافیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۴ھ، ص ۶۲

۵ الشمائل المحمدیہ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ترمذی (امام) م ۲۷۹ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، بن ندارد، حدیث نمبر: ۲۴۱

رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس قصے کی فقہ یہ ہے کہ نفس کی تسلی اور دل و دماغ کی تراوٹ کے لئے چٹ پٹی کہانیاں اور قصے بیان کرنا درست ہے۔[1] پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت کی بدولت مسلمان خواتین کو اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کا پورا شعور تھا، لہٰذا وہ تحریکِ اسلام میں بھرپور حصہ لیتی تھیں۔ علاوہ بریں تحریکِ اسلام کی کامیابی کے لئے انہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کی اہمیت کا شعور تھا۔[2]

صحابیات رضی اللہ عنہن کی ایک کثیر تعداد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث کی روایت بھی کی ہے۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے علاوہ سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا شمار بھی کثیر الروایت صحابیات میں ہوتا ہے۔ علوم اسلامیہ کے علاوہ دیگر علوم میں بھی صحابیات کو عبور حاصل تھا، جس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل ہے:

- حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا — علم تفسیر، علم طب اور خطابت
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا — علم طب اور تاریخِ عرب
- حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا — علم اسرار الدین
- حضرت اسماء بنت سکن رضی اللہ عنہا — فصیح و بلیغ خطابت
- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا — علم تفسیر
- حضرت رفیدہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا — علم طب و جراحت
- حضرت خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا — فن شعر و شاعری
- حضرت فضہ حبشیہ رضی اللہ عنہا — متکلمہ بالقرآن[3]

---

[1] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۲۳۹

[2] پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۵۲۱

[3] مسند فاطمۃ الزہرا، السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۳ھ؛ واُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۱۹، ص ۲۵۰؛ و احادیث فاطمۃ الزہرا، دشتی، سید محمد (آیت اللہ)، مؤسسۃ فقہ الشیعۃ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۶ء، ص ۳۴؛ وصحیفۃ الزہرا، مقدمہ: وقیومی، جواد (علامہ)، دفتر تنظیم المکاتب، لکھنؤ، ہندوستان، ۱۴۲۲ھ، ص ص ۵۱۔۵۵؛ و البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا و الدین، الماوردیؒ، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب (امام) م ۴۵۰ھ، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد، ص ص ۲۴۵۔۲۴۶

ڈاکٹر احمد التنوجی نے اپنی کتاب "**شاعرات فی عصر النبوۃ**" میں آپ ﷺ کے عہد مبارک کی دو سو گیارہ (۲۱۱) شاعرات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں آپ ﷺ کے خاندان کی بعض قریبی خواتین نے بھی شاعری کی۔ [1]

ہندوستانی اسکالر ظفر عالم نے پانچ خواتین کے اسماء بیان کیئے ہیں جو عہد نبوی میں لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔

- O حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا O حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا
- O حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا
- O حضرت کریمہ بنت المقداد رضی اللہ عنہا
- O حضرت شفا بنت عبداللہ العدویہ رضی اللہ عنہا [2]

رسول اللہ ﷺ کے چار سے زائد نکاح کرنے میں بھی یہی راز تھا کہ اللہ تعالیٰ شریعت کے ظاہر و باطن اوران تمام امور کو نقل کروانا چاہتا تھا جن کے ذکر سے حیا آتی ہے، رسول اللہ ﷺ سب انسانوں سے بڑھ کر حیا دار تھے۔ تاج الدین بکیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے "**ترشیح التوشیح**" میں اپنے والد سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

> "اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زوجیت میں کئی خواتین دے دیں تا کہ وہ ان تمام شرعی اقوال اور افعال کو لوگوں تک منتقل کر دیں جن کا حیا کی وجہ سے لوگوں کے سامنے اظہار نہیں ہو سکتا تھا، تا کہ شریعت کی تکمیل ہو جائے چونکہ اس قسم کے مسائل بکثرت تھے مثلاً غسل، حیض، عدت وغیرہ، اس لئے نقل کرنے والیوں کی تعداد بھی زیادہ رکھی گئی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے یہ مسائل خواتین کی بھاری تعداد تک منتقل کئے۔" [3]

---

[1] بلغ العُلی بکماله، مقدمہ از پروفیسر عبدالجبار شاکر، ص ۳۳

[2] Education in early Islamic period, Zafar Alam, Markazi Maktaba Islami, Dehli, 1991, Page, 44-45

[3] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۰۴

......O درس گاہ صُفَّہ کی تعلیمی خصوصیات

کتب سیرت کے مطالعہ سے درس گاہ صُفَّہ کی مندرجہ ذیل تعلیمی خصوصیات اخذ کی جا سکتی ہیں:

۱۔ علم، قرآن کریم، حدیث اور فقہ میں منحصر تھا۔
۲۔ تعلیم کتابی نہ تھی، قولی اور سماعی تھی۔
۳۔ تعلیم کے لئے کوئی معاوضہ لینا یا دینا ممنوع تھا، معلمین کے لئے ذریعۂ معاش الگ تھا۔
۴۔ معلمین، طالب علموں سے بڑی شفقت اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔
۵۔ مسجد، تعلیم گاہ کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔
۶۔ علم حدیث کے چرچے سے علم کی تحصیل کے لئے سفر کرنے کا رواج ہوا۔
۷۔ علمی سفر کے متعلق یہاں تک احتیاط برتی جاتی تھی کہ اسے خالص تحصیل علم کے لئے ہونا چاہیئے۔ دنیاوی اغراض رکھنے والے طالب علم کو مایوس ہونا پڑتا تھا۔ [1]

......O درس گاہِ صُفَّہ بطورِ دارالاقامہ (Hostel)

ہاسٹل کے لئے عربی کا لفظ دارالاقامہ استعمال کیا جاتا ہے جس کا مطلب ہے اقامت گاہ یا قیام گاہ۔ اس سے مراد کسی تعلیمی ادارے سے ملحق رہائش گاہ ہے۔ جہاں دور دراز سے آنے والے طلباء کے لئے رہنے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

طالب علم کو معاشرے کے برے اثرات سے دور صحت مند ماحول میں رکھنا اور اس میں اچھی عادات کی تشکیل کرنا دارالاقامہ کا اصل مقصود ہوتا ہے۔ طالب علم دارالاقامہ میں رہ کر مندرجہ ذیل فوائد حاصل کرتا ہے:

۱۔ طالب علم کی ہمہ گیر ذہنی، جسمانی، روحانی، اخلاقی اور سماجی نشوونما ہوتی ہے۔

---

[1] اسلامی نظامِ تعلیم، ندوی، سید ریاست علی (مولانا)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، جنوری ۲۰۰۳ء، ص ۴۷

۲۔ طالب علم کو زیادہ سے زیادہ استاد کی نگرانی میں رہنے کا موقع ملتا ہے۔
۳۔ معاشرے کے برے اثرات سے بچاؤ ہوتا ہے۔
۴۔ سماجی تربیت ہوتی ہے۔
۵۔ منظم اور با قاعدہ زندگی کی عادت پڑتی ہے۔
۶۔ تعلیمی حالت، نیز جسمانی اور ذہنی صحت بہتر ہو جاتی ہے۔[۱]

عہد نبوی میں مدرسہ کے لئے مستقل عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی بلکہ درس گاہِ صُفَہ ہی کو اقامتی جامعہ [Residential University] کا درجہ حاصل تھا۔ وہاں طلباء کے رہنے کا بھی انتظام تھا اور تعلیم کا بھی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ فرماتے ہیں:

''رات میں وہی مقام (صُفَہ) غریب اور بے گھر طلبہ کے لئے دارالاقامہ کا کام دیتا۔''[۲]

مہاجرین کے لئے صُفَہ ہی دارالاقامہ تھا۔ بعض اوقات صُفَہ میں اساتذہ بھی قیام کرتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو درس گاہ صُفَہ کے اساتذہ میں سے تھے وہیں قیام کرتے تھے۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا بیان ہے:

> ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب اپنی انتہائی فیاضی کے سبب مقروض ہو گئے اور قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں انہیں اپنا مکان تک فروخت کر دینا پڑا، تو انہیں بھی رہنے کے لئے صُفَہ میں جگہ دی گئی۔''[۳]

کبھی کبھی صُفَہ میں طلباء کی تعداد اس قدر زیادہ ہو جاتی کہ مسجد نبوی میں خیام نصب کئے جاتے۔ خصوصاً جب مختلف قبائل کے وفود دین سیکھنے کے لئے مدینہ منورہ پہنچتے۔

O... درس گاہ صُفَہ میں وضو اور طہارت کا انتظام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں تعمیر مساجد کی ضرورت اور اہمیت کو بیان فرمایا۔ وہاں وضو

---

۱ نظم و نسق مدرسہ، رانا محمد سرور (پروفیسر)، مجید بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۲۶۳
۲ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۱۹، ص ۲۲۰
۳ اسلامی ریاست، ص ۱۲۸

اور طہارت کے انتظام کا بھی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ بیت الخلاء اور حمام کا تصور بھی اسلام ہی کا مرہونِ منت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد بنا کر وہاں طہارت خانے کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس کے بعد ہر گھر میں غسل خانے بن گئے اور مسجد کے ساتھ طہارت خانے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مساجد کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ اور مساجد میں خوشبو کی دھونی دیا کرو۔'' [1]

محمد اجمل '' اپنی کتاب ''اسلامی معاشرے میں مسجد کا مقام'' میں لکھتے ہیں:

((واتخذوا على ابوابها المطاهر. يعنى المراحيض التى يستعان بها على الوضوء و قضاء الحاجة وقد كانت قريبا من مسجد رسول الله آباء يستقون، منها و يشربون و يتطهرون و يتوضؤن و غير ذالك))

''مسجدوں کے دروازوں پر طہارت خانے بنانا تو یہ استنجاء اور وضو کے واسطے مقامات تھے۔ مسجد نبوی کے قریب کنویں تھے جن سے پانی کھینچ کر پیتے تھے اور وضو اور پاکیزگی حاصل کرتے تھے۔'' [2]

ابن ابی سکیہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے وضو اور طہارت کے لئے ایک عمومی جگہ بنا رکھی تھی، جہاں کالے گورے سب ہی وضو کیا کرتے تھے۔ [3]

O...... درس گاہِ صُفّہ میں روشنی کا انتظام

درس گاہِ صُفّہ اور مسجد نبوی میں ۹ ہجری تک رات کے وقت روشنی کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ اصحابِ صُفّہ ضرورت پڑنے پر کھجور کی شاخوں کی مشعل بنا کر روشنی کیا کرتے تھے، جیسا کہ ''أسد الغابة فى معرفة الصحابة'' کی روایت ہے:

---

١ سنن ابن ملجہ، ابواب المساجد، بحوالہ، تاريخ المدينة المنورة، عبدالمعبود، محمد (مولانا)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۴۶۲

۲ البغية العليا فى ادب الدنيا والدين، ص ۱۷۸

۳ ابن ابی سکیہ، ج: ۱، ص ۱۲۹، بحوالہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، ص ۴۶۲

اصحاب صُفَہ کھجور کی شاخوں کی مشعل بناتے تھے اور مسجد نبوی میں روشنی کرتے تھے۔ مدتوں یہی حالت رہی، اس کے بعد حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا ایک تجارت پیشہ غلام جس کا نام فتح تھا، بیت المقدس سے زیتون کا تیل اور قندیل لایا اور مسجد میں روشنی کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: کس نے روشنی کی ہے؟ غلام کا نام معلوم ہوا تو اس کا نام فتح کی بجائے سراج رکھ دیا جس کے معنی چراغ جلانے والے کے ہیں۔ [1]

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں روشنی کے انتظام کے حوالے سے فرماتے ہیں:

مسجدِ نبوی میں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا اس لئے نمازی تاریکی میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ شام کے قبیلہ لخم کے ایک ممتاز فرد تمیم داری رضی اللہ عنہ، جو مذہباً عیسائی تھے، ۹ ہجری میں اپنے بھائی نعیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ جب شام سے مستقل طور پر مدینہ آئے تو اپنے ساتھ قندیلیں، تیل اور قندیلیں لٹکانے کے لئے زنجیر لیتے آئے۔ مدینہ پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ نے قندیلوں میں تیل ڈال کر مسجدِ نبوی میں لٹکا دیں اور جو شب جمعہ کو روشن کی گئیں۔ اس سے پہلے مسجد میں روشنی نہیں ہوئی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور مسجد کو روشن پایا تو دریافت فرمایا کہ مسجد میں روشنی کس نے کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کا نام بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور فرمایا:

((نورت الاسلام نور الله عليك فى الدنيا والاخرة: امانة لو كانت ابنة لزوجتكها))

"تم نے مسجد اسلام کو منور کیا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں جہان منور فرمائے۔ افسوس! اگر میری کوئی بیٹی (باقی ہوتی) تو اس خوشی میں تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیتا۔"

یہ سن کر حضرت نوفل بن الحارث رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ہاں بیٹی

---

[1] اسد الغابۃ، ابن اثیر، ابو الحسن عز الدین علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج: ۲، ص ۲۶۳ تذکرہ سراج

ہے جس کا نام مغیر ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا نکاح تمیم داری رضی اللہ عنہ سے کر دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغیر سے ان کا نکاح کر دیا۔[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۹ ہجری تک رات کے وقت روشنی کا کوئی انتظام مسجد نبوی میں نہیں تھا۔ یقیناً اصحاب صُفّہ رات کو آرام کرتے ہوں گے۔ یا پھر مدینہ منورہ کی ایک اور درس گاہ "دارالقراء" میں تعلیم و تعلم کے لئے جاتے تھے جیسا کہ دیگر روایات میں مذکور ہے۔

O... مدینہ منورہ میں صُفّہ کی ہم عصر درس گاہیں

۱۔ مدینہ منورہ کے اطراف و اکناف کی مساجد

"فتح الباری" میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((لقد لبثنا بالمدينة قبل ان يتقدم علينا رسول الله ﷺ بسنين نعمر المساجد و نقيم الصلاة))

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے کئی سال پیشتر مدینہ میں مسجدیں تعمیر کرتے اور ان میں نماز پڑھتے تھے۔"[2]

علامہ شبلی نعمانیؒ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب المراسیل" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"صرف مدینہ کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نو مسجدیں تھیں۔ جہاں الگ الگ جماعتیں ہوتی تھیں۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ مسجد بنی عمر، مسجد بنی ساعدہ، مسجد بنی عبید، مسجد بنی سلمہ، مسجد بنی رابح، مسجد بنی زریق، مسجد غفار، مسجد اسلم (اور) مسجد جہینہ۔"[3]

---

۱ تفسیر قرطبی، امام ابی عبداللہ محمد بن احمد قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۳ھ، ج: ۱۲، تفسیر سورۂ نور، ص ۲۷۴؛ و سیر الصحابہ، ندویؒ، شاہ معین الدین احمد، باب اہل کتاب، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۵۴ء، ص ۱۴۱

۲ فتح الباری، ج: ۷، ص ۲۴۵

۳ عمدۃ القاری شرح بخاری، علامہ بدرالدین عینیؒ، ج: ۲، ص ۲۲۸؛ بحوالہ، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للشبلی، ج: ۱، حصہ دوم، ص ۵۸

''سنن دار قطنی'' کی روایت ہے کہ ان مساجد میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر جماعت شروع ہوتی تھی۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم صادر فرمایا تھا:
''محلوں میں مسجدیں تعمیر کرواور انہیں صاف وستھرا اور معطر رکھو۔'' [2]

اس اذنِ عام کے بعد مساجد کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ جن مکانات کو پہلے "مساجد البیت" کہا جاتا تھا وہ مستقل مسجد کی صورت اختیار کر گئے۔
مدینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہر مسجد میں مدرسہ قائم تھا، وہاں تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ قباء کی مسجد میں مدرسہ قائم تھا۔ جس کی نگرانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے تھے، اور گاہے گاہے وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ [3]

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدۃ القاری" میں متفرق روایات کے حوالے سے عہد نبوی کی حسب ذیل اکیس [۲۱] مساجد کا ذکر کیا ہے۔ یہ اُن نو [۹] مساجد کے علاوہ تھیں جن کا ذکر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب المراسیل" میں کیا ہے:

"مسجد بنی خدارہ، مسجد بنی امیہ (انصار کا ایک قبیلہ تھا)، مسجد بنی بیاضہ، مسجد بنی الجعلی، مسجد بنی عصیہ، مسجد ابی فیصلی، مسجد بنی دینار، مسجد ابی بن کعب، مسجد النابغہ، مسجد ابن عدی، مسجد بلحارث بن خزرج، مسجد بنی حطمہ، مسجد الفضیح، مسجد بنی حارثہ، مسجد بنی ظفر، مسجد بنی عبد الاشھل، مسجد واقم، مسجد بنی معاویہ، مسجد بنی قریظہ، مسجد بنی وایل،

---

[1] سنن دار قطنی، حافظ علی بن عمر الدار قطنیؒ (امام) م ۳۸۵ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ، کتاب الصلوۃ، باب تکرار مساجد، ج: ۲، ص ۸۵

[2] جامع ترمذی، باب فی تطییب المسجد، ج: ۱، ص ۱۳۰، بحوالہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، ص ۴۶۴

[3] محمد سلیم، سید (پروفیسر)، اذکار سیرت، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی، اگست ۲۰۰۵، ص ۱۳۰

مسجد الشجرۃ۔[1]

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب لکھتے ہیں:

''بالخصوص جب سلطنت اسلامی کی بنیاد پڑگئی اس وقت مدینہ کی نو مسجدیں، مسجد نبوی کے علاوہ مسلمانوں کا مرکز توجہ بن گئیں۔''[2]

ان مساجد میں قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی، اسلامی تعلیمات سکھائی جاتیں اور قرأت و کتابت کا سلسلہ رہتا۔ خود مسلمان کاتبوں نے بھی اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو نوشت و خواند سکھانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ان معلمین میں سرفہرست حضرت سعد بن ربیع خزرجی رضی اللہ عنہ تھے جو بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے اور حضرت بشیر بن سعد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے محلے کی مسجد میں اپنے ہمسائیوں سے تعلیم حاصل کرو۔ سب کے سب مرکزی مسجد میں نہ آیا کریں، کیونکہ اس طرح طالب علموں کی تعداد بڑھ جانے کا اندیشہ تھا، جس سے سب کی تعلیم متاثر ہوتی اور ناکافی اساتذہ کے باعث بچوں (اور بڑوں) کو تعلیم پانے کا موقع نہ مل سکتا۔[3]

۲۔ مدینہ منورہ میں یہود کے مدارس

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے مدارس بھی موجود تھے جہاں مسلمان بچوں کے جا کر پڑھنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:

''(مدینہ منورہ میں) یہودیوں کے مدارس موجود تھے (ان کے ہاں تعلیمی اداروں کو مدارس کہا جاتا تھا)، وہاں یہودی طلباء پڑھا کرتے تھے۔ دیگر عربوں کے بچے بھی وہاں پڑھنے کے لئے چلے جایا کرتے تھے۔ بعد میں

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری، ج:۲،ص ۴۲۸؛ بحوالہ، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم للشبلی، ج:۱،حصہ دوم،ص ۵۸

[2] السنۃ قبل التدوین، عجاج محمد خطیب (ڈاکٹر)، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء،ص ۲۹۲

[3] اسلامی ریاست،ص ۱۳۰

مسلمان بچوں کے جا کر پڑھنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں ۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے وہاں جا کر چند ہفتوں میں عبرانی زبان سیکھ لی تھی ۔" [1]

جزیرہ عرب کے یہود کے علمی امتیاز کے لئے یہی ثبوت بہت ہے کہ ان میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ، حضرت مخریق رضی اللہ عنہ، حضرت میمون رضی اللہ عنہ بن یامین، حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابی، علماء اور کعب بن اشرف اور سموئل جیسے شعراء موجود تھے ۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے صاجزادے حضرت یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک علمی یادگار بھی چھوڑی تھی ۔ ان کے متعدد مدارس قائم تھے، خود مدینہ میں بیت المدارس کے نام سے ان کی ایک مشہور درسگاہ تھی ۔ وہ صرف اپنی زبان عبرانی ہی نہیں بلکہ عربی سے بھی خوب واقف تھے اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دیتے تھے ۔ اور روزمرہ کی زبان بھی یہی تھی ۔ شاید یہ یہودی اثر تھا کہ ظہورِ اسلام کے وقت متعدد صحابہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو عربی کے ساتھ عبرانی زبان سے بھی واقف تھے ۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عربی زبان کے علاوہ عبرانی، سریانی، حبشی اور فارسی زبان پر بھی عبور رکھتے تھے ۔ [2]

---

[1] محاضرات قرآنی، غازی، محمود احمد (ڈاکٹر)، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ایڈیشن: ۴، مئی ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۳

[2] مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، ناز، ایم ایس (ڈاکٹر)، مطبوعات شیخ غلام علی، لاہور، بن ندارد، حصہ: ۱۲، ص ۶

فصل دوم:

درس گاہ صُفّہ کے معلّمین اور اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعارف

مبحث اول: درس گاہ صُفّہ کے معلّمین کرام

اسلامی نظامِ تعلیم کے حوالے سے معلّم اور اس کی حکمتِ تدریس کو مرکزی اور محوری حیثیت حاصل ہے۔ اسلام میں معلّم کو نہایت ہی ارفع اور اعلیٰ مقام حاصل ہے جو ایک مقدس روحانی احساس کی مانند تعلیمی عمل کی باقی تمام چیزوں پر حاوی ہے۔ مکتب میں معلّم کی حیثیت اساسی اور مرکزی ہوتی ہے اور اس کے منصب کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے۔

((العلماء ورثة الانبیاء))

"علماء انبیاء کے وارث ہیں۔"[1]

ڈاکٹر احمد شلبیؒ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اسلامی مدارس میں تعلیمی وتربیتی معیار کی کامیابی کا انحصار معلمین پر رہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسلامی ملک میں جب باقاعدہ مدرسوں کی بنیاد پڑی تو اُس وقت ان مدرسوں کے تعلیمی معیار کا انحصار معلمین پر ہوتا تھا۔ اگر اس منصب پر کام کرنے والے بے شمار اساتذہ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ان مدرسوں کا علمی معیار گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔"[2]

---

[1] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۴۱؛ وسنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۳؛ وجامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۸۲

[2] تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ، شلبی، احمد (ڈاکٹر)، ترجمہ، محمد حسین خان زبیری، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۱۴۱۰ھ، ص ۲۴۶

حقیقت یہ ہے کہ معلّم، شاگرد کے نزدیک ایک ایسی ساحرانہ ہستی ہوتی ہے جس کی تقلید کو وہ اپنے لئے باعث فکر سمجھتا ہے۔ نصاب تعلیم خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو اسی وقت موثر کردار ادا کرسکتا ہے جب معلّم مخصوص نظریے اور مقصد کے حامل، اخلاق و کردار، علمی بصیرت اور قول وفعل میں بے مثال ہوں۔ خاندان کی تیاری اور نوجوان کی علمی، سلوکی اور اخلاقی تربیت معلّم ہی پر موقوف ہے جیسے کہ معلّم پر ہر ممکن کوشش کر کے ابتدائی عقائد اور دینی احکام کی تربیت دینا ضروری ہے اسی طرح نوجوانوں کی اور اپنے شاگردوں کی زندگی کے ہر لمحے کی راہنمائی بھی لازم ہے۔ [1]

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی رقمطراز ہیں:

"معلّم یا مدرّس وہ تو تربیت، دعوت اور توجہ میں ایسی مثال رکھتا ہے جیسے کہ دیوار کے لئے کنارے کا پتھر جس کے بغیر دیوار کی مضبوطی ناممکن ہے۔ معلّم وہ پہلا وسیلہ تعلیم و تربیت ہے جس پر مقصد و مبادی کی رسائی تک اطمینان کیا جاتا ہے۔ اُمت جس چیز کی طرف کوشش کرتی ہے اور زندگی کی امیدیں، پروگرام اور زندگی کی نوعیت، ان تمام کا تعلق معلّم سے ہے۔" [2]

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار مسجدِ نبوی میں کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم و تعلّم کی ایک مجلس میں مصروف دیکھ کر پسند فرمایا اور اس میں شرکت کرتے ہوئے یہ وضاحت فرمائی.

((اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً))

"میں معلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" [3]

سیرت نبوی کے قاری کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معلّمی کا حق ادا کر دیا۔

نبوت کے پندرھویں سال میں سورۂ بقرہ نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا ہے:

---

۱ تربیت اساتذہ، ص ۱۷۴

۲ الاسلام والشباب، الزحیلی، وھبۃ (الدکتور) دار الفکر، دمشق، سوریہ، ایڈیشن: ۲، ۱۹۹۱ء، ص ۸۹

۳ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۹

{وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ}[1]

''اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا جب تک معیاد باقی ہے دستاویز لکھنے میں کاہلی نہ کرو۔''

اس حکم پر عمل اسی وقت ممکن ہے جب غالب اکثریت لکھنے پڑھنے کی اہل بن چکی ہو۔ ۲۳ سال کی قلیل سی مدت میں ایک جاہل اور ناخواندہ ملک میں خواندگی اور تعلیم کا انقلابِ عظیم برپا کر دیا۔ ریاستِ مدینہ جہاں پہلے خواندہ افراد کی تعداد اٹھارہ [۱۸] سے زیادہ نہ تھی، وہاں خواندگی کا معیار ۷۰ سے ۸۰ فیصد تک پہنچا دیا۔[2]

قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کے متعدد اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ان سب پر اگر غور کیا جائے تو معلّم کی حیثیت سے آپ کی شخصیت کا پہلو سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنین پر اپنا یہ فضل و کرم قرار دیا ہے کہ اس نے ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا جس کے امتیازی اوصاف میں کتاب و حکمت کی تعلیم بھی شامل ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

{لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۱۶۴﴾}[3]

''بلاشبہ یہ اللہ کا مومنوں پر بڑا ہی احسان تھا کہ اس نے ایک رسول ان میں بھیج دیا جو انہی میں سے ہے۔ وہ اللہ کی آیتیں سناتا ہے، ہر طرح کی برائیوں سے پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (اس نے ہدایت کی راہ ان پر کھول دی) حالانکہ اس سے پہلے گمراہی میں مبتلا تھے۔''

اس آیت کریمہ سے نہ صرف یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد واضح ہوتے ہیں بلکہ علم اور تعلیم کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت کے جتنے پہلو ہیں

---

۱ سورۃ البقرہ ۲: ۲۸۲

۲ اذکارِ سیرت ص ص ۱۳۱۔۱۳۲

۳ سورۃ آل عمران ۳: ۱۶۴

اُن سب کا تعلق کسی نہ کسی صورت میں "معلّم" سے ضرور جڑتا ہے۔ اسی طرح مندرجہ ذیل مقامات پر قرآن حکیم کی سورۃ البقرۃ کی آیات نمبر ۱۲۹ اور ۱۵۱، نیز سورۃ الجمعۃ کی آیت نمبر ۲ میں آپ ﷺ کو بحیثیتِ معلّم بھیجنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

محققین نے تبلیغ و اشاعتِ دین کے بعد تعلیم و تدریس کو دوسرا اہم کارِ نبوی شمار کیا ہے۔ کیونکہ محض اسلام کی تبلیغ سے نہ تو سرزمین عرب پر اسلامی ریاست کی توسیع و احکام کا مقصد حاصل کیا جا سکتا تھا اور نہ اسلام و دین کے قیام و بقا کی ضمانت ہی مل سکتی تھی جب تک کہ اسلام قبول کرنے والوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اسلامی تعلیمات اور ان کے رگ و ریشے میں جذبۂ ایمانی کوٹ کوٹ کر نہ بھر دیا جاتا چنانچہ دین کی تعلیم و تدریس اور اصولِ اسلام کی تفہیم و تشریح نہایت اہم کارِ نبوی تھا جس کی جانب ذاتِ اقدس نے ابتدا ہی سے پوری توجہ فرمائی۔

ا۔ رئیس الجامعہ محمد رسول اللہ ﷺ

درس گاہ صُفَّہ کے عہدے داروں میں سب سے اہم رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ گرامی تھی جو رئیس الجامعہ، معلّم اوّل اور مرجع اساسی کا درجہ رکھتی تھی۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جملہ مومنین دین کے اصول و فروعات کی تفہیم و تعلیم کے لئے آپ ﷺ ہی سے رجوع کرتے تھے۔ کسی دارالعلوم کے اساتذہ اپنے فضل و کمال اور تبحر علمی میں بے مثال ہوں تو یہ اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایسے معلّم تھے جو معلّمی کے فرائض ہر وقت انجام دیتے رہتے تھے۔ سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، آپ ﷺ کی مجلسِ درس ہر جگہ جمی رہتی تھی۔ درس گاہ صُفَّہ میں محمد رسول اللہ ﷺ رئیس معلّم تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے تعلیم دی تھی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((ادبنی ربی فاحسن تادیبی))

"میرے رب نے میری تربیت کی اور بہترین طریقہ سے تربیت کی۔"[1]

علمائے اسلام کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی تعلیم میں جبرئیل امین علیہ السلام اسی

---

[1] تاریخ الادب العربی، شوقی ضیف، دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۶۳ء، ج:۱، ص ۳۴

طرح واسطہ ہیں جیسا کہ معلّم اور متعلّم کے درمیان قلم واسطہ اور ذریعہ ہوتا ہے۔ قلم باوجود ذریعہ تعلیم ہونے کے معلّم اور متعلّم پر فضیلت نہیں رکھتا۔ اسی طرح جبریئل امین علیہ السلام بیشک واسطہ تعلیم ہیں مگر آنحضرت ﷺ کو اصل تعلیم دینے والے خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ [1]

رسول اللہ ﷺ معلمین کے امام تھے، ان کے مرشد اور ان کے علم و عمل کے قائد تھے، دعوت میں آپ ﷺ کی سیرت ایک مشعل ہے اور روشن نمونہ ہے جس سے رہبری حاصل ہوتی ہے۔ لوگ آپ ﷺ کے حوضِ علم سے پانی پیتے تھے تاکہ وہ آپ سے علمِ شریعت، اسلامی اخلاق، قرآنی تعلیم اور رحمٰن کے راستہ کی تعلیم لے کر آپ ﷺ کے وارث بنیں۔ اسی وجہ سے معلم صاف شیشہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے نور لے کر اُمت اور ماحول میں اس کا عکس ڈالتا ہے۔ [2]

نیز آپ ﷺ کا ایک اسم مبارک "**المعلم**" ہے جیسا کہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن" میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "**الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ**" میں یہ حدیث بیان کی ہے:

((انما بعثت معلما))

"مجھے معلم بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے۔" [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان اللہ لم یبعثنی معنفا ولکن بعثنی معلما میسرا))

"بلاشک و شبہ مجھے اللہ تعالیٰ نے (لوگوں کو) جھڑکنے والا بنا کر مبعوث نہیں فرمایا، بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلّم بنا کر بھیجا ہے۔" [4]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ فرماتے ہیں:

---

1. صراطِ مستقیم، غلام قادرؒ (مفتی)، زوار اکیڈمی، کراچی، جولائی ۲۰۰۷ء، ص ۸۰
2. الاسلام والشباب، ص ۹۱
3. سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۹؛ و **الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ**، السیوطیؒ، ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، ترجمہ، مفتی شیخ فرید، شبیر برادرز، لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۲۰۲
4. **مسند احمد**، حدیث نمبر: ۱۴۵۱۵

"آپ ﷺ کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کو جب بھی فرصت ملتی، آپ ﷺ درس گاہ صُفّہ میں درس دیا کرتے تھے اور (اصحاب صُفّہ کے علاوہ) بہت سے لوگ جنہیں فرصت ہوتی، اس درس میں شریک ہو جاتے۔"[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((اقبل ابو طلحة رضی اللہ عنہ یوما فاذا النبی ﷺ قائم یقریء صحاب الصفة علی بطنه فصیل من حجر یقیم به صلبه من الجوع))

"ایک دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اصحاب صُفّہ کو کھڑے قرآن پڑھا رہے ہیں، آپ ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر کا ٹکڑا باندھا ہوا تھا تاکہ کمر سیدھی ہو جائے۔"[2]

حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِي ما رَأيتُ مُعَلماً قَبلَهُ ولا بَعدَهُ أحسَنَ تَعلِيماً مِنهُ))

"میرے ماں باپ اللہ کے رسول ﷺ پر قربان ہوں۔ ان سے بڑھ کر خوبصورت طریقے سے سمجھانے والا معلّم میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد کبھی نہیں دیکھا۔"[3]

پس جو شخص بھی فن تدریس سیکھنا چاہے، اسالیب تدریس کے چناؤ، وسائل تعلیم کے انتخاب اور آدابِ تعلیم کے سلسلے میں مثالی نمونہ پانے کی خواہش رکھتا ہو وہ نبی کریم ﷺ جیسا

---

[1] اسلامی ریاست، ص ۱۳۰

[2] حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء، اصفہانی رحمہ اللہ، ابونعیم احمد بن عبد اللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷، ج:۱، ص ۳۱۹

[3] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۳۷

عظیم نمونہ کہیں اور حاصل نہیں کر سکتا۔

۲۔ درس گاہِ صُفّہ کے معلّمین کرام

عمومی درجہ میں تو ہر مسلمان جو کچھ جانتا تھا وہ دوسروں کو سکھا دیتا تھا۔ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے سب سے پہلے جو لوگ مدینہ کی ہجرت میں ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ تھے۔

ابراہیم بن العبدری ؒ نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب عقبہ اولیٰ والے بارہ آدمی واپس ہوئے اور اسلام انصار میں پھیل گیا تو انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور ایک عریضہ لکھا کہ ہمارے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجئے جو ہمیں دین کی تعلیم دے اور قرآن پڑھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔[1] اسی لئے حضرت مصعب بن عمیر کو معلّم اہلِ مدینہ کہا جاتا ہے۔[2]

ایک روایت کے مطابق مدینہ میں تعلیمِ قرآن کے لئے سب سے پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ مامور ہوئے بعد میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو تعلیمِ قرآن کے لئے بھیجا گیا۔[3] البتہ درس گاہ صُفّہ میں کچھ ایسے جہاندیدہ اور تجربہ کار معلّمین تھے جو تعلیم و تدریس کے نقشِ اوّل کے ہو بہو عکس بن کر ابھرے۔ درس گاہ صُفّہ میں قرآن کریم، حدیث، تفسیر، فقہ، کتابت اور مختلف علوم و فنون وغیرہ سکھانے کے لئے علیحدہ علیحدہ معلّم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ اُن کا تقرر فرمایا تھا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ؒ درس گاہ صُفّہ کے حوالے سے کہتے ہیں:

"اساتذہ مامور کیے گئے جو دن کو انہیں وہاں لکھنے پڑھنے اور مسائل دین

---

۱ طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ سوم، ص ۲۰۵

۲ المغازی، ابن اسحاق ؒ، ابوعبید اللہ محمد المطلبی (امام) م ۱۵۰ھ، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۴۲۱ھ، ج: ۱، ص ۳۲۰

۳ تاریخ القرآن للزنجانی بحوالہ، تدوین و تحفظِ قرآن، نجفی، محسن علی (الشیخ)، ادارہ ترویج علوم اسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۱ء، ص ۳۱

وغیرہ کی تعلیم دیتے۔" [1]

سید ابوبکر غزنویؒ کا کہنا ہے:

"(درس گاہ صُفّہ میں) آپ ﷺ نے اساتذہ مقرر کئے جو طلباء کو اس درس گاہ میں لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے اور مسائل دین کی تعلیم دیتے تھے۔" [2]

حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے:

((العلماء ورثة الانبياء))

"علماء انبیا (علیہم السلام) کے وارث ہیں۔" [3]

عام معلمین کی فضیلت میں کچھ اس طرح ہے تو درس گاہ صُفّہ کے معلمین تو ان کے سرخیل تھے۔ ان معلمین میں سے کچھ کا تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

O.....حضرت جبرئیل امین علیہ السلام

ایک دن ایک اجنبی مسجد نبوی میں داخل ہوا جسے کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ اس کے جسم پر سفید براق کپڑے تھے اور اس کے سر کے بال سیاہ تھے۔ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ کے سامنے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا اور آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ حضور ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی۔ اس جواب پر اجنبی سائل نے کہا کہ آپ نے بہت ٹھیک کہا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم سب لوگ حیرت میں تھے کہ یہ کون ہے کہ جو سوال بھی پوچھتا ہے اور جواب کی توثیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس نے دوسرا سوال کیا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ اس سوال کی بھی آنحضرت ﷺ نے تشریح فرمائی تو اس نے اس پر وہی کچھ کہا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔۔ پھر پوچھا کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی تو اس نے اس پر وہی کچھ کہا۔ اس اجنبی نے قیامت کے متعلق بھی سوال کیا۔ آنحضرت

---

1. الصحیفہ الصحیحہ، ابن منبہ، ہمام، تحقیق، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۷ء، مقدمہ، ص ۲۲
2. خطبات و مقالات، غزنویؒ، ابوبکر (سید) ترتیب، میاں طاہر، طارق اکیڈمی فیصل آباد، ایڈیشن: ۱، اپریل ۲۰۱۱ء، ص ۲۸۱
3. سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۴۱؛ وسنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۳؛ وجامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۸۲

ﷺ کا جواب یہ تھا کہ اس کے بارے میں مجھے سائل سے زیادہ کچھ معلوم نہیں۔ اس کو صرف اللہ جل شانہٗ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص اٹھا اور باہر چلا گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس روز یا چند روز کے بعد فرمایا:

((فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم))

"یہ شخص جبرئیل علیہ السلام تھے۔ جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔"[1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"کہ اچھے سوال کو علم اور تعلیم کہا جاتا ہے اسلئے آنحضرت ﷺ نے جبرئیل کو معلّم قرار دیا۔ کہا جاتا ہے کہ سوال نصف علم ہے۔"[2]

ایک اور روایت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو معجزانہ طور پر عربی زبان سکھانے کے لئے جبریل علیہ السلام نے بطور معلّم کردار ادا کیا۔ علامہ نورالدین جامی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

"جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ کو ان کا مدعا معلوم نہ ہوا۔ ایک ترجمان کو بلایا گیا۔ ترجمانی کے لئے ایک یہودی تاجر ملا جو عربی فارسی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ سلمان رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کی تعریف و توصیف کرتے گئے اور یہودیوں کی مذمت۔ مگر یہودی ترجمان نے آپ ﷺ کے محامد و محاسن کو سب وشتم میں بدل کر کہا۔ یہ شخص آپ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ اسی وقت جبرئیل آئے اور سلمان رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا ترجمہ عربی میں کیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے سارا ترجمہ یہودیوں کو سنایا۔ یہودی فوراً کہہ اٹھا یارسول اللہ ﷺ! پیشتر ازیں میں آپ ﷺ پر طرح طرح کے اتہام و بہتان باندھتا تھا مگر اب میرا ایمان ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو کہا کہ سلمان رضی اللہ عنہ کو عربی سکھلا دی جائے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یارسول اللہ

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸
[2] فتح الباری، ج: ۱ص ۱۱۹

صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں حکم دیں کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند کر کے منہ کھلا رکھیں۔ جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں لُعاب، دہن ڈالا تو آپ رضی اللہ عنہ سے عربی میں گفتگو کرنے لگے۔"[1]

O......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بازو کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خدمت رسول، دعوتِ اسلام اور نومسلموں کی تعلیم وتربیت کے لئے خود کو وقف کر دیا۔[2]

ابوعبداللہ ضیاء الدین مقدسیؒ نے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

"سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے بڑھ کر فقیہ اور رصائب الرائے تھے۔"[3]

آپ رضی اللہ عنہ کی وسعتِ علمی کا یہ عالم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیائے اسلام کے پہلے حج میں آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا۔ عبادات میں مناسکِ حج کا علم انتہائی دقیق ہے۔ اسی طرح نماز کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو اپنا نائب بنایا۔ نیز کوئی شرعی مسئلہ ایسا منقول نہیں ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلطی کی ہو۔[4]

قاضی اطہر مبارکپوریؒ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اُن معلمین میں شمار کیا ہے جو اصحاب صُفّہ اور وفود (بیرونی طلباء) کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وفد ثقیف میں عثمان بن ابو عاص ثقفی رضی اللہ عنہ ارکانِ وفد میں سب سے کم عمر تھے، لوگ ان کو سامان کی حفاظت کے لئے منزل میں چھوڑ دیتے تھے، اور جب

---

[1] شواهد النبوة لتقوية يقين اهل الفتوة. جامیؒ، نور الدین عبد الرحمٰن (حضرت العلام) م ۸۹۸ھ. ترجمہ، بشیر حسین ناظم ایم اے، مکتبہ نبویہ، لاہور، ستمبر ۱۹۷۴ء ص ۱۲۰۔۱۲۱

[2] قصص ذهبية من حياة أبو بكر الصديق رضی اللہ عنہ، مجاہد، عبد المالک، دار السلام، الریاض، ایڈیشن: ۱۴۳۲ھ، ص ۴۹

[3] البدء والتاریخ، المقدسیؒ، ابوعبداللہ ضیاالدین محمد بن عبد الواحد سعدی حنبلی (امام) م ۶۴۳ھ، دار الغد الجدید، مصر، بن ندارد، ج:۵، ص ۱۵۳

[4] قصص ذهبية من حياة أبو بكر الصديق رضی اللہ عنہ، ص ۲۱۵

دوپہر میں آ کر سب لوگ سو جاتے تو عثمان رضی اللہ عنہ، خدمت نبوی میں حاضر ہو کر دین اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام کرتے ہوتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے تھے اور قرآن و دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔"

((وکان اذا وجد رسول اللہ ﷺ نائما عمد الی ابی بکر فسالہ واستقرئہ))

"وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوئے ہوئے پاتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دینی باتیں معلوم کرتے اور قرآن پڑھتے۔"[1]

علی طنطاوی لکھتے ہیں:

"جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفود آتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہونے سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں آداب سکھاتے۔ سلام کیسے کرنا ہے، بات کس انداز میں کرنی ہے، کیسا رویہ اپنانا ہے وغیرہ وغیرہ۔"[2]

O......حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ درس گاہ صُفَّہ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ انہیں معلمِ قرآن کریم مقرر کیا گیا تھا اور انہوں نے حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ جیسے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن حکیم کی تعلیم دی تھی۔[3]

O......حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

قریش کے بنو امیہ کے خاندانِ سعیدی کے ایک ممتاز فرد حضرت عبداللہ (حکم) بن سعید اموی، جو خوش خط تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی کاتب کی حیثیت سے معروف تھے۔

---

[1] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، برہانپوری، علی متقی (الشیخ)، بحوالہ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، ص ۱۴۹

[2] قصص ذہبیۃ من حیاۃ أبو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، ص ۲۹۷

[3] عہد نبوی کا نظام حکومت، صدیقی، یاسین مظہر (پروفیسر)، مکتبہ خلیل، لاہور، سن ندارد، ص ۹۷؛ دو یار رحمۃ للعالمین، ص ۱۲۲

جب وہ اسلام لائے تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کام پر مقرر فرمایا کہ وہ لڑکوں کو لکھنے کی تعلیم دیا کریں۔ وہ درس گاہ صُفّہ میں طلباء کو لکھنا سکھاتے تھے نیز مدینہ منورہ کے دیگر مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ [1]

O.....حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ کا زیادہ وقت مسجد نبوی میں ہی گزرتا تھا اور اکثر اوقات مسجد میں سوتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث باب "نوم الرجال فی المسجد" میں بیان کیا:

((فجاء رسول الله ﷺ و هو مضطجع قد سقط رداه عن شقه و اصابه تراب فجعل رسول الله ﷺ يمسحه عنه و يقول قم ابا تراب: قم ابا تراب))

"رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کی چادر جسم سے ہٹ گئی اور جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ ان سے مٹی صاف کرتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے ابوتراب! اٹھو، ابوتراب! اٹھو۔" [2]

ابوالطفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((سلونی عن کتاب الله فانه ليس من آية الا و قد عرفت بليل نزلت ام بنهار فی سهل ام فی جبل))

"اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں مجھ سے پوچھو کیونکہ ہر آیت کے بارے میں میں جانتا ہوں رات کو اتری یا دن کو، میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں۔" [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

---

[1] أسد الغابة فی معرفة الصحابة، ابن الاثیر رحمہ اللہ، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، بن ندارد، ج: ۳، ص ۱۷۵؛ و عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۹۸

[2] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۰۹

[3] طبقات الکبریٰ، ج: ۲، ص ۱۰۱

”حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دس میں سے نو حصے علم دیا گیا، اللہ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ باقی ماندہ دسویں حصے کے علم میں بھی دوسروں کے شریک رہے، جب کوئی چیز علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو جائے تو پھر دوسروں کی طرف نہ جاؤ۔“ [1]

عباس محمود العقادؒ کے مطابق کم ہی ایسا سننے میں آیا کہ ”اسلامی علوم“ یا ”علوم قدیمہ“ میں سے کوئی علم آپ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہ ہو یا لوگ کسی فضل و کمال کا تذکرہ کریں اور پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اس میں حصہ نہ ہو۔ [2] اسلامی وحدانیت کا معاملہ ہو یا اسلامی فقہ و قضا کا، عربی علم نحو ہو یا عربی فن کتابت ہو، ہر ایک میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اوّلیت حاصل ہے جن کو ہم ہر زمانے میں اسلامی علوم و معارف کے انسائیکلوپیڈیا کی ایک بہترین بنیاد کا نام دے سکتے ہیں۔ یا ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو شروع اسلام کا جامع اسلامی انسائیکلوپیڈیا کہہ سکتے ہیں۔ [3]

شاہ معین الدین احمد ندویؒ نے اپنی کتاب ”خلفائے راشدین“ میں ”تہذیب التہذیب“ کے حوالے سے اکہتر (۷۱) صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے ناموں کی فہرست دی ہے جنہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فیض پایا اور احادیث روایت کی ہیں، ان میں سے سات اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعلق مستقل طور پر درس گاہ صُفَّہ سے ہے:

- حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
- حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت سعد بن مالک ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

---

۱ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۲۶۲

۲ عبقریۃ امام علی رضی اللہ عنہ، العقادؒ، عباس محمود (علامہ)، تلخیص و ترجمہ، مولانا بدر الدین الحافظ قاسمی، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، سن ندارد، ص ۱۸۱

۳ عبقریۃ امام علی رضی اللہ عنہ، ص ۱۸۵

- حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ
- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بن عبد الرحمٰن مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((قرأت علی رسول اللہ ﷺ سبعین سورۃ، و ختمتُ القرآن علی خیر الناس علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ))

"میں نے ستر (۷۰) سورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھیں اور میں نے قرآن کا ختم تمام لوگوں سے بہتر شخص علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس کیا۔"[2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا روزمرہ کا معمول تھا کہ وہ علی الصبح اُٹھ کر مسجد (نبوی) چلے جاتے اور نماز ادا کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نماز فجر کے بعد قرآن لکھنے میں مصروف ہو جاتے یا پھر ان لوگوں کو خطاب دیتے جو ہزاروں کی تعداد میں ان کے گھر کے سامنے ہو جاتے تھے۔ اپنے انہی خطبوں میں انہوں نے اسلامی اصولوں کی تشریح کی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امورِ سلطنت کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتے۔ یہ سلسلہ ظہر تک جاری رہتا۔[3]

O..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

محمد بن حبیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو عہد نبوی کے معلمین قرآن میں شامل کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں مسلمانوں کے

---

1. تہذیب التہذیب بحوالہ ندوی، شاہ معین الدین احمد (مولانا)، خلفائے راشدین، دار المصنفین، اعظم گڑھ، ۱۳۴۶ھ، ص ۳۱۳؛ و سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، الصلابی، علی محمد محمد (ڈاکٹر)، مکتبہ دار الفرقان، الریاض، ۲۰۱۳ء، ص ص ۱۴۴۔۱۴۵
2. مجمع الزوائد، ج: ۹، ص ۲۸۸
3. Ali, The Superman، عطا محی الدین (ڈاکٹر)، ترجمہ، کرنل (ر) رؤف ظفر، کلاسیک، لاہور، ایڈیشن: ۴، اپریل ۲۰۰۵ء، ص ۴۶

استاد تھے۔"[1]

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حیات ہی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب اپنی انتہائی فیاضی کے سبب مقروض ہو گئے اور قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں انہیں اپنا مکان تک فروخت کر دینا پڑا، تو انہیں بھی رہنے کے لئے صُفّہ میں جگہ دی گئی اور علاوہ اور چیزوں (درس وتدریس) کے ان پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ وہ (کھجوروں کے) ان خوشوں کی نگرانی کریں (جو انصار تحفہ کے طور پر لا کر صُفّہ میں لٹکا دیتے تھے)۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"انبیاء اور مرسلین کے بعد معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اگلے پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کا فرشتوں سے مقابلہ فرماتے ہیں۔"[4]

ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں ایک ایسی مجلس میں شریک ہوا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۳۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے، ان میں ایک نوجوان اور کم عمر صحابی رضی اللہ عنہ بھی تھے، ان کا رنگ کھلتا ہوا، بڑی اور سیاہ آنکھیں اور چمکدار دانت تھے۔ جب لوگوں میں کوئی اختلاف ہوتا اور وہ کوئی بات کہہ دیتے تو لوگ ان کی بات کو حرفِ آخر سمجھتے تھے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔"[5]

O......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات

---

۱ التراتیب الادار یہ (القسم العاشر) ص ۳۲۱؛ وعہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۹۸

۲ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ دوم، ص ۲۸۱

۳ اسلامی ریاست، ص ۱۲۸

۴ السنۃ قبل التدوین، ص ۳۴۲

۵ مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۱۶۳

پر مامور کیا کہ صُفَّہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں اور قرآن پڑھائیں۔[1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((علمت ناسا من اهل صفة القرآن والكتاب فاهدیٰ الی رجل منهم قوسا))

''میں نے اصحاب صُفَّہ میں سے چند لوگوں کو قرآن مجید پڑھایا اور لکھنے کی تعلیم دی، تو ان میں سے ایک شخص نے مجھے ہدیہ میں ایک کمان دی۔''[2]

O.....حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

کتب سیرت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اُن معلمین قرآن میں شمار کیا ہے جو اصحاب صُفَّہ اور وفود (بیرونی طلباء) کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وفد غامد میں دس نفر شامل تھے۔ ان کا قیام جنت البقیع میں تھا، ان کے بارے میں تصریح ہے:

((و أتوا أبي بن كعب فعلمهم قرآنا))

''وہ لوگ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ان کو قرآن کی تعلیم دی۔''

وفد بنو حنیفہ کے ایک فرد، رحال بن عنفرہ کے بارے میں تصریح ہے کہ

((و كان رحّال بن عنفرة يتعلم القرآن من أبي بن كعب))

''رحال بن عنفرہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔''[3]

تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں:

((اقراءُ الصحابة وسيد القراء قرا القرآن على النبي ﷺ))

''قاریوں کے سرپرست، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قرآن کے زیادہ واقف، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پڑھا۔''[4]

---

1. التراتیب الاداریہ، ج:۱، ص ۴۸، بحوالہ الصحیفہ الصحیحہ، مقدمہ، ص ص ۲۲۔ ۲۳
2. سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۴۱۶
3. خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، ص ۱۴۹؛ عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۹۸
4. تاریخ القرآن، رحمانی، عبداللطیف (علامہ) م ۱۹۵۹ء، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۵۰

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں قرآن سناؤں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کیا اللہ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اُن کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو جاری ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وبفضل الله برحمته، فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون))

''اللہ تعالیٰ کے رحمت وفضل سے، پھر اسی سے انہیں خوش ہونا چاہیے جو اس سے بہتر ہے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سورہ لم یکن سنائی تھی۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا:

((واقراهم لكتاب الله ابى بن كعب))

''اور کتاب اللہ کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔'' [2]

O......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

سیرت نگاروں کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی درس گاہ صُفَّہ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ [3] آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے شاگردِ رشید اور درس گاہ صُفَّہ میں معلّم کے عہدے پر فائز تھے۔ اُن کے علمی مرتبے سے کون ناواقف ہوگا۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ انہیں متشابہات قرآن کا بھی علم ہے۔

{وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ} [4]

چنانچہ مفسرین کرام نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

---

1. طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ دوم، ص ۲۷۶
2. جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۹۰
3. دیار رحمۃ للعالمین، ص ۱۲۲
4. سورۃ آل عمران ۳:۷

((أنا من الراسخين في العلم))

''میں اُن میں سے ہوں جنہیں علم میں رسوخ حاصل ہے۔'' [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لڑکپن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں وہ مقام حاصل ہوگیا تھا جس پر بعض اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانیں شکوہ کناں ہوگئیں تھیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا: آپ رضی اللہ عنہ اس کو ہمارے برابر مقام دیتے ہیں حالانکہ:

((ان لنا ابناء مثله))

''اس کی مثل تو ہمارے بچے ہیں۔'' [2]

ان کی قرآن فہمی کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں بڈھا نوجوان فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک مجلس میں تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے:

((ذاكم فتى الكهول ان له لسانا سؤولاً و قلباً عقولاً))

''تمہارے پاس بوڑھا نوجوان آگیا، بیشک اس کے پاس سوال کرنے والی زبان اور سمجھنے والا دل ہے۔'' [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:

((ضمني رسول الله ﷺ و قال: اللهم علمه الكتاب))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور دعا دی کہ اے اللہ! اسے اپنی کتاب کا علم عطا فرما۔'' [4]

O......حضرت ابوعبیدہ بن جراح فہری رضی اللہ عنہ

کنز العمال کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درس گاہ صُفَّہ کے ایک طالب

---

۱ البرهان في علوم القرآن، الزرکشی۔ بدرالدین محمد بن عبداللہ (امام) م ۷۹۴ھ، دارالمعرفہ، بیروت، ایڈیشن: ۱،۱۴۱۹ھ، ج: ۲ص ۲۰۳

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۶۲۷، ۴۲۹۴

۳ مجمع الزوائد، ج: ۹ص ۲۷۷

۴ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۵

علم حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے دامن تعلیم و تربیت میں یہ کہہ کر دیا تھا:

''میں نے تم کو ایک ایسے شخص کے حوالہ کیا ہے جو تم کو اچھی تربیت دے گا اور عمدہ ادب سکھائے گا۔'' [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''کچھ یمن کے لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ساتھ ایک ایسا آدمی بھیجئے جو ہم کو حدیث اور اسلام سکھائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

((وامین هذه الامة ابو عبیدة بن الجراح))

''اور اس اُمت کے امانتدار ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔'' [2]

O......اسیرانِ غزوۂ بدر

تعلیم کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پالیسی غیر متعصبانہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک علم اگر کسی غیر مسلم سے بھی حاصل کرنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ بعض مسلمانوں نے غیر مسلموں سے بھی علم حاصل کیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''علم مومن کی گمشدہ میراث ہے اسے لے لو اگرچہ مشرکوں سے ملے، علم و حکمت کے حصول میں تکلف و تکبر نہ کرو۔'' [3]

درس گاہِ صُفّہ کے منتظم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''تم حق کو قبول کرو چاہے جو بھی اس کو پیش کرے۔ چاہے وہ کافر ہو یا فاجر۔

---

1 عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص ۹۸

2 جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۹۰

3 التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ص ۲۳۴-۲۳۵

البتہ دانا کی کج روی سے بچتے رہو۔"[1]

امام ابن تیمیہ کا قول ہے:

((الحق یقبل من کل من تکلم به))

"حق بات ہر اس شخص سے قبول کی جائے گی جو اسے کہہ رہا ہے۔"[2]

جنگ بدر میں بہت سے کافر قیدی ہوئے جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ ان قیدیوں میں سے جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے مالی فدیہ طلب کرنے کی بجائے، یہ فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے اور آزاد ہو جائے۔ انہیں بچوں میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انہیں عبداللہ بن سعید بن العاص نے لکھنا پڑھنا سکھایا تھا۔[3]

جنگ بدر کے قیدیوں سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کا کام لیا تھا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کے یہودیوں سے لکھنا پڑھنا سیکھا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

> "اس واقعے کو ایک محدث نے اس عنوان کے تحت درج کیا ہے کہ کسی مشرک کو مسلمانوں کی تعلیم کے لئے استاد بنانے کا جواز ہے۔ **(جواز المعلّم المشرك)** کیونکہ مکہ والے مشرک اور کافر تھے اور مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے ان کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے بھی علم سیکھنا جائز ہے اور اس میں کوئی امر مانع نہیں۔"[4]

O......درس گاہ صُفّہ کے دیگر معلمین کرام

محمد بن حبیب بغدادیؒ اور محمد ابن سعدؒ نے جُماع القرآن کے عنوان سے ایک فصل

---

1. بحار الانوار، مجلسی محمد باقر بن محمد تقی (علامہ)، مؤسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، بن ندارد، ج: ۳۲، ص ۲۴
2. اسلامی نظام تعلیم، ص ۳۲۱
3. **المفصل فی التاریخ العرب قبل الاسلام**، جواد علی، مکتبہ النہضہ۔ بغداد، ایڈیشن: ۱، ۱۹۷۱ء، ج: ۸، ص ۲۹۳
4. اسلامی ریاست، ص ۱۳۲

میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام گنائے ہیں جو جامع قرآن کے ساتھ ساتھ معلم قرآن بھی تھے، ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ
- حضرت سعد بن عبید اوسی رضی اللہ عنہ
- حضرت ثابت بن زید رضی اللہ عنہ
- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
- حضرت قیس بن سکن رضی اللہ عنہ
- حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [1]

اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو درس گاہ نبوت میں تعلیم پا رہے تھے، ضرورت کے تحت وہ بھی درس دیتے تھے۔ جیسا کہ درس گاہ صُفّہ کے عارضی طلباء کی تعلیم کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے لکھا ہے:

> ''جب وفد عبد القیس کے لوگ مدینہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں انصار کے سپرد کر دیا کہ تم ان لوگوں کی مہمان نوازی کرو۔ صبح کو ان لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ تمہارے میزبانوں نے کیسا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے ہمیں کھانے کے لئے نرم روٹی اور سونے کے لئے نرم بستر دیے اور صبح کو انہوں نے عبادت کے طریقے، قرآن شریف کی سورتیں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق چیزیں سکھائیں۔ اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ صُفّہ میں تعلیم کے مختلف شعبے تھے۔'' [2]

---

[1] عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۹۸؛ و دیار رحمۃ للعالمین، ص ۱۲۲؛ عہد رسالت مآب میں تعلیم، علیگ، الطاف حسین بریلوی (سید)، مرتبہ، محمد سعید (حکیم)، مقالات مذاکرۂ ملی تعلیمات نبوی، نظریہ و فلسفۂ تعلیم اسلامی، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۹۸۴ء، ج: ۱، ص ۵۴

[2] اسلامی ریاست، ص ۱۳۰

امام موسیٰ الکاظمؒ نے فرمایا:

"رسول اللہ ﷺ مسجد (نبوی) میں داخل ہوئے تو لوگوں کو ایک شخص کے گرد جمع پایا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟، انہوں نے عرض کیا یہ علامہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیسا علامہ؟ انہوں نے کہا۔ یہ انساب عرب کا سب سے بہتر جاننے والا ہے اور ان کے وقائع کا عالم ہے اور ایامِ جاہلیت کے اشعارِ عربیہ سے واقف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسا علم ہے کہ جس کے نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں اور جاننے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

آپ ﷺ نے (مزید) فرمایا:

((انما العلمُ ثلاثة آية محكمةُ او فريضةُ عادلةُ او سُنةُ قائمةُ وما خلاهُنَّ فهو فضلُ))

"علم تین ہیں: آیاتِ محکمات کے متعلق، فریضہ عادلہ کے متعلق اور سنتِ قائمہ کے متعلق۔ جو اس کے علاوہ ہے وہ فضل الٰہی ہے۔"[1]

ان روایات کے باب میں یہ امر ذہن نشین رہنا ضروری ہے کہ صرف مذکورہ بالا حضرات ہی درس گاہ صُفّہ کے معلمین میں شامل نہیں تھے بلکہ بہت سے اور اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تھے جن کے اسمائے گرامی تک ہمارے راویوں کی پہنچ نہیں ہوسکی۔ چنانچہ تمام بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ اور متعدد دوسرے اکابر کو تعلیم و ارشاد کا سرچشمہ سمجھنا چاہیئے۔

مبحث دوم: اصحاب صُفّہ کا تعارف

اصحابِ صُفّہ کا شمار ملتِ اسلامیہ کے ان محسنوں اور فدائیوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے زندگی کی تمام نعمتیں وطن، اہل و عیال، مال و دولت اور عیش و عشرت کو تعلیمِ دین اور اشاعتِ

---

1 اصول کافی، ج:۱، باب سوئم ص ۷۱

اسلام کے لئے وقف، اللہ کے لئے نذر اور رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر نثار کر دیا تھا۔ ان کا وطن اسلام تھا، حسب و نسب اسلام تھا، زندگی اسلام کے لئے تھی اور خاتمہ بالخیر اسلام اور رضاءِ الٰہی پر ہوا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خوبصورت اشعار، اصحابِ صُفَّہ پر صادق آتے ہیں:

((اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا فُطَنَا تَرَکُوا الدُّنیا وَ خَافُوا الفِتَنَا))

اللہ کے کچھ عقلمند بندے ایسے ہیں جنہوں نے فتنوں کا اندیشہ کیا اور دنیا کو چھوڑ دیا۔

((نَظَرُوا فِیهَا فَلَمَّا عَلِمُوا اَنَّهَا لَیسَت لِحَیٍّ وَطَنَا))

انہوں نے دنیا میں غور کیا اور جب جان لیا کہ دنیا کسی جاندار کا دائمی وطن نہیں ہے۔

((جَعَلُوهَا لُجَّةً وَاتَّخَذُوا صَالِحَ الاَعمَالِ فِیهَا سُفُنَا))

تو انہوں نے دنیا کو گہرا سمندر سمجھ کر نیک اعمال کو اس میں سفر کرنے کا سفینہ بنا لیا۔[1]

اصحاب صفہ یعنی چبوترہ والے لوگ۔ یہ ان مفلس و نادار اور متوکل و مجرد مہاجر مسلمانوں کی جماعت کا لقب ہے جو آنحضرت ﷺ کے سچے عاشق اور آپ ﷺ کے دیدار کے ہر وقت مشتاق تھے۔ آپ ﷺ کے حضور میں رہنے کے اور آپ ﷺ کے دیدار سے محظوظ ہونے کے سوا اور کوئی کاروبار نہ رکھتے تھے۔ فقیرانہ و مستانہ زندگی بسر کرتے اور رات دن اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے رہنے کے لئے کوئی گھر بھی نہ تھا وہ مسجدِ نبوی کے سائبان میں رہتے تھے، ان حضرات کی تعداد ستر تھی۔ مگر اس تعداد میں کمی یا بیشی بھی ہوتی رہتی تھی۔[2]

اصحابِ صُفَّہ سادہ لفظوں میں محض اصحاب نہ تھے بلکہ وہ خود تاریخِ رسالت کا لازمی جزء تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لئے منتخب کیا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے معاون بنیں اور

---

[1] دیوان الامام الشافعی، الشافعیؒ، ابی عبد اللہ محمد بن ادریس (امام) م ۲۰۴ھ، تحقیق، الدکتور احمد احمد شتیوی، دار الغد الجدید، القاهرة، ۱۴۲۹ھ، ص ۲۴۱

[2] اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مجبوب عالمؒ (مولوی) م ۱۹۳۳ء، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، نومبر ۱۹۹۲ء، ص ۸۲؛ ولغات الحدیث، وحید الزمانؒ (علامہ)، میر محمد کتب خانہ، کراچی، سن ندارد، ج: ۲، کتاب ص، ص ۶۸

آپ ﷺ کے شریک کار بن کر اس ربانی مشن کو تکمیل تک پہنچائیں جو آپ کے ذریعے پورا کیا جانا مطلوب تھا۔

درس گاہ صُفَّہ کے طالب علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه))

''ان کو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی صحبت کے لئے اور اپنے دین کی اقامت کے لئے چن لیا تھا۔''[1]

ا۔ درس گاہ صُفَّہ کے طلباء میں تفاوتِ درجات

رسول اللہ ﷺ کی سنت کا علم تمام اصحاب صُفَّہ کو یکساں نہ تھا، اور ہر ایک صحابی آپ ﷺ کے احوال و اقوال سے یکساں طور پر واقف نہ تھا، بلکہ ان میں تفاوتِ درجات تھا۔ بعض ہمہ وقت حاضر باش تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں اکثر موجود رہتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ٹولی جن کے چوپائے دیہات میں رہتے تھے یا مختلف شہروں میں تجارتی اسفار سے سابقہ رہتا تھا وہ حسب موقع مختلف اوقات میں درس گاہ صُفَّہ میں آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم نبوت کے حصول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف انداز کے ہیں۔

اس سلسلے میں حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((جالست أصحاب محمد ﷺ فوجدتهم كالا خاذ فالاخاذ يروى الرجل والاخاذ يروى الرجلين والاخاذ يروى المأة والاخاذ لو نزل به أهل الارض لأصدرهم))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت میں نشست و برخاست کی، ان کو میں نے تالاب کی طرح پایا، بعض ایسے تالاب تھے کہ صرف ایک آدمی کو سیر کر سکے بعض دو کو بعض سیکڑوں کو بعض ایسے تھے کہ اگر روئے زمین

ا پیغمبر انقلاب ﷺ، وحید الدین خانؒ (علامہ)، امجد اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۸۲

کے لوگ آجائیں تو اس کو سیراب کر دیں۔"[1]

اسی تفاوت کی وجہ سے درس گاہِ صُفَّہ میں تعلیم پانے والے طلباء کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ کچھ تو وہ تھے جو شہر میں رہتے تھے جن کو جب موقع ملتا، جتنا ملتا یا جب ضرورت محسوس ہوتی وقتاً فوقتاً فیضیاب ہوتے اور پڑھ کر چلے جاتے تھے اور کچھ ایسے تھے جن کا کوئی گھر نہیں تھا اور وہ رات بھی وہیں گزارتے تھے وہ مستقل اور باقاعدہ تسلسل کے ساتھ فیض یاب ہوتے۔ تیسرے وہ جو نہایت مختصر مدت کے لئے آتے اور تفقہ فی الدین حاصل کر کے اپنے علاقوں کو لوٹ جاتے۔

O...... مستقل طلباء

مستقل طلباء جنہیں دوسرے الفاظ میں اصحاب صُفَّہ کہا جاتا ہے۔ ان مسکین و قانع لوگوں کی جماعت کا لقب ہے جو آنحضرت ﷺ کے سچے عاشق اور آپ ﷺ کے دیدار کے ہر وقت مشتاق تھے۔ ہمہ وقت حاضر باش تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں اکثر موجود رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے حضور میں رہنے کے اور آپ ﷺ کے دیدار سے محظوظ ہونے کے سوا اور کوئی کاروبار نہ رکھتے تھے۔ فقیرانہ و مستانہ زندگی بسر کرتے اور رات دن اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

O...... غیر مستقل طلباء

غیر مستقل طلباء میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں جو نہ صرف نماز باجماعت ادا کرنے مسجد میں آتے تھے بلکہ اپنے قیمتی وقت کا اچھا خاصہ حصہ مسجد میں گزارتے تھے۔ نوافل کی ادائیگی، علمی و فکری مجالس، حلقہ ہائے درس میں شرکت، باہر کے ماحول سے بچنے اور روحانی بالیدگی کے لئے مساجد میں نشست رکھتے تھے۔ ان سے ملاقات کرنے والوں کے بیانات

[1] طبقات الکبریٰ، ج: ۲، ص ۱۰۴؛ والسنۃ قبل التدوین، ص ۳۸۰

سے معلوم ہوتا ہے وہ عام طور پر مسجد میں ملتے تھے۔ یا پھر اپنے کھیتوں، جانوروں کے باڑوں اور کاروباری مراکز میں ہوتے تھے۔[1]

کھیتوں، زمینوں اور جانوروں کے باڑوں میں کام کرنے والے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ساتھی کارکن کے ساتھ مسجد میں جانے کے لئے باری مقرر کرتے اور باری باری درس گاہ نبوی سے استفادہ کرتے۔ اس نوع کی متعدد روایات کتب ستہ میں مذکور ہیں۔ تاریخ و سیرت کے مطالعہ سے ایک اہم نکتہ جو معلوم ہوتا ہے کہ کسی طالب علم کے لئے اس یونیورسٹی میں داخلہ عمر، وقت اور تعداد کی قید نہ تھی اس مدرسہ کا داخلہ سارا سال کھلا رہتا۔ جتنی تعداد میں طلباء آتے حسب ظرف (Potential) تعلیم حاصل کرتے۔ گویا تدریس کا یہ نظام Open System تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں:

((کنت انا و جار لی من الانصار فی بنی امیة بن زید، و ھی من عوالی المدینة، و کنا نتناوب النزول علی رسول اللہ ﷺ، ینزل یوماً و انزل یوماً، فاذا نزلت جئته بخبر ذلك الیوم من الوحی وغیرہ، و اذا نزل فعل مثل ذلك...))

''میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں عوالی مدینہ کے ایک گاؤں بنی امیہ بن زید میں رہتے تھے اور ہم دونوں باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن وہ آتا، ایک دن میں آتا۔ جس دن میں آتا تو اس دن کی وحی کی اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کی) دیگر باتوں کی اس کو اطلاع دیتا تھا۔ اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا...''[2]

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نہیں سنتے تھے۔ ہم کو کھیتی باڑی اور دوسرے

---

1 تعمیر معاشرہ میں مسجد کا کردار، مہر، امیر الدین (مولانا)، النور پبلی کیشنز، کراچی، جنوری ۲۰۰۵ء، ص ۴۲

2 صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۸۹

کاموں سے مشغولیت رہتی تھی۔ اس زمانہ میں لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ خدمتِ نبوی کا حاضر باش، حاضر نہ ہونے والے سے حدیث بیان کرتا تھا۔“ [1]

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

”ہم اونٹوں کے چرانے میں مشغول رہتے تھے اور ہمارے ساتھی ہم سے احادیث بیان کرتے تھے۔“ [2]

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا گھر اور کاروبار تھا وہ بھی فرض نمازوں کے اوقات اور (درس گاہ صُفّہ کی) علمی وثقافتی محافل میں آمدورفت رکھتے تھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ} [3]

”ایسے لوگ جنہیں کوئی دھندا اس کی یاد سے اور نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرسکتا، نہ تو سوداگری کا کاروبار، نہ جنس ومال کی بکری۔“

سالمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں تھے اور نماز کا وقت ہوگیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی دکانیں بند کردیں اور سب مسجد میں چلے گئے۔ یہ دیکھ کر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔“ [4]

(درس گاہ صُفّہ کے طالب علم) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے اور کچھ عرصہ بعد تک تجارت کرتے رہے۔ جب سورہ نور کی مندرجہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی تو تجارت چھوڑ

---

[1] المستدرک، الحاکم، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری (امام) م ۴۰۵ھ، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ۲۰۰۰ء، ج:۱ص ۱۲۷

[2] الاصابۃ، العسقلانیؒ، الحافظ احمد بن علی بن حجر (امام) م ۸۵۲ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج:۱ص ۱۴۷

[3] سورۃ النور ۲۴: ۳۷

[4] المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج: ۴، ص ۳۲۵

دی اور مسجد کے ذریعے دعوت وتبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ [1]

O.....سفیرانِ وفود

رسول اللہ ﷺ کا یہ نظامِ تعلیم وتربیت محض انہیں مسلمانوں سے مخصوص نہ تھا جو مدینہ میں آئیں یا درس گاہِ صُفّہ میں مقیم ہوں بلکہ جو شہر، گاؤں یا قبیلہ مسلمان ہوتا یا مسلمان اسے فتح کرتے اوّل وہاں رسول اللہ ﷺ کسی ایسے شخص کو سفیر مقرر کر کے بھیجتے جو انہیں قرآن پڑھائے۔ مشہور مستشرق سر ولیم میور نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک معلم اُن (مختلف قبائل اور وفود کے) قاصدوں کے ہمراہ روانہ کر دیا جاتا تھا۔ آنحضرت (ﷺ) کے مبارک عہد میں عرب کی ساری سرزمین اسلام کی روشنی سے منور ہو گئی تھی۔ یمن، حجاز، نجد کا بچہ بچہ خواہ مرد ہو یا عورت اسلام کے آگے سرِ اطاعت جھکا چکا تھا۔۔ آنحضرت (ﷺ) نے ہر قبیلہ اور ہر شہر اور ہر قریہ میں اسلام کا منادی اور قرآن کا معلم مقرر فرمایا تھا جن کا رات دن اور ہر وقت یہی کام اور یہی خیال اور دھن تھی کہ ناواقفوں کو واقف اور قرآن کا ماہر بنایا جائے۔'' [2]

چونکہ ہر شخص کو تفقہ وتدریس کا کافی وقت نہیں مل سکتا تھا اس لئے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا کہ ہر جماعت اور ہر قبیلہ میں کچھ ایسے لوگ موجود رہیں جو تعلیم وارشاد کا فرض انجام دے سکیں۔ اسی بنا پر قرآن کریم میں حکم آیا۔

{وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾} [3]

---

1. تعمیر معاشرہ میں مسجد کا کردار،ص ۵۹
2. تذکرہ اسلام، سر ولیم میور، ج: ۴،ص ۱۸۱ بحوالہ، تاریخ القرآن للرحمانی، ص ۳۹
3. سورۃ التوبۃ ۹: ۱۲۲

”اور (دیکھو!) یہ ممکن نہ تھا کہ سب کے سب مسلمان (اپنے گھروں سے) نکل کھڑے ہوں (اور تعلیمِ دین کے مرکز میں آ کر علم و تربیت حاصل کریں) پس کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئی ہوتی کہ دین میں دانش و فہم پیدا کرتی اور جب (تعلیم و تربیت کے بعد) اپنے گروہ میں واپس جاتی تو لوگوں کو (جہل و غفلت کے نتائج سے) ہشیار کرتی تاکہ برائیوں سے بچیں۔“

یہ وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین سیکھتے، دینی معلومات اور دین کی سمجھ حاصل کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کا مشاہدہ کرتے اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص اصحابِ صُفّہ کی صحبت و معیت ان کو نصیب ہوتی۔ اکثر مسجدِ نبوی کے صحن میں ان کے لئے خیمہ لگا دیا جاتا۔ وہ وہاں رہتے، قرآن مجید سنتے، مسلمانوں کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے اور ان کے دل میں جو کچھ آتا وہ بڑی سادگی سے دریافت کرتے اور آپ ﷺ بڑی بلاغت اور حکمت کے ساتھ اس کا جواب عنایت فرماتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((كان ينطلق من كل حي من العرب عصابة فيأتون النبي ﷺ فيسألونه عمّا يريدون من امر دينهم و يتفقهوا في دينهم))

”عرب کے ہر قبیلے کا ایک گروہ آنحضرت ﷺ کے پاس آتا تھا اور آپ ﷺ سے مذہبی امور دریافت کرتا تھا اور دین میں تفقہ حاصل کرتا تھا۔“ [1]

درس گاہ صُفّہ مرکز علم و عرفان چونکہ رسول اللہ ﷺ کی زیر نگرانی تھا اس لئے تمام عالم عرب کے مسلمانوں کی خواہش و آرزو تھی کہ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر سرچشمہ نبوی سے براہ راست فیض یاب ہوں۔ ”تفسیر خازن“ کے مطابق مسلم عرب قبائل کا ایک نمائندہ گروہ مدینہ

---

[1] تفسیر خازن، سورۂ توبہ، بحوالہ سیرۃ النبی ﷺ للشبلی، ج:۱، حصہ دوم ص ۵۶

حاضر ہو کر ایک مختصر مدت میں تفقہ فی الدین حاصل کرتا اور مدرسہ نبوی سے استفادہ کر کے جب اپنے اپنے علاقوں کو مراجعت کرتا تو اپنے اپنے لوگوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کا فریضہ انجام دیتا۔ [1]

آپ ﷺ تفقہ فی الدین کے لئے آنے والے تمام وفود کو خوش آمدید کہتے۔ ایسا کرنا آپ ﷺ سے کئی موقعوں پر ثابت ہے۔

ابوقلابہ عبداللہ بن زیدؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

''عکل قبیلے کے کچھ لوگ جو دس سے کم تھے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے وہ مسجد کے سائبان میں رہا کرتے تھے اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا مسجد کے سائبان میں رہنے والے فقیر لوگ تھے۔'' [2]

جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مرحبا بالوفد الذین جاء وا غیر خزایا ولا ندامی))

''ذلت اٹھائے بغیر اور شرمندہ ہوئے بغیر، آنے والے وفد کو مرحبا!'' [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''انہوں (قبیلہ عبدالقیس) نے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی قطعی بات بتلا دیجئے کہ جس کی ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو خبر دے دیں اور اس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں تو آپ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے روک دیا۔۔۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان (باتوں کو) یاد رکھو اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو ان کی اطلاع پہنچا دو۔'' [4]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

---

1. عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ص ۹۹۔۱۰۰
2. صحیح البخاری، ج:۱،ص ۷۰۲، باب نوم الرجال فی المسجد
3. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۱۷۶
4. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۸۷

''میں اور قبیلہ بنو عامر کے دو اشخاص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کون ہو؟'' ہم نے عرض کیا: ''بنو عامر سے۔'' تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((مرحبا بکم! انتم منی))

''تمہیں خوش آمدید! تم مجھ سے ہو۔''[1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس میں آنے والے کے لئے اظہارِ مودت کی دلیل ہے اور ایسا کرنا نبی کریم ﷺ سے کئی موقعوں پر ثابت ہے۔ حدیث اُم ہانی رضی اللہ عنہا میں ہے: ''اُم ہانی رضی اللہ عنہا کو خوش آمدید''، عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے قصے میں ہے: ''ہجرت کرنے والے سوار کو مرحبا'' اور سیدہ فاطمہؓ کے قصے میں ہے: ''میری بیٹی کو خوش آمدید'' اور یہ سب احادیث صحیح ہیں۔ عاصم بن بشیر الحارثی رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو سلام عرض کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''خوش آمدید اور تم پر سلام''[2]

حضرت طلحہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا اور اس کی جان پہچان والا کوئی آدمی مدینہ میں ہوتا تو وہ (آنے والا) اس کے پاس ٹھہرتا اور اگر اس کا پہچاننے والا کوئی نہ ہوتا تو اصحابِ صُفّہ کے پاس درس گاہِ صُفّہ میں ٹھہرتا۔[3]

داعیانِ اسلام جو اطراف عرب میں بھیجے جاتے تھے ان کو ہدایت کی جاتی تھی کہ لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وطن چھوڑ کر مدینہ میں آجائیں اور یہیں بود و باش اختیار کریں، اس کا نام ہجرت تھا۔ اس بنا پر بیعت کی دو قسمیں کر دی گئیں۔ بیعتِ اعرابی اور بیعتِ ہجرت۔

---

۱ صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان الفارسی، ابن حبانؒ، الحافظ محمد بن حبان بن احمد (امام) م ۳۵۴ھ، مؤسسہ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء، حدیث نمبر: ۷۲۹۳

۲ فتح الباری، ج:۱، ص ۱۳۱

۳ مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۸، ص ۷۴، بحوالہ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج:۱، ص ۲۹۸

بیعتِ اعرابی صرف ان بدوؤں کے لئے تھی جن کو کچھ دنوں مدینہ منورہ میں رکھ کر تعلیم دینا مقصود تھا۔

"مختصر مشکل الآثار" کی روایت ہے:

''عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ بیعتِ اعرابی کرتے ہو یا بیعتِ ہجرت؟'' (حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیعتِ ہجرت کی اور اصحاب صُفّہ میں شامل ہو گئے) جیسا کہ روایات میں ہے:

((ان البیعة من المهاجر توجب الاقامة عنده(ﷺ) لیصرف فیما یصرفه فیه من امور الاسلام و بخلاف البیعة الاعرابیة))

''ہجرت کی بیعت کرنے سے لازم ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیام کرے تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اسلامی امور میں لگائیں اور بیعتِ اعرابی میں یہ ضروری نہیں۔''[1]

بعض اوقات وفود کو ایک وسیع مکان میں ٹھہرایا جاتا جس میں کھجور کے درخت لگے ہوئے تھے۔ یہ مکان رملہ بنت الحارث نجاریہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ بعض اوقات وفود کے لئے مسجد کے ایک گوشے میں خیمہ لگوا دیا جاتا۔ ان مہمانوں کی خاطر مدارات کے لئے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذمہ داری سونپی گئی۔[2]

درس گاہ صُفّہ میں تعلیم و تربیت کے لئے آنے والے وفود کی تعداد کے حوالے سے ڈاکٹر محمد یونسؒ رقمطراز ہیں:

''سیرت کی مختلف کتابوں میں مدینہ آنے والے وفود کی تعداد کم سے کم پندرہ

---

1. سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للشبلی، ج:۱، حصہ دوم، ص۵۶
2. نبوت اور سلطنت، محمد حامدؒ (مولانا)، مکتبۃ البخاری، کراچی، سن ندارد، ص ۱۷۷۔۱۷۸

(۱۵) اور زیادہ سے زیادہ ایک سو چار (۱۰۴) ملتی ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے صرف پندرہ وفود کا حال بیان کیا ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے چونتیس (۳۴) وفود کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ستر (۷۰) وفود کا ذکر کیا ہے۔ سب سے بڑھ کر تعداد مصنف سیرت شامی نے ایک سو چار (۱۰۴) بیان کی ہے۔"[۱]

۲۔ درس گاہِ صُفّہ کے معید اور نقیب درس

معید (Teaching Assistant) کی حیثیت طلباء سے بلند اور معلمین سے فروتر ہوتی ہے۔ معید کے فرائض اور ذاتی اوصاف میں یہ ہے کہ وہ نیکوکار اور صاحب فضل ہو۔ طلباء کو فائدہ پہنچانے کا خواہاں ہو اور انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی پر مستعد رکھ سکتا ہو۔ وہ طلباء کے ساتھ دارالاقامہ ہی میں مقیم رہے اور ان کی تکرار اور مطالعہ میں جب کوئی دقت پیش آئے اور وہ معلّم کے درس اور املاء کو بھول گئے ہوں تو اس وقت بھی وہ اس کے ضروری حصے دہرائے۔

قاضی بدرالدین ابراہیم ابن جماعہؒ کا بیان ہے:

"معید کا نام 'معید' اس موقع کی مناسبت سے پڑا ہے کہ وہ خارج وقتوں میں درس کا اعادہ کرتا ہے۔"[۲]

قرآن کریم میں مندرجہ ذیل آیت کریمہ کے شان نزول میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

{وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ}[۳]

"اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اس کی محبت میں سرشار ہیں، تو انہی کی صحبت پر اپنے جی کو قانع کرلو۔"

---

۱ رسول اللہ ﷺ کا سفارتی نظام، محمد یونسؒ، حافظ (ڈاکٹر)، دارالفرقان، راولپنڈی، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۸ھ، ص ۴۴۳

۲ تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ابن جماعۃ، بدرالدین بن ابی اسحٰق ابراہیم (القاضی)، پاکستان ہجرہ کونسل، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء، ص ۴۳

۳ سورۃ الکہف ۱۸: ۲۸

رسول اللہ ﷺ جب تعلیم و نصیحت سے فارغ ہو کر تشریف لے جاتے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حلقہ میں بیٹھ کر تعلیم کے سلسلہ کو اسی طرح جاری رکھتے، پھر جب رسول اللہ ﷺ دوبارہ تشریف لاتے تو لوگ خاموش ہو جاتے، آپ ﷺ تشریف فرما ہونے کے بعد فرماتے کہ اسی عمل میں مشغول رہیں اور اس کو جاری رکھیں۔ کبھی کبھار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تعلیمی حلقہ سنبھال لیتے تھے۔[1]

حضرت عمر بن ذرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت کے پاس تشریف لائے۔ ان میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ سب اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان (عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو ذکر کراؤ۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ذکر کرانے کے زیادہ حقدار ہیں۔''[2]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بطور خاص ''معید'' منتخب فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کہتے تھے آؤ تاکہ ہم ایک گھڑی ایمان تازہ کریں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھ جاتے اور وہ ان کو اللہ تعالیٰ، اس کی توحید اور آخرت کے بارے میں علمی باتیں بیان کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے مجلس سے تشریف لے جانے کے بعد آپ لوگوں کو جمع کرتے، ان کو اللہ کی یاد دلاتے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا مفہوم سمجھاتے۔[3] بعض روایات میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی اسی طرح مروی ہے۔[4]

---

1. التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۳۲۷
2. تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج: ۵ ص ۳۷۷
3. التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ص ۸۶۔۸۷
4. التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۸۷

نقیبِ درس (Class Representative) کے حوالے سے قاضی بدر الدین ابراہیم ابن جماعہؒ لکھتے ہیں:

"ہر حلقۂ (درس) کے استاد کے لئے ایک نقیب ضروری ہے، جو ہوشیار، تیز اور جری ہو، حاضرین میں ترتیب قائم رکھ سکے، اور جو لوگ حلقہ میں آئیں، انہیں ان کے مرتبہ کے مطابق بٹھائے، سونے والوں کو بیدار کرے، طالب علموں کو جو کچھ کرنا ہے، اس کے نہ کرنے پر، اور جو نہ کرنا چاہیئے، اس کے کرنے پر تنبیہہ و اشارہ کرے اور سبقوں کے سننے کی ہدایت کرے، اور سبق کے درمیان خاموشی قائم رکھے۔"[1]

اصحابِ صُفَّہ پر ایک عریف (مانیٹر) بھی مامور ہوتا تھا۔ عام طور پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ ذمہ داری ادا کرتے تھے۔[2]

مبحث سوم: اصحابِ صُفَّہ کی تعداد اور اسمائے گرامی

۱۔ اصحابِ صُفَّہ کی تعداد

اصحابِ صُفَّہ کی تعداد حسبِ حالت کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ مدینہ میں وفود آتے تو ان کی تعداد بڑھ جاتی اور جب مہمان کم ہوتے تو تعداد بھی کم ہو جاتی۔ عام طور پر ان کی تعداد ستر کے قریب رہتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ہم ساٹھ ساٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں رہا کرتے تھے۔ بعض اوقات ان کی تعداد بہت بڑھ جاتی تھی۔ خاص طور پر بیرونی طلبہ کے وفود کی آمد پر بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا۔ وفدِ بجیلہ میں ایک سو پچاس (۱۵۰)، وفدِ نخع میں دو سو (۲۰۰)، اور وفدِ مزینہ میں چار سو (۴۰۰) نفر تھے۔ اسی طرح دیگر وفود میں مختلف تعداد کے افراد ہوتے تھے اور ان کی آمد دین سیکھنے کے لئے تھی اس لئے وہ لوگ بھی مجلس میں شریک ہوتے تھے، بعض اوقات مجلس میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگ واپس

---

۱ تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ص ۶۱؛ اسلامی نظامِ تعلیم، ص ص ۸۵۔۸۶

۲ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۱۹، ص ۲۲۰؛ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تعلیم (مقالہ)، ج: ۱، ص ۵۴

چلے جاتے تھے۔[1]

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے المستدرک میں پینتیس (۳۵) اصحاب رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی اصحابِ صُفّہ میں لکھے ہیں۔[2] ابن سعدؒ اور عبداللہ بن احمدؒ نے زوائد الزھد میں اور ابو نعیمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اہلِ صُفّہ ستر آدمی تھے۔[3] بعض اوقات اصحابِ صُفّہ کی تعداد اتنی زیادہ ہو جاتی کہ اکیلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اسی (۸۰) آدمیوں کی مہمانی کرتے۔[4] دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مہمان بننے والے افراد ان کے علاوہ ہوتے۔[5]

مختلف اوقات میں کتنے لوگ صُفّہ پر قیام پذیر ہوئے، ان کی مکمل یا غیر مکمل کوئی فہرست مہیا کرنا ممکن نہیں ہے۔ سات یا آٹھ سال کی مدت میں جب کہ صُفّہ مسجد وارد ان مدینہ کے لیے وقتی قیام گاہ رہا سینکڑوں ہی اشخاص کو اس چبوترے پر قیام پذیر ہونے کا موقع ملا۔ کہاں اس کا کوئی رجسٹر تھا یا اس سلسلہ میں کوئی یادداشت تیار کی جاتی تھی جو فہرست مہیا کی جائے۔ سینکڑوں سال کے بعد سیرت نگار حضرات نے ان کی تعداد بھی مختلف بتائی ہے۔ شبلی نعمانیؒ کے مطابق ان (اصحابِ صُفّہ) کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ کل مجموعی تعداد چار سو (۴۰۰) تک پہنچی تھی لیکن کبھی ایک زمانہ میں اس قدر تعداد نہیں ہوتی۔ نہ صُفّہ میں اس قدر گنجائش تھی۔ غزوۂ معونہ میں انہی میں سے ستر آدمی اسلام سکھانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحابِ صُفّہ کی تعداد چار سو تک لکھی ہے۔[6]

صُفّہ کی درس گاہ میں تعلیم پانے والوں کی کثیر تعداد کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صرف ایک قبیلہ تمیم سے ۷۰، ۸۰ طلبہ آئے تھے۔ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

1. عہدِ القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۳۳
2. المستدرک، ج: ۳، ص ۱۹
3. تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۲، ص ۱۰۳
4. حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج: ۱، ص ۲۹۷
5. عہد نبوی میں تمدن، صدیقی، یٰسین مظہر (پروفیسر) دارالنوادر، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱۵
6. سیرۃ النبی ﷺ، شبلی، ج: ۱، حصہ اول، ص ۴۷۲، ادارہ اسلامیات، لاہور۔ السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام)، م ۹۱۱ھ، نور محمد اصح المطابع، کراچی، ت ندارد، ج: ۱، ص ۳۳

((كان فى وفد تميم سبعون او ثمانون رجلاً فاسلموا و يقيموا فى المدينة مدة يتعلمون القران والدين))

”قبیلہ تمیم سے ستر یا اسی اشخاص اسلام لائے اور مدینہ میں ایک مدت تک ٹھہر کر قرآن سیکھا اور دینی تعلیم حاصل کی۔“ [1]

عبد البر محمد قاسم نے اپنی تالیف ”حقیقت کتاب“ میں (مستقل و غیر مستقل) اصحاب صُفّہ کی تعداد تیس ہزار لکھی ہے مگر کسی مستند کتاب سے یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔ [2]

۲۔ اصحاب صُفّہ کے اسمائے گرامی

علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ نے "تحفۃُ اهل الزُلفة فی التوسل باهل الصُفّة" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس میں ترانوے اصحاب صُفّہ کا ذکر تھا۔ ابو عبد الرحمٰن محمد بن حسین السلمی الازدی النیسابوریؒ نے بھی ایک تاریخ مرتب کی ہے۔ مگر حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایات ضعیف ہیں۔ [3]

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دو صفحہ کا ایک رسالہ اصحاب صفہ کے نام سے لکھا ہے اس رسالہ میں سو آدمیوں کے نام بترتیب ہجا مذکور ہیں۔ [4]

ابن الاعرابی (ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد بصریؒ)، سلمی (ابو عبد الرحمٰن بن موسیٰ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ)، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصحابِ صُفّہ (کے اسمائے گرامی) کو جمع کرنے کا اہتمام کیا لیکن ان میں سے ہر ایک کے پاس وہ چیز ہے، جو دوسرے کے پاس نہیں اور جو کچھ انہوں نے ذکر کیا، اس پر اعتراض اور مناقشہ ہے۔ [5]

اصحاب صُفّہ میں جو لوگ بڑے معروف تھے اُن کی ایک فہرست حسبِ ذیل ہے جس

---

۱ استیعاب لابن عبد البرؒ بحوالہ الصحیفہ الصحیحہ، مقدمہ، ص ۲۲

۲ حقیقت کتاب (مصحف عثمان غنی)، عبد البر محمد قاسم، ترتیب محمد سفیان قاسمی، مکتبہ قاسمیہ، ملتان، جون ۲۰۰۶ء، ص ۵۹

۳ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۳، ص ۵۹۲

۴ سیرت النبی ﷺ للشبلی، ج: ۱، حصہ اول، ص ۱۷۴

۵ اَلمَوَاهِبُ اللَّدُنِّيَّة بِالمِنَحِ المُحَمَّدِيه، ج: ۱، ص ۲۰۰۔ ۲۰۱؛ وفتح الباری، ج: ۱، ص ۴۴۷

میں ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) اسمائے گرامی مختلف کتب کے حوالے سے درج کئے گئے ہیں۔ [1]

اصحاب صُفّہ کے اسمائے گرامی بحساب حروفِ ابجد مندرجہ ذیل ہیں:

- حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ
- حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوطلحہ بن عبداللہ النضری اللیثی رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوعسیب رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت ابوفراس سلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوکبشہ رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ
- حضرت اسماء بن حارثہ بن سعید اسلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت الاغر المزنی موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ
- حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
- حضرت براء بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ
- حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ
- حضرت ثابت بن ضحاک انصاری اشہلی رضی اللہ عنہ

---

[1] حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیا، ج:۱،ص ۲۹۸؛ والسیرۃ النبویہ ابن ھشام الصحیحۃ للدکتور العمری، ج:۱،ص ۲۰۳، بحوالہ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للصلابی، ج:۲،ص ص ۱۳۷۔۱۴۰؛ واُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۳،ص ۵۹۲؛ وکشف المجوب، ہجویری، علی بن عثمان بن علی جلابی غزنوی (سید) م ۴۶۵ھ، ترجمہ وتہذیب، ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، مئی ۱۹۶۸ء، ص ص ۸۶۔۸۸؛ وتاریخ قدیم مدارسِ عربیہ، عبدالبر محمد قاسم، مکتبہ قاسمیہ، ملتان، فروری ۲۰۰۵ء، ص ص ۱۵۔۱۶

- حضرت ثابت بن ودیعہ انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت ثقیف بن عمرو بن سمیط رضی اللہ عنہ
- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- حضرت جاریہ بن حمیل بن نُشبہ بن قرط رضی اللہ عنہ
- حضرت جرید بن خویلد رضی اللہ عنہ
- حضرت وقیل رباح اسلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت جعیل بن سراقہ ضمری رضی اللہ عنہ
- حضرت جرھد بن رازخ الاسلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت جرھد بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ
- حضرت جندب بن جنادہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
- حضرت حارثہ بن نعمان انصاری نجاری رضی اللہ عنہ
- حضرت حجاج بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت حذیفہ بن اسید ابوسریحہ غفاری رضی اللہ عنہ
- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
- حضرت حازم بن حرملہ اسلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت حبیب بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت حرملہ بن ایاس رضی اللہ عنہ
- حضرت حرملہ بن عبداللہ عنبری رضی اللہ عنہ
- حضرت حکم بن عمیر ثمالی رضی اللہ عنہ
- حضرت حنظلہ بن ابوعامر انصاری غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ
- حضرت خالد بن زید ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ

- حضرت خبیب بن یساف بن عتبہ ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ
- حضرت خریم بن اوس طائی رضی اللہ عنہ
- حضرت خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ
- حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ
- حضرت دکین بن سعید مزنی خثعمی رضی اللہ عنہ
- حضرت ذوالبجادین عبداللہ بن سہم المزنی رضی اللہ عنہ
- حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت زید بن خطاب ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ
- حضرت سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ
- حضرت سالم بن عمیر اوسی رضی اللہ عنہ
  (جو بنو ثعلبہ بن عمرو بن عوف سے تعلق رکھتے تھے)
- حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہما
- حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ
- حضرت سعد بن مالک ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ
- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بن عبدالرحمٰن مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
- حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ
- حضرت شداد بن اُسید رضی اللہ عنہ
- حضرت شقران رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

- حضرت شمعون ابوریحانہ ازدی رضی اللہ عنہ
- حضرت صفوان بن بیضاء فہری رضی اللہ عنہ
- حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ
- حضرت طخفہ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت الطفاوی الدوسی رضی اللہ عنہ
- حضرت طلحہ بن عمرو نضری رضی اللہ عنہ
- حضرت طلحہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت عامر بن عبد اللہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
- حضرت عباد بن خالد غفاری رضی اللہ عنہ
- حضرت عبادہ بن قرص وقیل قرط رضی اللہ عنہ
- حضرت عبادہ بن خالد غفاری رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن بدر جہنی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن عبد الأسد ابوسلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن حرام ابوجابر انصاری سلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت عبد اللہ بن عمیر بن عبس انصاری حارثی رضی اللہ عنہ

- حضرت عبدالرحمٰن بن کعب الاصم رضی اللہ عنہ
- حضرت عبدالرحمٰن بن قرط رضی اللہ عنہ
- حضرت عبید رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
- حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت عتبہ بن منذر سلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ
- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ
- حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ
- حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ
- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
- حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ
- حضرت عمرو بعثہ سلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ
- حضرت عویمر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
- حضرت عویمر بن ساعدہ انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت عیاض بن حماد مجاشعی رضی اللہ عنہ
- حضرت عرفہ ازدی رضی اللہ عنہ
- حضرت فرات بن حیان عجلی رضی اللہ عنہ
- حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت قرہ بن ایاس ابومعاویہ مزنی رضی اللہ عنہ

- حضرت قیس غفاری رضی اللہ عنہ
- حضرت کعب بن عمرو ابوالیسر انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت کنانہ بن حصین ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ
- حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد رضی اللہ عنہ
- حضرت مسعود بن ربیع القاری رضی اللہ عنہ
- حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
- حضرت وہب بن مفضل رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوحلیمہ معاذ بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ
- حضرت نضلہ بن عبید ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت وابصہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ
- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ
- حضرت ہلال مولیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما
- حضرت یسار ابوفکیہ مولیٰ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہما

علامہ عبدالبر محمد قاسم نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو بھی اصحاب صُفَّہ میں شامل کیا ہے۔[1] لیکن کسی مستند ماخذ سے یہ ثابت نہیں۔ تاہم بطورِ Day Scholar تو تمام اصحاب رضی اللہ عنہم ہی درس گاہِ صُفَّہ سے وابستہ تھے۔

---

[1] تاریخ قدیم مدارس عربیہ، ص ۱۶

فصل سوم:

اصحابِ صُفّہ کے فضائل و احوال

مبحث اول: اصحابِ صُفّہ کے فضائل

قرآن کریم اور سنت نبوی نے جب اس دنیا کو شرف بخشا تو روحوں اور عقلوں پر ایسا اثر ڈالا جس کا تصور ناممکن ہے۔ یہ اثر اس کمال درجے کا تھا کہ اس کے نورانی ماحول میں پروان چڑھنے والی نسل بذاتِ خود ایک ایسا معجزہ ہے جس کے ہمراہ کسی اور معجزے کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی۔ دینداری، سوچ، طرزِ فکر، اخلاق اور اسرارِ عبودیت کی معرفت کے لحاظ سے، اس نسل کا ہمسر ملنا ناممکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ایسی نسل کو پروان چڑھایا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ وہ فرشتوں کے برابر تھے تو مبالغہ نہ ہوگا۔[1]

۱۔ اصحابِ صُفّہ کے فضائل قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾}[2]

"خیرات تو ان حاجت مندوں کا حق ہے جو (دنیا کے کام دھندوں سے الگ ہر

---

۱ اضواء قرآن در فلک وجدان، گولن، محمد فتح اللہ، ترجمہ، عبدالخالق ہمدرد، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ص ۳۴

۲ سورۃ البقرۃ ۲: ۲۷۳

کر) اللہ کی راہ میں بیٹھ رہے ہیں (یعنی صرف اسی کام کے ہو رہے ہیں)۔
انہیں یہ طاقت نہیں کہ (معیشت کی ڈھونڈ میں) نکلیں اور دوڑ دھوپ کریں۔
(پھر باوجود فقر و فاقہ کے ان کی خودداری کا یہ حال ہے کہ) ناواقف آدمی دیکھے
تو خیال کرے انہیں کسی طرح کی احتیاج نہیں۔ تم ان کے چہرے دیکھ کر ان
کی حالت جان سکتے ہو، لیکن وہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کبھی سوال کرنے والے
نہیں۔ اور (یاد رکھو!) تم جو کچھ بھی نیکی کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ اس کا علم
رکھنے والا ہے۔"

ابوعبداللہ محمد بن سعد بصریؒ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں ابن کعب القرظیؒ سے
روایت نقل کرتے ہیں:

"یعنی صدقات ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں مقید ہیں، اصحابِ صُفَّہ
مراد ہیں۔ مدینے میں ان لوگوں کا کوئی مکان تھا نہ اقارب تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ
نے انہیں (دوسرے لوگوں کو) صدقہ دینے پر اُبھارا۔"[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ "لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ" سے مراد اصحاب صُفَّہ ہیں۔ مدینہ طیبہ میں ان کا کوئی گھر بار نہیں تھا نہ کنبہ تھا
اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان پر صدقہ کرنے پر آمادہ فرمایا۔[2]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ (فارسی) کہتے ہیں کہ مؤلفۃ القلوب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے
(یعنی) عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ مجلس
کے اگلے حصے میں بیٹھتے اور ان (غریب لوگوں) سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیحدہ ہو جاتے کہ ان کے
کپڑے بدبودار ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھتے۔ (وہ اس سے سلمان، ابوذر اور مسلمانوں
کے فقیر لوگ (اصحاب الصفہ) مراد لیتے تھے اور وہ لوگ اون کے جبے پہنے ہوئے تھے) تو

---

1 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ دوم، ص ۲۲
2 تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۲، ص ص ۱۰۳۔۱۰۴

ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھتے یا ہم آپ ﷺ سے باتیں کرتے اور ہم آپ ﷺ سے کچھ نصیحت حاصل کرتے۔ [1]

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی۔ [2]

{وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ} [3]

”اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں کو جو (دعوت حق پر ایمان رکھتے ہیں اور) صبح و شام اللہ کے حضور مناجات کرتے اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، اپنے پاس سے نہ نکالو۔“

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں سنن ابن ماجہ کی روایت ہے:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اقرع بن حابس اور عیینہ فزاری نے عرض کیا کہ اس مضمون کی ایک تحریر لکھ دی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ حضور ﷺ نے اس تحریر کے لئے کاغذ منگوایا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا۔ خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک گوشہ میں صبر کئے بیٹھے تھے کہ اتنے میں جبرئیل آئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ [4]

دوسری روایت میں مندرجہ ذیل آیات کا سبب نزول بھی یہی واقعہ ہے۔

{وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ

---

1. المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج: ۳، ص ۷۵۵؛ وتفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۵، ص ص ۳۷۶۔۳۷۹
2. المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج: ۳، ص ۷۵۵
3. سورۃ الانعام ۶: ۵۲
4. سنن ابن ماجہ، ابی عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی (امام) م ۲۷۳ھ: دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۱۹۲۹

اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴿۲۸﴾}[۱]

''اور (اے پیغمبر!) تیرے پروردگار کی کتاب جو تجھ پر وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت میں لگا رہ۔ اللہ کی باتیں کوئی بدل نہیں سکتا اور اس کے سوا کوئی پناہ کا سہارا ملنے والا نہیں۔ اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اس کی محبت میں سرشار ہیں، تو انہیں کی صحبت پر اپنے جی کو قانع کر لے۔ ان کی طرف سے کبھی تمہاری نگاہ نہ پھرے کہ دنیوی زندگی کی رونقیں ڈھونڈنے لگو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا (یعنی ہمارے ٹھہرائے ہوئے قانون نتائج کے مطابق جس کا دل غافل ہوگیا) اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑ گیا، تو ایسے آدمی کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔''

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے غریب اصحاب باوفا کی تعریف کی اور عیینہ بن حصن فزاری کے متعلق فرمایا کہ آپ ﷺ اس کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی میں لگا ہوا ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی کرنا ہے۔[۲]

عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''یہ آیت (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ) رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی جب آپ ﷺ اپنے گھر میں تھے۔ آپ ﷺ ان لوگوں کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تو ایسی قوم کو پایا جو اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ ان میں بکھرے بالوں والے، خشک کھالوں والے اور ایک کپڑے والے تھے۔ جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ایسے لوگ بنائے میری اُمت

---

۱ سورۃ الکہف ۱۸: ۲۷-۲۸

۲ تفسیر نور الثقلین، الحویزیؒ، عبد علی بن جمعۃ العروسی (محدث جلیل)، موسسۃ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث، قم، ۱۴۰۱ھ، ج: ۵، ص ۳۳۱

میں کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اُن کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھوں۔"[1]

علامہ طبرسی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر مجمع البیان" میں فرماتے ہیں:

ان آیات کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان افراد کی تلاش کے لئے اٹھے۔ (یہ مخلص مومنین ان سرمایہ داروں کی باتیں سن کر ناراض تھے اور مسجد کے ایک گوشے میں جا کر عبادتِ پروردگار میں مشغول ہو گئے تھے)۔ آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مسجد کے آخری حصے میں پالیا۔ وہ لوگ ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حمد ہے اُس اللہ کے لئے جس نے موت سے پہلے یہ حکم دیا کہ تم جیسے لوگوں کے ساتھ رہوں۔

((معکم المحیا و معکم الممات))

"تمہارے ساتھ جینا اور تمہارے ساتھ مرنا ہی اچھا ہے۔"[2]

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ہمارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقتوں میں مزید اضافہ ہوا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنا قریب بیٹھتے تھے کہ ہمارے زانو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زانو سے لگ جاتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھنا چاہتے تو ہم ہٹ جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان میں سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔[3]

ابوالاثر حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بلند ان کی نگاہیں فقر تھا ان کے شمائل میں
رسول اللہ اکثر بیٹھتے تھے ان کی محفل میں
روا رکھا نہ جاتا تھا کوئی بھی امتیاز ان سے
یہ بندے خاص تھے مسرور تھا بندہ نواز ان سے

---

۱ تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۵، ص ۳۷۷
۲ مجمع البیان للطبرسی، بحوالہ تفسیر نمونہ، ج:۷، ص ۹۴
۳ تفسیر نور الثقلین، ج:۵، ص ۳۳۱

جب ان کی صف میں شامل آپ خود بھی کملی والا ہو
جہاں میں رُتبہ اصحاب صُفَّہ کیوں نہ بالا ہو[1]

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک یہ خوبصورت دعا تھی:

((اسألُك الطيبات و فعل الخيرات و حُب المساكين))

''میں تجھ سے حلال غذا، نیک کام اور مساکین سے محبت مانگتا ہوں۔''[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو لوگ بئر معونہ میں شہید ہوئے ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا جو بعد کو منسوخ ہو گیا۔

((بلغو قومنا عنا انا لقينا ربنا فرضی عنا و رضينا عنه))

''ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے پروردگار سے ملے، وہ ہم سے خوش ہوا اور ہم اس سے خوش ہوئے۔''[3]

۲۔ اصحاب صُفَّہ کے فضائل احادیث نبوی میں

مستدرک حاکم میں حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب صُفَّہ کی شان میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری اُمت کے برگزیدہ اور پسندیدہ اور رفیع المرتبت، ذی شان شخصیات کے متعلق ملاءِ اعلیٰ (ملائکہ مقربین) نے یہ پیغام رسانی کی ہے کہ وہ حضرات ظاہر میں اللہ عزوجل کی رحمت واسعہ کا خیال کر کے مسرور و محفوظ (محظوظ) ہوتے ہیں مگر اللہ وند ذوالجلال کے عذاب و عقاب کی شدت کے خوف سے ان کے دل مغموم ومحزون ہیں۔ وہ شب و روز اللہ کے مقدس اور پاکیزہ گھروں یعنی مساجد میں ذکر و فکر میں مصروف و مشغول اور منہمک رہتے ہیں ان کی زبانیں رحمتِ خداوندی کی امید و رجاع کی آئینہ دار اور مالک حقیقی کے دیدار

---

۱ شاھنامۂ اسلام۔ جالندھری، ابو الاثر حفیظ، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء، طبع نو، حصہ چہارم، ص ۵۸۶

۲ قُوتُ القلوب۔ ابن عطیہ، ابو طالب محمد بن علی حارثی المکی (الشیخ) م ۳۸۶ھ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ایڈیشن: ۱۳۸۸ھ، ج: ۲، ص ۶۷۶

۳ طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ اول، ص ۲۸۷

کے لئے ان کے قلوب اضطراب سیمابی میں مبتلا ہیں۔لوگوں پر ان کا بار نہایت ہلکا اور خود ان کے نفوس پر بے حد بھاری اور گراں ہے۔زمین پر نہایت وقار، طمانیت اور سکون کے ساتھ چلتے ہیں۔ان میں تکبر غرور اور خود آرائی کا نام ونشان تک نہیں۔ان کی چال سے تواضع، انکساری اور مسکنت جھلکتی ہے۔تلاوت قرآن ان کا ورد زبان، پرانے اور بوسیدہ کپڑے زیب تن کئے رب کریم کی خصوصی رحمتوں سے ہر وقت مالامال ہوتے رہتے ہیں۔ حفاظتِ خداوندی ان پر سایہ فگن ہے۔ان کی روحیں دنیا میں ہیں مگر دل آخرت کی لگن میں۔فکر آخرت نے انہیں دنیا کی عارضی خوشیوں سے بے پروا کر دیا ہے۔قبر اور آخرت کے لئے ہر وقت رخت سفر باندھے تیار کھڑے ہیں۔ایسے ہی قدسی نفوس سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ذالك لمن خاف مقامي و خاف وعيد))

''یہ وعدہ اسی کے لئے ہے جس کے دل میں میرے سامنے پیش ہونے اور میرے عذاب کا خوف شعلہ زن ہے۔''[1]

O......اصحابِ صُفّہ کے پختہ اسلام کی شہادت نبوی

ابن اسحاقؒ نے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی سے بیان کیا ہے کہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیینہ اور اقرع کو سو سو اونٹ دے دیئے اور جعیل بن سراقہ ضمری رضی اللہ عنہ (جو اصحابِ صُفّہ میں سے تھے) کو نظر انداز کر دیا۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:سنو! والذی نفس محمد بیدہ! کہ جعیل رضی اللہ عنہ، عیینہ اور اقرع جیسے روئے زمین کے ستر آدمیوں سے بہتر ہے، میں نے ان کی تالیفِ قلبی کے لئے دیا ہے کہ اسلام پر پکے ہو جائیں اور میں نے جعیل رضی اللہ عنہ کو اس کے پختہ اسلام کے حوالے کر دیا ہے۔[2]

O......اصحابِ صُفّہ کی ناراضگی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسفیان (درس گاہ صُفّہ میں داخل ہوا

---

[1] المستدرک، ج:۲،ص ۳۵۵

[2] البدایة والنهایة، ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابو الفداء (امام) م ۷۷۴ھ، دار ابن کثیر، دمشق، ایڈیشن:۱، ۱۴۲۸ھ، ج:۲، حصہ چہارم، ص ص ۷۸۳۔۷۸۴

اور) سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور بھی چند لوگ بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا:

اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر اپنے موقع پر نہ پہنچیں (یعنی یہ اللہ کا دشمن نہ مارا گیا)۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تم قریش کے بوڑھے اور سردار کے حق میں ایسا کہتے ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (اور) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (یہ بات) بیان کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم نے شاید ناراض کیا ان لوگوں کو (یعنی سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم وغیرہ)۔ اگر تم نے ان کو ناراض کیا تو اپنے پروردگار کو ناراض کیا۔

یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس آئے اور کہنے لگے اے بھائیو! میں نے تم کو ناراض کیا؟

وہ بولے نہیں اللہ تم کو بخشے! اے ہمارے بھائی۔ [1]

ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((من يحقر عمارا يحقره الله، ومن يسب عمارا يسبه الله، ومن يبغض عمارا يبغضه الله))

"جو عمار کو حقیر جانتا ہے اللہ اس کو حقیر جانتے ہیں، اور جو عمار پر دشنام طرازی کرتا ہے اللہ اس پر غضبناک ہوتے ہیں اور جو عمار سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھتے ہیں۔" [2]

O ..... اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کی محفل میں اصحاب صُفَّہ کے فضائل بیان کرنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے حلقہ پر نکلے اور پوچھا تم کیوں بیٹھے ہو وہ بولے ہم بیٹھے ہیں اللہ جل وعلا کی یاد کرتے ہیں

---

1. صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۴۱۲
2. مجمع الزوائد، ج: ۹، ص ۲۹۴

اور اس کی تعریف کرتے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی راہ بتلائی اور ہمارے اوپر احسان کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: قسم اللہ تعالیٰ کی تم اس لئے بیٹھے ہو یا اور کسی کام کے لئے؟

وہ بولے قسم اللہ کی ہم تو صرف اسی واسطے بیٹھے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو اس لئے قسم نہیں دی کہ تم کو جھوٹا سمجھا بلکہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور بیان کیا:

((أَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ))

''اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی فضیلت بیان کر رہا ہے فرشتوں کے سامنے۔''[1]

O...... صُفَّہ کے شہید کی لاش پر فرشتے اپنے پروں کا سایہ کیے رہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔''جب میرے والد (حضرت عبداللہ بن حرام ابو جابر انصاری رضی اللہ عنہ) اُحد کی جنگ میں شہید کر دیئے گئے تو میں ان کے چہرے سے بار بار کپڑا ہٹا کر دیدار کرتا اور روتا۔ یہ منظر دیکھ کر میری پھوپھی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) بھی رونے لگیں۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ فرمانے لگے:

((تبكين أو لا تبكين، ما زالت الملائكة تظلة بأجنحتها حتى رفعتموه))

''تم لوگ روؤ یا چپ رہو، جب تک تم لوگ میت کو اٹھاتے نہیں فرشتے تو برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔''[2]

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''فرشتوں نے ان (حضرت عبداللہ بن حرام ابو جابر انصاری رضی اللہ عنہ) کے جنازے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، ص ۲۹۰

[2] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۴۴

پر اپنے پروں سے سایہ کیا تھا۔“ [1]

O...... اصحابِ صُفَّہ کی مظلومانہ شہادت پر رسول اللہ ﷺ کی رنجیدگی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کسی اور موقع پر اتنا رنج محسوس نہیں فرمایا جتنا مقتولین بئرِ معونہ پر۔ یہ وہ ستر قراء تھے جن سے قبیلہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان نے بدعہدی کی اور دھوکے سے قتل کر ڈالا۔ آپ ﷺ نے ایک مہینے تک صبح کی نماز میں ان قاتلین کے لئے بددعا فرمائی۔

”اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت مضبوط کر دے۔ اے اللہ! یوسف کے قحط کی طرح ان پر قحط نازل فرما۔ اے اللہ! بنی لحیان و عضل و قارہ و زعب و رعل و عصیہ کی گرفت کر کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔“ [2]

O...... صُفَّہ کے شہید بروز قیامت بارگاہِ خداوندی میں ہمہ وقت حاضر

غزوۂ اُحد کے خاتمے پر اللہ کے رسول ﷺ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی لاش کے قریب تشریف لائے۔ آپ کھڑے ہوئے، پہلے یہ آیت تلاوت فرمائی:

{مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾} [3]

”مومنوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا، ان میں سے کوئی اپنی نظر پوری کر چکا اور کوئی، وقت آنے کے منتظر ہیں اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔“

پھر لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا:

---

[1] احادیث الجہاد۔ السیوطیؒ۔ ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ، ص ۱۲۴

[2] طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ اول، ص ۲۸۷

[3] سورۃ الاحزاب ۳۳: ۲۳

"میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین وخوش پوشاک کوئی نہ تھا، لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال اُلجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ بے شک اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہو گے۔"[1]

O......اللہ تعالیٰ نے درس گاہِ صُفّہ کے شہید طالبعلم کو سامنے بٹھا کر بات کی

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پریشان دیکھا تو کہنے لگے:

اے جابر رضی اللہ عنہ! ادھر آ، میں تجھے ایک بات بتلاؤں:

"اللہ تعالیٰ نے آج تک جس سے بھی بات کی پردے میں کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کو سامنے بٹھا کر بات چیت کی۔ اللہ تعالیٰ پوچھنے لگے: "اے میرے بندے! مجھ سے مانگ تجھے عطا کروں۔" اس پر تیرے والد نے عرض کی: "میرے مولا! عرض یہی ہے کہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں تیری خاطر دوسری بار قتل کیا جاؤں۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: "یہ تو میرا فیصلہ ہو چکا کہ جو لوگ یہاں آ گئے وہ واپس دنیا میں نہیں جا سکتے۔" یہ سن کر عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "میرے پروردگار! پھر میرے پیچھے دنیا میں جو میرے ساتھی ہیں انھیں (میری جنت کی خوشحال زندگی کے بارے میں) آگاہ کر دیجئے۔"[2]

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

[1] مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (آرٹیکل)، سلیم تابانی، مجلس التحقیق الاسلامی لاہور، مدیر حافظ حسن مدنی، ماہنامہ محدث، مارچ ۱۹۷۱ء، آن لائن ایڈریس:

[2] جامع الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ترمذیؒ (امام) م ۲۷۹ھ، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، حدیث نمبر: ۳۰۱۲

{وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴿١٦٩﴾} [1]

''اور (اے پیغمبر!) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں ان کی نسبت ایسا خیال نہ کرنا کہ وہ مر گئے۔ نہیں، وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے حضور اپنی روزی پا رہے ہیں۔''

O...... اصحابِ صُفّہ میں سابقین

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((انا سابق العرب الی الجنة و صهيب سابق الروم الی الجنة و بلال سابق الحبشة الی الجنة و سلمان سابق الفارس الی الجنة))

''اہلِ عرب میں میں ہوں اور صہیب رضی اللہ عنہ اہلِ روم میں سے اور بلال رضی اللہ عنہ اہلِ حبش میں سے اور سلمان رضی اللہ عنہ اہلِ فارس میں سے جنت کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں۔'' [2]

امام ابن حزم ظاہری ؒ نے سابقین اسلام کی جو فہرست اپنی کتاب ''جوامع السیرۃ'' میں پیش کی ہے، اس میں مندرجہ ذیل اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعلق درس گاہ صُفّہ سے ہے۔

- O حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- O حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ
- O حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- O حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
- O حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ
- O حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- O حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ [3]

---

1 سورۃ آلِ عمران ۳:۱۶۹

2 مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۳۰۵

3 جوامع السیرۃ، ابن حزم، ظاہری اندلسی (امام) م ۴۵۶ھ، ترجمہ محمد سردار احمد، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ص ۷۸ ـ ۸۲

سب سے پہلے ہجرتِ مدینہ کا اعزاز پانے والے فرد حضرت ابوسلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی درس گاہِ صُفّہ سے ہے۔[1]

O......جنت اور حورانِ جنت، اصحاب صُفّہ کی مشتاق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ان الجنة تشتاق الی ثلاثة علی و عمار و سلمان))

"یقیناً حورانِ خُلد تین لوگوں کے دیدار کی مشتاق ہیں؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ۔"[2]

کنز العمال ہی کی ایک روایت میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ہے۔ الفاظِ حدیث یہ ہیں:

((الا ان الجنة اشتاقت لاربعة من اصحابی علی و المقداد و سلمان و ابی ذر))

"غور سے سنو اور یاد رکھو کہ بے شک جنت میرے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے چار اشخاص کی (بطورِ خاص) مشتاق ہے اور وہ علی، مقداد، سلمان، اور ابوذر رضی اللہ عنہم ہیں۔"[3]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ان اللہ تعالٰی امرنی بحب اربعة، واخبرنی انه یحبهم: علی، و ابوذر، والمقداد و سلمان))

"اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ (اللہ) بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ علی رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، مقداد رضی اللہ عنہ، اور سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔"[4]

---

1. أسد الغابہ بحوالہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم انسائیکلو پیڈیا، کاظم، ذوالفقار (ڈاکٹر)، بیت العلوم لاہور، سن ندارد، ص ۵۱۶
2. مجمع الزوائد، ج:۹، ص ۲۴۴
3. کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، برہانپوری، علی متقی (الشیخ)، حیدرآباد، دکن، ج:۶، ص ۱۹۲
4. جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۱۸

O...... اصحاب صُفّہ کو علی و فاطمہ علیہما السلام پر ترجیح دینا

ایک مرتبہ مالِ غنیمت میں غلام اور کنیزیں آئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکٹھے آئے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ پر قیدی غلاموں سے اور فراخی سے احسان فرمایا ہے، لہٰذا ہمیں بھی کوئی خادم عنایت فرمائیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((واللہ، لا اعطیکما و ادعُ اهل الصفة تطوی بطونهم، لا اجد ما انفق علیهم، ولکنی ابیعهم، و انفق علیهم، فرجعنا))

"اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں آپ کو دوں اور اہلِ صُفّہ کو اس حال میں چھوڑ دوں، بھوک سے جن کے پیٹ اکٹھے ہوئے جا رہے ہیں۔ جن پر خرچ کرنے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔میں ان قیدیوں کو فروخت کر کے ان کی قیمت اہل صُفّہ پر خرچ کروں گا۔پس یہ دونوں ہستیاں لوٹ گئیں۔"[1]

رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دلجوئی کے لئے) اُن کے گھر تشریف لے گئے، انہوں نے جو چادر اوڑھ رکھی تھی وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اگر سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کر دیا اور فرمایا:

"ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر کہہ لیا کرو، اور جب بستر پر آیا کرو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔"[2]

امام بخاریؒ نے بھی اس مضمون کی حدیث کو اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور اس کا عنوان بایں الفاظ تحریر کیا ہے:

"اس بات کی دلیل کے بارے میں باب کہ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ

---

1 مسند احمد، حدیث نمبر: ۸۳۸

2 مسند احمد، حدیث نمبر: ۸۳۸

ﷺ کی ضروریات اور مساکین کے لئے ہے اور جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آٹا گوندھنے اور چکی پیسنے کی تکلیف کا ذکر کر کے قیدیوں میں سے خادم طلب کیا، تو آپ ﷺ نے اہلِ صفہ اور بیواؤں کو (ان پر) ترجیح دی اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔"[1]

O.....اصحابِ صُفَّہ کے لئے نور اور جنت میں بشارت

صُفہ کے ایک طالب علم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ نے ہاتھ سے حلقہ بنا کر بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ چنانچہ سب لوگ حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے مفلسین کی جماعت! تمہیں خوشخبری ہو اس بات کی کہ قیامت کے دن تمہیں بھرپور نور حاصل ہوگا اور تم دولت مند طبقے سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کے برابر ہوگا۔ چنانچہ یہ فقراء جنت میں عیش وعشرت کر رہے ہوں گے اور دولت مندوں کا طبقہ حساب دے رہا ہوگا۔"[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَدخُلُ فُقَرَاءُ المُسلِمِينَ الجَنَّةَ قَبلَ اَغنِيَاءِ هِم بِاَربَعِينَ خَرِيفًا))

"فقراء مسلمین جنت میں اغنیاء سے آدھا دن پہلے داخل ہوں گے اور وہ پانچ سو سال ہیں۔"[3]

رسول اللہ ﷺ نے بے سروسامان جماعت کے لئے خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

((بدأ الاسلام غريبا و سيعود غريبا فطوبى للغرباء من

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس

[2] تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۵، ص۳۷۸؛ وحلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج:۱، ص۳۰۱

[3] جامع ترمذی، حدیث نمبر:۲۱۷۲؛ وسنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶

امتی))

''اسلام بے سروسامانی کے ساتھ شروع ہوا اور اخیر میں بھی بے سروسامان ہو جائے گا پس میری اُمت میں بے سروسامان جماعت کے لئے خوشخبری ہے۔''[1]

O......اہل بیتؑ کی اصحاب صُفّہ رضی اللہ عنہم سے محبت

نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت علیہم السلام بھی اصحاب صُفّہ کے ساتھ نشست و برخاست اور ان کی تالیفِ قلب پسند فرماتے تھے۔ جیسا کہ ڈاکٹر مصطفیٰ حلمی نے تحریر کیا ہے:

''آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی میں آپ کے اہل بیتؑ بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے اور ان سے گھلے ملے رہتے تھے اور ان کی صحبت میں اٹھنا بیٹھنا موجبِ فلاح و صلاح سمجھتے تھے۔ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن جعفر (علیہم السلام) وہ بزرگ تھے جو اہلِ صُفّہ کی محبت کو دین کی محبت سمجھتے تھے۔ ان سے اس لئے قرب حاصل کرتے تھے کہ اچھے اخلاق و آداب سیکھیں۔''[2]

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسکینوں سے محبت کرتے ان کے پاس اٹھتے بیٹھتے اور ان سے باتیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت "ابو المساکین" رکھ دی تھی۔[3] نیز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حریرہ اور دودھ سے اصحاب صُفّہ کی خاطر داری کرنا، سیدہ فاطمۃ الزہراؑ کا اپنے چاندی کے کنگن اور حضرت حسینؑ کے بالوں کے ہم وزن چاندی کا اہل صُفّہ پر صدقہ کرنا نیز جنتی خرما سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تواضع کے واقعات، فصل ہذا کے مبحث ''اصحاب صُفّہ کے احوال'' میں درج کئے گئے ہیں۔

---

[1] بہجۃُ النفوس و تحلیھا بمعرفۃ ما لھا وما علیھا (شرح صحیح بخاری)، ابن ابی حمزہؒ، ابو محمد عبداللہ الازدی الاندلسی (امام) م ۶۹۹ھ، ترجمہ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، ادارۂ اسلامیات، لاہور، ایڈیشن: ۱، جولائی ۱۹۸۰ء، ج: ۱، ص ۱۹۷

[2] الحیات الروحیہ فی الاسلام، حلمی، مصطفیٰ (ڈاکٹر)، ترجمہ رئیس احمد جعفریؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۴۵

[3] سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۹۲۷

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مسکینوں سے پیار کیا کرو، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے:

((اللهم أحيني مسكيناً و امتني مسكيناً واحشرني في زمرة المساكين يوم القيامة))

"اے اللہ! مجھے اس حال میں زندہ رکھ کہ میں مسکین رہوں۔ اور مجھے مسکین رکھتے ہوئے موت دینا۔ اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے گروہ میں سے اٹھانا۔"[1]

O......حوضِ کوثر پر سب سے پہلے آنے والے

درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنا عدن اور عمان کے درمیان مسافت ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور اس کے برتن ستاروں کے برابر ہوں گے۔ جو اس سے پیئے گا، اسے کبھی پیاس نہ لگے گی، اور لوگوں میں سب سے پہلے میرے حوض پر مہاجرین میں سے فقراء غریب لوگ آئیں گے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ فقراء مہاجرین کون ہوں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((هم الشعث رؤسا، الدنس ثيابا الذين لا ينكحون المنعمات ولا يفتح لهم السدد))

"یہ لوگ دنیا میں پراگندہ بال اور میلے لباس والے ہوں گے، جو ناز و نعم میں پلی عورتوں سے نکاح نہ کر سکتے ہوں گے اور نہ ہی ان کے لئے بند دروازے کھولے جاتے ہوں گے۔"[2]

---

1 سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۱۲۶

2 البدور السافرة في امور الآخرة، السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۸ھ، ص ۲۶۵؛ وکتاب الأوائل لسیوطی، ص ص ۱۸۱۔ ۱۸۲

O.....عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بغیر حساب جنت میں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

{ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝} [1]

"ایک بڑا گروہ اگلوں میں سے ہوگا۔ اور ایک بڑا گروہ پچھلوں میں سے ہوگا۔"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ منقول ہے۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا آج میرے سامنے ساری اُمتیں پیش کی گئیں۔ ایسے نبی (علیہ السلام) بھی میرے سامنے سے گزرے جن کے ساتھ صرف ایک امتی تھا۔ کسی کے ساتھ دو اور بعض کے ساتھ ایک گروہ اور بعض ایسے نبی (علیہ السلام) تھے جن کے ساتھ ایک امتی بھی نہ تھا۔ پھر میں نے ایک جمِ غفیر دیکھا جس نے آسمان کے کنارے کو گھیر لیا تھا۔ کہا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔

((مع هؤلاءِ سبعون الفا يدخلون الجنة بغير حساب))

ان میں ستر ہزار آپ کے وہ غلام ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جن کا نام عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ تھا۔ (اور درس گاہِ صُفّہ کے طلباء میں سے تھے)، آگے بڑھے اور عرض کیا۔

((امنهم انا يارسول الله ﷺ))

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان میں سے ہوں؟

((قال نعم))

فرمایا: ہاں تو ان میں سے ہے۔

((وقام اخر وقال امنهم انا؟ فقال سبقك عكاشه))

پھر ایک اور (صحابی) اٹھا اور عرض کیا کہ کیا میں ان میں سے ہوں۔

---

[1] سورۃ الواقعہ ۵۶:۳۹

آپ ﷺ نے فرمایا: ”عکاشہ (بن محصن رضی اللہ عنہ) تم پر سبقت لے گیا۔“[1]

O......ابو عبداللہ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کو ”منّا اهل البیت“ کی سند عطا ہونا

غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ہر آدمی کے لئے چالیس گز خندق کھودنے کا حکم فرمایا۔ مہاجرین و انصار نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حجت کی وہ قوی آدمی تھے، مہاجرین نے کہا کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا نہیں سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہیں۔ (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کے کیا کہنے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سلمان منّا اهل البیت))

”سلمان رضی اللہ عنہ ہم اہل بیت (علیہم السلام) میں سے ہیں۔“

ان سے ان کا نسب پوچھا جاتا تو فرماتے: ”میں سلمان بن اسلام ہوں۔“[2]

O......حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کو فرشتوں کا غسل دینا

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ، حالتِ جنابت میں میدان جہاد کو نکلے تھے اور دوران جنگ، ابو سفیان (جو اس وقت مشرک تھے) کے اوپر چڑھ گئے اور قریب تھا کہ ابوسفیان کو قتل کر دیں جب ایک مشرک شداد بن شعوب نے یہ دیکھا تو اپنی تلوار تان کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((انی رایت الملائکة تغسل حنظلة بن ابی عامر بین السماء والارض بماء المزن فی صحاف الفضة))

”میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کو آسمان اور زمین کے درمیان بادل کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے تھے۔“[3]

---

1. ضیاء القرآن، الازہری محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، مئی ۲۰۱۱ء، ج:۵، ص ص ۹۲۔۹۳
2. السیرۃ النبویہ ابن ھشام، ص ۴۷۵؛ وطبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم، ص ۱۹۶
3. الحبائك فی اخبار الملائك، السیوطیؒ، ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، ترجمہ، مولانا امداد اللہ انور، دار المعارف، ملتان، ۲۰۰۷ء، ص ۳۱۳

۳۔اصحابِ صُفّہ کی علمی وجاہت

وہ یونیورسٹی جو صُفّہ کے اندر بنائی گئی اس کا پہلا کلاس روم تو مکہ کے اندر حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر تھا اور پھر اس کا نیا کیمپس صُفّہ کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ (صُفّہ) وہ درسگاہ تھی جہاں علوم پڑھائے نہیں جاتے تھے، علوم بنائے جاتے تھے۔ یہی درسگاہ تھی جہاں بہترین انسان تیار ہوئے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کا بیان ہے:

''درس گاہ صُفّہ کے ڈے سکالر حضرت عمر فاروق بیان کرتے ہیں کہ میرے ماں باپ میرے غصے اور غصیلے پن کو دیکھ کر مجھے بکریوں کا ریوڑ سپرد نہیں کرتے تھے کہ یہ کہیں بکریوں کو زخمی اور لنگڑا نہ کر دے۔ مجھے اس لائق نہیں سمجھتے تھے کہ میں بھیڑیں چراؤں۔ یہ اس درسگاہِ صُفّہ کا فیضان تھا کہ جس کے والدین اسے بھیڑیں بکریاں چرانے کی اجازت نہیں دیتے وہ چھبیس (۲۶) لاکھ مربع میل کے انسانوں کی قیادت کرتا ہے۔ یہ Human Resource Development ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی درسگاہ تھی جہاں سے مفسرین اور محدثین اُٹھے۔ اور اب بھی جس درسگاہ کا الحاق اس درسگاہ سے نہ ہو وہ علمِ دین نہیں ہے۔ علمِ دین وہی ہے جس کا ناتا اس درسگاہ سے جا کر جڑ جائے۔''[۱]

شیخ ابن عطیہؒ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام انہماک تلاوتِ قرآن مجید، مسجد کو آباد کرنے (یعنی نماز اور نوافل میں منہمک رہنے)، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں رہتا۔[۲] ذیل میں درس گاہ صُفّہ کے چند ہونہار طلباء کی روشن زندگیوں کی مختصر علمی جھلک پیش کی جائے گی۔

O.....حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

امام ذہبیؒ نے ان کی عظیم الشان اور سحر انگیز شخصیت کو کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے:

۱ (اقتباس ملخص) عبدالجبار شاکر (پروفیسر)، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (آڈیو کیسٹ)، سائیڈ بی، بیت الحکمت، لاہور، سن ندارد
۲ قوت القلوب، ج:۱، ص ص ۴۹۸۔۴۹۹

((عبداللہ بن مسعود بن غافل الامام الحبر فقیہ الامۃ))

''عبداللہ بن مسعود بن غافل رضی اللہ عنہ، امام، ماہر عالم، امت کے فقیہ تھے۔'' [1]

آپ جہیر الصوت تھے۔ بلند آواز سے تلاوت کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر سب سے پہلے بیت اللہ میں تلاوتِ کلام اللہ کی۔

چنانچہ احمد بن سہیل البلخی ؒ (م ۵۰۷ھ) فرماتے ہیں:

''ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس کا نفس اللہ کی رضا پر راضی اور مطمئن ہو۔ (اگر ہے) تو اسے چاہیئے کہ وہ اس (قرآن کریم) کو بلند آواز سے پڑھے تاکہ قریش کے دلوں میں اتر جائے۔''

اس پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بولے کہ ''میں ایسا کروں گا۔'' چنانچہ وہ خانہ کعبہ گئے اور وہاں پر اپنی بلند آواز سے سورہ رحمٰن کی تلاوت کی۔ پھر جب وہاں سے واپس ہوئے تو اُن کا چہرہ خوب روشن تھا۔ [2]

علامہ شمس الدین محمد بن محمد جزری شافعیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تجوید القرآن کے امام تھے۔ قرآن مجید کو عمدہ آواز میں ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسی وصف کی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

((من اراد ان یسمع القرآن غضا کما انزل فلیسمعه من ابن مسعود))

''جو یہ چاہے کہ قرآن کو اس طرح تروتازہ سنے جیسے نازل ہوا تو وہ (عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلاوت سنے۔'' [3]

---

[1] سیر اعلام النبلاء، الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (امام) م ۷۴۸ھ، دار الفکر، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۷ھ، ج: ۱، ص ۶۱

[2] تذکار قراء، قاری محمد طاہر (ڈاکٹر) نشریات، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۳۷

[3] قوت القلوب، ج: ۱، ص ص ۲۵۲۔ ۲۵۳؛ وزراء حول الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۳۴

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انی رضیت لامتی مارضی لها ابن ام عبد و سخطت لها ما سخط لها ابن ام عبد))

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ جن امور کو پسند کریں میں اُن کو اپنی ساری اُمت کے لئے پسند کرتا ہوں اور جن امور کو وہ ناپسند کریں میں بھی انہیں ناپسند کرتا ہوں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ کی معیت اور صحبت میں رہنے کا اثر تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا بہت سا حصہ براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کریم کی ستر سے زائد سورتیں سیکھی تھیں۔[2]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اہلِ کوفہ کی تعلیم اور دینی و مذہبی امور کی نگرانی کے لئے معلم الامت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تو فرمایا:

''میں خود اس بات کا محتاج ہوں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے استفادہ کروں لیکن تمہیں خود پر ترجیح دیتے ہوئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیج رہا ہوں۔''

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تبحر علمی کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا:

''ایک مشک ہے فقہ سے بھری ہوئی، علم سے بھری ہوئی۔''[3]

امام سخاویؒ کی "دستور الاعلام" میں ہے:

((ابن مسعود الصحابي الجليل الكثير المناقب احد القراء الاربعة عشر و علما الصحابة))

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو بڑے کمالات کے جامع ہیں منجملہ چودہ حفاظِ قرآن کے ایک یہ بھی ہیں۔''[4]

---

[1] اعظمی، ابوالحسن فاضل دیوبند (مولانا)، علمِ قرات اور قراء سبعہ، ادارۂ اسلامیات، لاہور، دسمبر ۱۹۸۹ء، ص ۹۳

[2] تہذیب التہذیب، ج: ۲، ص ۳۶۹، بحوالہ تذکار قراء، ص ۳۹

[3] علمِ قرات اور قراء سبعہ، اعظمی، ابوالحسن فاضل دیوبند (مولانا)، ادارۂ اسلامیات، لاہور، دسمبر ۱۹۸۹ء، ص ص ۹۲۔ ۹۳

[4] دستور الاعلام، امام شمس الدین عبدالرحمٰن السخاوی، بحوالہ، تاریخ القرآن للرحمانی، ص ۵۱

امام محمد ابن جریر طبری ؒ فرماتے ہیں:

''اسلام میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جس کے درس سے ایسے نامور علماء نکلے ہوں ۔۔۔اور اس طرح وہ پیش گوئی جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کے قبولیتِ اسلام سے پہلے فرمائی تھی کہ ((انك غلام معلم)) ''تم ایک زمانہ میں استاذِ زمانہ بنو گے'' پورے طور پر صادق وثابت ہوئی۔'' [1]

محمد بن سیرین ؒ فرماتے ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر کوئی عالم کسی ایسی جگہ ہو جہاں میرا اونٹ مجھے میری زندگی کے آخری سانس میں پہنچائے اور میں اس سے بات کر سکوں تو بھی میں اس کی طرف سفر شروع کر دوں گا۔'' [2]

O......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیک وقت فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے۔ایک مرتبہ انہوں نے مسجد میں دعا مانگی:

((اللهم انی اسألك علما لا ینسی))

''اے اللہ! میں آپ سے نہ بھولنے والا علم مانگتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ دعا سن کر ''آمین'' کہا۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو حدیث پڑھا رہے تھے کہ پڑھاتے پڑھاتے رونا شروع کر دیا۔ایک شاگرد نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ کیوں اتنا رو رہے ہیں؟ فرمایا ''ایک وقت وہ تھا کہ میں ایک عورت کا غلام تھا اور مجھے وہ ٹکڑے نصیب ہوتے جو اس کے کھانے میں سے

---

1 نصب الرایہ لتخریج احادیث الہدایۃ (مقدمہ) ص ۳۰ بحوالہ علمِ قرات اور قراء سبعہ، ص ۹۸

2 فضائل القرآن، ابوعبیدؒ، قاسم بن سلام (امام) م ۲۲۴ھ، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۹۹۹، ص ۸۹

3 المستدرک، ج: ۳ ص ۵۰۸

بچ جایا کرتے تھے اور میں ان پر گزارہ کرتا رہا اور آج اللہ نے حدیث رسول کا امام بنادیا:

((الحمد للہ الّذی جعل الدین قواما و جعل اباھریرۃ اماما))

''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے دین کے ذریعے اچھی زندگی دی اور مجھے (حدیث رسول کا) امام بنادیا۔''[1]

حضرت اشقیا اصبحیؒ مدینہ منورہ آئے تو دیکھا ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ پوچھا یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔[2]

درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں احادیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ امام نوویؒ نے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔[3]

بشیر بن نہیکؒ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کتابیں عاریۃً لے کر نقل کرتے۔ نقل کرنے کے بعد ان کو سناتے، سنانے کے بعد پوچھتے، میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو جو سنایا ہے وہ سب آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے: ''ہاں۔''[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ نے حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔[5]

O......حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حلقہ درسِ حدیث مسجد نبوی میں ہوتا تھا۔[6] عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ (بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں بیٹھ کر

---

۱ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۷۱۵۰

۲ جامع ترمذی، بحوالہ امام ابن ماجہؒ اور علم حدیث، نعمانی، محمد عبدالرشید (مولانا)، میر محمد کتب خانہ، کراچی، ۱۳۷۶ھ، ص ۲۳

۳ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۳۰۸

۴ طحاوی شریف، بحوالہ نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، امجدی، محمد شریف الحق (مفتی)، فرید بک سٹال لاہور، ایڈیشن: ۲، دسمبر ۲۰۰۳ء، ص ۷۲

۵ اسد الغابہ، ج: ۵، ص ۳۲۱

۶ حسن المحاضرہ، بحوالہ امام ابن ماجہؒ اور علم حدیث، ص ۲۳

احادیث نبوی پوچھ کر لکھ لیتے تھے۔[1] آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سیکھنے کے لئے ایک مہینے کا سفر کیا۔[2] حافظ ابن حجرؒ نے حدیث جابر کو فتح الباری میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حصولِ علم کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنی حرص تھی جو اس سفر سے ثابت ہو رہی ہے۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سدوسیؒ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔[4]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''تہذیب التہذیب'' میں اسمٰعیل بن عبد الکریم صنعانی (م ۲۱۰ھ) کے ترجمہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صحیفہ کا ذکر کیا ہے کہ یہ اس کو وہب بن منبہؒ سے اور وہ اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور سلیمان بن قیس یشکریؒ کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''ابوحاتم کا بیان ہے کہ سلیمانؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی اختیار کی اور ان سے صحیفہ لکھا اور وفات پا گئے اور ابوالزبیرؒ، ابوسفیانؒ اور شعبیؒ نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایتیں کی ہیں اور ان لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیثیں بھی سنی ہیں جو اکثر اسی صحیفہ کی ہیں اور اسی طرح قتادہؒ نے بھی۔''[5]

۴۔ حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مبارکہ کا ٹکڑا ہے:

((فوضع النبی ﷺ یدہ علی سلمان رضی اللہ عنہ ثم قال: لو کان

---

۱ نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ص ۷۲

۲ صحیح البخاری، کتاب العلم

۳ صفحات من صبر العلما علی شدائد العلم والتحصیل، ابوغدہ، عبدالفتاح (الشیخ)، جمیعۃ پبلیکیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۵، ۱۴۲۹ھ، ص ۳۸

۴ الطبقات الکبریٰ، بحوالہ، نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ص ۷۳؛ وشرح صحیح مسلم (مقدمہ)، سعیدی، غلام رسول (علامہ)، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۱۰، اپریل ۲۰۰۳ء، ج: ۱، ص ص ۷۶۔۷۷

۵ تہذیب التہذیب، بحوالہ، امام ابن ماجہ اور علمِ حدیث، ص ۱۴۴

الایمان عند الثریا لنا له رجال من هولاء))

''نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا: ''اگر ایمان ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہو، تو بھی ان میں سے لوگ اس کو پالیں گے۔'' [1]

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ہم وطنوں کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اس حدیث کا عنوان بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

((ذکر شهادة المصطفیٰ ﷺ لاهل فارس بقول الایمان والحق))

''مصطفیٰ ﷺ کی اہلِ فارس کے ایمان وحق کہنے کے متعلق گواہی۔'' [2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((سَلْمَانُ عَالِمٌ لَا يُدْرَكُ))

''سلمان رضی اللہ عنہ ایسے عالم ہیں کہ کوئی ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔'' [3]

حضرت ابو الاسود دئلیؒ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''تمہارے لئے لقمان حکیمؒ جیسا کون ہوگا، وہ ہماری طرف سے اور ہم اہلبیتؑ میں سے ہیں، انہوں نے اول و آخر علم کا پتہ لگایا، پہلی اور آخری کتاب پڑھی اور ایسا سمندر تھے جو خشک نہ ہو سکے۔'' [4]

امام جعفر الصادقؒ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو علم کا بحر ناپیدا کنار قرار دیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے انہی علوم کی بنا پر خوارج کے حالات اور کربلا کے واقعات کی قبل از وقت خبر دے دی تھی۔ [5]

---

۱ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۸۷۹

۲ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، الفارسی، امیر علاؤ الدین، تحقیق، شیخ شعیب الارناؤط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ، ج: ۱۶، ص ۲۹۸

۳ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ج: ۱، ص ۱۸۸

۴ طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ چہارم، ص ۸۵

۵ ذکر و فکر (مقالات)، ص ۶۱۰

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ آپؓ اپنے ساتھیوں کے اوصاف بیان فرمائیں۔اس پر انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

((عندہ علم الاولین والاخرین))

''یعنی اُن کے پاس اولین وآخرین کا علم تھا۔'' [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو "صاحب الکتابین" (یعنی دو کتابوں والے) کہا کرتے تھے۔

حضرت قتادہؒ کا بیان ہے کہ دو کتابوں سے مراد انجیل مقدس اور قرآن مجید ہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے (قبول اسلام سے قبل) عیسائی علماء سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی لہٰذا انہوں نے قدیم الہامی کتابوں تورات، زبور اور انجیل کو سبقاً سبقاً پڑھا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ تصریح کرتے ہیں:

((قرا الکتب و صبر فی ذٰلک علی مشقات نالتہ))

''انہوں نے کتابیں پڑھیں اور اس سلسلے میں بہت سی مشکلات اور تکالیف صبر کے ساتھ برداشت کیں۔'' [3]

صحف سلف اور الہامی کتب کے عالم ہونے کے امتیاز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا عدیل و ہمسر نہیں ہے۔ مزید براں ژند اوستا وغیرہ (مجوسی کتب) پر بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دسترس حاصل تھی۔ [4]

O...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

امام ذہبیؒ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

((الامام القدوۃ، شیخ الاسلام اماما متینا، واسع

---

1 اخبار الاخیار، محدث دہلویؒ، عبدالحق (شیخ)، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، بن ندارد، ص ۱۳۹

2 سیرت سلمان رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۹

3 الاستیعاب علی ھامش الاصابہ، ابن عبدالبرؒ (حافظ)، مطبوعہ مصطفی محمد، مصر، بن ندارد، ج:۲، ص ۵۵

4 سیرت سلمان رضی اللہ عنہ، عارف، فضل احمد (علامہ)، نذیر سنز پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۴، ص ۱۶۴

العلم كثير الاتباع، وافر النسك كبير القدر، متين الديانة عظيم الحرمة))

''مثالی امام، شیخ الاسلام، بلند پایہ مضبوط امام، فراخ علم، کثرت سے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والے، کثرت سے عبادت کرنے والے، بڑی شان والے، بلند پایہ دیانتدار اور بڑی عزت والے تھے۔'' [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے قرآن یاد تھا اور ایک رات میں اسے ختم کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور ایک ماہ میں ختم کا حکم دیا۔'' [2]

حضرت نافعؒ سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ فرمایا:

''تم لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے ہو۔ مسلسل نفل نماز اور ناظرہ قرآن پڑھتے رہتے تھے اور ہر دفعہ نفل نماز کے لئے مستقل وضو فرمایا کرتے تھے۔'' [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث کو صحیح ترین سند کا درجہ حاصل تھا۔ بلکہ اس ذریعے کو "سلسلة الذهب" قرار دیا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مطلق طور پر سب سے زیادہ راجح اور بہتر سند یہ ہے۔

((مالك عن نافع عن ابن عمر))

اس سلسلہ سند کو سونے کی کڑی تصور کیا جاتا ہے۔ [4]

O.....حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا مشہور قول تھا:

---

1 سیر اعلام النبلاء، ج:۳، ص ۲۰۴

2 فتح الباری، ج:۹، ص ۷۴؛ وتاریخ القرآن للرحمانی، ص ۴۹

3 مفاتح الحجار فی فضائل الحفاظ، رحیمی، ابو عبدالقادر محمد طاہر مدنی، ادارۃ المطالعہ، بہاولپور، ۱۴۱۳ھ، ص ۳۵۴

4 تهذيب التهذيب للنووی، ج:۱، ص ۲۸۰، بحوالہ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم، جمعہ، احمد خلیل (الاستاذ)، ترجمہ، ابو ضیاء محمود احمد غضنفر، دار الابلاغ، لاہور، ایڈیشن: ۱، جون ۲۰۱۱ء، ج:۱، ص ۱۱۰

''اگر قرآن کریم کی کسی آیت کا مطلب سمجھ نہ آئے اور کوئی بتانے والا بھی نہ ملے سوائے ایک آدمی کے جو "بِرکُ الغُمَاد" میں ہو تو میں اس کے لئے سفر کروں گا۔'' [1]

آپ رضی اللہ عنہ ہی کا قول ہے:

''ایک مسئلہ سیکھنا میرے نزدیک شب بیداری سے زیادہ بہتر ہے۔''

نیز یہ بھی فرمایا:

''عالم یا متعلم یا مستمع بننا، چوتھی حیثیت نہ اختیار کرنا کہ ہلاک ہو جاؤ گے۔'' [2]

امام ذہبیؒ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں فرماتے ہیں:

''فقہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھے۔ بڑے عالم فاضل تھے۔ دمشق میں قرآن کا درس دیتے تھے۔ انہوں نے قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کیا تھا۔'' [3]

حضرت قاسم بن عبد الرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ:

''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے پاس علم ہوتا تھا۔'' [4]

امام ابن قیم الجوزیہؒ بیان کرتے ہیں:

((احدُ الذین جمعوا القرآن حفظا علیٰ عهد النبی ﷺ بلاخلاف))

''قرآن کے ان حافظوں میں سے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن حفظ کیا تھا، ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔'' [5]

---

۱ فضائل القرآن، ص ۸۸

۲ احیاء العلوم، الغزالیؒ، ابو حامد محمد بن احمد (امام) م ۵۰۵ھ، تہذیب، استاد عبد السلام ہارون، ترجمہ، نذیر حسین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، جون ۱۹۷۰ء، ص ۲۶

۳ تذکرۃ الحفاظ، الذہبیؒ، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (امام) م ۷۴۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء، ص ۲۱؛ و تاریخ القرآن للرحمانیؒ، ص ۳۴

۴ کتاب الزهد، ابن حنبلؒ، ابی عبد اللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، المکتب الاسلامی، دمشق، ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۰، حدیث نمبر: ۷۴۹

۵ مفتاح دار السعادۃ، ج: ۱، ص ۳۵۸، بحوالہ، تاریخ القرآن للرحمانیؒ، ص ۵۰

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

''یہ خوف میرے دامن گیر رہتا ہے کہ میرا رب مجھ سے پہلے پہل یہ سوال کرے گا: تو نے علم پایا تو اپنے علم پر کیا عمل لایا ہے۔'' [۱]

O.....حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''ابوذر رضی اللہ عنہ نے چند ایسے علوم حاصل کئے جن کے تحمل سے لوگ عاجز ہیں۔'' [۲]

خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت میں مدینہ میں داخل ہوا خلق اللہ تھی کہ ٹوٹی پڑتی تھی، ہر طرف سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ [۳]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ابوذر رضی اللہ عنہ سخت حریص اور لالچی تھے۔ لالچی دین کی پیروی کرنے میں اور اس کی باتوں پر عمل کرنے میں اور حریص علم کے حاصل کرنے میں تھے۔ بہت زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے۔ پھر کبھی انہیں جواب دیا گیا ہے اور کبھی نہیں۔ لیکن اس پر بھی۔۔

((قد ملیٔ له فی وعائه حتی امتلا))

''ان کے لئے ان کا پیمانہ بھر دیا گیا حتٰی کہ وہ لبریز ہو گیا۔'' [۴]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرح یہ سعادت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابوذر رضی اللہ عنہ! تم ہم اہل بیت سے ہو۔'' [۵]

---

۱ اقتضاء العلم العمل، الخلیب البغدادیؒ، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت (امام) م ۴۶۳ھ، مکتبۃ البخاری، کراچی، ایڈیشن: ۱، جنوری ۲۰۰۵ء، ص ۴۸، حدیث نمبر: ۵۳

۲ مولائے متقیانؑ کے متقی صحابی و صحابیات، جعفری، مراد علی (سید)، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، بن ندارد، ص ۲۷۹

۳ سوانح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ گیلانیؒ، سید مناظر احسن (مولانا)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، نومبر ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۹

۴ سوانح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ص ص ۱۰۴۔۱۰۵

۵ امالی شیخ طوسی، ص ۱۱۶۳، بحوالہ، مولائے متقیانؑ کے متقی صحابی و صحابیات، ص ۵۴۶

O......حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما

انہیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد میں قرآن کا معلم مقرر کیا تھا۔ مورخین نے حفاظِ قرآن کی فہرست میں ان کا نام بھی لکھا ہے۔ [1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے جن مہاجرین اولین کی جماعت عصبہ میں آئی جو قباء میں ایک جگہ ہے تو ان کی امامت حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما کرتے تھے، وہ ان لوگوں میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔ [2]

O......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کے متعلق لکھا ہے:

((من الراسخین فی العلم کتب الوحی و حفظ القرآن و اتقنہ))

"یہ علماء راسخین سے ہیں۔ کاتب وحی تھے۔ قرآن حفظ تھا۔" [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرائض کا سب سے بڑا عالم ہونے کی یوں سند عطا فرمائی۔

((افرض امتی زید بن ثابت))

((اعلمھم بالفرائض زید بن ثابت))

فرائض میں امتیاز کے ساتھ قضاء، قرأت، فقہ، فتویٰ میں بھی مشہور تھے۔ ان کا شمار علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھا۔ [4]

O......حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابو سعید بن یونسؒ کا بیان ہے:

"وہ قرآن کے قاری، فرائض و فقہ کے عالم، فصیح و بلیغ شاعر و کاتب تھے، اور اسلام

۱۔ تاریخ القرآن للرحمانی، ص ۵۲

۲ جامع بیان العلم، ج: ۲، ص ۶

۳ تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص ۲۶؛ و تاریخ القرآن للرحمانی، ص ۵۰

۴ الاصابۃ، ج: ۳، ص ۲۳

لانے والے اور ہجرت کرنے والے سابقون الاولون میں سے تھے۔"

آگے ابوسعیدؒ بیان کرتے ہیں کہ وہ قرآن کے جامعین میں ہیں۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصحف مصر میں اب تک موجود ہے اور آخر میں ان کے خط سے تحریر ہے:

((و کتب عقبة بن عامر بيده)) [1]

"تذکرۃ الحفاظ" میں امام ذہبیؒ کے الفاظ ہیں:

"وہ فقیہ، علامہ، قاری، فرائض میں صاحب بصیرت زبان اور فصیح شاعر اور جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔" [2]

O......حضرت ابوحلیمہ معاذ بن الحارث انصاری رضی اللہ عنہ

یہ قاری ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی رمضان میں تراویح پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ [3]

O......حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حافظِ قرآن تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان سے ڈیڑھ سو احادیث منسوب ہیں جن میں سے پانچ متفق علیہ ہیں۔ [4]

درس گاہ صُفّہ کے دیگر طلاب کی علمی وجاہت سے آشنائی کے لئے کتب سیرت، کتب اسماء الرجال اور کتب فضائل ومناقب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مبحث دوم: اصحابِ صُفّہ کے احوال

تاریخ اسلام کا ہر طالب علم اصحابِ صُفّہ کے طریق زندگی سے آشنا ہے۔ یہ وہ بزرگ

---

1. الاصابہ، ج: ۴، ص ۲۵
2. تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص ۴۰
3. تہذیب التہذیب، ج: ۱۰، ص ۱۸۸؛ وتاریخ القرآن للرحمانیؒ ص ۵۰
4. اطلس السیرۃ النبویہ ص ۱۶۸

تھے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں دنیا کی نعمتوں کو ٹھکرا دیا تھا اور اقل قلیل پر قناعت اختیار کر لی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے جسم کا ایک حصہ پکڑ کر فرمایا:

"دنیا میں پردیسی یا مسافر بن کر رہو اور اپنے آپ کو مرا ہوا شمار کرو۔" [1]

امام حسینؑ اپنے بابا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس آدمی کی دنیا کی طرف رغبت ختم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بغیر سیکھنے کے بھی علم عطا کرتا ہے اور بغیر (کسی) ہدایت والے کے اسے ہدایت کرتا ہے اور اس کی بصیرت کو بڑھاتا ہے اور اس کی جاہلیت کو ختم کرتا ہے۔" [2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

((ولالفیتم دنیاكم هذه ازهد عندی من عفطة عنز))

"اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابل اعتنا پاتے۔" [3]

دوسری جگہ پر فرمایا:

((والله لدنیاكم هذه اهون فی عینی من عراق خنزیر مجزوم))

"اللہ کی قسم! یہ تمہاری دنیا میری نظروں میں سور کی اس بے گوشت ہڈی سے بدتر ہے جو کسی مجزوم و مبروص ہاتھ میں ہو۔" [4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

۱ صفة الصفوة، ج:۱،ص ۲۵۳

۲ حکمت نامه امام حسین، ری شہری، محمد محمدی (حجۃ الاسلام)، ترجمہ مولانا اطہر علی مطہری، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ج:۱،ص ۴۲، ح ۱۲؛ و کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج:۳، ح ۶۱۴۹

۳ نہج البلاغة، الشریف الرضی، محمد بن حسین بن موسیٰ (سید) م ۴۰۶ھ، نہج البلاغہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۱ء، خطبہ ۳

۴ نہج البلاغة، حکمت ۲۲۸

((هم كانوا ازهد فى الدنيا و ارغب فى الآخرة))

''وہ دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت تھے اور آخرت کے بہت زیادہ مشتاق تھے۔''

ایسے ہی امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''باللہ! میں نے اپنی آنکھوں سے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آج کوئی شے ان کے مشابہ نہیں۔''

((لقد كانوا يصبحون صفرا شعثا غبرا، و حملت اعينهم حتى قبل ثيابهم))

''وہ لوگ خالی ہاتھ، پراگندہ اور غبار آلود ہو کر صبح کرتے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے ذریعہ سے اتنا پانی ٹپکتا کہ ان کے کپڑے بھیگ جاتے۔'' [1]

شیخ ابونعیم اصفہانیؒ نے اہل صُفّہ کے احوال کی دلکش عکاسی کی ہے۔ فرماتے ہیں:

''یہ (اصحاب صُفّہ) وہ لوگ تھے جنہیں حق تعالیٰ نے مادیت سے سراسر غافل رکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سامانِ دنیوی کے امتحان سے محفوظ رکھا، حق تعالیٰ نے انہیں تنگ دست فقراء کے لئے پیشوا بنایا۔ چنانچہ اہل صفہ کو اہل و عیال کی فکر تھی اور نہ ہی کسی قسم کے مال کی۔ انہیں حق تعالیٰ کی یاد سے تجارت غافل کر سکی اور نہ ہی کوئی مال۔ وہ حضرات دنیا کی مافات پر غمگین نہیں ہوئے۔ وہ صرف اُخروی انجام پر ہی خوش ہوئے۔ ان کی کل خوشی معبود باری تعالیٰ اور مالک مختار کی ذات تھی۔ ان کا غم ہاتھ سے نکل جانے والا وقت اور فوت ہونے والے وظیفے پر تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے تجارت غافل کر سکتی تھی اور نہ ہی بیع و شرائ۔ مافات پر انہوں نے کبھی افسوس نہیں کیا اور جو کچھ انہیں مل گیا اس پر بھی اترائے نہیں۔ مالک قادر مطلق نے ان کی حفاظت

---

[1] البدایۃ والنھایۃ، ج:۷، ص۶

فرمائی اور دنیاوی آسودگی سے انہیں محفوظ رکھا اور رزق کی فراوانی کے امتحان میں انہیں مبتلا نہیں کیا تاکہ کہیں سرکشی پر نہ اتر آئیں، مافات پر غمزدگی انہوں نے دور پھینک دی، دنیاوی بکھیڑوں سے بے سروکار تھے اور حسب ونسب کا فخر وغرور ان کے ہاں معدوم تھا۔''[1]

ہمہ وقت بارگاہِ نبوی میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا ان کا سب سے بڑا مشغلہ تھا۔ ان کے فقرو فاقہ اور افلاس کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات کھڑے ہونے کی سکت نہیں رکھتے تھے اور دورانِ نماز ہی گر پڑتے تھے۔[2]

ا۔ اصحاب صُفّہ کا ذریعہ معاش

درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے کہ انہوں نے عرض کیا:

((یا رسول الله ﷺ ما یکفینی من الدنیا؟))

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کس قدر دنیا کافی ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ما سد جوعتك و واری عورتك و ان کان لك بیت یظلك فذاك و ان کانت لك دابة فبخ))

''جو تیری بھوک کو روک دے، اور تیرے پردے کی جگہوں کو چھپا دے اور اگر تیرا گھر ہو تو وہ تجھے سایہ میں رکھے تو یہ تجھے کافی ہو گا اور اگر تیرے پاس سواری ہے تو بہت خوب ہے۔''[3]

صُفّہ کے ایک طالب علم فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ

---

1. حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیا، ج:۱،ص ۲۹۷
2. حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج:۱،ص ۲۹۹
3. معجم صغیر، بحوالہ الصحابی یسأل والنبی یجیب، الدمدوح، سلمان نصیف (الواعظ)، دار المعرفہ، بیروت، سن ندارد، ص ۴۸۰

فرماتے ہوئے سنا:

((طوبی لمن ھدی للاسلام و کان عیشه کفافا و قنع))

''اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو اسلام سے سرفراز ہوا اور اس کو ضرورت کے مطابق رزق نصیب ہوا اور اس پر قانع رہا۔''

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ آیت کریمہ اصحاب صُفَّہ کے متعلق نازل ہوئی:

{وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ}[1]

''اور اللہ اگر اپنے سب بندوں کا رزق فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے ایک مناسب اندازے سے اتارتا ہے۔''

کہ انہوں نے کہا تھا: ''کہ اگر دنیا بھی ہمیں نصیب ہوتی؟''[2]

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اصحاب صُفَّہ کے معاشی احوال کی بڑی خوبصورت عکاسی کی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ نے ایک گروہ ایسا بھی پیدا کیا ہے جن پر بسبب شفقتِ خاص کے روزی تنگ کی ہے اور محبتِ دنیا اُن کے دلوں سے اُٹھالی ہے۔ وہ لوگ اُس آخرت کی طرف جس کی طرف اللہ نے اُن کو طلب کیا ہے، متوجہ ہیں اور تنگی معاش اور مکروہاتِ دنیا پر صبر کرتے ہیں اور جو لازوال نعمت اللہ نے اُن کے لئے تیار کی ہے اُس کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی جان اللہ کی رضا کے لئے دے ڈالی ہے۔ انجام اُن کا شہادت ہے۔ پس جب عالم آخرت میں پہنچیں گے تو حق تعالیٰ اُن سے خوش ہوگا اور جب تک اس عالم میں ہیں جانتے ہیں کہ ایک دن موت سب کو آنے والی ہے اس لئے صرف آخرت کا توشہ جمع

---

[1] سورۃ الشوریٰ ۴۲: ۲۷

[2] کتاب الزھد، عبداللہ ابن مبارکؒ، ابو عبد الرحمٰن الحنظلی التمیمی المروزی (امام) م ۱۸۱ھ، المکتب الاسلامی، دمشق، ۱۹۹۸ء، ص ۱۹۹، حدیث نمبر: ۴۹۹، ۵۰۰

کرتے رہتے ہیں۔سونا چاندی جمع نہیں کرتے۔موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے ہیں،تھوڑا کھانے پر قناعت کرتے ہیں اور جو کچھ بچتا ہے اللہ کی راہ میں دے ڈالتے ہیں کہ اُن کی آخرت کا توشہ ہو۔وہ نیک لوگوں کے ساتھ اللہ کے لئے دوستی رکھتے ہیں اور بدوں کے ساتھ اللہ کے لئے دشمنی۔وہ راہِ ہدایت کے چراغ ہیں اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال۔" [1]

اصحابِ صُفّہ مستغنی المزاج، پاک نفس، نیک ذات تھے۔قرآن کریم کی تعلیم دینے اور حدیث بیان کرنے سے اُن کا مقصد اشاعتِ اسلام اور ہدایتِ اُمت تھا۔وہ حُبِ جاہ یا طلبِ مال کی ہوس میں مبتلا نہ تھے۔کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کسی نے آج تک یہ بیان نہیں کیا کہ درسِ قرآن یا روایتِ حدیث کے بدلے میں کسی سے کچھ مال لیا ہو یا کسی اور فائدہ کی توقع کی ہو۔ایسی نیک نفس جماعت کے متعلق سوائے اس کے کوئی خیال قائم نہیں کیا جا سکتا کہ روایتِ حدیث سے ان کی غرض تبلیغِ احکام تھی،اور ایسا ہی اکثر واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔

درس گاہ صُفّہ کے معلمین اور دیگر عہدے داروں کو مناسب مددِ معاش دلائی جاتی لیکن انہیں شاگردوں سے کچھ لینے کی سختی سے ممانعت تھی اور اسے جہنم کی آگ قرار دیا گیا تھا۔ابتداء میں دینی کام سرانجام دینے والے کو تنخواہ نہیں ملتی تھی بلکہ فتوحات اور مالِ غنیمت سے جتنا ان کا حصہ ہوتا انہیں مل جاتا،یہی ان کی تنخواہ سمجھی جاتی۔کبھی کبھی ویسے بھی مالی امداد (جسے دورِ حاضر کی اصطلاح میں بونس کہتے ہیں) کی جاتی تھی۔ [2]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ فرماتے ہیں:

"شروع میں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر مستقل اور جز وقتی کاتبوں و معلمین کو کوئی معاوضہ دینے کا سوال نہ تھا،بعد میں عین ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر تعین

---

[1] حلیۃ المتقین، مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی (علامہ)، مؤسسۃ الامام الصادق، قم، ۱۴۱۷ھ، ص ۱۴

[2] دعوۃ و ارشاد، صدیقی، محمد نعیم (مولانا)، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، نومبر ۱۹۹۷ء، ص ۳۲۹؛ و اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۱۹، ص ۲۲۰

کے کچھ نہ کچھ ان کی مالی امداد فرماتے ہوں۔ جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے:

آنحضرت ﷺ نے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ عطیہ دیا تو انہوں نے لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ کسی محتاج کو وہ رقم دے دی جائے، مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((خذه، اذا جاءك من هذا المال شي، و انت غير مشرف ولا سائل، فخذه، وما لا، فلا تتبعه نفسك))

''اگر بن مانگے اور بغیر انتظار کیے تمہارے پاس مال آجائے تو لے لیا کرو اور جو ایسا نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو۔''[1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اہلِ صُفہ میں سے کچھ لوگوں کو لکھنا اور قرآن کریم پڑھنا سکھایا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان ہدیے میں پیش کی، میں نے سوچا کہ میرے پاس مال و دولت تو ہے نہیں، میں اسی سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کیا کروں گا۔ پھر میں نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِن سَرَّكَ اَن تُطَوَّقَ بِهَا طَوقًا مِن نَارٍ فَاقبَلهَا))

''اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری گردن میں آگ کا طوق ڈالا جائے تو اسے ضرور قبول کرلو۔''[2]

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

((جَمرَةٌ بَينَ كَتِفَيكَ تَقَلَّدتَهَا اَو تَعَلَّقتَهَا))

''یہ تمہارے کندھوں کے درمیان ایک انگارہ ہے جو تم نے لٹکا لیا ہے۔''[3]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

---

۱ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۴۷۳

۲ مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۰۶۵؛ وفضائل القرآن، ص ۲۰۸

۳ مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۱۴۶

((انی لاحب ان اکل من کدیدی))

''میں پسند یہ کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھوں کی محنت ومشقت سے کمایا اور کھایا کروں۔'' [۱]

ایک روایت میں ہے کہ

''ابتدائے عمر سے گورزی تک کھجور کی چٹائی تیار کر کے بیچا کرتے تھے اور اسی سے اپنا آذوقہ فراہم کرتے تھے۔'' [۲]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک قافلہ عرب کے ایک قبیلے کے پاس سے گزرا۔قبیلہ والوں کے ایک آدمی کو بچھو نے ڈس لیا تھا، انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ اچھا ہوگیا۔ قبیلہ والوں نے بکریوں کا ریوڑ انعام میں دیا، انہوں نے لینے سے انکار کر دیا، پھر، ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے،تو واقعہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ممانعت اس کے لئے ہے جو باطل دم کر کے لے۔آپ تو سچا دم کر کے لے رہے تھے۔لہٰذا وہ بکریاں لے لو اور ان میں میرا حصہ بھی نکالو۔'' [۳]

یہی حدیث دیگر کتب میں ذرا تفصیل سے موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا ہے جو اصحاب صُفّہ میں سے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جس قافلے کا ذکر ہے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس کے امیر تھے۔

امام شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصحاب صُفّہ کا سارا دن تعلیم میں گزرتا تھا، فرصت کے وقت شہر سے شیریں پانی لاتے۔رات میں جا کر جنگلوں سے لکڑیاں کاٹتے اور اسی سے اپنی معاش پیدا کرتے۔ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر

---

۱ مجمع الزوائد، ج:۹، ص ۳۴۲

۲ ذکر وفکر (مقالات)، ص ۶۱۰

۳ فضائل القرآن، ص ص ۲۲۶۔۲۲۷

دستِ سوال دراز کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

''تمہارے پاس کچھ ہے بھی کہ نہیں؟''

وہ بولے: ''ایک کمبل اور ایک پیالہ ہے۔''

آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اسے لے آؤ۔''

جب وہ لے آئے تو آپ ﷺ نے دو درہم میں نیلام کر دیا اور انہیں دے کر فرمایا:

''ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر میں رکھو اور ایک درہم میں بازار سے کلہاڑی خرید کر لے آؤ۔''

صحابی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ آنحضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور فرمایا:

''جاؤ! جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤ اور فروخت کرو۔ پندرہ دن کے بعد میرے پاس آنا۔''

صحابی رضی اللہ عنہ جب پندرہ دن کے بعد آئے تو ان کے پاس دس درہم فاضل تھے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اسی سے غلہ اور کپڑا خرید واور آئندہ سے سوال نہ کرنا۔''[1]

حدیث مبارکہ میں صحابی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مذکور نہیں ہے۔ امام سخاوی ؒ نے اس واقعہ کا ذکر اس حدیث میں کیا ہے جس میں اصحاب صُفّہ کے معاشی حالات کا ذکر ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اُن صحابی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی کسی حد تک درس گاہِ صُفّہ ہی سے تھا۔

درس گاہ صُفّہ کے ایک طالب علم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من یستعف یعفه الله))

''جو خود کو سوال کرنے سے بچاتا ہے، اللہ اسے سوال کرنے سے بچائے گا۔''[2]

---

[1] کتاب التبرك المسبوك، السخاوی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن (امام)، مکتبۃ الطیب، القاھرۃ، ۱۴۱۷ھ، ص ص ۱۷۷۔۱۷۸، حدیث نمبر: ۴۱۳

[2] کتاب الاوائل لسیوطی ص ۲۹۲

وہ ستر اصحاب رضی اللہ عنہم جو بئر معونہ کے سانحہ میں شہید ہوئے قاری کہلاتے تھے، دن بھر لکڑیاں چنتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ [1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

''ایسا نہیں تھا کہ یہ لوگ (اصحاب صُفّہ) ہمہ وقت یہاں موجود رہتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے روزمرہ کے معاملات بھی نمٹاتے اور اپنے لئے روزی بھی کماتے تاکہ دوسروں کے دست نگر اور ان پر بوجھ نہ بنیں۔ جب کہ رات کو وہ نوافل ادا کرتے اور اللہ سے لو لگائے رکھتے۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اصحاب صُفّہ مادی مشاغل کی نسبت روحانی معاملات کی طرف زیادہ راغب تھے۔'' [2]

اصحاب صُفّہ کا زہد و تقویٰ

زہد انسانی زندگی کی بہترین صفت ہے۔ درس گاہ صُفّہ کے معلم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''زہد یہ نہیں ہے کہ تم کسی شے کے مالک نہ ہو۔ زہد یہ ہے کہ کوئی شے تمہاری مالک نہ بننے پائے۔'' [3]

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو درسگاہِ صُفّہ میں Day Scholar تھے۔ اور ایک دن چھوڑ کر حصولِ تعلیم کے لئے آتے تھے۔ اُن کی دنیا سے بیزاری کا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہو سکتا ہے کہ خلافت کے منصب پر فائز ہو چکنے کے بعد خطبہ دے رہے تھے اور حالت یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ازار میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ قمیص پر چار پیوند تھے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے۔ اکثر و بیشتر اپنا لباس خود اپنے ہاتھ سے دھو لیا کرتے تھے۔ [4] امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود اپنی چادر کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس میں اس قدر پیوند

---

1 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ دوم، ص ۲۸۷

2 Introduction to Islam، ص ۱۲۵

3 ذکر و فکر (مقالات)، ص ۲۰۰

4 الحیات الروحیہ فی الاسلام، ص ۴۲

لگوائے ہیں کہ اب رفو گر کو دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ [1]

ادیب ملت ضرار بن ضمرہ، آپ رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((کان واللہ غزیر الدمعۃ، طویل الفکرۃ))

"اللہ کی قسم! خشیت الٰہی سے اُن کی آنکھیں پرنم رہتیں، اور وہ طویل غور و فکر کے عادی تھے۔" [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زہد و تقویٰ کے حوالے سے سعد بن اخرمؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ جا رہا تھا:

((فمر بالحدادین و قد اخرجوا حدیدا من النار فقام ینظر الیہ و یبکی))

"ہم لوہار کی دکان سے گزرے، انہوں نے آگ سے (سرخ سرخ) لوہا باہر نکالا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسے دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور رونے لگے۔" [3]

تاریخِ اسلام کا ہر طالب علم اصحابِ صُفّہ کے طریق زندگی سے آشنا ہے۔ یہ وہ بزرگ تھے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں دنیا کی نعمتوں کو ٹھکرا دیا تھا اور اقل قلیل پر قناعت اختیار کر لی تھی۔

اس برگزیدہ گروہ نے مسلمانوں کی حیاتِ روحیہ پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ صوفیاء کے لئے اصحابِ صُفّہ کا طریق زندگی اور اسلوبِ حیات زبردست کشش رکھتا ہے اور کبار صوفیاء نے اپنی زندگی کو ان اصحابِ رسول کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ ایک اعتبار سے دیکھا جائے تو اصحابِ صُفّہ اولین گروہِ صوفیاء ہیں جنھوں نے انوارِ نبوت سے براہِ راست فیض حاصل کر کے اُمتِ مسلمہ کی حیاتِ روحیہ کو مستنیر کیا۔ اس ضمن میں دائرہ معارفِ اسلامیہ کا یہ

---

[1] ذکر و فکر (مقالات)، ص ۱۹۹

[2] صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۳۱۵

[3] التخویف من النار، ابن رجبؒ، زین الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن احمد الحنبلی الدمشقی (امام) م ۷۹۵ھ، دارالفکر، بیروت، ایڈیشن: ۲، ۱۴۱۳ھ، ص ۲۵

اقتباس قابلِ غور ہے جس سے اُمتِ مسلمہ میں اصحابِ صُفّہ کی دینی حیثیت اور اہمیت قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے۔

"تصوف اور زھد کی کتابوں میں انہیں زھد و تقویٰ کی مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے عبادت گزار زندگی کی حقیقت کا تصور مرتب کرتے وقت اصحاب صفہ کو نمایاں جگہ دی ہے۔"[1]

تصوف کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ صوفی سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے کردار میں اصحاب صفہ سے مشابہ ہو۔ یہ نقطہ نگاہ تو درست ہے لیکن صوفی اور صفہ کے تلفظ کی مشابہت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صوفی کا لفظ (اصحابِ) صُفّہ سے مشتق ہے۔[2]

ڈاکٹر خلیق احمد نظامی نے اسلام کی حیاتِ روحیہ میں صوفیاء کے کردار کی صحیح نشاندہی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"جب تاریخ کا کوئی طالبعلم اسلام کا بحیثیت ایک مذہبی تحریک کے مطالعہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے بعد انہی بزرگوں کی حیاتِ طیبہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح یہ بزرگ اسلام کی دینی تاریخ کا جزو لاینفک بن گئے ہیں۔۔۔۔۔ "تکمیل اخلاق" جو بعثتِ نبوی کا اہم مقصد تھا ہمیشہ ان بزرگوں کا مطمع نظر رہا۔"[3]

۲۔ اصحاب صُفّہ کی عبادات

O اصحاب صُفّہ کے چہروں پر نورِ ایمان کے جلوے

ان کے چہروں پر نورِ ایمان کے جلوے صاف دکھائی دیتے ہیں۔ دیکھنے والا دیکھتے ہی

---

۱ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۳، ص ۵۹۲

۲ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۳، ص ۵۹۳

۳ تاریخ مشائخ چشت، ڈاکٹر خلیق احمد نظامی، ص ۷۹، بحوالہ تصوف اور سیرت، لطیف اللہ (پروفیسر)، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، جون ۲۰۰۵ء، ۱۷۶۔۱۷۷

انہیں پہچان لیتا ہے کہ یہ آغوشِ نبوت کے پروردہ ہیں۔ان کے حسین اعمال کا نکھار اور ان کے قلوب کی پاکیزگی اور روح کی طہارت دلوں کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

{سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ} [1]

''ان کی پیشانیوں پر کثرتِ سجود کی وجہ سے نشان بن گئے ہیں۔''

امام جعفر الصادقؒ نے اس جملہ کی تفسیر میں فرمایا:

((هو السهر فی الصلٰوة))

''اس سے مراد رات کو نماز پڑھنے کے لئے بیدار رہنا ہے۔جس کے آثار دن کے وقت ان کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں۔'' [2]

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

''مجاہدؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا اس 'سیما' سے مراد وہ نشان ہے جو پیشانی پر ظاہر ہو جاتا ہے۔فرمایا نہیں۔بسا اوقات اونٹ کے گھٹنے کے برابر یہ نشان کسی شخص کے ماتھے پر ہوتا ہے۔اس کے باوجود اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔''

عبدالعزیز مکیؒ سے منقول ہے:

''اس سے مراد وہ لاغری اور زردی بھی نہیں بلکہ اس سے وہ نور مراد ہے جو عبادت گزاروں اور شب زندہ داروں کے باطن سے ان کے چہروں پر جھلکتا ہے خواہ وہ عابد زنگی اور حبشی کیوں نہ ہو۔'' [3]

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اپنے ایک فصیح و بلیغ خطبے میں اصحاب صُفَّہ کو مجاہدوں کی نورانی جماعت سے تشبیہ دی ہے۔آپؑ فرماتی ہیں:

''یہ (دین اسلام کا غلبہ) مجاہدوں کی اس جماعت کے ذریعے ہوا، جن کے

---

[1] سورۃ الفتح ۲۹:۴۸

[2] من لا یحضرہ الفقیہ،بحوالہ تفسیر نمونہ،ج:۱۲،ص ۳۱۰

[3] ضیاء القرآن،ج:۴،ص ص ۵۶۹۔۵۷۰

چہرے نورانی اور بھوک سے شکم پشت سے لگے ہوئے تھے۔“ [1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ایک خطبے میں اصحاب رسول بالخصوص اصحاب صُفّہ کی عبادت و ریاضت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”میں نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے، لیکن تم میں سے کسی کو بھی ان سے مشابہ نہیں پایا ہے۔ وہ پریشان بال صبح کرتے تھے، رات سجدہ اور قیام (عبادت) میں گزارتے تھے۔ اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو وہ خاک پر رکھتے تھے، اور یادِ بازگشت (قیامت) کے خوف سے انگاروں کی طرح تڑپتے اور نگراں نظر آتے تھے۔ ان کی پیشانی پر طول سجدہ کے باعث بکریوں کے زانو کے گھٹے کی طرح نشانات پڑ گئے تھے، جب کبھی خداوند سبحان کا ذکر ہوتا، تو خوفِ عذاب، خوفِ جزا اور اُمیدِ ثواب سے (روتے روتے) اُن کی آنکھوں سے اس طرح آنسو بہتے کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے وہ لرزہ براندام ہو جاتے جس طرح بادِ تند سے (بڑے بڑے مضبوط اور تناور) درخت ہلنے اور ڈولنے لگتے ہیں۔“ [2]

O اصحاب صُفّہ کی شب بیداریاں

اصحاب صُفّہ میں سے بعض رات رات بھر نماز پڑھتے، بعض رات کا نصف حصہ نماز میں گزارتے، بعض ثلث و تہائی، بعض پانچواں اور بعض چھٹا حصہ قیام کرتے تھے۔

حضرت ذوالبجادین عبد اللہ مزنی رضی اللہ عنہ رات کو بیدار ہو کر دیر تک ذکر اور نمازوں میں مشغول رہتے تھے اور زور سے تلاوت فرماتے تھے۔ ایک روایت میں ہے:

ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت سے باہر نکلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ چلتے ہوئے ایک شخص پر گزر ہوا جو نماز میں زور سے تلاوت کر رہا تھا۔ بعض

---

[1] احادیث فاطمۃ الزہرا، ص ۱۱۹، ح ۵۷

[2] نہج البلاغۃ، ص ۳۸۱، خطبہ ۹۶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کیا یہ ریاکار ہے؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معاذ اللہ! یہ تو ذوالبجادین عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔''
دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دو کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ سے آہ و زاری کرنے والے ہیں۔''[1]

حضرت سالمؒ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رات کا اکثر حصہ تہجد میں گزارتے تھے۔ اسی طرح امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رات کو کثرت سے نوافل پڑھا کرتے تھے۔[2]

حضرت منصورؒ بتاتے ہیں:
''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے کپڑا پڑا ہوتا ہے۔''[3]

حضرت شداد بن اوسؓ بتاتے ہیں:
''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے بستر پر لیٹنے جاتے تو ایسے دکھائی دیتے جیسے کڑاہی میں بھونا ہوا گندم کا دانہ ہوتا ہے اور کہا کرتے کہ دوزخ کی یاد نے مجھے سونے سے روک رکھا ہے اور پھر اٹھ کر نماز پڑھنے لگتے۔''[4]

''امالی الشیخ المفید'' میں حضرت اراکہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ (رمضان المبارک میں) ایک صبح بعد نماز فجر، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((واللہ لقد کان اصحاب رسول اللہ و ھم یکابدون ھذا اللیل یراوحون بین جباھم ورکبھم کان زفیر النار فی

---

1. المعجم الکبیر، ج:۱۷، ص۲۹۵، بحوالہ لیل الصالحین، طہطاوی، احمد مصطفیٰ قاسم (علامہ)، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ص ۹۲
2. الاصابہ، ج:۲، ص ۱۸۲، بحوالہ لیل الصالحین، ص ۱۰۳
3. کتاب الزھد لابن حنبل، ص ۱۹۲، حدیث نمبر: ۸۶۳
4. کتاب الزھد لابن حنبل، ص ۲۳۶، حدیث نمبر: ۱۰۸۲

اذانهم فاذا اصبحوا صبوا غبراً صفراً بين اعينهم شبه ركب المعزى فاذا ذكر الله تعالىٰ ما دوا كما يميد الشجر فى يوم الريح و انهملت اعينهم حتى تبتل ثيابهم))

''اللہ کی قسم! اصحاب رسول ﷺ اس رات کو بہت زحمت اور مشقت کیا کرتے تھے اور اپنے گھٹنوں اور اپنی پیشانی کو بار بار زمین پر رکھتے (یعنی سجدے زیادہ کرتے) تھے گویا جہنم کی آگ کا شور وہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔ جب وہ صبح کرتے تھے تو ان کی حالت یہ ہوتی کہ بچوں کی طرح روتے، مصیبت زدہ ہوتے اور ان کے رنگ زرد ہو چکے ہوتے تھے جیسے ان پر کوئی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ پس جب ان کے سامنے ذکرِ اللہ کیا جاتا تھا تو وہ کانپتے تھے جیسے تیز ہوا میں درخت ہلنے لگتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے اس طرح آنسو بہتے یہاں تک کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔''[1]

عبدالحق اشبیلیؒ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دن کے اکثر اوقات نماز میں مشغول رہتے تھے اور جب رات ہو جاتی تو مسلسل قیام، رکوع و سجود میں ہوتے تھے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔''[2]

O اللہ تعالیٰ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سجدہ گاہوں کی قسم اُٹھانا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ۞} [3]

''پس میں ستاروں کے جائے وقوع کی قسم کھا کر کہتا ہوں!''

---

1. امالی شیخ مفید، شیخ مفیدؒ (محدث)، تحقیق، الحسین استاد و علی اکبر غفاری، چاپخانہ اسلامیہ، نشر جماعۃ المدرسین فی الحوزۃ العلمیہ، قم، بن ندارد، ص ۳۲۲
2. تہذیب الکمال، ج: ۱۰، ص ۲۵۴، بحوالہ، لیل العابدین، ص ۱۰۵
3. سورۃ الواقعہ ۷۵:۵۶

بعض علماء نے **مواقع النجوم** کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ نجوم سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مواقع سے مراد اُن کی سجدہ گاہیں ہیں جہاں وہ اپنے رب کے حضور میں سربسجود رہا کرتے تھے۔ بعض کے نزدیک مواقع سے مراد ان کے مزاراتِ پرانوار ہیں جہاں وہ جہادِ اکبر یا جہادِ اصغر میں جامِ شہادت نوش کرنے کے بعد استراحت فرماہیں۔

ملاجیون ؒ اپنی تفسیراتِ احمدیہ میں لکھتے ہیں:

((او النجوم نجوم الصحابة و مواقعها مساجدهم او مقابرهم))

علامہ اسماعیل حقی ؒ لکھتے ہیں:

((وقيل النجوم الصحابة والعلماء الهادون و مواقعهم القبور))[1]

○ اصحابِ صُفَّہ کی نماز کی کیفیت

سلیمان بن سحیم ؒ کہتے ہیں کہ جس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے بتایا:

''آپ رضی اللہ عنہ دورانِ نماز گرنے لگتے، پھر سیدھے ہوتے، اظہارِ دکھ کی آوازیں نکلتیں، اگر کوئی ناواقف دیکھے تو کہے اس آدمی کو جنون ہے۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ اس وقت اس جیسی آیت پڑھ رہے ہوتے۔

{وَإِذَآ أُلْقُوا۟ مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا۟ هُنَالِكَ ثُبُورًا}[2]

''اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں جکڑ کر ڈالے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے۔''[3]

---

1 ضیاء القرآن، ج:۵، ص ص ۹۹۔۱۰۰

2 سورۃ الفرقان ۲۵:۱۳

3 فضائل القرآن، ص ۱۲۶

محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے:

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں دس سورتیں پڑھتے تھے۔"

عاصمؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا عمل کا ابو العالیہؒ سے ذکر کیا تو فرمایا میں بھی ایسا ہی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے اس آدمی نے بیان کیا جس نے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"ہر سورۃ کا حق ہے کہ اس پر رکوع وسجود ہوں۔"[1]

ابن عونؒ کہتے ہیں کہ ایک کوفی نے مجھے بتایا:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک رات نماز پڑھنے کھڑے ہوئے، پھر اس کی تفصیلات بتاتے ہوئے کسی نے کہا یہ تو ان کا معمول ہے کہ ایک آیت کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے ہیں۔"

ابن عونؒ کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ آیت یہ تھی:

{وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا}[2]

"تیری پکار یہ ہو کہ "پروردگار! میرا علم اور زیادہ کر۔"

علقمہؒ کہتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دن کے نوافل میں میں نے ان کی اقتداء کر لی، میں نے ان سے "رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا" سنا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے ہیں۔"[3]

ایک روایت میں ہے کہ

"جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عبادت کے لئے بیدار ہوتے اور نماز میں کھڑے ہوتے تو کثرتِ تلاوت سے ایسا محسوس

---

۱ فضائل القرآن، ص ۱۷۱

۲ سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۱۴

۳ فضائل القرآن، ص ۱۳۵

ہوتا تھا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔"[1]

O اصحابِ صُفَّہ کی دلنشیں تلاوت قرآن کریم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ غیر رمضان میں جمعہ سے جمعہ تک مکمل قرآن کریم پڑھتے تھے۔"[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((ان الله عزو جل أمرنى أن أقرا عليك: {لم يكن الذين كفروا} [البينة:1] قال: و سمّانى؟ قال: نعم۔ فبكى ابى))

"اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے سورہ {لم يكن الذين كفروا} پڑھ کر سناؤں۔ حجرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پس حضرت ابی رضی اللہ عنہ (فرط مسرت سے) رو پڑے۔"[3]

ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ تک رہا، آپ نے جہاں کہیں پڑاؤ ڈالا تو وہ نصف شب قیام فرماتے۔

فرماتے ہیں: مجھ سے ایوبؒ نے پوچھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ میں نے کہا: جب اس آیت پر پہنچتے:

{وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ؕ}[4]

"اور واقعی موت کی سختی آپہنچی، اور یہی وہ چیز ہے جس سے تو بچتا پھرتا تھا۔"

---

1 لیل الصالحین، ص ۹۴

2 فضائل القرآن، ص ۱۷۵

3 صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۳۸۰۹؛ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۸۶۵

4 ق ۵۰:۱۹

تو ترتیل سے پڑھتے اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ جاتی۔[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لیلة الھریر کے بعد اپنے لشکر کے سامنے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ لوگ کہاں ہیں کہ جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی، اور انہوں نے اسے قبول کرلیا، انہوں نے قرآن پڑھا تو اس پر محکم و استوار بھی ہو گئے اور انہیں جہاد پر آمادہ کیا گیا تو جہاد کے اتنے شیفتہ ہوئے جیسے اونٹنی اپنے بچے پر فریفتہ ہوتی ہے، انہوں نے تلواریں نیاموں سے باہر نکال لیں اور اطرافِ زمین (کارزار) میں دستہ دستہ اور صف صف پھیل گئے اور فتح و فیروزی مسلمانوں کو اس وقت حاصل ہوئی جب ان میں سے بعض شہید ہو گئے اور بعض سلامت رہے۔ یہ اپنی زندگی کی بقا پر شاد نہیں اور جو لوگ مر گئے تسلّی و تعزیت نہیں چاہتے۔ اُن کی آنکھیں (گویا خوفِ اللہ) سے سفید تھیں، پیٹ روزہ سے لاغر، لب دعا سے خشک، رنگ بیداری سے زرد اور ان کے چہروں میں غبار (آثار) فروتنی نمایاں تھے۔ یہ لوگ (مسلک ایمان میں) میرے بھائی تھے۔ جو (افسوس ہے کہ) رخصت ہو گئے۔''[2]

۳۔ اصحاب صُفّہ کی گزر بسر کا انداز

O خورد و نوش کا انتظام

اصحاب صُفّہ اپنی روزی روٹی کا انتظام کرتے تھے مگر ناداری کے سبب کبھی کبھی دوسروں کے گھر دعوت کھانے پر مجبور ہو جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طریقہ و معمول تھا کہ ان کے کھانے پینے کی فکر کرتے تھے۔ اصحاب صُفّہ کو مختلف اوقات میں اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلانے یا کھانے پینے کی چیزوں سے تواضع کرنے کے کئی واقعات ملتے ہیں۔

---

[1] حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ج:۱،ص ۳۰۲

[2] نہج البلاغة،ص ص ۳۶۹۔۳۷۰، خطبہ ۱۲۰

ابوالاثر حفیظ جالندھری لکھتے ہیں:

فقط اللہ واحد کی رضا مطلوب تھی ان کو
انہیں پروائے زینت تھی نہ دولت سے علاقہ تھا
فقط دنیا میں حب مصطفیٰ محبوب تھی ان کو
لباس ان کا تھا غیرت، ان کا دامن فقر و فاقہ تھا[1]

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس میں موجود چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس پر بھی بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہیں کریں گے۔''[2]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ فرماتے ہیں:

''اصحاب صُفّہ کے کھانے کا بھی انتظام تھا اور وہ خود بھی کچھ نہ کچھ محنت مزدوری کر کے کما لیتے تھے۔''[3]

امام ابن تیمیہ اپنی کتاب ''اصحاب صُفّہ اور تصوف کی حقیقت'' میں یہ حدیث لائے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب صُفّہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

((لان یاخذ احد کم حبله فیذهب فیحتطب خیر له من ان یسئل الناس اعطوه ام منعوه))

''اگر اپنی رسی لے کر جاؤ اور لکڑی چن لاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگو، دیں یا نہ دیں۔''[4]

مسند امام احمد بن حنبل کی روایت ہے:

---

۱ شاھنامۂ اسلام، حصہ چہارم، ص ۵۸۴
۲ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۴۳
۳ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۱۹، ص ۲۲۰
۴ اصحاب صُفّہ اور تصوف کی حقیقت، ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم (شیخ الاسلام) م ۷۲۸ھ، ترجمہ، مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۹ء، ص ۱۶

''اصحاب صُفہ انتہائی نادار اور مفلس تھے اس لئے ان میں سے بعض لوگ دن میں شیریں پانی بھر لاتے، جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور ان کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی اس سے اپنے مصارف پورے کرتے تھے۔'' [1]

حضرت طخفہ بن قیس غفاری رضی اللہ عنہ جو اصحاب صُفّہ میں سے تھے کا بیان ہے:

''ایک دن سب حضرات (اصحاب صُفّہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم ہو گئے مگر پھر بھی پانچ اصحاب صُفّہ بچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلو اور جب ہم وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کھانا کھلانے کو فرمایا۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا حریرہ (حیسہ) لائیں، وہ ہم نے کھایا۔ پھر فرمائش نبوی پر دودھ کا پیالہ (عس) پلایا اور آخر میں ایک دودھ کا قدحہ لائیں اور ہم نے دودھ نوش کیا۔''

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باری باری سے کھانے پینے کا سامان بنفس نفیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے لاتی رہتی تھیں۔ متعدد بار اصحاب صُفہ کو کھانا کھلایا۔ ایک بار حشیشہ نامی کھانا کھلایا تھا۔ [2]

درس گاہِ صُفّہ کے طالب علم حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے قبولِ اسلام کی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

((ائذن لی یا رسول اللہ ﷺ فی طعامه اللیلة))

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے آج رات ابو ذر رضی اللہ عنہ کی میزبانی کرنے کی اجازت دیجئے۔''

بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی مدارات کرتے ہوئے طائف کے انگوروں اور دیگر میووں سے ان کی تواضع کی۔ [3]

---

1 مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۳۳

2 عہد نبوی میں تمدن، ص ۱۶۶؛ واسد الغابہ، ج: ۳، ص ۶۸

3 قصص ذهبية من حياة أبو بكر الصديق رضی اللہ عنہ ص ۱۲۸

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((قَالَ الحَق اِلیٰ اَھلِ الصُّفَّةِ فَادعُھُم لِی))

''کہ اہل صُفَّہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلالاؤ''

((قَالَ وَ اَھل الصُفَّةِ اَضیَافُ الاِسلاَمِ لَا یَاوُونَ اِلیٰ اَھلٍ وَّلَا مَالٍ وَّلَا عَلیٰ اَحَدٍ))

''کہا کہ اہل صُفَّہ اسلام کے مہمان ہیں وہ نہ کسی کے گھر پناہ ڈھونڈتے، نہ کسی کے مال میں اور نہ کسی کے پاس۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سب کو بلا کر لائے تو آپ ﷺ نے دودھ سے سب کی تواضع کی۔ جب آنحضور ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو اسے آنحضور ﷺ انہیں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ رکھتے، البتہ جب آپ ﷺ کے پاس ہدیہ آتا تو انہیں بلا بھیجتے اور خود بھی اس سے تناول فرماتے اور انہیں بھی شریک کرتے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چند کھجوریں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان پر برکت کی دعا کر کے فرمایا کہ انہیں اپنی تھیلی میں رکھ لو اور جب ان میں سے کچھ لینا چاہو تو ہاتھ اندر ڈال کر لے لیا کرو، اسے کھولنے کی ضرورت نہیں چنانچہ میں نے انہیں اپنی تھیلی میں رکھ لیا اور پھر اس میں سے کئی اونٹ اللہ کی راہ میں دیئے، میں خود بھی کھاتا اور کھلاتا رہا، وہ میرے پاس رہی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل والے دن گری اور مل نہ سکی۔''[2]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اصحاب صُفَّہ میں سے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۳۷۵

[2] صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۳۰۶

"میں ان سات آدمیوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ پتے کھا کھا کر گزارہ کیا تھا اور ہمارے پاس کھانے کو نہ تھا اور پتے کھانے سے ہمارے مُسوڑے سوج گئے تھے۔"[1]

امام شمس الدین سخاوی فرماتے ہیں:

اصحاب صُفّہ کا سارا دن تعلیم میں گزرتا تھا، فرصت کے وقت شہر سے شیریں پانی لاتے۔ رات میں جا کر جنگلوں سے لکڑیاں کاٹتے اور اسی سے اپنی معاش پیدا کرتے۔[2]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اصحابِ صُفّہ تنگ دست لوگ تھے۔ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو اپنے ساتھ لے جائے، جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں اور چھٹے کو اپنے ساتھ لے جائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تین (اہل صفہ کے) آدمیوں کو لیکر آئے اور خود رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ دس آدمیوں کو لے کر گئے۔"[3]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا، میری وہاں کوئی جان پہچان نہ تھی چنانچہ میں ایک آدمی کے ساتھ صُفّہ نامی چبوترے پر آ کر پڑ گیا، میں اور وہ روزانہ صرف ایک مُد کھجور اپنے درمیان تقسیم کر لیتے تھے، ایک دن نبی ﷺ نے نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر اصحابِ صُفّہ میں سے ایک آدمی کہنے لگا۔

((یا رسول اللہ ﷺ! احرَقَ بُطونَنا التَّمرُ وَ تَخَرَّقَت عَنَّا الخُنُفُ))

"یا رسول اللہ ﷺ! کھجوروں نے ہمارے پیٹ میں آگ لگا دی ہے اور ہمارے جسم پر دانے نکل آئے ہیں۔"

---

1. سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۹۵۸
2. کتاب التبرک المسبوک، ص ۱۵۶
3. صحیح البخاری، ج: ۱، ص ۱۵۶، ج: ۴، ص ۲۳۶

اس پر نبی کریم ﷺ منبر پر رونق افراز ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((واللہ لو وجدت خبزاً او لحماً لا طعمتکموہٗ اما انکم توشکون ان تدرکو ومن ادرك ذلك منکم ان یراح علیکم بالجفان و تلبسون مثل استار الکعبة قال فمکثت انا و صاحبی ثمانیة عشر یوماً و لیلة ما لنا طعامٌ الا البریر حتی جئنا الی اخواننا من الانصار فواسونا و کان خیر ما اصبنا ھذا التمر))

"باللہ! اگر میرے اپنے پاس روٹی گوشت ہوتا تو وہ بھی تمہیں کھلا دیتا، عنقریب تمہیں یہ سب چیزیں ملیں گی، کہ تمہارے پاس بڑے بڑے پیالے ہوں گے اور غلافِ کعبہ جیسے کپڑے پہننے کے لئے تمہارے پاس ہوں گے، اس کے بعد صرف اٹھارہ دن ایسے گزرے جس میں ہمارے پاس صرف پیلو کا پھل تھا، یہاں تک کہ ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس پہنچ گئے، انہوں نے ہمارے ساتھ غمخواری کی، اس وقت تک ہمیں جو سب سے بہترین چیز ملی تھی، وہ یہی کھجور تھی۔"[1]

حضرت شعبیؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"میں اصحاب صُفَّہ کے درمیان تھا تو حضور ﷺ نے ہماری طرف عجوہ کھجوریں بھیجیں جو ہمارے درمیان (سامنے) انڈیل دی گئیں۔ ہم بھوک کی وجہ سے دو دو ملا کر کھانے لگے۔ جب ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی ایک، دو کھجوریں ملاتا تو اپنے ساتھی سے کہتا، میں نے ملائی ہیں تم بھی ملاؤ۔"[2]

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ:

---

1. مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۰۸۴
2. مسند اسحاق بن راھویہ، ابن راھویہؒ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم حنظلی مروزی (امام) م ۲۳۸ھ، مکتبۃ الایمان، المدینۃ المنورہ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۰ھ، ص ۷۱ - ۷۲، حدیث نمبر: ۱۵۹

''جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کہنے لگیں: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اپنے بیٹے کا عقیقہ نہ کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن اس کا سر صاف کرو اور بالوں کے وزن کے برابر مساکین و افاوض پر صدقہ کرو۔''

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد امام ابونعیم اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ افاوض سے مراد اہلِ صُفّہ ہیں۔[1]

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے چاندی کے دو کنگن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے اور عرض کیا:

''میں نے ان کو صدقہ کر دیا، آپ ﷺ جہاں مناسب سمجھیں خرچ کر دیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے فروخت کر کے اس کی قیمت اہلِ صُفّہ کو دے دو۔''

چنانچہ دونوں کنگن اڑھائی درہم میں فروخت ہوئے اور اصحاب صُفّہ پر صدقہ کو دیے گئے۔ پھر آپ ﷺ (سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے) گھر تشریف لائے اور فرمایا:

''آپؑ کا بابا آپؑ پر قربان، آپؑ نے اچھا کیا۔''[2]

بعض اوقات اصحاب صُفّہ کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی، یہاں تک کہ اکیلے حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم الخزرجی الانصاری رضی اللہ عنہ اسی (۸۰) آدمیوں کی مہمانی کرتے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا پیالہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی تمام ازواج مقدسہ کے گھروں میں گھومتا تھا۔[3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ہدیہ طعام متعدد اقسام ثرید پر مشتمل ہوتا تھا جن میں سے تین غیر لحمی ثریدوں کا ذکر ہے:

۱۔ دودھ کی ثرید "ثرید بلبن"

---

۱ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیا، ج:۱، ص ۲۹۸

۲ قوت القلوب، ج:۱، ص ۹۲۹

۳ الاصابۃ، ج:۴، ص ۲۷۴، ۲۷۷

۲۔ سرکہ و تیل کی ثرید "ثرید بخل و زیت"
۳۔ گھی کی ثرید "ثرید سمن" [۱]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بعض دعوتوں میں سرکہ اور روٹی کا ذکر آتا ہے یا سرکہ کا بطور سالن استعمال ملتا ہے۔ [۲]

ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں:

چند قریشی جوان حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دنیا کو رسوا کر دیا، ان لوگوں نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو غصہ دلایا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: "میرا دنیا سے کیا واسطہ، مجھے تو ہر ہفتے ایک صاع کی بقدر طعام اور یومیہ پانی کا ایک گھونٹ کافی ہے۔" [۳]

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ہم (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان کے پاس دو سرخ رنگ کے کپڑے تھے۔ انہوں نے اس میں سے ایک کپڑے سے ناک صاف کیا اور فرمایا:

"واہ واہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! آج اس کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے اور ایک زمانہ تھا کہ میں منبر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر گر گیا تو گزرنے والے یہ سمجھتے ہوئے میری گردن پر پاؤں رکھنے لگے کہ شاید یہ پاگل ہو گیا ہے۔ حالانکہ میں بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوا تھا۔" [۴]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھایا کرتے تو

---

۱ عہد نبوی میں تمدن، ص ۸۶
۲ عہد نبوی میں تمدن، ص ۹۱
۳ کتاب الزھد، ابن ابی الدنیا، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ، ص ۶۱
۴ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۱۸۴

اصحابِ صُفَہ میں سے بعض حضرات بھوک سے نڈھال ہو کر بیہوش ہو کر گر جاتے تو دیہاتی لوگ کہتے کہ یہ پاگل ہیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو ان سے فرماتے:

((لَو تعلمُونَ مَالَکُم عِندَ اللهِ لَاَحبَبتُم اَن تَزدَادُو فَاقَةً وَ حَاجَةً))

''اگر تم لوگ جان لو کہ اس فقر و فاقے پر اللہ تعالیٰ تمھیں کس قدر انعام و اکرام سے نوازیں گے تو تم لوگ اس سے بھی زیادہ فقر و فاقے کو پسند کرنے لگو۔''[1]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰکِیۡنِ}[2]

''صدقے کا مال تو اور کسی کے لئے نہیں ہے، صرف فقیروں کے لئے اور مسکینوں کے لئے ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی شرح میں فرماتے:

''یہ آیت اصحاب صُفَہ کے بارے میں اور جو ان کے مفہوم میں قیامت تک آنے والے ہیں، ان کے بارے میں نازل ہوئی۔۔۔اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے مالوں سے حصہ مقرر کر دیا۔''[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ ﷺ ان کو بھیج دیتے اور اس میں سے خود نہ کھاتے اور جب آپ ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو بھی ان کے پاس بھیج دیتے اور اس میں خود بھی کھا لیتے۔''[4]

---

١ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ٢١٨٥

٢ سورۃ التوبہ ٩: ٦٠

٣ قوت القلوب، ج: ٢، ص ٦٩٤

٤ تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ٢، ص ١٠٤

ایک روایت میں ہے:

''حجرہ شریفہ سے ایک بڑا برتن جس کا نام غراء تھا چار آدمی اُٹھا کر مسجد میں لے آئے اس میں ثرید تھا یعنی شوربہ میں بھگوئی ہوئی روٹی۔آپ ﷺ بھی اس کے ساتھ ساتھ تشریف لے آئے اور اصحاب صُفّہ سے فرمایا کہ یہ آپ کے لئے ہے، نوش فرمائیں۔''[1]

ایک روز نماز جمعہ کے بعد آپ ﷺ مسجد میں ہی لیٹ گئے۔بھوک سے حالت ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔نیند نہیں آئی، بار بار کروٹیں بدلتے رہے۔ بالآخر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی نظر آپ ﷺ پر پڑی اور وہ ماجرا سمجھ کر گھر گئے، بیوی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گھر میں کچھ ہے؟ انہوں نے جب اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گھر بلایا۔آپ ﷺ اصحاب صُفّہ کے ساتھ تشریف لائے۔اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کھانا لاؤ، پھر آپ ﷺ نے اس میں برکت کی دعا کی، دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلایا، جملہ ستر آدمیوں نے کھایا، آخیر میں آپ ﷺ نے بھی تناول فرمایا۔[2]

درس گاہ صُفّہ کے ایک خوشہ چین حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان المبارک میں سحری کے لئے بلایا اور فرمایا:

((هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ))

''آؤ مبارک کھانا کھالو۔''[3]

سورۃ عَبَس جو درس گاہ صُفّہ کے ایک نابینا طالبعلم حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔اس کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ خاص طور پر حضرت ابن ام مکتوم

---

1. سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۷۷۳
2. صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۸
3. سنن النسائی، حدیث نمبر: ۲۱۶۵

ؓ کا لحاظ رکھتے تھے اور کاشانہ نبوی میں ان کی بڑی خاطر مدارات ہوتی تھی۔ اُم المومنین حضرت عائشہ ؓ، آپ ؓ کو لیموں اور شہد کھلایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ نزول آیت کے بعد یہ ابن اُم مکتوم ؓ کا روزینہ تھا۔ [1]

صُفّہ کے مکین حضرت سلمان فارسی ؓ سے مروی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے، فرماتے ہیں:

"میں حضرت علی بن ابی طالب ؓ کی دعوت پر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر گیا۔ سیدہ سلام اللہ علیہا نے مجھے مشک سے زیادہ معطر (جنتی) خرمے دیئے۔ خرمے لے کر میں مدینہ کی گلیوں سے ہوتا ہوا اپنے مسکن کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اصحاب ؓ میں سے جس سے بھی ملاقات ہوئی معلوم کرتا کہ کیا تم بہترین عطر یا مشک لئے ہوئے ہو؟" [2]

ایک روایت میں ہے کہ وہ خرمے قد میں بڑی بڑی روٹیوں سے بڑے، رنگ میں برف سے زیادہ سفید اور خوشبو میں مشک سے زیادہ خوشبودار تھے اور ان میں گٹھلی کا نشان بھی نہ تھا۔ نیز یہ اس درخت کا پھل تھا جو سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اس دعا (دعائے نور) کے سبب سے لگایا گیا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں تعلیم کی تھی۔ [3]

مستدرک حاکم کی روایت ہے (درس گاہ صُفّہ کے طالب علم) حضرت ابوسعید خدری ؓ فرماتے ہیں:

((اهدى ملك الهند الى رسول الله ﷺ جرة فيها زنجبيل فاطعم اصحابه قطعة قطعة و اطعمني منها قطعة))

"ہندوستان کے ایک راجہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں زنجبیل (سونٹھ) کا بھرا ہوا ایک گھڑا تحفہ بھیجا، آپ ﷺ نے صحابہ ؓ کو اس کا ایک ایک ٹکڑا

---

[1] سیر الصحابہ، ج: ۳ص ص ۲۰۱۔ ۲۰۲

[2] بحار الانوار، ج: ۲۲ص ۳۵۲ بحوالہ احادیث فاطمۃ الزہرا ص ۱۰۴، حدیث نمبر: ۵۵

[3] حلیۃ المتقین، ص ۲۸۵

کھلایا اور مجھے بھی اس میں سے ایک ٹکڑا کھلایا۔" [1]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام، نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اُمت کو ایک زمانہ میں ایسی جگہ فتح ہوگی اور ان پر دنیا کا اس قدر فیضان ہوگا کہ یہ لوگ فالودہ کھائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ فالودہ کیا ہوتا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ گھی اور شہد کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے۔ [2]

O درس گاہ صُفّہ کے نگرانِ خوراک

آنحضرت ﷺ خود اصحاب صُفّہ کے کھانے پینے کی نگرانی کرتے تھے۔ کوئی خراب و ناقص چیز ان لوگوں کے لئے بھیجی جاتی تھی تو آپ ﷺ اس پر تنغص (برہمی) کا اظہار فرماتے تھے۔ بعض ممتاز طلبہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وغیرہ کے فرائض میں تھا کہ امداد کی اشیاء کی حفاظت کریں اور طلباء میں تقسیم کریں۔" [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جن حضرات کے باغات ہیں وہ اپنے ہر دس خوشوں میں سے ایک خوشہ مساکین کے لئے مسجد میں لایا کریں۔" [4]

امام ابن النجارؒ اپنی کتاب "اخبار المدینۃ" میں فرماتے ہیں:

"انصار باوقار اپنے باغات سے فقراء و مساکین اصحاب صُفّہ کے لئے کھجور کے خوشے لا کر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش فرماتے، جو ان کے نگران اور منتظم تھے۔ وہ ان خوشوں کو صُفّہ ہی کے قریب دو ستونوں سے بندھی

---

1 المستدرك، بحوالہ، برصغیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، قادری، اکبر علی خان طہٰ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ا، مئی ۲۰۰۳ء، ص ۲۲۶

2 کتاب الجوع، ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، سن ندارد، ص ص ۱۴۹۔۱۵۰، حدیث نمبر: ۲۱۱

3 مقالات سیرت، عنوان مقالہ: بنی نوع انسان کا معلم اعظم، مقالہ نگار: محمد صغیر حسن معصومی، ص ص ۱۰۱۔۱۰۲

4 طحاوی شریف، ج: ۲، ص ۳۷۳، بحوالہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، ص ۲۴۲

ہوئی ایک رسی سے لٹکا دیتے۔ جنہیں اصحاب صُفَّہ چھڑی سے جھاڑ کر بوقت ضرورت کھاتے تھے۔"[1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا بیان ہے:

"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب اپنی انتہائی فیاضی کے سبب مقروض ہو گئے اور قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں انہیں اپنا مکان تک فروخت کر دینا پڑا، تو انہیں بھی رہنے کے لئے صُفَّہ میں جگہ دی گئی اور علاوہ اور چیزوں (درس و تدریس) کے ان پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ وہ (کھجوروں کے) ان خوشوں کی نگرانی کریں (جو انصار تحفہ کے طور پر لا کر صُفَّہ میں لٹکا دیتے تھے)۔"[2]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ مزید فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن (اصحاب صُفَّہ) کے لئے سرکاری خزانے سے بھی (کھانے پینے کا) انتظام فرماتے۔"[3]

۴۔ اصحاب صُفَّہ کا لباس

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نبی کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا:

((یارسول الله ﷺ! والله انی لاحبك))

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! میں یقیناً آپ سے محبت رکھتا ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انظر ما ذا تقول؟** "غور کر تو کیا کہہ رہا ہے؟" اس نے عرض کیا: **والله انی لاحبك** "اللہ کی قسم! میں یقیناً آپ سے محبت رکھتا ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انظر ما ذا تقول؟** "غور کر تو کیا کہہ رہا ہے؟"

---

۱ اخبار مدینہ، امام ابن النجار، ص ۸۸ بحوالہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، ص ۴۴۲

۲ اسلامی ریاست، ص ۱۲۸

۳ اسلامی ریاست، ص ۱۲۹

اس نے عرض کیا: واللہ انی لاحبك "اللہ کی قسم! میں یقیناً آپ سے محبت رکھتا ہوں۔" یہ الفاظ اس نے تین مرتبہ کہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان کنت تحبنی فاعد للفقر تجفافا فان الفقر اسرع من یحبنی من السیل الی منتہاہ))

"اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو محتاجی کے لئے ٹاٹ کا کپڑا تیار کر لے کیونکہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے محتاجی اس کی طرف ایک بڑے سیلاب کی رفتار سے بھی جلد آتی ہے۔"[1]

درس گاہ صُفَہ کے طالب علم حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ہم صُفہ والے رہا کرتے تھے، ہم میں سے کسی کے پاس کپڑا نہ تھا، پسینے کی وجہ سے ہمارے جسموں پر میل جمی ہوتی تھی کہ اسی دوران رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور تین مرتبہ فرمایا: "مہاجر فقیروں کو خوشخبری ہو۔"[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں غریب مہاجرین کی جماعت میں جا بیٹھا جو نیم برہنگی کے باعث ایک دوسرے سے بمشکل ستر چھپاتے تھے۔[3]

"تفسیر علی بن ابراھیم" میں مرقوم ہے:

"سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چادر تھی وہی اُن کا اوڑھنا بچھونا اور دستر خوان کا کام دیتی تھی۔ وہ اُون کی موٹی جھوٹی چادر تھی۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے گدڑی پہن رکھی تھی جس میں متعدد پیوند لگے ہوئے تھے۔"[4]

---

۱ جامع ترمذی بحوالہ الصحابی یسأل والنبی یجیب، ص ۴۶۸

۲ صفة الصفوة، ج:۱، ص ۲۹۸

۳ سنن ابی داؤد، ج:۳، ص ۱۰۷

۴ تفسیر نور الثقلین، ج:۵، ص ۳۳۰؛ وکشف المحجوب، ص ۴۹

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے روانہ ہوئے) تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے۔

((و نحن بضعة عشر ما علينا نعال ولا خفاف ولا قلانس ولا قمص، نمشي في تلك السباخ حتى جئناه))

''ہم دس سے کچھ زیادہ افراد تھے۔ ہمارے پاؤں میں نہ جوتے تھے نہ موزے اور نہ ہم پر ٹوپیاں تھیں نہ قمیصیں۔ ہم اس سخت پتھریلی زمین پر چلتے گئے حتیٰ کہ ہم اُن کے پاس پہنچ گئے۔''[1]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک چادر پائی اور اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑے کا میں نے تہبند بنایا اور دوسرے ٹکڑے کا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ (ابوسعید خدری) نے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو خود بھی اصحابِ صُفّہ میں داخل تھے۔ اصحاب صُفّہ کے لباس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں نے صُفّہ والوں میں سے ستر آدمی ایسے دیکھے جن کے پاس چادر تک نہ تھی۔ یا تو فقط تہبند تھا یا فقط کمل جس کو انہوں نے گردن سے باندھ لیا تھا بعضاً تو آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا اور بعضاً ٹخنوں تک وہ اس کو ہاتھ سے سمیٹتے رہتے اس ڈر سے کہ کہیں ان کا ستر نہ کھل جائے۔''[3]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس اصحاب رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تہمدوں میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جن میں میں بھی تھا۔ (یعنی اوڑھنے کی چادر تک نہ تھی صرف ایک تہمد باندھے رہتے تھے۔)[4] ان میں سے کسی کے پاس

---

1 صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۲۵

2 صحیح مسلم، ج: ۶، کتاب الزھد، ص ۲۸۴

3 صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۴۲؛ طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ دوم، ص ۲۲؛ تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۲، ص ۱۰۴

4 طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ دوم، ص ۲۲

چادر اور تہمد دونوں چیزیں کبھی ساتھ مہیا نہ ہو سکیں۔ چادر کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے کہ رانوں تک لٹک آتی۔ [1]

امام ابن ابی الدنیاؒ عرب کے دولت مند اور صُفَّہ کے مکین حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اونی جبہ پہنے تشریف لائے جو پوری طرح ستر کو بھی نہ ڈھانپتا تھا۔ [2] ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حالت یہ تھی کہ جسم پر ستر پوشی کے لئے صرف کھال کا ایک ٹکڑا تھا، جس میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو عبرت سے گردنیں جھکا لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الحمد للہ! اب دنیا کے تمام اہلِ دنیا کی حالت بدل جانا چاہیے۔ یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکے میں کوئی ناز پروردہ نہ تھا لیکن نیکوکاری کی رغبت اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔'' [3]

اصحاب صُفَّہ کا لباس گو سادہ اور پیوندوں پر مشتمل تھا لیکن ان کا باطن تقوی کے نور سے منور تھا اور وہ ایک ایسے لباس سے بھی آراستہ تھے جو کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے اور یہ لباس ان پر تقوے کا لباس تھا۔

---

1 سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم للشبلی، ج:۱، حصہ اول، ص ۱۷۳

2 کتاب الزھد لابن ابی الدنیا، ص ۲۶۴

3 مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (آرٹیکل)، سلیم تابانی، مجلس التحقیق الاسلامی لاہور، مدیر حافظ حسن مدنی، ماہنامہ محدث، مارچ ۱۹۷۱ء، آن لائن ایڈریس:

بابِ سوم:

درس گاہِ صُفَّہ کا نظامِ تعلیم وتربیت

فصل اول:

درس گاہ صُفّہ کا نصابِ تعلیم

قومی روایات اور تہذیب و ثقافت کو آئندہ نسلوں میں منتقل کرنا تعلیم کے اہم مقاصد میں شامل ہے۔ تعلیم کا ایک مقصد حالاتِ حاضرہ کے ساتھ مطابقت پیدا کر کے وقت کے بدلتے ہوئے رجحانات کا ساتھ دینا بھی ہوتا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ایک طریقۂ کار تجویز کیا جاتا ہے جس کو تعلیمی اصطلاح میں ''نصاب'' کہتے ہیں۔ [1] رسول کریم ﷺ چاہتے تھے کہ ہر مسلمان کو کچھ تو بنیادی تعلیم دی جائے جو لازمی ہے اور دیگر علوم کے بارے میں بھی اس کے پاس کچھ نہ کچھ معلومات ہوں جو کسی بھی وقت اس کے کام آسکتی ہیں۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ قرآن مجید کو پڑھو، کیونکہ اس میں تقریباً تمام علوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ [2] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَيِّدُوا العِلمَ بِالكِتَابِ))

''علم کو لکھ کر محفوظ کرو۔'' [3]

درس گاہ صُفّہ کا نصابِ تعلیم و تربیت کیا تھا؟ اس کا جواب قرآن کریم نے ہر زمان و مکان کے انسان کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے اندر محفوظ کرلیا ہے اور وہ یہ ہے:

{كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا

---

[1] عہدِ نبوی کا نظامِ تعلیم، غلام عابد خان (پروفیسر)، زاویہ پبلشرز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء، ص ۲۰۱

[2] اسلامی ریاست، ص ۱۳۷

[3] السلسلة الاحاديث الصحيحه، البانیؒ، محمد ناصر الدین (علامہ)، ترجمہ، ابوالحسن عبد المنان راسخ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۹ء، ج: ۳، ص ۴۶، حدیث نمبر: ۲۴۷۵

وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ [1]

''یہ اس طرح کی بات ہوئی جیسے یہ ہوئی کہ ہم نے تم میں سے ایک شخص کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا، وہ ہماری آیتیں تمہیں سناتا ہے، (اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) تمہارے دلوں کو صاف کرتا ہے، کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ وہ باتیں سکھلاتا ہے جن سے تم یک سر نا آشنا تھے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اس اسلامی یونیورسٹی کا نصاب اصولی طور پر یہ تھا:

(۱) قرأت قرآن (۲) تزکیہ (۳) تعلیمِ کتاب

(۴) تعلیمِ حکمت (۵) علومِ نو کی تعلیم [2]

کسی نظام کا جائزہ لینے کے لئے سب سے اہم ترین ذریعہ نصاب ہی ہوتا ہے اور مقاصد کے حصول کی سیڑھی اور منزل تک پہنچنے کا راستہ بھی نصاب ہی ہوتا ہے۔ دنیا میں ہر شخص خواہ اس کا تعلق کسی شعبہ سے ہو وہ اپنا ایک راستہ متعین کرتا ہے تاکہ مقاصد کو حاصل کرے، گویا مقاصد کے حصول کے لئے جو طریق تجویز کیا جاتا ہے اور جس شاہراہ پر چل کر منزل کو سر کیا جاتا ہے اسے اصطلاح میں نصاب کہتے ہیں۔ مثلاً زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے جو کم از کم مقدار مقرر کی گئی ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، وہ نصابِ زکوٰۃ ہے۔ ساڑھے سات تولے سونا یا باون تولے چاندی اگر کسی کے پاس ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ گویا مذکورہ مقدار زکوٰۃ کا نصاب ہے۔

درس گاہ نبوی کے نصابِ تعلیم کو امام ابن رجب حنبلیؒ نے بڑے خوبصورت الفاظ میں بیان کیا ہے:

''حضور نبی کریم ﷺ جب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مجلس فرماتے تھے تو

---

[1] سورۃ البقرہ ۲:۱۵۱

[2] پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، ص ۴۱۶

وہ مجلس عام طور پر اللہ تعالیٰ کی یاد، اُمید و رغبت اور خوف کے بیان پر مشتمل ہوتی تھی۔ ان مجالس میں قرآن پاک کی تلاوت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی حکمت اور نصیحت کی باتیں ہوتی تھیں، دین میں نفع پہنچانے والی باتوں کی تعلیم ہوتی تھی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں جابجا اپنے بندوں کو حکمت، دانائی کی باتیں، وعظ و نصیحت اور پچھلے لوگوں کے قصے بیان فرمائے ہیں۔ اللہ سبحانہ کے نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے رب کے راستے کی دعوت دیتے تھے، حکمت اور اچھی باتوں کی نصیحت کے ساتھ ان کو خوشخبریاں سناتے اور اللہ کے عذاب سے بھی ڈراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا نام مبشر، نذیر اور داعی الی اللہ رکھا۔"[1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ درس گاہ صُفَّہ کے نصاب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو اس میں ایک حصہ بطور صُفَّہ مختص کیا گیا، جہاں دن میں معمولی ابتدائی تعلیم سے لے کر ہر قسم کی اعلیٰ تعلیم کا بندوبست تھا۔[2] نصابِ تعلیم میں قرآن مجید حفظ کرنا، قرآن مجید ترتیل و تجوید کے ساتھ پڑھنا، ارکانِ اسلام کی تعلیم حاصل کرنا، تقسیمِ ترکہ کے مسائل سیکھنا شامل تھا۔ احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض دوسرے امور کی جانب بھی توجہ فرمائی ہے۔[3] سب سے بہتر علم آپ ﷺ نے علمِ فقہ کو قرار دیا تھا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین))

"جس کو اللہ تعالیٰ خیر عطا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا کر

---

[1] لطائف المعارف، ابن رجبؒ، زین الدین ابی الفرج عبد الرحمٰن بن احمد الحنبلی الدمشقی (امام) م ۷۹۵ھ، ترجمہ مولانا مشہود احمد صاحب، مکتبۃ العلم، لاہور، ۱۴۲۳ھ، ص ۴۳

[2] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۱۹، ص ۲۲۰

[3] تفسیر قرطبی، ج:۱، ص ۱۲۵، بحوالہ اذکار سیرت، سید محمد سلیمؒ (پروفیسر)، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی، اگست ۲۰۰۵ء

دیتے ہیں۔"[1]

اس باب میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمی پالیسی کے لئے کس قسم کا نصاب یا تدریسی مضامین مقرر کیے تھے۔

مبحث اول: نصابِ تعلیم میں لازمی مضامین

عہد رسالت میں نصاب کی دو صورتیں تھیں: مدون نصابِ تعلیم اور غیر مدون نصاب یا غیر نصابی سرگرمیاں۔ درس گاہ صُفّہ کے نظامِ تعلیم کے عمیق مطالعے کے بعد مدون نصابِ تعلیم کا جو خاکہ سامنے آتا ہے وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ان میں ایک حصہ فرضِ عین ہے جس کا پڑھنا لازمی تھا اور دوسرا فرضِ کفایہ ہے جس کا پڑھنا اختیاری تھا۔ اس فصل میں مدون نصاب تعلیم کے لازمی مضامین کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

۱۔ایمان

امام ابن ماجہؒ نے حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"ہم نبی کریم ﷺ کی معیت میں رہے اور ہم قوت والے جوانوں کی جماعت تھے، پس ہم نے قرآن سیکھنے سے پہلے ایمان سیکھا، پھر ہم نے قرآن سیکھا، تو اس کے ساتھ ہمارے ایمان میں اضافہ ہوا۔"[2]

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

((اللھم حبب الینا الایمان و زینہ فی قلوبنا))

"اے اللہ! ایمان کو ہمارے نزدیک محبوب کر دیجئے اور اسے ہمارے دلوں

---

۱ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۸، ۱۰۳۷

۲ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۶۱

میں مزین فرما دیجئے۔" [1]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ} [2]

"مگر اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں خوشنما کر دیا۔"

ایمان کے چھ ارکان ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق، حضرت جبریل علیہ السلام نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((أن تومن بالله، و ملائكته، و كتبه، و رسله، واليوم الآخر، و تومن بالقدر خيره و شره))

"ایمان یہ ہے کہ تم (۱) اللہ تعالیٰ پر (۲) اس کے فرشتوں پر (۳) اس کی کتابوں پر (۴) اس کے رسولوں پر (۵) قیامت کے دن پر (۶) تقدیر کے اچھا اور برا ہونے پر (دل سے) ایمان رکھو۔" [3]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ٝ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾} [4]

"اللہ کا رسول اس (کلام) پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوا ہے اور جو لوگ (دعوت حق پر) ایمان لائے ہیں وہ بھی اس

---

۱ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۵۰۶۶

۲ سورۃ الحجرات ۴۹:۷

۳ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۰؛ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۳

۴ سورۃ البقرہ ۲:۲۸۵

پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (ان کے ایمان کا دستور العمل یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں): ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کو دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ اسے مانیں، دوسروں کو نہ مانیں، یا سب کو مانیں مگر کسی ایک سے انکار کر دیں، ہم اللہ کے تمام رسولوں کی یکساں طور پر تصدیق کرنے والے ہیں)۔ اور (یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں داعی حق نے پکارا تو) انہوں نے کہا: خدایا! ہم نے تیرا حکم سنا اور ہم نے تیرے آگے اطاعت کا سر جھکا دیا، تیری ہی مغفرت ہمیں نصیب ہو۔ خدایا! ہم سب کو تیری طرف (بالآخر) لوٹنا ہے۔"

۲۔قرآن کریم

درس گاہ صُفّہ کے نصابِ تعلیم میں ایمان کے بعد اولیت قرآن کریم کو حاصل تھی اور یہ نصاب کا مرکزی محور تھا، لہٰذا طلباء کو قراءتِ قرآن سکھائی جاتی تھی۔ قراءت قرآن کریم سکھانے سے مقصود یہ تھا کہ طلباء کا قرآنی تلفظ درست ہو جائے، وہ قاری اور حافظ بن جائیں، نیز ان میں ذوقِ قرآن پیدا ہو جائے۔ قرآن مجید کی زبان چونکہ الہامی ہونے کی وجہ سے فطری اور بلیغ ہے، اس لئے ذوقِ قرآن پیدا ہو جانے کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو ادب و فن کا صحیح ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔[1]

تلاوت قرآن کی ترغیب و تشویق کے لئے آپ ﷺ کے متعدد فرامین کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور ہم "صُفّہ" میں موجود تھے تو آپ نے فرمایا تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ بطحان یا عقیق کی طرف جائے اور راو نچی کوہانوں والی دو اونٹنیاں گناہ اور قطع رحمی کے بغیر ہانک لائے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم اس کو پسند کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] پیغمبر اعظم و آخر ﷺ ص ۴۱۷

((افلا یغدو احد کم الی المسجد فیعلم او یقرا ایتین من کتاب اللہ عزوجل خیر له من ناقتین و ثلث خیر له من ثلاث و اربع خیر له من اربع و من اعدادھن من الابل))[1]

''تم میں سے ایک مسجد کی طرف کیوں نہیں جاتا، تاکہ اللہ عزوجل کی کتاب کی دو آیتیں سیکھے یا پڑھے اور (ایسا کرنا) اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین (کا سیکھنا یا پڑھنا) اس کے لئے تین سے بہتر ہے اور چار کا اس کے لئے چار سے بہتر ہے، اور اسی قدر اونٹوں کی تعداد سے بھی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذاتِ خود طلباء سے تلاوتِ قرآن کریم سماعت فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اِقراء'' یعنی قرآن پڑھو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھوں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو قرآن کا نزول ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، چنانچہ میں نے سورۂ نسا کی آیات پڑھنا شروع کیں۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

{فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍۭ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾}[2]

''اور پھر (اے پیغمبر!) کیا حال ہوگا اس دن (یعنی قیامت کے دن) جب ہم ہر ایک امت سے ایک گواہ طلب کریں گے (یعنی اس کے پیغمبر کو طلب کریں گے جو اپنی امت کے اعمال و احوال پر گواہ ہوگا) اور ہم تجھے بھی ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے طلب کریں گے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی اتنا ہی تجھے کافی ہے۔ (یعنی بس کرو) میں نے جو مڑ کر

---

۱ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۰۳

۲ سورۃ النساء، ۴: ۴۱

دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ [1]

ایک بار آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی، پھر فرمایا:

((من اراد ان یسمع القرآن غضا کما انزل فلیسمعه من ابن مسعود))

"جو یہ چاہے کہ قرآن کو اس طرح تروتازہ سنے جیسے نازل ہوا تو وہ (عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تلاوت سنے۔" [2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ کو اپنے تحریری مجموعے پڑھ کر سنایا کرتے اور رسول اللہ ﷺ ان کی سماعت فرمایا کرتے تھے اور یوں رسول اللہ ﷺ مکمل ہو جانے والی سورتوں کی اپنی نگرانی میں تحریر و تدوین کے عمل کی تکمیل فرمایا کرتے تھے۔ [3]

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ ایسے آدمی کے پاس تشریف لائے جو سورہء حجر اور سورہء کہف پڑھ رہا تھا۔ وہ (آپ کو دیکھ کر) خاموش ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ مجلس ہے کہ جس میں مجھے حکم دیا گیا کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھوں۔" [4]

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجالس تلاوت کے حوالے سے حدیث میں آتا ہے:

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب جمع ہوتے تو اپنے میں سے ایک کو حکم دیتے کہ وہ قرآن کی کوئی سورت پڑھے۔" [5]

---

۱ فضائل القرآن العظیم، المقدسی، ابو عبداللہ ضیاالدین محمد بن عبدالواحد سعدی حنبلی (امام) م ۶۴۳ھ، تحقیق، صلاح بن عائض الشلاحی، بیت العلوم، لاہور، بن ندارد، ص ص ۳۷۔۳۸

۲ قوت القلوب، ج:۱، ص ص ۲۵۲۔۲۵۳؛ و وزراء حول الرسول ﷺ، ص ۳۴

۳ محاضرات قرآنی، ص ۱۲۲

۴ تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۵، ص ۳۷۷

۵ قوت القلوب، ج:۱، ص ۲۵۳

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے حکم ملا ہے کہ میں تمہیں قرآن سناؤں۔''

انہوں نے کہا کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لایا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے علم لیتا ہوں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ بات کاٹ دی تو انہوں نے عرض کی:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وہاں میرا ذکر ہوا تھا؟

فرمایا: ''ہاں ملاءِ اعلیٰ میں تمہارا نام اور نسب آیا تھا۔''

عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو پھر تلاوت کیجئے۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت کے ساتھ ساتھ حسنِ قرأت کی ترغیب و تعلیم بھی فرماتے تھے جو اسلامی ذوق جمالیات کا ایک مظہر ہے۔ دنیا میں کتنی ہی مذہبی کتابیں ہیں جن کو ان کے ماننے والے انتہائی عقیدت اور احترام سے پڑھتے ہیں۔ مگر مسلمانوں نے تلاوتِ قرآن مجید کو ایک فن کا درجہ دے دیا۔ کوئی صاحبِ کمال قاری جب قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو قلب و روح میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک آدمی کی قرأت سن کر دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اسے تو حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے۔''[3]

حسن قرأت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حد مقرر فرمائی جس میں نو ساختہ لہجوں کی ممانعت کر دی گئی۔ نو ساختہ لہجوں سے مراد یہ ہے کہ کوئی قاری اپنی آواز کو خوبصورت بنانے کی

---

۱ صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۰۵

۲ تاریخ خط و خطاطین، محمد سلیم، سید (پروفیسر)، مرتب سید عزیز الرحمٰن، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی، ایڈیشن: ۱، ستمبر ۲۰۰۱، ص ۷۸

۳ فضائل القرآن، ص ۱۵۳

کوشش میں قرأت وتجوید کے ضابطوں کی خلاف ورزی کرے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قرآن کریم کو عربوں کے لہجے اور آوازوں میں پڑھو، فاسقوں اور اہلِ کتاب کے لہجوں سے بچو، میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کریم کو گانے والوں، راہبوں اور نوحہ کرنے والیوں کی آوازوں کے اتار چڑھاؤ جیسی آوازوں میں پڑھیں گے، قرآن کریم ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، ان کے اور ان کے اس طریقہ کو پسند کرنے والوں کے دل فتنوں میں مبتلا ہوں گے۔''[1]

O تفسیر قرآن کریم

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ان کی قرأت اور تلفظ ہی صحیح کرنے میں کاوش نہ کرتے بلکہ مطالب کے سمجھانے اور مشکلات کی وضاحت کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص توجہ فرماتے۔ جہاں ضرورت ہوتی شرح و بسط سے مطالب سمجھانے میں دریغ نہ فرماتے۔[2] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا۔

{وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ}[3]

''اور (اسی طرح) تجھ پر بھی 'الذکر' (یعنی قرآن) نازل کیا، تاکہ جو تعلیم لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے وہ ان پر واضح کردے۔''

جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

''جب آخرت کا ذکر آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے معنی سمجھاتے اور جب دنیا کا ذکر آتا تو اس کے معنی بتاتے، جب ہم طعام اور کھانے کا ذکر کرتے تو آپ اس کے

---

1 فضائل القرآن، ص ۱۵۶

2 تاریخ قرآن، رامیار، محمود (الدکتور)، ترجمہ، سید انوار احمد بلگرامی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ایڈیشن: ۲، جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ، ص ۲۱۶

3 سورۃ النحل ۱۶: ۴۴

معنی بیان فرماتے۔“ [1]

نماز فجر کے بعد ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں قرآن کریم کی تفسیر پڑھتے، بعض فرائض کی تعلیم حاصل کرتے۔ بعض تعبیر خواب دریافت کرتے۔ [2] تفسیر قرآن کا سب سے پہلا بیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔ امام بخاریؒ نے انہی احادیث کو یکجا کر کے ”کتاب تفسیر القرآن“ کے نام سے صحیح بخاری میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ ہمارے پاس قرآن کریم کی تفسیر انہی وضاحتوں کے ذریعے موجود ہے۔ سارے اصول دین قرآن کریم میں ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان اصولوں کی توضیح فرمائی۔ مثال کے طور پر نماز قرآن میں ہے مگر اس کی رکعتیں اور ان کے اوقات نہیں ہیں، زکوۃ کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں، حج، نکاح، طلاق اور تمام عبادات و معاملات اور فرائض کی توضیحات اور سارے فروع رسول اللہ ﷺ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ قرآن میں اللہ شناسی، نبوت، قیامت و معاد کی تفصیل، اخلاقِ کریمہ اور اخلاقِ رذیلہ کی شرح سب ہی رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ہوئی ہے۔ قرآن میں محکم و متشابہ آیات ہیں۔ ان متشابہات کو سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کون سمجھا سکتا تھا۔ [3]

O حفظِ قرآن کریم

عربوں کی یہ پرانی عادت تھی کہ وہ اپنی یاد رکھنے کی قوت پر زیادہ بھروسہ کرتے تھے اور کسی چیز کا لکھ کر یاد رکھنا اُس دور کے معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ عرب، کلامِ بلیغ کے حفظ کرنے کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ زمانہء جاہلیت کے اشعار اور خطبوں کو یاد کر لیتے تھے۔

سید علی نقیؒ کے مطابق اسلام آیا تھا اُمی گروہ میں جو زیادہ تر کتابت و قرأت سے عاری

---

1 تاریخ قرآن للدکتور رامیار، ص ۲۱۶

2 تاریخ قدیم مدارسِ عربیہ، ص ۳۵

3 تاریخ قرآن للدکتور رامیار، ص ۲۱۶

تھے اور کسی چیز کو لکھنے اور اس کو لکھ کر پڑھنے کے نہیں تھے اس لئے ذوقِ حفظ ان میں ترقی پر تھا۔ شعراء کے سو سو دو دو سو شعر کے قصیدے ازبر حفظ کر لیتے تھے اور بڑے بڑے مقررین کی تقریریں زبانی سنا دیتے تھے۔ [1] بعض محققین عربوں کے قوتِ حافظہ پر اعتماد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ایک ایک شخص ہزاروں اشعار بڑی آسانی سے یاد کر لیتا اور مختلف مواقع پر لوگوں کو سناتا تھا، اور یہی وجہ ہے کہ اُن کی زبان آج بھی ٹکسالی مانی جاتی ہے۔ ان میں بہت کم ایسے تھے جن کو قدیم تاریخی واقعات، بڑی تعداد میں اشعار اور صدیوں پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے حسب و نسب یاد نہ ہوں۔ انسانوں کے علاوہ وہ تو اونٹوں اور گھوڑوں کے نسب کو بھی یاد رکھتے تھے۔ لڑائیوں کے واقعات مع تاریخ یاد رکھتے تھے۔ [2] عربوں نے قرآن کریم کو فصاحت و بلاغت بلکہ ہر اعتبار سے ایک معیاری کتاب پایا اور ان کو یقین ہو گیا کہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہماری سماجی اور اخلاقی زندگی میں سدھار پیدا ہو گا۔ ہماری دنیا اور دین دونوں اس سے بن جائیں گے۔ اور اس کے آثار ان کو بالکل شروع ہی نظر آنے لگے تھے۔ ایسے عرب قرآن کریم کو اہمیت کیوں نہ دیتے جس کے چیلنج کا جواب کوئی فصیح و بلیغ شخص اور خطیب بھی نہیں دے سکا۔

قاضی مظہر الدین بلگرامیؒ اسلامی تاریخ کا ایک مستند واقعہ اس حوالے سے نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''عرب کے مشہور شاعر لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس لئے شعر کہنا چھوڑ دیا کہ اس کو اشعار کی فصاحت و بلاغت میں وہ لذت و کشش محسوس نہ ہوتی تھی جیسی کہ قرآن کے پڑھنے اور سننے میں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کچھ اپنے اشعار سناؤ، تو اس نے عرض کیا کہ میں نے جب سے سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران پڑھی ہیں اس

---

1. مقدمہ تفسیر قرآن، علی نقی (علامہ)، الرضا پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۱۱۲
2. عیون العرفان فی علم القرآن، بلگرامیؒ، قاضی مظہر الدین احمد (مولانا)، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۳۹۸ھ، ص ۵۱

وقت سے شعر کہنا چھوڑ دیا ہے۔" [1]

ڈاکٹر حسن الدین احمد رقمطراز ہیں:

"ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں کم و بیش اسی (۸۰) آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت اہلِ صُفّہ کے نام سے تھی یہ وہ لوگ تھے جو گھر بار چھوڑ کر آئے تھے اور مسجدِ نبوی میں ایک چبوترے پر گزر کر لیتے تھے۔ قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یاد کرا دیتے اور وہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں جا کر لوگوں کو یاد کراتے۔" [2]

قرآن کے نزول کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان و یقین میں پختگی آ رہی تھی۔ وہ بڑے ذوق و شوق سے نازل شدہ آیتوں کو یاد کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پڑھاتے، زبانی یاد کراتے اور ان سے سنتے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھے انداز میں قرآن پڑھتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی تعریف فرماتے۔ قرآن مجید میں کئی ایسے پہلو ہیں جن کی بنیاد پر مسلمانوں کو حفظ و جمع قرآن کی تشویق ہوئی۔

۱۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت

۲۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کہ حتی المقدور قرآن کا تحفظ کیا جائے۔

۳۔ حافظان و قاریانِ قرآن کا مقام و مرتبہ

۴۔ حفظ اور قرائت قرآن کا اجر و ثواب [3]

قاریانِ قرآن مسجدِ نبوی میں حلقہ باندھ کر بیٹھتے۔ اُمی ہونے کی بنا پر حافظے سے ایک دوسرے کو قرآن سناتے اور اس طریقے سے ایک دوسرے کی قرأت کی تصحیح بھی کرتے جاتے۔ الغرض ہر وقت تلاوتِ قرآن کی صدائیں بلند رہتیں، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

۱ عیون العرفان فی علم القرآن، ص ۴۴

۲ أحسن البیان فی علوم القرآن، ص ۴۵

۳ البیان فی تفسیر القرآن، الخوئیؒ، سید ابو القاسم الموسوی (آیت اللہ)، ترجمہ، محمد شفا نجفی، جامعۃ اھل البیت، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۲۴۸

حکم دیا کہ ذرا دھیمی آواز میں پڑھا کریں تا کہ غلطی نہ کر پائیں۔ [۱]

احمد امین مصری کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پورے قرآن کو حفظ کرنے کا رواج نہیں تھا جیسا کہ آگے چل کر ہوا۔ اس زمانہ میں لوگ ایک سورت یا چند آیتیں یاد کر لیا کرتے اور ان کے مطالب اور معانی کو سمجھ لیا کرتے تھے جب انہیں اس میں مہارت حاصل ہو جاتی تو آگے بڑھتے اور اس طرح کچھ اور سورتیں سیکھ لیا کرتے تھے۔ اس طرح قرآن کریم کا حفظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر منقسم تھا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ حفظِ قرآن کا یہاں تک اہتمام تھا کہ چونکہ ہر شخص سارا قرآن حفظ نہیں کر سکتا تھا اس لئے اصحاب رضی اللہ عنہم پر حفظِ قرآن کو تقسیم کر دیا جاتا۔ ہر شخص کچھ سورتوں اور آیات کو حفظ کرتا۔ جب یہ لوگ یکجا ہوتے تو سب مل کر مکمل قرآن اپنے حافظے سے سناتے۔ [۲] البتہ بعض اصحاب رضی اللہ عنہم بہت محنت مشقت کر کے ساری آیات حفظ کر لیتے۔ [۳]

ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب السلمی الکوفی ؒ کا قول ہے کہ جن لوگوں نے ہمیں قرآن پڑھایا (مثلاً عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ) وہ ہم سے کہتے تھے:

> ''جب ہم نبی ﷺ سے دس آیتوں کی تعلیم حاصل کر لیتے تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے، جب تک ان آیتوں کا علم و عمل مکمل نہ کر لیں۔ اس طرح ہم نے علم و عمل دونوں کی تعلیم حاصل کی۔'' [۴]

یہی وجہ ہے کہ ایک ایک سورت کے حفظ میں ان بزرگوں کو ایک مدت لگ جایا کرتی تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

---

۱ فتوح مصر لابن عبد الحکم، ص ۲۷۲، بحوالہ، تاریخ قرآن للدکتور رامیار، ص ۲۳۴

۲ فجر الاسلام، مصری، احمد امین (علامہ)، ترجمہ، عمر احمد عثمانی، دوست ایسوسی ایٹس، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۴۹؛ و تاریخ قرآن للدکتور رامیار، ص ۲۲۳؛ والتراتیب الادرایہ، ص ۲۹۲

۳ تاریخ قرآن للدکتور رامیار، ص ۲۲۳؛ والتراتیب الادرایہ، ص ۲۹۲

۴ اصولِ تفسیر، ابن تیمیہؒ، احمد بن عبد الحلیم (شیخ الاسلام) م ۷۲۸ھ، المکتبۃ السلفیۃ۔ لاہور، طبع جدید، فروری ۲۰۰۱ء، ص ۱۳؛ و جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، الطبریؒ، ابی جعفر محمد بن جریر (امام) م ۳۱۰ھ۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، بن ندارد، ج:۱، ص ۳۶؛ والتراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۵۰

''ہمارا کوئی آدمی جب سورۃ بقرہ اور سورۃ آلِ عمران پڑھ لیتا تھا، تو ہماری نگاہوں میں بڑا بن جاتا تھا۔'' [1]

عصر رسالت میں ہی حافظانِ قرآن کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگئی کہ نام بنام ان کو شمار کرنا ممکن نہیں۔ بعض محققین کے مطابق عصرِ رسول اور اس سے متصل زمانے میں حافظانِ قرآن کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ [2]

سید شریف مرتضیٰؒ کہتے ہیں کہ

''پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں لوگ قرآن کا درس لیتے اور اس کو حفظ کرتے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کئی بار قرآن، پیغمبر ﷺ کے سامنے ختم کیا۔'' [3]

''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے قرآن کریم رسول اللہ ﷺ سے یاد کیا۔'' [4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے التحیات کی تعلیم کی جس طرح آپ ﷺ قرآن کی سورۃ کی مجھے تعلیم دیتے تھے۔ [5]

ان روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کی خود تعلیم فرماتے تھے اور بعض اصحاب رضی اللہ عنہم کو تمام قرآن بھی یاد کرایا۔ آپ ﷺ نے محض اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ خود ہی تنہا تعلیم دیں بلکہ لوگوں کی جب کثرت ہوئی اور قرآن کے پڑھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور دوسری طرف آپ ﷺ کے اشغال میں بھی زیادتی ہوئی تو اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی جو قرآن کریم آپ ﷺ سے پڑھ چکے تھے بعض کو تعلیمِ قرآن پر مقرر فرمایا اور پڑھنے والوں کو حکم دیا کہ اُن سے قرآن کریم پڑھیں۔

---

1. اُصول تفسیر، ص ۱۳
2. نجفی، محسن علی (الشیخ)، تدوین و تحفظِ قرآن، ادارۂ ترویج علوم اسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۱ء، ص ۳۰
3. تاریخ قرآن للدکتور رامیار، ص ۲۲۳
4. تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص ۲۱، بحوالہ، رحمانی، عبد اللطیف (علامہ) م ۱۹۵۹ء، تاریخ القرآن للرحمانی، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۳۴
5. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۲۶۵؛ و کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج:۱، ص ۲۳۲

جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا:

((استقرءوا القرآن من اربعة: من عبدالله بن مسعود و سالم مولی ابی حذیفة و ابی بن کعب و معاذ بن جبل))

''قرآن مجید چار آدمیوں سے پڑھو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور سالم رضی اللہ عنہ سے جو ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام ہے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے۔''[1]

ان چاروں اصحاب رضی اللہ عنہم میں دو اصحاب رضی اللہ عنہم درس گاہِ صُفّہ کے طالبعلم اور دو معلم تھے۔ البتہ ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ضرورت کے وقت تعلیم دیتے تھے۔

O کتابتِ قرآن کریم

تمام متمدن قومیں جو زیورِ علم سے آراستہ ہوگئیں وہ کتابت و تحریر کی پابند ہیں۔ کتاب بلا شبہ معلومات کے لئے ایک محفوظ قلعہ اور مضبوط جائے پناہ ہے جس کی ضرورت علم و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ محسوس ہوئی ہے۔ جو شخص آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا بنظر غائر مطالعہ کرے اسے یہ علم اور یقین حاصل ہو جائے گا کہ قرآن کریم عہدِ نبوی میں ہی جمع کر لیا گیا تھا۔ قرآن کریم عربی زبان کی پہلی تحریری کتاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے آغاز ہی سے وحی کی حفاظت اور کتابت کا اہتمام فرمایا۔ جیسے ہی کوئی آیت نازل ہوتی آپ ﷺ اس کو کاتب سے تحریر کرا لیتے تھے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے بیعتِ عقبہ میں مسلمان ہونے والے اہلِ مدینہ کو اس وقت تک نازل شدہ قرآن شریف کا ایک تحریری نسخہ بھی دیا تھا۔''[2]

طبرانیؒ اور ابن عساکرؒ نے شعبہؒ سے روایت بیان کرتے ہیں:

---

1. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۷۵۸
2. اسلامی ریاست، ص ۱۳۱

''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قرآن کو انصار کے چھ آدمیوں نے جمع کیا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابو درداء رضی اللہ عنہ، سعد بن عبید رضی اللہ عنہ اور ابو زید رضی اللہ عنہ۔ مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ نے بھی دو یا تین سورتوں کے علاوہ باقی قرآن کو جمع کیا تھا۔''[1]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھ کر مختلف ٹکڑوں سے قرآن کی جمع و تدوین کرتے تھے۔''[2]

قرآن مجید کے مختلف اجزاء رسول اللہ ﷺ نے لکھوا کر مسلمانوں کو عطا فرما دیئے تھے۔'' قرآن مجید میں بھی بیان ہوا ہے۔ **((رسول من الله صحفا مطهرة فيها كتب قيمة))** ''یہ اللہ کے وہ رسول ہیں جو پاکیزہ صحیفے تلاوت کر کے سناتے ہیں، ان پاکیزہ صحیفوں میں قیمتی تحریریں لکھی ہوئی ہیں۔'' گویا ایسے چھوٹے چھوٹے کتابچے اور تحریریں عام طور پر دستیاب تھیں جن میں کتاب الہی کی آیات اور سورتیں لکھی ہوئی موجود تھیں۔[3] نیز رسول اللہ ﷺ قرآن پاک کی کتابت کروایا کرتے تھے تو پھر اسے پڑھوا کر سنا بھی کرتے تھے۔ **((فان كان فيه سقطا اقامه))** اگر اس میں کوئی کمی بیشی ہوتی یا کوئی لفظ گر جاتا تو اس کو ٹھیک کر دیا کرتے تھے۔ **((ثم اخرج به الى الناس))** پھر وہ لوگوں تک پہنچا دیا جاتا تھا۔[4]

محقق ہادی معرفت کے مطابق آیاتِ قرآنی لکھے جانے کے بعد پیغمبر ﷺ کے پاس ان کے گھر میں محفوظ کر دی جاتی تھیں۔ اگر کبھی کوئی صحابی رضی اللہ عنہ یہ چاہتا تھا کہ کسی ایک یا بعض

---

۱ البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۴۵؛ وکنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج:۲، ص ۵۲

۲ المستدرک، ج:۲، ص ۶۱۱

۳ محاضرات قرآنی ص ۱۲۲

۴ محاضرات قرآنی ص ۱۲۲

سوروں کے نسخوں کو اپنے پاس رکھے، تو وہ پتوں یا کاغذوں پر لکھنے کے بعد کپڑے میں لپیٹ کر دیوار پر لٹکا دیا کرتا تھا۔ [1]

ابوعبد اللہ حارث محاسبیؒ جو امام احمد بن حنبلؒ کے معاصر ہیں اپنی کتاب "فهم السنن" میں لکھتے ہیں:

((و کان القرآن بمنزلة أوراق وجدت فی بیت رسول الله ﷺ فیها منتشر أفجمعها جامع و ربطها بخیط))

"خانہء رسول ﷺ میں کچھ اوراق پائے گئے جن پر قرآن تحریر تھا۔ کسی نے انہیں جمع کیا اور ایک دھاگے میں سب اوراق کو پرو دیا (تا کہ کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے)۔" [2]

امام جلال الدین سیوطیؒ، محمد بن کعب القرظیؒ کی روایت بیان کرتے ہیں جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں پانچ انصاری صحابیوں نے قرآن کو جمع کیا تھا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ابو الدردا رضی اللہ عنہ اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ [3] اور ان پانچوں اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعلق درس گاہ صُفّہ سے تھا۔

حافظ ابن حجرؒ، فتح الباری میں لکھتے ہیں:

((کانو یکتبون المصحف فی الرق و یجعلون له دفتین من خشب))

"قرآن مجید چرمی اوراق میں لکھا ہوا تھا، اور دو چوبی دفتیوں کے درمیان تھا (یعنی مجلد تھا)۔"

---

[1] التمہید، ج:۱،ص ۲۸۸؛ بحوالہ بنیادی قرآنی علوم، معرفت، محمد ھادی (آیت اللہ)، تصحیح وتہذیب، ڈاکٹر حسین کنانی۔ ترجمہ، سید محمد حسن عابدی، الزہرا پبلشرز، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء، ص ۵۵

[2] **الاتقان فی علوم القرآن**، السیوطیؒ، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، سن ندارد، ج:۱،ص ۵۸

[3] الاتقان فی علوم القرآن، ج:۱،ص ۱۹۲

ایک اور روایت میں ہے:

((قالت ام یعقوب لقد قرأت ما بین لوحی المصحف))

''اُم یعقوب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے قرآن مجید جو دو تختیوں کے درمیان تھا، پڑھا۔'' [1]

محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

((و کثیر منھم کان له مصحف خاص کتب فیھا ما سمعه أو حفظه من رسول اللہ ﷺ لمصحف ابن مسعود و مصحف علی و مصحف عائشه و غیرھم))

''اور ان (اصحاب رضی اللہ عنہم) میں بہت سے ایسے تھے جن کے خاص مصحف تھے، ان میں انہوں نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا یا حفظ کیا اس کو لکھ لیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مصحف اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پرزوں کا مصحف اور دیگر لوگوں کے مصحف۔'' [2]

قرآن مجید کی کتابت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب فرماتے جو فن کتابت سے واقف تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ ان لوگوں میں سے تھے جو قبل اسلام ہی عربی کتابت جانتے تھے۔ اس لئے وحی الٰہی کی اولین کتابت انہی بزرگوں نے فرمائی ہوگی۔ [3] مکہ معظمہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وغیرہ یہ خدمت (کتابت وحی) انجام دیا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ان اصحاب رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر کاتبانِ وحی بھی شامل تھے جن کی تعداد مورخین نے بیالیس تک بتائی ہے۔ ان میں سے دو اصحاب حضرت خالد بن زید ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق درس گاہِ صُفّہ سے

---

1. بنیادی قرآنی علوم، ص ۵۵
2. التبیان فی علوم القرآن، الصابونی، محمد علی (الاستاذ)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن ندارد، ص ۶۹
3. تاریخ خط و خطاطین، ص ۵۴

ہے۔ صُفّہ کے مکینوں میں دوسرے اصحابؓ رضی اللہ عنہم بھی بطورِ خود قرآن کریم کو لکھ کر اپنے پاس رکھتے تھے۔ اُن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تو پورا قرآن مجید لکھ کر اپنے پاس رکھا تھا۔ [1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے باقی اٹھارہ برس کے دوران جیسے جیسے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ قرآن کی تحریری نقول کی تعداد بھی بڑھتی چلی گئی۔'' [2]

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں کم و بیش اسی (۸۰) آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت اہلِ صُفّہ کے نام سے تھی یہ وہ لوگ تھے جو گھر بار چھوڑ کر آئے تھے اور مسجدِ نبوی میں ایک چبوترے پر گزر کر لیتے تھے۔ قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یاد کرا دیتے اور وہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں جا کر لوگوں کو یاد کراتے۔ اسی طرح اپنی ذاتی نگرانی میں چند مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو لکھنے پڑھنے کے فن سے واقف تھے۔ ان آیتوں کی کتابت کروا دیتے۔ [3] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ قرآن پاک لکھا۔ جن میں ایک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارک میں تحریر کیا۔ دوسری بار مکمل قرآن بہ ترتیب نزول، تیسری بار عہدِ صدیقی میں اور چوتھی مرتبہ عہدِ عثمانی میں لکھا۔ [4] حضرت ناجیۃ الطفاوی رضی اللہ عنہ عمر بھر قرآن پاک کی کتابت کرتے رہے۔ [5] آج تک مصر شہر میں حضرت عقبہ (بن عامر جہنی

---

۱ احسن البیان فی علوم القرآن، ص ۳۹

۲ Introduction to Islam، ص ۴۳

۳ احسن البیان فی علوم القرآن، ص ۴۵۔۴۶

۴ مفاتح الحجار فی فضائل الحفاظ، ص ۳۴۷

۵ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بحوالہ مفاتح الحجار فی فضائل الحفاظ، ص ۳۴۷

رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ مبارک کے لکھے ہوئے قرآن کریم کے اوراق موجود ہے۔ [1]

۳۔تزکیہ

انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے اللہ تعالیٰ کا حقیقی مقصود نفوسِ انسانی کا تزکیہ ہے اور یہی درسگاہ صُفّہ کے نصابِ تعلیم کا تیسرا مضمون ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ ..} [2]

''وہ ہماری آیتیں تمہیں سناتا ہے،(اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) تمہارے دلوں کو صاف کرتا ہے۔''

{عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝١ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝٢ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۝٣} [3]

''ترش رو ہوئے اور منہ پھیر لیا۔اس لیے کہ ان کے پاس ایک نابینا آگیا۔تجھے کیا خبر؟ شاید کہ وہ سنور جائے۔''

ان آیات کریمہ سے بالکل صاف واضح ہو رہا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام خلق اللہ کی جس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بھیجے گئے وہ ان کے نفوس کا تزکیہ ہے۔اس وجہ سے لوگوں کو یہ حق ہے کہ اس غرض کے لئے ان سے رجوع کریں اور نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ لوگوں کی یہ ضرورت پوری کرے۔ [4] علمائے اسلام کے نزدیک جہاں تک قلب کا تعلق ہے اس کے تزکیہ اور علاج کا مجرب و بہترین نسخہ سات اجزاء پر مشتمل ہے:

(۱) تقویٰ: عبارت ہے اللہ کی محبت اور خشیت سے

(۲) یادِ الٰہی: انسان کی سوچ اور قول و فعل اللہ تعالیٰ کے حوالے سے ہونا چاہیئے

(۳) شکرِ نعمت: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ادراک و شعور اور اس کی قدر شناسی

(۴) مشاہدے: تزکیہ کے سلسلے میں حواس میں سے سامعہ اور باصرہ ہی موثر کردار ادا

---

[1] تاریخ قدیم مدارسِ عربیہ،ص ۱۳۶

[2] سورۃ البقرہ ۲:۱۵۱

[3] سورۃ عبس ۸۰:۱۔۳

[4] تزکیہ نفس،اصلاحی،امین احسن (مولانا)،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،اپریل ۲۰۱۱ء،ص ۲۸

کرتے ہیں۔

(۵) تفکر: اللہ تعالیٰ کے حوالے سے کائنات، حوادثِ روزگار، مظاہرِ فطرت و حیات، تاریخ کی روش اور خود اپنی زندگی کے آغاز و انجام پر خلوص نیت سے بامقصد غور و فکر کرتے رہنا

(۶) عبرت پذیری: حوادثِ روزگار، حیاتِ انسانی کے المیوں اور تاریخ کی روش سے عبرت حاصل کرنا

(۷) جہاد: تزکیۂ نفس کا مؤثر ذریعہ ہے۔ جہاد کا محرکِ حقیقی محبت الٰہی اور محبت انسانی ہے [1]

۴۔ حکمت

حکمت، درس گاہ صُفَّہ کے نصاب کا چوتھا مضمون تھا۔ علماء کے نزدیک علم کی مثال برقی رو کی ہے جس سے روشنی اور توانائی حاصل کرنا حکمت ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بجلی پیدا کرنے والی مشین برقی رو پیدا کرتی ہے، لیکن اس سے فائدہ اسی صورت میں اٹھایا جاسکتا ہے کہ برقی قمقموں کے ذریعے اس سے روشنی اور متحرک آلات کے ذریعے اس سے توانائی حاصل کی جائے، اور ایسا کرنا حکمت ہے۔ اس اعتبار سے علم و حکمت لازم و ملزوم ہیں اور اسی لئے قرآن مجید نے علم کے ساتھ حکمت کی تعلیم کو لازمی قرار دیا ہے۔ [2]

محمد بدر عالم میرٹھیؒ فرماتے ہیں:

"جب ایک متعلم، علم پڑھتا اور گن لیتا ہے تو اس کا قلیل علم بھی قلیل نہیں ہوتا۔ اب اس کا نام علم نہیں رہتا بلکہ قرآنی الفاظ میں شاید حکمت ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں جس حکمت کو حضرت لقمان (علیہ السلام) کا بڑا اعلم بتلادیا گیا ہے۔"

((وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ))

ہم نے لقمانؑ کو حکمت مرحمت فرمائی تھی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم، کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ پڑھ لیا کرتے تھے۔

---

۱ پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۲۰

۲ پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۲۸

((وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ)) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

گو عام مفسرین نے حکمت کی تفسیر سنت کی ہے مگر یہاں اور بھی بہت اقوال موجود ہیں، تعلیمِ کتاب کے ساتھ جب حکمت کی تعلیم نہیں رہتی تو گویا اصل دوا کا بدرقہ نہیں رہتا اس لئے اس کی تاثیر میں بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ معلّم محقق کتاب کے ساتھ ساتھ حکمت کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ جو کتاب کے علاوہ دوسری چیز ہوتی ہے۔ یہ حکمت کتاب کی شکل میں کوئی دوسری کتاب نہیں ہوتی بلکہ اس کتاب کو صحبتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پڑھنے کے وہ اثرات ہوتے ہیں جو مستعد شخص کی ذہنیت میں ایسی صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں کہ صحیح فہم و فراست اس کے لئے ملکہءِ نفس بن جاتی ہے، اس کے خیالات و عقائد خود پاکیزہ اور دوسروں کو بھی پاکیزہ بنا دیتے ہیں۔ غلط بات کو اس کا ذوق قبول نہیں کرتا اور صحیح حقیقت قبول کرنے میں اسے کچھ تردد نہیں رہتا۔ ایک روایت میں آتا ہے:

((الحكمة والعلم نور يهدى به الله من يشاء))

''حکمت اور علم ایک نور ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔''[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کسب کا ثمرہ ہی نہیں بلکہ وہبی نعمت ہے کسی نصیب والے کو مل جاتی ہے، کتاب اللہ کے ساتھ جب یہ حکمت نہیں ہوتی تو خام طبائع اسے فلسفہ بنا لیتی ہیں۔[2]

غالباً ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے اسی کے لئے یہ شعر کہا ہے:

فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی[3]

۵۔ اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

۱ بحار الانوار، ج: ۴۳، ص ۱۳۷

۲ ترجمان السّنّة، میرٹھی محمد بدر عالم (استاذ الحدیث)، مقبول اکیڈمی، لاہور، سن ندارد ج: ۱، ص ۹

۳ کلیاتِ اقبال (اردو)، علامہ محمد اقبالؒ (ڈاکٹر)، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، سن ندارد، ص ۴۵۶

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ} [1]

"بے شک رسول اللہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے پیروی اور اتباع کا ایک بہترین نمونہ ہے۔"

صُفّہ کی درس گاہ میں جہاں ایک طرف کتاب اللہ کی عملی تشریح کے لئے ایک نمونہ کی ضرورت تھی اسی کے ساتھ عرب کی دماغی حالات کی وجہ سے بھی اُسوۂ رسول ﷺ کی بڑی ضرورت تھی، وہ اُمّی قوم تھی، تمدن اور تعلّم کے طریقوں سے بہت دور تھی، اُن کی تفہیم و تربیت کے لئے وہی طریقہ مناسب تھا جو فطری کہا جا سکتا ہے۔ اُسوۂ رسول اللہ ﷺ صرف عمل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ آپ ﷺ کا قول و فعل جو کچھ بھی ہے وہ سب اُمت کے لئے نمونہ ہے۔ کچھ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ہی پر موقوف نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات جس طرح اس بارے میں اُسوہ ہے اسی طرح فصلِ خصومات، اُمت کے نظم و نسق اور دیگر ضروریات میں بھی اُسوہ ہے حتیٰ کہ خوش طبعی، ہنسی اور مسکراہٹ کے انداز اور طریقے میں بھی قرآن کریم نے کسی ادنیٰ تفصیل کے بغیر تمام اُمور میں رسول اللہ ﷺ کی ذات کو اُسوہ کہا ہے۔

فطری تعلیم یہی ہے کہ خود عمل کر کے دکھلا دیا جائے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے نہ وہ کچھ کہنا جانتا ہے نہ کرنا مگر جتنا وہ ترقی کرتا جاتا ہے اتنا ہی اپنے گھر کی زبان، اس کا طور و طریق سب سیکھتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک انگریز کا بچہ کسی تعلیم کے بغیر ایسی فصیح انگریزی بولنے لگتا ہے جو ایک ہندوستانی کالج میں تعلیم پانے کے بعد بھی نہیں بول سکتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ فطری طریقہ پر تعلیم حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے والدین کو بولتا دیکھ کر بولتا ہے اور جس طرح کسی عمل میں مصروف دیکھتا ہے اسی کی نقالی میں خود بھی مصروف ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے اپنی زبان اور اپنے طور و طریق میں کسی خارجی تعلیم کی ضرورت نہیں پڑتی۔ [2] اسی طرح اصحابِ صُفّہ نے بھی اس مکمل دین کا بڑا حصہ رسول اللہ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے سیکھا

---

1 سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۱

2 ترجمان السنۃ، ج:۱، ص ۱۰۸

ہے۔ صرف اعمال نہیں بلکہ اقوال بھی اور صرف اقوال ہی نہیں بلکہ ایک ایک عقیدہ بھی۔ اسی عملی تعلیم و تربیت کے اثرات تھے کہ تمام دین ان کے رگ و پے میں اس طرح سرایت کر گیا تھا جیسا طبعی اخلاق انسان میں غیر شعوری طور پر سرایت کیے ہوئے ہیں۔

آپ ﷺ کی سیرت دراصل آپ ﷺ کی سنت حسنہ ہی ہے، جو قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے ... آپ ﷺ نے اپنی سنت حسنہ کو اعجاز بلاغت سے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ... معانی کو الفاظ کے کوزے میں بند کر دیا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ کی سنت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''معرفت میرا راس المال (سرمایہ زندگی) ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میرا مرکب (سواری) ہے، ذکر الٰہی میرا انیس ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے، غم میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، رضا میرا مالِ غنیمت ہے، عجز میرا فخر ہے، زُہد میرا پیشہ ہے، یقین میری قوت ہے، صدق میرا حامی و سفارشی ہے، طاعت میری کفایت کرنے والی ہے، جہاد میرا خلق ہے، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔''[1]

دیکھنے میں یہ سترہ چھوٹے چھوٹے جملے ہیں، لیکن یہ کتابِ فلسفۂ حیات کے جملہ سترہ ابواب ہیں اور ہر باب اپنے موضوع کا آئینہ ہے۔

۶۔ ... یث مبارکہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا بیان ہے:

''ہمارے پاس (تکرار کو حذف کر کے) تقریباً (10) ہزار احادیث رسول موجود ہیں اور اس میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے تمام پہلو شامل ہو گئے

1 کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ابوالفضل قاضی عیاض مالکیؒ بحوالہ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ ص ۵۳

ہیں۔'' [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اصحابِ رسول میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث محفوظ نہ تھیں۔ سوائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے اور میں (حفظ کرتا تھا) لکھتا نہیں تھا۔'' [2]

محدثین و مؤرخین اسلام کے علاوہ اُن غیر محققین نے بھی جو اسلام پر اعتراض کرنے میں مشہور ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شوقِ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے:

''رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں بھی اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد بھی لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حالات کو شوق سے یاد کرتے تھے۔'' [3]

مشہور صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اصحاب صُفَّہ میں شمار ہوتے تھے۔ ۷ ھ میں مدینہ آنے کے بعد ہمہ وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرسکیں۔ ان کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے۔ گو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ اور دعا سے ان کا حافظہ بہت قوی ہوگیا تھا اور وہ زیادہ تر احادیث حفظ ہی کیا کرتے تھے تاہم ان کے پاس کئی رجسٹر تھے جس میں انہوں نے احادیث لکھ کر بھی محفوظ کی ہوئی تھیں۔ [4] اُن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا، کون تم میں سے اپنا کپڑا بچھاتا ہے اور میری حدیث سنتا ہے پھر اس کو اپنے سینے سے لگا دے تو جو بات سنے گا وہ نہ بھولے گا۔ میں نے اپنی چادر بچھا دی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث سے فارغ ہوئے پھر میں نے اس چادر کو سینے سے لگا لیا۔ اُس دن سے میں کسی بات کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

۱ Introduction to Islam، ص ۶۵

۲ صحیح البخاری، ج:۱، ص ۲۲؛ و شرح صحیح مسلم للسعیدی (مقدمہ)، ج:۱، ص ۷۵

۳ امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۵

۴ فتح الباری (مقدمہ)، ج:۱، ص ۲۱۷

بیان کی ہو، نہیں بھولا۔ [1]

مسند دارمی کی ایک روایت میں ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رات کو تین حصوں پر منقسم کیا تھا۔ ایک ثلث میں عبادت کرتے تھے، ایک ثلث میں آرام کرتے تھے، ایک ثلث میں حدیثیں حفظ کرتے تھے۔'' [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے حدیثیں سن کر یاد کرلی تھیں۔ [3]

حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ دونوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی، کچھ دنوں کے بعد حضرت سائب رضی اللہ عنہ کو اس میں کچھ شک ہوا تو اس کی تصحیح کے لئے مصر کا سفر کیا اور وہاں پہنچ کر ان سے حدیث سنی۔ (حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ان دنوں مصر میں مقیم تھے)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث کی تصحیح کے لئے ایک مہینہ کا سفر کرکے (درس گاہِ صُفَّہ کے ہم نشین) حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کے پاس شام پہنچے۔

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ ایک حدیث کی تصحیح کے لئے مدینہ سے (سینکڑوں کوس کا) سفر کرکے (درس گاہ صُفَّہ کے فاضل اور مصر کے گورنر) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس مصر پہنچے۔ [4]

اقوال وافعال تو بڑی چیز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرکات وسکنات کو بھی محفوظ کیا ہے۔ حضرت الاغر المزنی رضی اللہ عنہ (موسیٰ بن عقبہ) فرماتے ہیں:

''ہم نے ایک بار گنا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نشست میں سو دفعہ استغفار فرمایا۔'' [5]

---

1 صحیح مسلم، کتاب الفضائل، ص ۱۶۵۔ ۱۶۶

2 مسند دارمی، بحوالہ، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۶

3 مسند دارمی، بحوالہ، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۶

4 سنن ابوداؤد، کتاب الترجل، بحوالہ، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ص ۱۵۔ ۱۶

5 مسند دارمی، بحوالہ، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۶

الغرض اصحاب صُفّہ حدیث کو لکھتے بھی تھے اور حفظ بھی کرتے تھے۔ ایک ایک راوی سے دو دو بار وقفہ دے کر دریافت کرتے تھے، ذرا شک و شبہ ہونے پر اس کی تصحیح کی پوری سعی کرتے تھے۔

سیرت طیبہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے شاگرد کو کھلائی ہوئی بات کے اعادہ کا موقع عطا فرمایا۔ حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے کے آداب کی تعلیم فرمائی اور دعا سکھائی۔ میں نے اس دعا کو نبی ﷺ کے رو برو دہرایا۔ جب میں "اللھم آمنت" (اے اللہ! میں آپ کی کتاب پر ایمان لایا، جو آپ نے نازل فرمائی) پر پہنچا، تو میں نے کہا: "و رسولك" (اور آپ کے رسول ﷺ پر)۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((و بنبیك الذی ارسلت ولا تقل برسولك))

''(تم کہو)، اور آپ کے نبی پر جن کو آپ نے مبعوث فرمایا۔ اور تیرے رسول پر، نہ کہو۔'' [1]

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات (حدیث) سنتے یا علم حاصل کرتے تو بیٹھ کر اسے آپس میں دہراتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح ذہن میں اتر جائے۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں ہوتے اور آپ سے حدیث سنتے، پھر جب خدمت نبوی میں واپس آتے تو حدیث کو آپس میں دہراتے تھے تاکہ خوب یاد ہو جائے۔'' [2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کو تاکید فرماتے:

((تذکروا الحدیث فانکم الا تفعلوا))

---

[1] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۰۹:و **صحیح الادعیة والاذکار**، البانی محمد ناصر الدین (علامہ)، جمع و تعلیق و تخریج، محمد السید، مکتبۃ الفرقان، الریاض، بن ندارد، ص ۷۳

[2] الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع، خطیب بغدادیؒ، ج:۱، ص ص ۳۶۳۔ ۳۶۴، بحوالہ، سیرت النبی ﷺ للشبلی، ج:۲، ص ۲۹۱

''ایک دوسرے سے احادیث بیان کرتے رہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو حدیث کے آثار مٹ جائیں گے۔''[1]

O احادیث فعلیہ

احادیثِ فعلیہ میں تمام احکام و عبادات کا عملی نقشہ اور ان کی تشکیل تھی۔ عملی چیزیں لکھوانے کی بہ نسبت عملی طور پر کر کے دکھلانے اور پھر لوگوں سے اس کے مطابق عمل کروانے سے زیادہ ذہن نشین ہوتی ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے ان کے بارے میں یہی طریقہ اختیار فرمایا۔

ابو مالک اشجعیؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا، تو نبی کریم ﷺ اس کو نماز سکھاتے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ہدایت کر دی:

((صلو کما رایتمونی اصلی))

''جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح تم بھی نماز پڑھا کرو۔''[2]

نیز حجۃ الوداع میں رمی جمار کرتے ہوئے فرمایا:

((خذوا عنی مناسککم فانی لا ادری لعلی لا اجّ بعد حجتی هذه))

''مجھ سے تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو کیونکہ پتہ نہیں شاید میں اس حج کے بعد دوسرا حج نہ کر سکوں۔''[3]

O اصحاب صُفّہ اور حدیث کا پریکٹیکل

اصحاب صُفّہ لوگوں کو امورِ اسلام عملاً کر کے دکھاتے اور وضاحت کرتے کہ یہ عین رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ مبارکہ ہے، کسی غیر کے طریقے کے مطابق نہیں ہے۔ تا کہ لوگوں میں سنتِ

---

1 المستدرک، ج:۱، ص ۹۵
2 صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۳۱؛ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳
3 صحیح مسلم، کتاب الحج

رسول ﷺ زندہ رہے اور لوگ حدیثِ رسول سے دامن گیر رہیں۔حدیث کے پریکٹیکل کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''وہ جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچے تو بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب اور منیٰ کو دائیں جانب کیا اور سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے۔ پھر فرمایا:

((هٰكَذَا رَمَى الَّذِي أُنزِلَت عَلَيهِ سُورَةُ البَقَرَةِ))

''جس شخص (محمد ﷺ) پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی اس نے بھی اسی طرح کنکریاں ماری تھیں۔'' [1]

نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنی تو دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اس راستے سے دور نکل گئے، اور مجھ سے پوچھا کہ اے نافعؒ! کچھ سنائی دے رہا ہے، میں نے عرض کیا ''نہیں'' تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے باہر نکالیں اور فرمایا:

((كُنتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعَ مِثلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثلَ هٰذَا))

''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی تو ایسے ہی کیا جیسے میں نے کیا۔'' [2]

نعیم المجمرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز میں پڑھی، پھر اُم القرآن (سورۂ فاتحہ) پڑھی، جب ''ولا الضالین'' پر پہنچے تو آمین فرمائی اور جب بھی سجدہ کیا اور بیٹھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے قیام کیا تو اللہ اکبر کہا پھر سلام پھیرنے کے بعد کہا:

((وَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَشبَهُكُم صَلَاةً بِرَسُولِ اللهِ ﷺ))

---

[1] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۷۴۹

[2] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۲۴

''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ میری نماز تم تمام سے زیادہ مشابہ ہے۔''[۱]

O کتابتِ حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (کاتب حدیث) اپنے ایک بیان کی ابتدا یوں فرماتے ہیں:

((بینما نحن حول رسول الله ﷺ نکتب))

''جب ہم رسول اللہ ﷺ کے آس پاس بیٹھے لکھ رہے تھے۔''[۲]

سید ابو بکر غزنوی ؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کتابت حدیث کا انداز یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ درمیانِ محفل تشریف فرما ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھی ہے اور جو کچھ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لکھتے جاتے ہیں، یہ تو بالکل املاء کی شکل ہوئی، ساتھ ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو پیشِ نظر رکھیے کہ رسول اللہ ﷺ ہر بات کو دو دو تین تین بار دہراتے تا کہ لوگوں کو سمجھنے میں سہولت ہو، اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحتِ متن کے ساتھ احادیث قلمبند کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔''[۳]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ؒ فرماتے ہیں:

''تازہ ترین تحقیق یہ ہے کہ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد پچاس سے کم نہیں جن سے متعلق تصدیق موجود ہے کہ انہوں نے احادیث تحریر کر کے جمع کی تھیں۔''[۴]

امام ترمذی ؒ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک صحیفہ میں

---

۱ سنن النسائی، حدیث نمبر: ۹۰۶

۲ سُنَن دَارمی، الدارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن التمیمی (امام) م ۲۵۵ھ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ص ۶۸

۳ خطبات و مقالات، ص ص ۲۶۸ تا ۲۶۹

۴ Intr duction to Islam، ص ۶۱

احادیث نبویہ جمع کی تھیں۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا اس صحیفے سے حدیث روایت کیا کرتا تھا۔[1]

شیخ ابو بکر عقال الصقلی ؒ اپنی کتاب "فوائد" میں ابن بشکوال ؒ کی روایت کی بنا پر لکھتے ہیں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنن کو مصحف میں جمع کرتے تھے جیسا کہ قرآن جمع کیا ہے۔"[2]

تذکرۃ الحفاظ میں آیا ہے:

"خالد بن معدان الحمصی ؒ (م ۱۰۴ھ) نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی، وہ حدیث لکھتے تھے اور ان کی بہت سی تصنیفات ہیں لیکن حدیث کی کتابوں میں ان تصنیفات کا ذکر نہیں ہے۔"[3]

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

"میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ دورانِ سفر دونوں حضرات احادیث بیان کرتے تو میں ان کو کجاوے کی لکڑی پر لکھ لیتا اور جب سواری سے اترتا تو ان کو تحریر کر لیتا۔"[4]

کتابت حدیث کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ حدیث لکھتے اور لکھنے کی تاکید فرماتے۔ جبکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کو زبانی یاد کرنے کے قائل تھے۔[5]

---

[1] Downloaded on 21st January 2014at 1000hrs from www.siratulhuda.com/forums/.../t-6899.html

بحوالہ تدوین حدیث، مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ

[2] اضواء علی السنۃ المحمدیہ، ابوریہ محمود، انصاریان پبلیکیشنز، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۸ء، ص ۳۲۹

[3] اضواء علی السنۃ المحمدیہ، ص ۳۳۱

[4] الجامع لاخلاق الراوی والسامع ص ۵۵ بحوالہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصول تعلیم، حریری ؒ غلام احمد (پروفیسر)، ماہنامہ محدث، لاہور، نومبر ۱۹۸۱ء، مدیر اعلیٰ، حافظ عبد الرحمٰن مدنی، ویب ایڈریس، www.mohaddis.com

[5] تاریخ قدیم مدارس عربیہ، ص ص ۶۳ ۔ ۶۴

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ [1]

درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے لوگ بھی کلمۂ اسلام پڑھتے ہیں اُن کی مردم شماری کرکے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ ہم نے ایک ہزار پانچ سو مردوں کے نام تحریر کئے۔ [2] اس وقت یہ ضروری تھا کہ پورا نام مع ولدیت اور کنیت لکھا جائے۔ [3]

۷۔ اصولِ فقہ اور اجتہاد

عہدِ رسالت مآب میں جن مسائل میں کوئی نص قرآن میں موجود نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سب کے لئے واجب الاطاعت ہوتا اور کسی اختلاف کا اشتباہ نہ رہتا تھا۔ کیونکہ یہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

{وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ}[4]

''کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی معاملے کا فیصلہ کردے تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں اختیار حاصل رہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف ضرورت پیش آنے پر سوالات کرتے اور فرضی مسائل سے متعلق بحث نہیں کرتے تھے کیونکہ کثرتِ سوال سے منع فرمایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ

---

۱ مجمع الزوائد، ج: ۱، ص ۱۵۱

۲ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۰۶۰

۳ رحمی، عبدالسلام (مولانا)، انکارِ حدیث سے انکارِ قرآن تک، دارالسلام، لاہور، سن ندارد، ص ۱۸۰

۴ سورۃ الاحزاب ۳۳: ۳۶

تَسُؤْكُمْ ﴾[1]

"مسلمانو! (اپنی طرف سے کاوشیں کر کے) ان چیزوں کی نسبت سوالات نہ کرو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔"

رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں فقہ کی تدوین نہیں ہوئی تھی اور اُس زمانہ میں احکام کے بارے میں ایسی ابحاث نہیں ہوتی تھیں، جیسے کہ یہ فقہا ابحاث کرتے ہیں کہ انتہائی محنت کے ساتھ ہر چیز کے ارکان، شروط اور آداب دلیل کے ساتھ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں اور مسائل کی صورتیں فرض کر کے ان فرضی صورتوں کے بارے میں کلام و بحث کرتے ہیں ... لیکن جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ایسا تھا کہ آپ ﷺ وضو کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، آپ ﷺ کا وضو کرنا دیکھتے اور آپ ﷺ کے طریقے پر عمل پیرا ہو جاتے اور یہ بتائے بغیر ایسا کرتے کہ یہ رکن ہے، یہ ادب ہے۔ اس طرح آپ ﷺ نماز پڑھتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو دیکھتے چنانچہ جیسے آپ ﷺ نماز پڑھتے ویسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھتے۔ آپ ﷺ نے حج کیا لوگوں نے آپ ﷺ کا حج کرنا دیکھا اور جیسے آپ ﷺ نے افعالِ حج کئے لوگوں نے بھی ویسے ہی افعالِ حج کئے۔ چنانچہ حضور ﷺ کا عام حال یہی تھا اور آپ ﷺ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ وضو کے چھ فرض ہیں یا چار فرض ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے یہ صورت فرض کی، کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص بغیر موالات کے وضو کر لے اور اس وقت وضو کے رہنے یا نہ رہنے کا حکم کیا جائے۔ الا ما شاء اللہ۔ اور ان باتوں کے بارے میں صحابہ بہت ہی کم دریافت کرتے تھے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر کوئی قوم نہیں دیکھی۔ انہوں نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی وفات تک صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے۔ جو تمام

---

[1] سورۃ المائدۃ ۵:۱۰۱

[2] حُجَّةُ اللهِ البَالِغَه، شاہ ولی اللہؒ، قطب الدین احمد (محدث دہلوی) م ۱۱۷۶ھ، ترجمہ، مولانا محمد منظور الوجیدیؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۳۹۱ھ، ج:۱، ص ۳۴۳

کے تمام قرآن مجید میں ہیں۔

ان میں سے یہ ہے:

{يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط} [1]

"(اے پیغمبر!) لوگ تم سے پوچھتے ہیں: جو مہینہ حرمت کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اس میں لڑائی لڑنا کیسا ہے؟ ان سے کہہ دو: اس میں لڑائی لڑنا بڑی برائی کی بات ہے۔"

{وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط} [2]

"اور (اے پیغمبر!) لوگ تم سے عورتوں کے ماہ واری ایام کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔"

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف وہی مسائل دریافت کرتے جو مفید ہوتے۔ [3]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

"ہر صحابی رضی اللہ عنہ کو جس قدر اللہ نے توفیق دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت، فتاویٰ اور قضایا کو دیکھنے کا موقع ملا تو انہوں نے اسے ایجاد کیا، سمجھا اور قرائن کے ذریعے سے ہر چیز کی وجہ معلوم کی اور وہ قرائن و امارات جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بخوبی معلوم تھے اُن کے ذریعے بعض کو اباحت پر اور بعض کو نسخ پر محمول کیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک معتمد علیہ بات یہی تھی کہ اطمینان اور یقین و سکون حاصل ہو جائے اور استدلال کے مختلف طریقوں کی جانب اُن کی توجہ نہیں تھی جیسے کہ تم دیکھتے ہو کہ اعرابی لوگ تصریح یا اشارہ کنایہ سے ہی مقصودِ کلام سمجھ جاتے ہیں اور

---

[1] سورۃ البقرۃ ۲:۲۱۷

[2] سورۃ البقرۃ ۲:۲۲۲

[3] حجۃ اللہ البالغہ، ج:۱،ص ۳۴۴

انہیں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ یہ سب کیسے ہوا؟ آخرِ کار آپ ﷺ کا عہد ختم ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حالت پر تھے۔"[1]

اصول فقہ کے ضوابط اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بواسطہ جبریل علیہ السلام تعلیم فرمائے۔ اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ ضوابط تعلیم فرما دیئے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارا دن تو آپ ﷺ کے پاس نہیں بیٹھے رہتے تھے اور بعض بہت دور دراز سے آکر مسلمان ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ضوابط قواعد و اصول تعلیم فرما دیا کرتے جن کی مدد سے وہ رہنمائی حاصل کرتے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی اور آپ ﷺ سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی اجازت دی اور آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرام نے اجتہاد کیا، ان کے اجتہاد کی روئیداد آپ ﷺ کے سامنے پیش بھی ہوئیں آپ ﷺ نے ان کو سنا اور پسند بھی کیا اور اجتہاد بغیر آلاتِ اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہو سکتا۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجتہاد کی اجازت اور تعلیم عطا فرمائی اور ان کی تربیت فرمائی نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور آپ ﷺ تک اس کی اطلاع بھی پہنچی۔ مسائل کی تحقیق و اسلوب میں آپ ﷺ کی مشہور احادیث میں سے ایک حدیث معاذ بن جبل ہے۔ اسلامی قانون کے ماخذ و مصادر کے سلسلے میں جو احادیث آتی ہیں ان میں سے یہ اہم ترین ہے۔

"حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (بن جبل) سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے۔ عرض کیا: اللہ کی کتاب قرآن مجید کے حکم کے مطابق۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر قرآن میں وہ حکم نہ ملا تو؟ عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ، ج:۱، ص ۳۴۵

[2] فن اصول فقہ کی تاریخ عہدِ رسالت سے عصرِ حاضر تک، فاروق حسن (ڈاکٹر)، دارالاشاعت، کراچی، اکتوبر ۲۰۰۶ء، ص ۱۰۳

اگر سنت میں بھی نہ ملے تو؟ عرض کیا۔ تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے اللہ کے رسول (ﷺ) کے رسول (رضی اللہ عنہ) کو توفیق بخشی۔"[1]

رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو اول قرآن سے تلاش کرتے، پھر حدیث میں۔ اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی تو دوسروں سے دریافت کرتے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اسلوبِ تحقیق تعلیم فرمائے:

"جب تم قرآن وسنت میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فتویٰ دو مگر جب کوئی حکم ان دونوں میں نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔"[2]

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اجتہاد اور اس کے نتائج کی عظمت واہمیت کے پیشِ نظر صرف وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ خدمات انجام دیتے جو اپنے اندر استنباط واستخراجِ مسائل کی مکمل صلاحیت پاتے۔ مندرجہ بالا روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں مسلمانوں کا رجوع کتاب وسنت کی طرف تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف پیش آنے والے سوالات کرتے تھے فرضی سوالات نہیں پوچھتے تھے۔ اجتہاد کی اجازت تھی لیکن اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن کو استنباط و استخراج کا ملکہ تھا۔ درس گاہِ صُفَّہ کے مجتہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نام شامل تھے جن کی تفصیل باب چہارم میں آئے گی۔

---

[1] جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۱۱۹۲

[2] فلسفة التشريع فى الاسلام، صبحی محمصانی، مکتبہ الکشاف، بیروت، ۱۳۵۶ھ، ص ۱۳۶

۸۔اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ذکر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾[1]

''وہ ارباب دانش جو کسی حال میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں، لیٹے ہوئے ہوں (لیکن ہر حال میں اللہ کی یاد ان کے اندر بسی ہوتی ہے) جن کا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ آسمان وزمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے ہیں۔(اس ذکروفکر کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان پر معرفت حقیقت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔)''

درس گاہِ صُفّہ کے نصاب میں ہر موقع محل کی دعائیں اور اذکار کی تعلیم شامل تھی۔حمد و ثناء، درود وسلام، توبہ واستغفار، سونے اور بیدار ہونے کی دعائیں، طہارت، اذان، نماز، صبح و شام کے اذکار، مشکلات اور قرض سے نجات کی دعائیں، حج وعمرہ اور سفر کی دعائیں، کھانے پینے اور لباس سے متعلقہ دعائیں اور روزمرہ کی دعائیں جن کے مضامین مختصر، جامع اور نہایت بلیغ ہیں۔ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

((أحبُّ الاعمال الی اللہ أن تموت و لسانك رطب من ذكر اللہ))

''اللہ تعالیٰ کو یہ عمل بہت پیارا لگتا ہے کہ تو اس حال میں وفات پائے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔''[2]

نیز آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تلقین فرمائی:

((لا یزال لسانك رطباً من ذكر اللہ))

---

[1] سورۃ آل عمران ۳:۱۹۱

[2] الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ﷺ، السیوطی، ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، مکتبۃ نزار المصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۸ھ، حدیث نمبر: ۱۶۳

''تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔''[1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کا بیان ہے:

''اس ادارے (صُفّہ) کو ''تکیہ'' کا نام دیں یا ''خانقاہ'' کا یا پھر کوئی اور نام مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اصحاب صُفّہ مادی مشاغل کی نسبت روحانی معاملات کی طرف راغب تھے۔''[2]

حضرت عمر بن ذرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت کے پاس تشریف لائے۔ ان میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ سب اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان (عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو ذکر کراؤ۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ذکر کرانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسی جماعت ہو کہ اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے کو ان کے ساتھ روکے رکھوں۔[3] پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

{وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ}[4]

''اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اس کی محبت میں سرشار ہیں، تو انہیں کی صحبت پر اپنے جی کو قانع کرلو۔''

امام ابن کثیرؒ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یعنی آپ ﷺ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جائیں جو اللہ کا ذکر کرتے، لا الٰہ الا اللہ پڑھتے، الحمد للہ پڑھتے، تحمید و تسبیح و تکبیر کرتے اور صبح شام اس سے دعائیں

---

[1] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۳۳۷۵؛ وسنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۷۹۳

[2] Introduction to Islam، ص ص ۱۲۵۔۱۲۶

[3] تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۵، ص ۳۷۷

[4] سورۃ الکھف ۱۸:۲۸

کرتے ہیں، خواہ یہ بندگانِ الٰہی فقیر ہوں یا امیر، قوی ہوں یا ضعیف۔“ [1]

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾} [2]

”اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔“

مبحث دوم: نصابِ تعلیم میں اختیاری مضامین

درس گاہ صُفّہ کا نصاب کوئی جامد، محدود اور بے لچک نصاب نہ تھا بلکہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اور ضروریات کو بھی مدنظر رکھا جاتا تھا۔ علمِ دین کی تعلیم و تحصیل کے علاوہ دوسرے علوم حاصل کرنے کی بھی اجازت تھی جن کا تعارف ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ غیر ملکی زبانیں

ہمیں اس شبہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربی کے علاوہ باقی تمام زبانوں کے سیکھنے پر پابندی لگا رکھی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ عربی زبان کو علمی یا نصابی زبان اختیار کرنا ایک علمی یا قومی ضرورت تھی، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسری زبانوں کو قابلِ نفرت سمجھا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمی تعصب سے بہت بالا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غیر ملکی زبانیں سیکھنے کی ترغیب دی۔ [3]

خارجہ بن زیدؓ سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو مجھے آپ کے پاس لایا گیا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرائت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے فرمایا:

---

۱ المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر، ج: ۳، ص ۷۵۴

۲ سورۃ الاحزاب ۳۳: ۴۱۔ ۴۲

۳ اسلامی نظامِ تعلیم، ص ۳۲۰

((تَعلَّم كِتَابَ اليَهُودِ، فَإِنِّي لَا آمِنُهُم عَلَىٰ كِتَابِنَا))

''یہود کی کتاب سیکھو، میں اُن کو اپنی کتاب پر امن والا نہیں پاتا۔''

انہوں نے کہا: پندرہ دن بھی نہ گزرے میں نے یہود کی کتاب سیکھ لی۔ میں نبی کریم ﷺ کا کاتب بھی اور اُن کی کتابیں بھی آپ پڑھتا تھا۔[1]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنے لئے یہودیوں کی کتاب سے کچھ کلمات سیکھنے کا حکم دیا۔ فرمایا:

''اللہ کی قسم مجھے بالکل اطمینان نہیں کہ وہ میرے لئے صحیح لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ پھر آدھا ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے سریانی زبان سیکھ لی۔ چنانچہ جب میں سیکھ گیا تو آپ ﷺ اگر یہودیوں کو کچھ لکھواتے تو میں لکھتا اور اگر ان کی طرف سے کوئی چیز آتی تو اسے بھی پڑھ کر سناتا۔''[2]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ فارسی زبان کی تعلیم کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''انہوں (زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) نے فارسی زبان بہت جلد اس وقت سیکھ لی جب ایک ایرانی وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن سے آیا۔ یہ وفد کچھ دن مدینے میں مقیم رہا۔ ان لوگوں سے قریبی روابط کے باعث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اتنی فارسی سیکھ لی کہ اس زبان میں روزمرہ کی گفتگو کر سکیں، ان کی ضرورتیں معلوم کر سکیں اور ان کے مختلف سوالوں کے جواب دے سکیں۔''[3]

اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حکم سے فارسی، حبشی، عبرانی، اور رومی زبانیں سیکھ لی تھیں۔ تاکہ جب دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کے خطوط موصول ہوں تو ان کے جوابات دیئے جا سکیں۔[4]

---

1 السلسلة الاحاديث الصحيحه، ج:۳، ص۴۰، حدیث نمبر:۲۴۶۱

2 جامع ترمذی، حدیث نمبر:۲۵۲۱

3 اسلامی ریاست، ص ۱۳۴

4 اذکار سیرت، ص ۵۴

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ متعدد آریائی اور سامی زبانوں کو بخوبی بول سکتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ مندرجہ ذیل زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔

- O فارسی: یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی مادری زبان تھی۔
- O سریانی: قبولِ عیسائیت کے بعد جب شام میں وارد ہوئے تو سریانی میں تعلیم و تربیت ہوئی۔
- O عربی: ملک عرب میں آئے تو عربی زبان میں مہارت حاصل کرنے کا موقع ملا۔
- O عبرانی: کیونکہ تورات جو عبرانی زبان میں تھی اسکی تعلیمات سے آپ رضی اللہ عنہ بخوبی واقف تھے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی متعدد زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔

- O فارسی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا وطن نجران تھا جہاں کسریٰ کے زمانے میں بہت سے ایرانی النسل آباد تھے۔ یہاں عربی کے ساتھ فارسی زبان کا عام رواج تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی فارسی زبان سے واقف تھے۔[2]
- O حبشی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حبشی زبان سے بھی واقف تھے۔ عرب اور حبشہ میں قدیم زمانہ سے تعلق تھا۔ حبشہ کے لوگ عرب میں رہتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔
- O عبرانی: آپ رضی اللہ عنہ عبرانی زبان میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کعب احبارؒ، تورات کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کر رہے تھے، آخر میں کعب احبار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو تورات نہ پڑھنے کے باوجود اس کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم ہو۔[3]

۳۔ فنِ کتابت

O تعلیمِ کتابت

---

[1] سیرت سلمان رضی اللہ عنہ ص ۱۷۰

[2] الأدب المفرد، البخاریؒ، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، المکتبۃ الاسلامیہ، الاردن، ۲۰۰۳ء، باب کیف یستاذن علی الفرس

[3] تذکرۃ الحفاظ، ج:۱، ص ۳۴

درس گاہ صُفّہ میں بڑے پیمانے پر تعلیمِ کتابت کا آغاز اس وقت ہوا جب فدیہ ادا نہ کر سکنے والے اسیران بدر کو تعلیمِ کتابت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے بدر کے دن ستر قیدیوں کو گرفتار کیا۔ آپ ﷺ بقدر ان کے مال کے ان سے فدیہ لے رہے تھے۔ اہلِ مکہ لکھنا جانتے تھے اور اہل مدینہ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ جس کے پاس فدیہ نہ تھا، دس بچے مدینے کے بچوں میں سے اس کے سپرد کئے گئے۔ اس نے انہیں سکھایا، جب وہ ماہر ہو گئے تو وہی اس کا فدیہ ہو گیا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی انہیں میں سے ہیں جنہیں لکھنا سکھایا گیا۔ [1]

دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی دوسری مثال نہیں ہے کہ دولت حاصل کرنے کے مقابلے میں اشاعتِ علم کو ترجیح دی گئی ہو۔ اسی طرح کتابت کے ساتھ ساتھ عربی تحریر پر اعراب لگانے کی ضرورت کو بھی مدنظر رکھا گیا تا کہ غیر عرب، قرآن اور حدیث سیکھنے میں دشواری محسوس نہ کریں۔

امام سیوطیؒ نے "الجامع الکبیر" میں دیلمی کے حوالے سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے:

> "جس طرح قرآن حفظ کرنے کی تعلیم حاصل کرتے ہو اسی طرح قرآن کے اعراب کی تعلیم حاصل کرو۔" [2]

درس گاہ صُفّہ کے معلّم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کتابت بھی سکھاتے تھے۔ [3]

O علم رمل اور خوش خطی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> "انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی علیہ السلام علمِ رمل رکھتے تھے، جن کی لائنیں ان کی لائنوں سے موافق ہو جاتی ہیں، اسے معلوم ہو جاتا ہے۔" [4]

---

1. طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۶۰
2. التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۹۲
3. خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم، ص ۱۳
4. مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۲۵۵

سفیانؒ کہتے ہیں:

''ہم نے علمِ رمل کو نبی کریم ﷺ یا پہلے لوگوں سے منقول علم کے ذریعے جانا۔''

اسے احمدؒ نے اور طبرانیؒ نے "**المعجم الاوسط**" میں روایت کیا ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے خط کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ گزشتہ لوگوں سے منقول باقی ماندہ علم ہے۔'' [1]

قرآن کریم میں ہے:

{اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ} [2]

''اگر تم (قبولِ پیامِ حق سے) انکار میں سچے ہو تو ثبوت میں کوئی کتاب پیش کرو جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہو (یا کم از کم) علم و بصیرت کی کوئی پچھلی روایت ہی لا دکھاؤ جو تمہارے پاس موجود ہو!''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا:

''**اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ**'' سے مراد ہے تحریر، خط کا خوبصورت ہونا، خط کی عمدگی۔ (یہ تین مختلف روایات کے الفاظ ہیں۔) [3]

اسلامی ذوقِ جمالیات کا ایک مظہر قرآن کریم کی کتابت سے متعلق ہے۔ یہ قرآن کریم کو حسین اور جاذبِ نظر انداز میں لکھنے کا فن ہے۔ فنِ خطاطی کا آغاز دراصل کتابتِ قرآن مجید سے ہوا ہے۔ [4] مسلمانوں نے اسلام کے ابتدائی زمانے سے ہی قرآن مجید کی کتابت ایسے انداز میں شروع کی جو اس کے جاودانی حسن کے لئے شایانِ شان تھی۔ اگرچہ اسلوبِ تحریر

---

1. التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۷۳
2. سورۃ الاحقاف ۴۶:۴
3. تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۷، ص ص ۴۶۲۔ ۴۶۳
4. تاریخ خط و خطاطین، ص ۶۹

میں مرورِ ایام کے ساتھ کچھ مقامی خصوصیتیں شامل ہوتی گئیں، لیکن عربی خط میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی۔ درس گاہ صُفّہ میں طلباء کو خطاطی کی مشق، رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں کروائی جاتی تھی۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے:

"صُفّہ کا مدرسہ تعمیر کیا جاتا ہے۔ وہاں کے اور مدرسوں میں مدرس لکھنے پڑھنے کا کام بھی جانتے تھے۔ اس کے سوا ان کا کوئی (کام) نہیں تھا۔ ان کا کام ہی طالب علموں کو خطاطی کی مشق کرانا تھا اور حضور ﷺ کی اس مدرس (خطاط) کی طرف توجہ رہتی۔"[1]

محمد بن اسحاق المعروف بابن ندیمؒ نے **الفہرست** میں مدنی خط کی مندرجہ ذیل خصوصیات بتائی ہیں۔

۱۔ تحریر بالکل سادہ ہے۔ کسی قسم کا تصنع، تکلف اور آرائش اس میں نہیں ہے۔

۲۔ الف خاص خصوصیات کا حامل ہے۔ الف کا سر شاخ دار ہے۔ الف کا زیریں حصہ داہنی طرف جھکا ہوا بلکہ مڑا ہوا ہے۔

۳۔ تحریر کی سطریں سیدھی مستقیم نہیں ہیں۔ حروف بھی بالکل سیدھے عمودی نہیں ہیں، بلکہ اس میں خفیف سا ترچھا پن ظاہر ہوتا ہے۔

عہدِ نبوی کی جو تحریریں اس وقت تک موجود ہیں ان کے مطالعہ سے ابن ندیمؒ کی بتائی ہوئی خصوصیات کی تصدیق ہوتی ہے۔[2]

کندیؒ کے مطابق ایسا کوئی اندازِ تحریر نہیں جس کے حروف اس درجہ جلالتِ قدر اور نزاکت کے حامل ہوں جیسے کہ عربی کے حروف ہیں۔ اس زبان میں جو تیزی اور زود نویسی کی صلاحیت پائی جاتی ہے وہ دوسری زبانوں کے اندازِ تحریر میں قطعاً نہیں پائی جاتی۔[3] ابن

---

۱ اسلامی ریاست، ص ۱۲۶

۲ تاریخ خط وخطاطین، ص ۵۵

۳ **الفہرست**، ابن ندیمؒ، ابو الفرج محمد بن اسحاق المعروف ابن ابی یعقوب وراق (علامہ) م ۳۸۵ھ، ترجمہ مولانا محمد اسحاق بھٹی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، جون ۱۹۶۹ء، ص ۲۳

ندیمؒ کے نزدیک پہلا شخص جس نے صدرِ اسلام میں قرآن کی کتابت کی اور اپنے حسنِ خط میں شہرت پائی، خالد بن ابوالہیاجؒ ہے۔ میں نے اس کا لکھا ہوا قرآن دیکھا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے مسجدِ نبوی میں قبلہ کی سمت {والشمس والضحاھا} سے آخرِ قرآن تک آبِ زر سے لکھا۔[1]

غزوۂ بدر میں گرفتار ہونے والے قیدیوں نے جہاں دس دس لڑکوں کو تعلیم دی تھی وہاں خوش نویس قیدیوں سے مشق خط بھی کرائی گئی۔ جیسا کہ ابن سعدؒ کی اس روایت میں ہے:

((ان كَانَ الرَّجُلُ يُحسِنُ الخَطَّ فَفُودِيَ عَلَى أن يُعَلِّمَ))

''الغرض قیدیوں میں اگر خوش نویس تھا اُن سے مشق خط کرائی گئی۔''[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد حلقہ کیے لکھ رہے تھے۔ جو آیاتِ قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبوں سے لکھاتے تھے۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے واسطے لکھتے تھے۔''[3]

○ درس گاہ صُفّہ میں رائج رسم الخط

اس سے قبل کہ درس گاہ صُفّہ میں رائج رسم الخط کا تذکرہ کیا جائے، عرب میں کتابت اور خطاطی کے فن کے آغاز و ارتقاء کا بیان مناسب ہوگا۔ مورخین اس میں مختلف ہیں کہ عرب میں کتابت اور خطاطی کا فن کس سے شروع ہوا۔

علامہ عبداللطیف رحمانیؒ، فاضل نوفل مسیحی کی مشہور کتاب "صناجة الطرب" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''بعض کی رائے میں حضرت ایوب علیہ السلام کے وقت میں عرب میں یہ فن

---

1 الفہرست، ص ۱۴

2 طبقات ابن سعد، ج: ۲، ص ۱۴؛ و تاریخ القرآن للرحمانیؒ، ص ۲۷

3 مفاتح الحجاز فی فضائل الحفاظ، ص ۴۲۷

تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے عہد سے شروع ہوا۔“ [1]

عرب، ظہورِ اسلام سے تقریباً ایک صدی پہلے فن کتابت سے ناآشنا تھے۔ ان کی پسماندگی اوران کی آپسی جنگیں اس فن کے حصول میں مانع رہیں۔ البتہ نزول قرآن سے پہلے یمن میں تین قبیلے تھے حمیر، معین اور سبا۔ ان میں خطِ مسند رائج تھا، جس کا ہر حرف جدا جدا لکھا جاتا تھا۔ شمال میں نبطی خط، عراق اور شام میں عراقی خط اور عرب میں سریانی خط تھا۔ معدودے چند اہلِ حجاز نے جنہوں نے عراق وشام کا سفر عراقی اغراض سے کیا تھا، عبرانی اور سریانی رسم الخط سیکھ لیا تھا اور اسی خط میں عربی کلام بھی لکھتے تھے۔ [2] محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ مدینہ منورہ میں خط حمیری کا رواج تھا۔ یہ خط نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ تھا۔ اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کو جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمراہی حاصل ہوئی، یعنی حضرت ابی بن کعب، حضرت ابو الدردا، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ، یہ سب کے سب اس خطِ حمیری سے زیادہ مانوس تھے۔ اس لئے مدینہ آنے کے بعد قرآن مجید کے اجزاء زیادہ تر خط حمیری میں لکھے جانے لگے۔ [3]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے خالص عربی اسلوبِ تحریر متعارف اور مقبول ہو چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد میں اس کو بہت ترقی دی اور یہی رسم الخط درس گاہ صُفّہ میں رائج ہو گیا۔

نزول قرآن کی ابتداء ہوئی تو شروع ہی سے رسول اللہ ﷺ نے اس کو لکھوانے کا خاص طور پر اہتمام فرمایا۔ یہ وہی خطِ حمیری ہے جسے اہلِ مکہ نے اہلِ انبار یا اہلِ حیرہ سے سیکھا تھا۔ بعض ماہرین اس کو انباری یا حیری کہتے ہیں اس کو بعد میں کوفی کہا گیا۔ حیرہ، انبار یا کوفہ (جو بعد کو آباد ہوا) تینوں مقامات عراق میں قریب قریب واقع ہیں، یہ خط چونکہ کوفہ کی وساطت سے مکہ پہنچا تھا اس لئے خطِ کوفی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ خود رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ

---

[1] تاریخ القرآن للرحمانی، ص ۲۷

[2] احسن البیان فی علوم القرآن ص ۳۵

[3] محاضرات قرآنی ص ۱۲۳

والسلام کی مراسلت بھی خطِ کوفی ہی میں ہوتی تھی۔آپ ﷺ نے ۶ھ میں مختلف فرمانرواؤں اور سرداروں کے نام جو تبلیغی خطوط روانہ فرمائے وہ اسی خط میں تھے۔خوش قسمتی سے بعض خطوط آج تک محفوظ ہیں۔حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۲۵ھ قرآن مجید کے جو مستند نسخے مرتب کروائے تھے، وہ بھی اس خط میں تھے۔ان میں سے تین نسخے آج تک موجود ہیں۔ایک تاشقند میں، دوسرا قسطنطنیہ میں اور تیسرا انڈیا آفس لائبریری لندن میں۔کوفی خط میں ابتداءً زبر، زیر، پیش اور تنوین کی علامتیں اور نقطے وغیرہ نہیں تھے۔[1]

علماء کا خیال ہے کہ قرآن مجید کے سوروں اور آیتوں کی ترتیب کی طرح قرآن مجید کا رسم خط بھی توقیفی ہے۔کسی کاتب وحی کی از خود اختیار کردہ روش کتابت پر نہیں۔رسول اکرم ﷺ نے کاتبانِ وحی کو اس رسم خط کا پابند فرمایا تھا۔جس رسم خط کے مطابق رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں مصاحف ابتداء میں لکھے گئے تھے۔آج تک ان کو اسی طرح لکھا جاتا ہے۔البتہ بعض جزوی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔مثلاً پہلے آیتوں کے ختم پر یعنی دو آیتوں کے درمیان تین نقطے لگائے جاتے تھے۔اب دائرہ لگایا جاتا ہے۔اسی طرح ابتداءً نقطے نہیں لگائے جاتے تھے نہ اعراب دیئے جاتے تھے۔

جمع قرآن مجید کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس رسم خط کو متعین کیا اور جسے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا، اس کو "الاصطلاح السلفی" یعنی سلف صالحین کی مقررہ اصطلاح کہتے ہیں۔[2]

○ اصولِ کتابت

تحریر و کتابت کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے درس گاہ صُفّہ کے طلباء کو جو ہدایات دیں وہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

---

۱ احسن البیان فی علوم القرآن، ص ۳۶

۲ احسن البیان فی علوم القرآن، ص ۴۱۔۴۳

''سین'' کو تین شوشے دیا کرو۔ تحریر لکھنے کے بعد ریت ڈال کر اسے خشک کرلو۔
اس کے بعد کاغذ کو تہ کرو۔ [۱]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کاتب بیٹھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کہہ رہے تھے:

((ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰی اُذُنِكَ فَاِنَّهُ اَذْكَرُ لِلْمُمِلِّ))

''قلم کو کان پر رکھو اس لئے کہ یہ املاء کرانے والے کو زیادہ یاد کراتا ہے۔'' یعنی نفسیاتی طور پر متوجہ کرتا ہے۔ [۲]

یعنی اگر کاتب کو درمیان میں رکنا پڑے تو قلم کو کان پر رکھنا چاہیئے، زمین پر نہ پھینکنا چاہیئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا كَتَبَ اَحَدُكُمْ كِتَابًا فَلْيُتَرِّبْهُ فَاِنَّهُ اَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ))

''جب تم میں سے کوئی کچھ لکھے تو اسے خاک آلود کر لینا چاہیئے کیونکہ اس میں انجاح مرام کی اُمید ہے۔'' [۳]

(درس گاہ صُفّہ کے معلّم) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

''دوات صاف رکھو! قلم کی زبان لمبی ہو، سطروں کا فاصلہ کافی، اور حروف کو ملا کر لکھو، (کٹے کٹے نہ ہوں) اس لئے کہ یہ (بات) خط و تحریر کے نکھار کا سبب ہے۔'' [۴]

ابوحکیم عبدیؒ کہتے ہیں کہ میں قرآن کریم کی کتابت کیا کرتا تھا، میں لکھ رہا تھا کہ حضرت

---

۱ اذ کار سیرت، ص ۱۲۹
۲ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۵۲۳
۳ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۵۲۲
۴ نہج البلاغۃ، ص ۷۷۰، قول ۳۰۸

علی بن ابی طالب ﷜ میرے پاس سے گزرے تو میری کتابت دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، پھر فرمایا اپنا قلم موٹا کرو، میں نے قلم کو تھوڑا کاٹا اور پھر لکھنے لگا۔ ارشاد فرمایا:

''ہاں، اسی طرح سے لکھو۔ اسے اسی طرح روشن کرو جیسے اللہ عزوجل نے اسے منور کیا ہے۔'' [1]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَكْتُبُوا الْقُرْآنَ إِلَّا فِي شَيْءٍ طَاهِرٍ))

''قرآن کریم کو فقط پاک چیز میں ہی لکھو۔'' [2]

۴۔ علمِ طب

جب ہم درس گاہ صُفّہ کے نصاب تعلیم میں علمِ طب کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں نبی کریم ﷺ کا عہد مبارک، حالات اور پس منظر ہوتا ہے۔ ہر دور کی سائنس اپنے عہد تک محدود ہوتی ہے۔ عرب معاشرہ ایک سادہ معاشرہ تھا۔ ان کی غذائیں نہایت سادہ تھیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہاں بیماریوں کا وجود بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ البتہ گرم علاقوں کی جو ہلکی پھلکی غذائیں یا بیماریاں ہوتی ہیں وہ عرب میں بھی موجود تھیں۔ نبی کریم ﷺ سے صحت، غذا اور بیماری کے بارے میں جو ارشادات منقول ہیں وہ اسی عہد تک محدود ہیں۔ [3]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایک ہی آیت کریمہ میں حفظانِ صحت کے تمام ابواب و فصول کو جمع کر دیا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کے سامنے دنیا بھر کے اطباء نے سر تسلیم خم کر دیا۔

{كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا} [4]

---

۱ فضائل القرآن، ص ۱۰۸

۲ فضائل القرآن، ص ۱۰۹

۳ اسلامی نظامِ تعلیم، ص ۳۱۷

۴ سورۃ الاعراف ۷:۳۱

''کھاؤ پیو، مگر حد سے نہ گزر جاؤ۔''

مولیٰ احمد طاش کبری زادہؒ نے "مفتاح العلوم" میں ذکر کیا ہے:

''نبی کریم ﷺ کا علم طب بھی ان تمام علوم کی طرح ہے جن میں عالم بشریت مشغول رہا ہے، ان کا کہنا ہے علمِ طب نبوی بھی احادیث سے اس طرح مستنبط ہے جس طرح فقہ کے فرائض مستنبط ہیں۔'' [1]

ہارون الرشید کے ایک نصرانی طبیب نے جب یہ اعتراض اٹھایا:

((هل يوثر عن رسولكم شي من الطب))

کیا تمہارے نبی ﷺ کو بھی طب سے کوئی واقفیت تھی؟

تو علی بن حسین واقدؒ نے جواب میں مندرجہ بالا قرآنی آیت کریمہ کی تلاوت کی اور کہا کہ ہمارے نبی ﷺ نے مختصر الفاظ میں طب کے تمام مسائل بیان کر دیئے ہیں اور وہ آپ ﷺ کے مندرجہ ذیل فرامین ہیں:

((المعدة بيت الداء والحمية راس كل دواء و عودوا كل جسم ما اعتاد))

''معدہ بیماریوں کا گھر ہے۔ پرہیز سب سے بڑی دوا ہے۔ جسم کو عادت پر چلاؤ۔''

نصرانی طبیب نے یہ سن کر اقرار کیا:

((ما ترك كتابكم ولا نبيكم لجالينوس طبا))

''تمہاری کتاب (قرآن) اور تمہارے نبی (ﷺ) نے جالینوس کی طب کا کوئی مسئلہ نہیں چھوڑا۔'' [2]

عالم اسلام میں طب کی بنیاد اعتدال ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ سے ایسی احادیث نقل کی گئی ہیں کہ جن میں طب اور حفظانِ صحت سے متعلق تفصیلی گفتگو موجود ہے۔ اس امر میں کسی

---

1 التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۲۲۳۔۲۲۴

2 روح البیان، ج: ۱ ص ص ۲۱۶۔۲۱۷؛ بحوالہ دانش حجاز، سیالوی محمد دین (علامہ)، مکتبہ جمال کرم لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۲۳۸

شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو طب اور دوسرے علوم پر فضل الٰہی کی بدولت مکمل دسترس حاصل تھی، جس کی تصدیق قرآن مجید فرماتا ہے۔

{وَاَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ‌ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا﴿۱۱۳﴾} [1]

"کیونکہ اللہ ﷻ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کر دی ہے اور جو باتیں معلوم نہ تھیں وہ تمہیں سکھا دی ہیں اور تم پر اس کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔"

قرآن مجید رحمت اور شفاء کا ذریعہ ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو اس پر یقین رکھتے ہیں۔ ان افادات کی وضاحت اور ان سے فائدہ اٹھانے کا سلیقہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول اور فعل سے سکھایا۔ جیسے حضور ﷺ ہمیشہ شہد پیتے تھے اور دنیاوی زندگی میں کبھی بیمار نہ ہوئے۔ [2]

درس گاہِ صُفَّہ کے طالب علم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا تو نبی کریم ﷺ میری تیمارداری کے لئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ کی ٹھنڈک میرے دل تک پہنچی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

"آپ رضی اللہ عنہ دل کے مریض ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو حارث بن کلدہ جو قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے ہیں، ان سے علاج کروانا چاہیئے اور ان کو چاہیئے کہ وہ سات عجوہ کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت پیس کر آپ رضی اللہ عنہ کو کھلائیں۔" [3]

نبی کریم ﷺ نے ایک ایسی کیفیت میں جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دل نے کام کرنا چھوڑ دیا اور ان کو شدید ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا، کھجور اور اس کی گٹھلی سے علاج کر کے دنیا کو یہ سکھا دیا کہ قرآن جب کسی چیز کو توانائی کا مظہر قرار دیتا ہے تو پھر وہ بند ہوتے

---

۱ سورۃ النساء ۴: ۱۱۳

۲ طبِ نبوی اور جدید سائنس، غزنوی، خالد (ڈاکٹر)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ایڈیشن: ۱۲، ۱۹۹۸ء، ج: ۲، ص ۶، مقدمہ از کرم شاہ الازہری

۳ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی تمرۃ العجوۃ

ہوئے دل کو بھی چلانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ [1]

زیتون کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"زیتون ستر بیماریوں سے شفاء ہے جن میں سے ایک جذام ہے۔" [2]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بے شمار نسخے منسوب ہیں۔لوگ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے یہ تکلیف ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے تجویز فرماتے کہ فلاں چیز استعمال کرو وغیرہ۔ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

"اب طب نبوی کا پورے کا پورا نظام اس طرح احادیث پر مشتمل ہو کر بن چکا ہے۔زیادہ نہیں تو پندرہ بیس کتابیں میں دیکھ چکا ہوں۔" [3]

امام ابن قیمؒ بیان کرتے ہیں:

"طالب علمی کے زمانہ میں ان کو طبیب میسر نہ تھا اس لئے اپنا علاج سورۃ الفاتحہ کی مدد سے کرلیا کرتے تھے۔ان کو یہ نسخہ (درس گاہ صُفّہ کے طالب علم) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس مشہور روایت سے میسر آیا جس میں انہوں نے بچھو کاٹنے کے بعد تڑپتے ہوئے ایک مریض کا درد سورۃ الفاتحہ کے دم سے دور کر دیا تھا۔" [4]

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے مقدمہ ابن خلدون کے حوالے سے لکھا ہے:

"طبّ نبوی کے عنوان سے جو احادیث جمع کی گئی ہیں اُن کی حیثیت طبّی کی بجائے روحانی، اخلاقی اور نفسیاتی ہے۔" [5]

---

۱ طبّ نبوی اور جدید سائنس، ج:۲،ص ۵

۲ عمل الیوم واللیلہ بحوالہ طبّ نبوی اور جدید سائنس، ج:۲،ص ۷

۳ اسلامی ریاست،ص ۱۳۸

۴ طبّ نبوی اور جدید سائنس، ج:۲،ص ۲

۵ اندلس میں مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، ہاشمی محمد طفیل (ڈاکٹر)، پروگریسو بکس، لاہور، ایڈیشن:۳، جنوری ۲۰۰۱، ص ۹۵

عہدِ نبوی میں جو فنون تھے وہ ترقی پذیر تھے اور ان کی ضرورت بھی تھی۔ ان میں سے ایک چیز طبابت ہے۔ اس کے متعلق ہمیں بہت سی معلومات ملتی ہیں۔ عہدِ نبوی میں طبیبوں کی حالت اور جراحی کرنے والے سرجنوں کے حالات پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مساجد میں دارالشفاء اور دواخانے قائم کرنے کی روایت بھی قدیم ہے۔ اس کی ابتداء حضور اکرم ﷺ کے دور میں ہوئی تھی۔ مسجدِ نبوی میں مجاہدین کے لئے فوجی ہسپتال قائم تھا۔ جس میں ان کا علاج کیا جاتا تھا۔ [1]

بنی اسلم کا ایک خیمہ مسجدِ نبوی کے اندر لگایا گیا تھا جہاں حضرت رفیدہ اسلمی رضی اللہ عنہا جنگی زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور ان کو اس علاج میں مہارت حاصل تھی۔ حضرت اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا زخمیوں کی مرہم پٹی کی خدمات بجالانے کے لئے غزوات میں آپ ﷺ کے ہمراہ رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ طبی مقاصد کے لئے بنی غفار کا خیمہ بھی نصب کیا گیا تھا۔ خندق کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب شدید زخمی ہو گئے تو ان کے لئے خیمہ لگایا گیا تاکہ حضور ﷺ خود بھی دیکھ بھال کر سکیں۔ آپ ﷺ نے اس بات کا بھی خیال رکھا کہ Specialization پیدا کریں اور ماہروں سے علاج کرائیں۔ اس سے لوگوں کو ماہر بننے کی ترغیب بھی ملتی ہے۔ [2]

بیماری کی حالت میں علاج و معالجہ اور ادویات کا استعمال سنتِ رسول ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے شفاء کو دوا یا علاج کے ساتھ لازم و ملزوم قرار نہیں دیا بلکہ اسے رضائے الٰہی پر موقوف رکھا تاکہ کسی دوا یا معالج کا علاج کارگر نہ ہونے کی صورت میں مریض مایوس ہو کر کفر یا شرک میں مبتلا نہ ہو جائے جو بدترین بیماری ہے۔

۵۔ علمِ تصوف

رسول اللہ ﷺ کے خطبات اور وصایا کی بڑی تعداد علمِ تصوف ہی کے مشمولات پر مشتمل ہے۔

---

1. اسلامی ریاست، ص ۱۳۸؛ و تعمیر معاشرہ میں مسجد کا کردار، ص ۸۰
2. تعمیر معاشرہ میں مسجد کا کردار، ص ۸۰؛ و نبوت اور سلطنت، ص ۱۷۸، ۲۰۰؛ و اسلامی ریاست، ص ۱۳۸

''ضیاء النهار''میں ابوالقاسم علی بن محمدؒ کہتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علم اللہ اور آخرت سے متعلق تھا، یہ حضرات خوف، حزن، مجاہدہ، مراقبہ، قناعت، صبر، توکل، رضا، سب سے کٹ کر اللہ سے تعلق اور بہترین اخلاص جیسی صفات سے متصف تھے، ہمیشہ عبادت کے حصول میں مگن رہتے جیسے جہاد، مجاہدۂ نفس، ایثار، مکارمِ اخلاق کی جستجو، توحید، اخلاص، یقین اور ذکر، یہی علمِ تصوف ہے۔''[1]

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں الکلاباذیؒ کی کتاب ''التعرّف'' کے حوالے سے لکھا ہے:

''صوفی سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے کردار میں اصحابِ صُفَّہ سے مشابہ ہو۔''

یہ نقطۂ نگاہ تو درست ہے لیکن صُوفی اور صُفَّہ کے تلفظ کی مشابہت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صوفی کا لفظ (اصحاب) صُفَّہ سے مشتق ہے۔[2]

ڈاکٹر یوسف عبداللہ القرضاوی نے امام ابن قیمؒ کی کتاب "المدارج" کے حوالے سے لکھا ہے:

((اجتمعت کلمة الناطقین فی هذا العلم علی ان التصوف هو الخلق))

''اس علم سے تعلق رکھنے والوں کا اس پر اجماع ہے کہ تصوف کا دوسرا نام حسن خلق ہے۔''

اور علامہ الکتانیؒ نے اس کی تعبیر یوں کی ہے:

((التصوف خلق، فمن زاد علیك فی خلق زاد علیك فی التصوف))

''تصوف حسن خلق کا نام ہے۔ جو شخص تم سے حسن خلق میں فوقیت لے جائے گویا

---

1. التراتیب الاداریه (القسم العاشر) ص ۱۴۱
2. اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۳، ص ۵۹۳

وہ تصوف میں فوقیت لے گیا۔“ [1]

خواجہ جنید بغدادیؒ نے تصوف اور فقر میں درس گاہ صُفّہ کے معلّم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا امام قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

((شیخنا فی الوصول والبلاء علی المرتضیٰ))

”وصول الی اللہ اور بلا کو برداشت کرنے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے امام ہیں۔“ [2]

علامہ الکتانیؒ نے حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

تصوف اور فقر کے موضوع پر سب سے پہلے (درس گاہ صُفّہ کے معلّم) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلام فرمایا۔ میرے والد نے اپنی نظم میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

اس علم کے واضع صاحب علم و حکمت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اسی طرح "الازهاد الطبیه" میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ علم تصوف کے موجد تھے۔ [3]

اس موضوع پر آپ رضی اللہ عنہ کے خطبات نہج البلاغہ میں درج ہیں۔ اصحاب صُفّہ انہی اوصاف کے حامل تھے۔

۶۔ علمِ میراث یا علمِ فرائض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((تعلموا الفرائض فانها من دینکم و هی اول ما ینسی))

”فرائض کو سیکھو کیونکہ وہ تمہارے دین کا جزو ہے اور یہی سب سے پہلے بھلا دیا

---

۱ ثقافة الداعیه، القرضاوی، یوسف عبداللہ (ڈاکٹر)، ترجمہ، ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن ندوی، نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۸۰ء، ص ۱۶۸

۲ کشف المحجوب، بحوالہ، قاسم ولایت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، نقشبندی، مفتی غلام رسول (استاذ العلماء)، دارالعلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو، لندن، ایڈیشن: ۱، ۱۴۲۰ء، ص ۱۰۹

۳ التراتیب الاداریه (القسم العاشر)، ص ۱۴۱

جائے گا۔"

نیز ارشاد فرمایا:

((تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانی امراء مقبوض))

"فرائض سیکھو اور لوگوں کو کھلاؤ کیا نکہ میری وفات ہونے والی ہے۔" [1]

امام ابن ماجہؒ نے اپنی "سنن" میں اور امام ابو بکر ابن ابی عاصم شیبانیؒ نے "کتاب الاوائل" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علم میراث سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے، یہ پہلا علم ہے جو میری امت سے چھین لیا جائے گا۔" [2]

حافظ ابو علی بن رحال مالکیؒ "المختصر" پر اپنی شرح میں کہتے ہیں:

"علم الفرائض علم میراث قرآنی علم ہے، کیونکہ یہ چھٹے، چوتھائی وغیرہ کا بیان ہے اور یہ کہ چھٹا یا چوتھائی کس کو ملے گا، اس میں ایک حالت سے دوسری حالت میں وارث کے حاجب وغیرہ کا تذکرہ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس علم کے حصول میں کوششیں صرف کیں، اس کے باوجود ان سے اختلاف بھی مروی ہے۔" [3]

۷۔ علمِ حساب (ریاضیات)

فلکیات کے بارے میں ابن ابی رحالؒ کی منظومہ پر اپنی شرح میں امام ابن قنفذ القسمطینیؒ نے امام فخر الدینؒ کے اس قول پر اعتراض کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علمِ حساب اور علمِ ہندسہ کی باریکیوں کے ماہر نہ تھے، شہاب الدین نے کہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے واقف شخص جانتا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ [4] حقیقت یہ ہے کہ درس گاہ صُفّہ کے معلمین اور

---

١ بهجة النفوس وتحليها بمعرفة ما لها وما عليها (شرح صحیح بخاری)، ج:١ص ١٧٤

٢ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ٢٧١٩؛ و کتاب الاوائل للشیبانی ص ٢٨٧

٣ التراتيب الادارية (القسم العاشر) ص ١٧٨

٤ التراتيب الادارية (القسم العاشر) ص ١٨٦

طلاب علمِ حساب میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ بالخصوص علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبوں میں حصول علم اور خاص طور پر علمِ حساب کے حصول کی ضرورت پر بہت زور دیا۔ وہ خود ایک بہت بڑے ریاضی دان تھے۔ اور انہوں نے بہت سے مشکل مسائل کو حل کیا۔[1]

امام شعبیؒ کہتے ہیں:

"میں نے (درس گاہ صُفَّہ کے معلّم) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ حساب کا ماہر نہیں دیکھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنگ صفین وغیرہ کے واقعات اللہ تعالیٰ کے ارشاد حٰم عسق سے مستنبط کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی علوم کے دقائق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات معروف ومشہور ہیں۔"[2]

علمِ حساب میں آپ کو بہت دسترس تھی۔ اس لئے کہ ان حیلوں میں آپؓ کا ذہن بہت تیز چلتا تھا جو اس زمانے کی پہیلیاں سمجھی جاتی تھیں اور اس کو حل کرنے میں دماغ کے پسینے چھوٹ جاتے تھے اور علمِ میراث کے معاملہ میں فقہاء کو دشواریاں پیش آتی تھیں۔[3]

علامہ الکتانیؒ "الكنز الباهر في شرح حروف الملك الظاهر" کے مؤلف کا قول تحریر کرتے ہیں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی نے سو در سو کا مربع ایجاد کیا۔"[4]

ملا عصمت اللہ سہارنپوریؒ تحریر کرتے ہیں:

((كان علی فارها فی علم الحساب غاية الفراهة ولذا قيل انه كان معجزة من معجزات نبوة نبينا))

---

١ The Superman, Ali ص۲۱

۲ التراتيب الاداريه (القسم العاشر) ص۱۸۶

۳ عبقریۃ امام علی رضی اللہ عنہ ص۱۸۶

۴ التراتيب الاداريه (القسم العاشر) ص۱۴۷

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ علم حساب میں انتہائی درجہ تک مہارت رکھتے تھے اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے۔'' [1]

''الوفیات'' میں علامہ شہاب المرجانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت (۴۰ھ) میں عربی اعداد یورپ میں داخل ہوئے۔'' [2]

۸۔ گزشتہ اُمتوں کی تاریخ

ایک اور اہم مضمون جو اسلامی نصاب میں شامل تھا، وہ تھا علمِ تاریخ۔ خود قرآن کریم، اقوامِ سابقہ کی ایک مستند ترین تاریخی دستاویز ہے۔ قرآنی قصص، مواعظِ حسنہ، حکمت و دانائی، عقائد، اخلاقی رہنمائی، تربیتی اسالیب اور سابقہ امتوں کے واقعات سے نصیحت حاصل کرنے سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ قصص صرف تاریخی واقعات نہیں جو صرف مورخین کو فائدہ دیتے ہیں بلکہ یہ ان سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہیں۔ قرآن اور حدیث کے واقعات میں توحید، علم، عمدہ اخلاق، عقلی دلائل، بصیرت افروز حقائق، قابلِ عمل نصائح اور تعجب خیز مباحث پائے جاتے ہیں۔ [3]

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ} [4]

''نیز یہ کہ اللہ کے (فیصلہ کن) واقعات کا تذکرہ کرکے وعظ و نصیحت کرے۔''

{يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ} [5]

''اللہ چاہتا ہے تم پر ان (کامیاب) لوگوں کی راہ کھول دے جو تم سے پہلے گزر

---

۱ شرح خلاصۃ الحساب، بحوالہ، سیرت امیر المومنین علیہ السلام، جعفر حسینؒ (مفتی)، امامیہ کتب خانہ، لاہور، سن ندارد، ج:۲، ص ۳۵۶

۲ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۸۷

۳ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للصلابی، ج:۱، ص ص ۴۰۳۔۴۰۴

۴ سورۃ ابراھیم ۱۴:۵

۵ سورۃ النساء ۴:۲۶

چکے ہیں اور انہیں کے طریقے پر تمہیں بھی چلائے۔"

اس کا مطلب ہے آپ ﷺ انہیں گزشتہ اقوام اور امم کے واقعات یاد دلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کے ساتھ کیا سلوک فرمایا تاکہ یہ لوگ ان مخفی باتوں کو جان لیں اور درپردہ مصلحتوں سے واقف ہوں اور ان کے اچھے اعمال کے تذکرے سے یہ لوگ ان کے نیک راہوں اور رشد و ہدایت پر مبنی اعمال کی پیروی کریں۔ قرآن کریم کے اس حکم کی پیروی میں رسول اللہ ﷺ کے معمول کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح بیان کیا ہے:

"نبی کریم ﷺ ہمیں بنی اسرائیل کے واقعات سناتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی، صرف عظیم (فرض) نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔"[1]

شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ کے بیان کے مطابق بنیادی طور پر قصص عبرت میں تین قسم کے واقعات ہوتے تھے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں آزمائش قربانی اور دعوت میں اس کا اثر

۲۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل اور اخلاص کے قصے

۳۔ تقویٰ اور قناعت کے بیان پر مبنی واقعات[2]

چنانچہ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے حالات، قومِ عاد، قومِ ثمود، مدائن صالح، قومِ شعیب، اصحاب الأیکہ، اصحابِ کہف، ذوالقرنین، واقعہ یوسف، قومِ تبع، جالوت وغیرہ کے حالات مختلف مقامات پر کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان واقعات کی تفصیل و تفسیر بیان فرمائی۔ مزید برآں یہ کہ ایسے بہت سے دیگر واقعاتِ عبرت بھی رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ صُفّہ کی تربیت کے لئے بیان فرمائے جنہیں قرآن کریم نے بیان نہیں کیا۔

---

۱ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۹۴۲۲، ۱۹۴۸۸

۲ الرّسول المعلّم ﷺ و اسالیبه فی التعلیم، عبدالفتاح، ابو غدة (الشیخ)، البرکة، کراتشی، پاکستان، ۱۴۱۶ھ، ص ۱۸۸

۹۔ علمِ نجوم

اسے علمِ ہیئت اور علم الافلاک بھی کہتے ہیں۔ یہ سائنسی علم ہے۔ اس علم کا تعلق قسمت کے بنانے یا بگاڑنے سے نہیں ہے، بلکہ اپنے ماہ و سال کا حساب کتاب رکھنے کے لئے اس علم کا حصول انتہائی ضروری ہے۔

عبدالرحمٰن کیلانی ؒ لکھتے ہیں:

''علمِ ہیئت ایک ایسا علم ہے جو مشاہدات سے حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدہ سے حاصل شدہ نتائج کو مفروضہ کا درجہ دیا جاتا ہے۔ پھر اس مفروضہ کو مزید مشاہدات اور تجربات سے جانچ پڑتال کی جاتی ہے تو یہ حاصل شدہ نتائج، نظریہ کے درجہ میں داخل ہوتے ہیں۔''[۱]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ} [۲]

''وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن اور پھر چاند کی منزلوں کا اندازہ ٹھہرا دیا تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لئے سورج، چاند، تاروں اور مہینے کے شروع اور آخری تاریخوں کے چاند (کی گردش) پر نظر رکھتے ہیں، لوگوں میں اللہ کی محبوبیت پیدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی خاطر سورج، چاند، تاروں اور پہلی اور آخری راتوں کے چاند (کی گردش) پر نظر رکھتے ہیں۔''[۳]

---

۱ الشمس والقمر بحسبان، کیلانی ؒ، عبدالرحمٰن (مولانا)، مکتبۃ السلام، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۲ء، ص ۴۳

۲ یونس ۱۰:۵

۳ روض المتعلمین، بحوالہ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۱۸۸

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ستاروں کی گردش کا علم سیکھو جن سے تم اندھیروں میں رہنمائی حاصل کرو۔'' [1]

اس علم کی بھی بڑی اہمیت سمجھی جاتی تھی۔اس کے فوائد خود قرآن کریم میں بتائے گئے ہیں۔اس علم کے ذریعے رات کے وقت مسافر اپنا راستہ معلوم کرسکتا ہے۔اس کے ذریعے قبلہ کے رخ کا، اوقاتِ نماز کا اور حج کے زمانے کا تعین ہوگا۔عہد نبوی میں علم ہیئت کی طرف بڑی توجہ کی جاتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بڑی اچھی واقفیت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی یا مسجد قباء تعمیر کی گئی تو قبلہ کے رخ کے تعین کا سوال تھا۔محض اندازے کی بنا پر قبلے کا تعین نہیں کیا جاسکتا تھا۔اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمِ ہیئت سے واقفیت کی بنا پر کوئی دشواری پیدا نہیں ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس سے کئی بار گزر چکے تھے۔تجارت کے لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصریٰ تشریف لے گئے تو بیت المقدس سے بھی آگے تک گئے تھے۔یہ سارا سفر اونٹوں پر ہوتا تھا اور زیادہ تر رات کے وقت ہوا کرتا تھا۔چنانچہ اپنے تجربات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ بیت المقدس کی طرف جانے والوں کو کس ستارے کی مدد سے آگے بڑھنا چاہیئے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی معلوم تھا کہ کس ستارے کی مدد سے رات کے وقت بیت المقدس سے مکے اور مدینے جانے والوں کو اپنا سفر کرنا چاہیئے۔[2] اسی طرح کی اور چیزیں بھی ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو علم ہیئت سیکھنے کی ترغیب دی جاتی تھی۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

((تعلموا من امر النجوم))

''نجوم کا علم حاصل کرو۔'' [3]

---

1 روض المتعلمین، التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۱۸۸

2 اسلامی ریاست، ص ۱۳۹

3 فردوس الاخبار، حافظ شیرویہ بن شہرداد الدیلمی، ج: ۲، ص ۴۳، حدیث نمبر: ۲۲۴۸، بحوالہ اذکار سیرت، ص ۱۲۵

اا۔علمِ انساب

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((تعلموا من انسابکم))

''انساب کا علم حاصل کرو۔''[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا)

''اپنے نسب کا علم حاصل کرو، تا کہ تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو۔ کیونکہ صلہ رحمی اہل میں محبت، مال میں برکت اور عمر میں اضافے کا باعث ہے۔''[۲]

عرب کا قبائلی نظام جس میں فلاں بن فلاں کا بہت خیال رکھا جاتا تھا، اس بات کی خاص اہمیت تھی۔ اس کی ایک اہمیت یہ بھی تھی کہ کوئی محرم سے نکاح نہ کرے۔ بعض اصحاب رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو درس گاہ صُفَہ کے معلمین میں سے تھے، عرب کی تاریخ اور انساب کے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کسی کا نسب بیان کرتے وقت کسی کا عیب ظاہر کرنے کی بجائے پردہ پوشی سے کام لیتے تھے۔[۳] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

((ان ابابکر اعلم قریش بانسابھا))

''یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ قریش میں ان کے انساب کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔''[۴]

علی محمد الصلابی، "التھذیب" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''آپ رضی اللہ عنہ کے اندر ایسی خصوصیت تھی جس کی وجہ سے عربوں میں آپ رضی اللہ عنہ ہر

---

۱ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۵۲۴

۲ السلسلة الاحاديث الصحيحه، ج: ۳، ص ۴۱، حدیث نمبر: ۲۴۶۲

۳ قصص ذهبية من حياة أبو بكر الصديق رضی اللہ عنہ ص ۳۸

۴ صحیح مسلم، ح ۲۴۹۰

دل عزیز تھے۔آپ رضی اللہ عنہ بخلاف دوسروں کے، انساب میں عیب نہیں لگاتے تھے اور نہ ان کے نقائص وعیوب کو ذکر کرتے تھے۔"[1]

"تہذیب الاسماء" میں امام نووی کا بیان ہے:

"عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قریش کے سب سے بڑے نسابوں میں سے تھے اور ان کے آباو اجداد اور ان کی جنگوں کے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں ان کے لئے غالیچہ بچھایا جاتا تھا۔ انساب اور عرب کی جنگوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے لوگ ان کے گرد اکٹھے ہو جاتے تھے۔"[2]

۱۲۔علمِ تعبیر

خوابوں کی تعبیر کا فن بھی ایک علم ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم تعبیر دان ہوئے ہیں۔ نیز درس گاہ صُفہ سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابوعبداللہ سلمان فارسی، حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم کا شمار علمِ تعبیر کے ماہرین میں کیا جاتا ہے۔[3]

حافظ ابو محمد حسن بن محمد بن علی خلال بغدادیؒ (م ۴۳۹ھ) نے **"طبقات المعبرین"** کے نام سے تعبیر دانوں کی تاریخ لکھی اور سات ہزار پانچ سو (۷۵۰۰) معبروں میں سے چھ سو کا انتخاب کیا۔ان میں سے سو معبر ایسے ہیں جن کو فنِ تعبیر میں مہارتِ تامہ حاصل تھی۔پھر ان کو پندرہ طبقات میں تقسیم کیا۔طبقۂ اولیٰ میں انبیائے کرام علیہم السلام اور طبقۂ دوم میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

---

۱ **سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (شخصیۃ و عصرہ)**، الصلابی، علی محمد محمد (ڈاکٹر)، ترجمہ، شمیم احمد خلیل السلفی، مکتبہ الفرقان، الریاض، بن ندارد، ص ۵۴

۲ محاکمہ سیرۃ ابن اسحٰق، حمید اللہ، محمد (ڈاکٹر)، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۳۶۹

۳ **تعطیر الانام**، ج:۲، ص ص ۳۱۵۔۳۱۸، بحوالہ خواب کی حقیقت تحقیق کی روشنی میں، لون، غلام قادر (ڈاکٹر)، اردو بک ریویو، نئی دہلی، ۱۴۳۳ھ، ص ۲۳۔۲۴

خوابوں کی تعبیر کا فن بھی ایک علم ہے۔

امام ابن سیرینؒ کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس اُمت میں فن تعبیر خواب کے سب سے زیادہ ماہر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔[1]

اسلام میں رویائے صالحہ یا سچے خوابوں کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔قرآن کریم میں انہیں ''بشریٰ'' اور حدیث مبارکہ میں ''مبشرات'' کہا گیا ہے۔قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ چھ خوابوں کا ذکر آیا ہے۔ان میں سے تین خواب تین پیغمبروں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔ دو خواب حضرت یوسف علیہ السلام کے دو رفقائے زندان اور ایک خواب عزیز مصر نے دیکھا تھا۔

درس گاہ صُفّہ کے معلّم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا:
اے اللہ کے نبی ﷺ!
لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ایسی بات پوچھی ہے کہ تم سے پہلے کسی نے یا فرمایا کہ میری اُمت میں سے کسی نے نہیں پوچھی۔ پھر فرمایا:
''یہ اچھا خواب ہے جسے مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے۔''[2]

اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے:
((ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ))
''نبوت ختم ہوگئی اور خوش خبریاں باقی رہ گئی ہیں۔''[3]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے

---

[1] دورِ خلافت راشدہ کا نظام تعلیم، فاروق حسن (سید)، مرتبہ محمد سعید (حکیم)، مقالات مذاکرہ ملی تعلیمات نبوی، نظریہ و فلسفۂ تعلیم اسلامی، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۹۸۵ء، ج: ۲، ص ۹۸

[2] سُنَن دارمی، ج: ۲، ص ۱۱۴، حدیث نمبر: ۲۱۸۲

[3] سُنَن دارمی، ج: ۲، ص ۱۱۵۔۱۱۶، حدیث نمبر: ۲۱۸۴

فرماتے جس شخص نے تم میں سے کوئی خواب دیکھا ہو وہ بیان کرے میں اس کی تعبیر کروں گا۔ [1]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تو ہم پر اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوتے اور فرماتے (پوچھتے) تم میں سے کسی نے گزشتہ رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرتا۔ [3] پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی خواب بتایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

"تم خیر پاؤ، شر سے بچو، خیر ہمارے لئے اور شر ہمارے دشمنوں کے لئے، تمام تعریفیں سارے جہانوں کے رب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، تم اپنا خواب بیان کرو۔" [4]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی تعبیر خواب میں خوب مہارت حاصل تھی۔ وہ فرماتے تھے:

"ایک مسلمان باوضو ہو کر اچھا خواب دیکھے، یہ میرے نزدیک اتنے اتنے مال سے بہتر ہے۔" [5]

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا تو آپ لیٹ گئے اور فرمایا: "لو اپنے خواب کی تعبیر پاؤ"

((فسجد علی جبهة رسول الله ﷺ))

"تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس پیشانی پر سجدہ کیا۔" [6]

---

۱ تعبیر الرؤیا ص ۴۲۶۔۴۲۷

۲ تعبیر الرؤیا ص ۴۲۹

۳ صحیح مسلم ج:۶، کتاب الفضائل ص ۱۵۳

۴ رؤیا الانبیاء و الصالحین، الہاشمی، عبدالمنعم، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص ۲۰

۵ خطب ابی بکر الصدیق، محمد عاشور و جمال الکومی ص ۵۵؛ بحوالہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (شخصیة و عصره) ص ۱۵۶

۶ مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۲۲۳، ۲۲۲۲۹

اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی اپنے خواب اصحاب صُفَّہ کے سامنے بیان فرماتے اور ان کی تعبیر بتلاتے۔ درس گاہ صُفَّہ کے طالب علم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری زندگی میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، جب سلام پھیرا تو (اپنا خواب سناتے ہوئے) فرمایا:

"مجھے تم اپنی اس رات دکھلائے گئے ہو، بے شک سو سال کے آخر پر جو (صحابی رضی اللہ عنہ) اس وقت زمین کی پشت پر ہے کوئی ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔" (یعنی "خیر القرون قرنی" کے بعد "ثم الذین یلونهم" (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) والا زمانہ ختم ہو جائے گا۔)[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں نے بکریاں دیکھیں جو بہت زیادہ سیاہ تھیں ان میں بہت زیادہ سفید بکریاں داخل ہوگئی ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟

آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عجمی تمہارے دین اور تمہارے نسبوں میں شریک ہو جائیں گے۔"

انہوں نے کہا: عجمی۔۔ یارسول اللہ ﷺ؟

((فوضع النبی ﷺ یده علی سلمان رضی اللہ عنہ ثم قال: لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من هولاءِ))

"نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا: "اگر ایمان ثریا (تارے) کے پاس بھی ہو، تو بھی ان میں سے لوگ اس کو پالیں گے۔""[2]

---

1. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۱۶
2. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۸۷۹؛ والمستدرک، ج: ۳، ح ۸۱۹۴

۱۴۔علمِ موسمیات (Meteorology)

رسول اکرم ﷺ کو "موسمیات" سے بھی دلچسپی تھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی تعلیم وتربیت میں اس کو شامل کیا گیا تاکہ بوقت ضرورت مفید ہو۔ آپ ﷺ کو ہواؤں کے رخ کا خاص طور پر علم تھا۔ اس کا خاص لحاظ فرماتے کہ دشمن سے جنگ ہو تو ایسے مقام پر ہو کہ ہوا ہمارے پیچھے سے چل رہی ہو نہ کہ ہمارے سامنے سے آئے اور ہماری رفتار میں رکاوٹ پیدا کرے۔[1] اس کی تعلیم یقیناً آپ ﷺ نے درس گاہ صُفَّہ کے مجاہدین کو بھی دی ہوگی تاکہ مختلف فوجی مہمات میں وہ اس کا خیال رکھیں۔

۱۵۔علوم وفنونِ نو

اسلام نے ہر قسم کے علوم وفنون کی ہمت افزائی فرمائی ہے، ہر وہ علم جو افراد کے لئے یا معاشرے کے لئے نفع بخش ہو وہ شریعتِ اسلامیہ میں فرضِ کفایہ ہے، ایسا اصول اسلام کے علاوہ کسی مذہب اور کسی تہذیب میں موجود نہیں ہے۔ اسلامی نظام تعلیم کا ایک اہم مضمون جس کے متعلق قرآن کریم نے بڑی فکرانگیز وحکیمانہ بات کہی ہے:

{وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴿۱۵۱﴾}[2]

"اور وہ وہ باتیں سکھلاتا ہے جن سے تم یک سر ناآشنا تھے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے نصابِ تعلیم میں زمانے کے لحاظ سے جدید ونو علوم و فنون، بشمول ٹیکنالوجی وغیرہ داخل ہیں۔ اس ارشادِ الٰہی میں علم کے ارتقائے مسلسل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ اسلامی درس گاہوں میں تحقیق وتجربات کا جدید انتظام ہونا چاہیئے نیز طلباء کو دوسری اقوام کی تحقیقات وتجربات سے آگاہ رکھنے اور ان سے پورا پورا استفادہ کرنے کا معقول بندوبست ہونا چاہیئے۔[3] ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ نصابِ تعلیم

---

۱ اسلامی ریاست، ص ۱۱۹

۲ سورۃ البقرہ ۲:۱۵۱

۳ پیغمبر اعظم وآخر ﷺ، ص ۴۲۸

و تربیت کسی انسان کا نہیں، اللہ تعالیٰ کا تجویز کردہ ہے، اس لئے ہر زمان و مکان کے لئے ہے۔ اس کا دوسرا وصف یہ ہے کہ اس کی بدولت مسلمان انتہائی مختصر عرصے میں زندگی کے ہر شعبے میں حیرت انگیز ترقی کر کے اقوامِ عالم کو پیچھے چھوڑ گئے اور زمانے نے انہیں قیادتِ عالم تفویض کر دی۔ [1]

---

1 پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، ص ۴۲۹

فصل دوم:

درس گاہِ صُفّہ میں رائج قواعد وضوابط

مبحث اوّل: درس گاہِ صُفّہ میں تدریسی زبان اور اشیائے کتابت

ا۔درس گاہ صُفّہ میں تدریسی زبان

درس گاہِ صُفّہ کے مدون نصاب تعلیم کے بیان کے بعد ہم ایک اہم مضمون کی طرف آتے ہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا مضامین کس زبان میں پڑھائے جاتے تھے؟ اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ وہ زبان تھی عربی، جو عربوں کی مادری زبان تھی۔ تاریخی حقائق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو قوم اپنی زبان کو ترک کر دیتی ہے یا اسے نظر استہزاء سے دیکھتی ہے وہ قوم یا تو غلام ہوتی ہے یا غلام رہ چکی ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ ایک آزاد اور خود مختار حکومت کے سربراہ تھے۔ آپ ﷺ نے درس گاہ صُفّہ کے تعلیمی نظام اور اس کی پالیسی کو عربی زبان میں پھیلایا کیونکہ یہ عربوں کی مادری زبان تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كانت لغة اسماعيل قد درست فجاء بها جبريل فحفظتها))

”حضرت اسماعیلؑ کی زبان مٹ چکی تھی سو اسے جبرئیلؑ میرے پاس لائے تو میں نے اسے یاد کرلیا۔“[1]

اللہ عزوجل نے اپنی نازل کردہ کتابوں میں آخری کتاب قرآن کریم کو عربی زبان میں

---

[1] الوفا باحوال المصطفى ﷺ، ج:۲،ص ۴۵۶

نازل کرنا پسند فرمایا۔ اللہ عزوجل کا اس عظیم زبان کو پسند کرنا اس بات کا مظہر ہے کہ یہ زبان لچکدار اور وسیع ہونے، اشتقاق کے ذخیرے اور صرف ونحو کے قواعد مرتب ہونے کے اعتبار سے دیگر زبانوں سے ممتاز ہے۔ علاوہ ازیں یہ مفرد الفاظ، صیغوں اور اوزان میں بڑی وسعت اور قدر رکھتی ہے۔[1]

اس لئے ہر وہ شخص جو عالمی زبانوں میں مہارت رکھتا ہے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ عربی زبان تمام زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع و فصیح ہے۔ اس کے تھوڑے سے الفاظ میں بہت زیادہ مفاہیم ادا ہو جاتے ہیں۔ اس کے الفاظ کا دروبست نہایت خوبصورت ہے اور توضیح و بیان میں کوئی دوسری زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات کریمہ میں قرآن کریم کے عربی زبان میں اترنے کی تعریف وتحسین فرمائی ہے۔

{إِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴿۳﴾}[2]

''ہم نے اسے اس شکل میں بنایا کہ عربی زبان کا قرآن ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔''[3]

اس بات میں شبہ نہیں کہ انسان کی سب سے پہلی زبان عربی زبان تھی اور اس کا تمام اہل جنت کی زبان ہونا معتبر احادیث سے ثابت ہے۔[4]

مستدرک حاکم، بیہقی اور طبرانی وغیرہ میں روایت ہے کہ:

((احبوا العرب لثلاث، لانی عربی، والقرآن عربی، و کلام اهل الجنة عربی))

---

[1] کتاب لغة القرآن مكانتها والأخطار التي تهددها، ص ۱۱۔ ۱۲، بحوالہ، عظمة القرآن، الدوسری، محمود بن احمد (الشیخ)، دار السلام، الریاض، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء، ص ۷۶

[2] سورۃ الزخرف ۴۳: ۳

[3] یہی مضمون مندرجہ ذیل آیات کریمہ میں بھی مذکور ہے:
سورۃ یوسف ۱۲: ۲، سورۃ الرعد ۱۳: ۳۷، سورۃ النحل ۱۶: ۱۰۳، طٰہٰ ۲۰: ۱۱۳، الزمر ۳۹: ۲۷، حٰم السجدۃ ۴۱: ۳، الشوریٰ ۴۲: ۷، الأحقاف ۴۶: ۱۲، سورۃ الشعراء ۲۶: ۱۹۲ تا ۱۹۵

[4] کتاب الأوائل لسیوطی، ص ۱۲۲

”عربی زبان سے تین وجہ سے محبت کیا کرو:

- O عربی قرآن کی زبان ہے۔
- O عربی محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے۔
- O عربی اہل جنت کی زبان ہے۔“

نیز فرشتوں کی زبان بھی عربی ہے جیسا کہ قبر میں سوالات کرنے سے پتہ چلتا ہے۔[1]

عربی لغت میں اللہ تعالیٰ نے چند ایسی خوبیاں رکھی ہیں جو دنیا کی کسی اور زبان میں نہیں ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے قرآن، حدیث، فقہ اور دوسرے تمام مضامین کی تعلیم عربی زبان میں ہی دی اور انہیں عربی زبان میں ہی مدون کرایا۔[2]

عربی زبان انسانی زبانوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ زبان ہے۔ اس کی خصوصیات کو فضیلۃ الشیخ محمود بن احمد الدوسری نے اپنی کتاب میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

- O مادے کے اعتبار سے سب سے زیادہ فراواں اور حروف تہجی کے اعتبار سے سب سے کم تر ہے نیز لہجے میں فصیح تر اور متکلم کے مدعا و مقصود میں آسان تر ہے۔
- O ایک ایک معنی ادا کرنے کے لئے کئی کئی الفاظ موجود ہیں نیز تھوڑے سے الفاظ میں وسیع تر مفاہیم و معانی کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے۔
- O علم لسانیات کی سطح پر جانچا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ کوئی بھی زبان الفاظ و قواعد کے اعتبار سے بلیغ زبان کی شرطوں کو اس سے زیادہ پوری کرنے والی نہیں ہے۔
- O عربی زبان انسانی ضرورتوں کے اظہار و بیان میں نہایت احسن طریقے سے مکمل طور پر اپنا کردار ادا کرتی ہے اور کسی ایک چیز کو بھی مہمل نہیں چھوڑتی۔

---

1. کتاب الاوائل لسیوطی ص ص ۱۲۲-۱۲۳
2. اسلامی نظام تعلیم ص ۳۱۹

O اگر اس زبان میں کسی حرف کے دو مخارج ہیں تو ان دونوں مخارج میں یا کسی مخرج کے دو حروف ہیں تو ان دونوں حرفوں میں کوئی اشتباہ پیدا نہیں ہوتا۔[1]

عربوں میں کوئی بولی بھی زبان کے درجے تک نہیں پہنچی تھی، مگر اس میں بھی قریش کے لہجے کو امتیاز حاصل تھا۔ قرآن کریم قریش کی زبان (عربی) اور قریش کے لہجے میں نازل ہوا۔ اور اسلام کے بعد تو یہی لہجہ باقی رہ گیا باقی سب لہجے فنا ہو گئے۔ قریش کی بولی عربی زبان بن گئی اور اس کو وہ مقام حاصل ہو گیا کہ وہ آج دنیا کی ایک عظیم زبان ہے۔ حج کے موسم نے قریش کے لہجے کو پورے عرب میں پھیلا دیا تھا۔ قریش کا تمدنی مقام بلند ہونے کی وجہ سے قریش کی بولی نسبتاً زیادہ متمدن تھی۔ اس وجہ سے مشیت نے یہ فیصلہ کیا کہ قریش کی بولی کو حامل وحی ہونے کا شرف بخشا جائے۔[2]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تهذیب الاسماء والصفات" میں فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نسبی اور علاقائی طور پر فصیح عربی بولتے تھے اور عربی زبان سے کما حقہ واقف تھے۔''[3]

درس گاہِ صُفَّہ کے عجم طلبہ، اس کے باوجود کہ طویل عرصہ تک عرب ہم نشینوں کے ساتھ رہے اور انہیں کے درمیان پلے بڑھے، ان کی زبان سے عجمی اثرات پوری طرح دور نہیں ہوئے تھے، چنانچہ ان کے تلفظ اور ان کی ادائیگی پر ان کی مادری زبان کا اثر بہت نمایاں تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی زبان اور تلفظ پر مرتے دم تک ان کی مادری زبان کے اثرات کافی چھائے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرتے وقت وہ جب کوئی لفظ غلط عربی میں بولتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کی اصلاح کرو اس نے غلطی کی ہے۔[4]

---

1. عظمة القرآن، ص ۷۶۔۷۸
2. اذکار سیرت، ص ص ۳۴۔۳۵
3. التراتیب الاداریه (القسم العاشر)، ص ۱۷۴
4. تاریخ عربی ادب، ندوی، عبدالحلیم (ڈاکٹر)، پرنٹ لائن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۴۰۹

۲۔طلباء کے لئے سامانِ کتابت

درس گاہ صُفّہ میں قرآن کریم کی کتابت کے لئے بغایت احتیاط بہترین چیزوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔مختلف سکالرز کی تحقیقات سے استفادہ کرنے کے بعد جن اشیائے کتابت سے آگاہی ہوسکی ہے ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔رق: باریک جلد یا ایک خاص قسم کی باریک جھلی۔چمڑا یعنی چرمی قطعات۔انگریزی میں Parchment کہتے ہیں۔قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے۔نامہ ہائے مبارک اور مصحف عثمان سب اس رق پر تحریر شدہ تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار سال قبل تفسیر ابن عباس ہرن کی کھال کے چند اوراق پر لکھی ہوئی تھی۔

۲۔لخاف: پتھر کی سفید پتلی پتلی تختیاں،سنگِ سفید کی سل اور ٹکڑے وغیرہ

۳۔اکتاف: کتف کی جمع۔اونٹ کے شانے کی چوڑی ہڈی۔

۴۔عسیب: کھجور کی شاخوں کی جڑ کا وہ کشادہ اور عریض حصہ جس میں کانٹے والے پتے نہیں ہوتے،چھال،کھجور کی چوڑی چھلی ٹہنیاں جن کے پتے جھاڑ دئے گئے ہوں۔

۵۔ادیم: اسے ادم بھی کہتے ہیں۔باریک کھال سے دباغت کے عمل سے تیار کردہ

۶۔اقتاب: قتب کی جمع،اونٹ کے کجاوہ کے چوڑے اور پتلے تختوں کے ٹکڑے

۷۔مہرق: کپڑے کا ایسا ٹکڑا جسے روغن دے کر صاف کیا گیا ہو۔اسے حریر بھی کہا جاتا ہے۔

۸۔قراطیس: قرطاس کی جمع ہے۔اس کا ذکر بھی قرآن کریم اور حدیث میں

موجود ہے۔

۹۔قلم: درخت کی سبز شاخ کاٹ کر موٹے قط کا قلم بناتے تھے۔اس کا قط خچر کے ۲۴ بالوں کے برابر ہوتا تھا، جو برابر برابر عرض میں رکھے ہوں۔سخت اشیاء پر لکھنے کے لئے لوہے کے قلم استعمال ہوتے تھے۔

۱۰۔محبرہ: روشنائی کی بڑی دوات۔علامہ نووی نے "التھذیب" میں کہا ہے کہ المحبرہ روشنائی کی بڑی دوات کو کہتے ہیں۔کعب احبار کو کعب الحبر اسی لئے کہا گیا ہے کہ آپ بکثرت کتابیں لکھا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا چیزیں عام طور پر مستعمل تھیں تاکہ تحریری سرمایہ ایک طویل مدت تک آفات و حوادث سے محفوظ رہے۔[1]

(قرآن کریم کی کتابت) کبھی کبھی باہر سے آئے ہوئے عمدہ اور نفیس کاغذ پر (ہوتی تھی) اور کاغذ کے علاوہ اور چیزوں پر بھی لکھا جاتا تھا۔کاغذ اگرچہ کمیاب تھا لیکن نایاب نہیں تھا۔جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وسائل رکھتے تھے وہ کاغذ بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔[2]

محمد علی الصابونی فرماتے ہیں:

((فكان العرب يكتبون على ما يقع تحت أيديهم مما يصلح للكتابة))

"عرب ان چیزوں پر جو ان کے ہاتھ لگ جائیں اور کتابت کے مناسب حال ہوتیں لکھنا شروع کر دیتے۔"[3]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح بخاری میں موجود ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الفھرست، ص ۳۵؛ والتراتيب الادارية (القسم العاشر) ص ۱۱۰؛ وساجد الطرب، بحوالہ تاریخ القرآن لرحمانی" ص ص ۲۸۔۲۹؛ وتدوین قرآن، گیلانی" سید مناظر احسن (مولانا)، مکتبۃ البخاری، کراچی، ۱۳۲۶ھ، ص ۳۵؛ و تاریخ خط و خطاطین، ص ۹۹؛ ومحاضرات قرآنی ص ص ۱۲۳۔۱۲۵؛ واسلامی نظریہ حیات، ص ۳۵۸۔۳۵۹؛ وحقیقت کتاب، ص ۵۹

[2] محاضرات قرآنی، ص ۱۲۳

[3] التبیان فی علوم القرآن، ص ۷

کے زمانے میں چھوٹے چھوٹے پرزوں (رقعوں یا چٹھیوں) سے قرآن مجید کی تالیف (تدوین) کیا کرتے تھے۔

((کنا نؤلف القرآن من الرقاع فی زمن النبی ﷺ))

اس کے معنی وہی ہیں کہ جب ایک سورت مکمل ہو جاتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا جاتا کہ اپنے اپنے پاس موجودہ اشیائے کتابت لے آئیں جن پر اس سورت کے مختلف اجزاء لکھے ہوئے ہیں۔ اور ان اجزاء کو اس نئی ترتیب سے مرتب کر لیں، جس ترتیب میں اب یہ سورت مکمل ہوئی ہے۔ [1]

مبحث دوم: درس گاہ صُفّہ کا نظام الاوقات

کسی درس گاہ کے نظام الاوقات سے مراد وہ پلان، نقشہ یا جدول ہے جس کے ذریعے مدرسے کی روزمرہ کی مختلف نصابی اور غیر نصابی تحریکات و مشاغل اور سرگرمیوں کو ایک باقاعدہ اور مرتب صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ کون سی فعالیت کس وقت شروع اور کس وقت ختم ہوگی اور کون سا کام کس کے ہاتھوں اور کہاں انجام پائے گا۔ نظام الاوقات کو درس گاہ کی تمام سرگرمیوں میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی کی بدولت سارا کام خوش اسلوبی اور بغیر کسی بدنظمی کے چلتا ہے۔ [2]

اُردو انسائیکلوپیڈیا میں نظام الاوقات کا مفہوم ہے:

"کام کے لحاظ سے وقت کی تقسیم، نظام العمل، ٹائم ٹیبل" [3]

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((کان النبی ﷺ یتخولنا بالموعظة فی الایام، کراهیة السآمة علینا))

---

1. محاضرات قرآنی، ص ۱۲۵
2. نظم و نسق مدرسہ، رانا محمد سرور (پروفیسر)، مجید بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۴۳۳
3. Downloaded on 9th May 2014at 0900hrs from www.urduencyclopedia.com

''رسول اللہ ﷺ ہمارے پریشان ہونے (اکتا جانے) کے اندیشہ سے ہمیں وعظ و نصیحت کرنے کے لئے وقت اور موقع و محل کا خیال رکھتے تھے۔'' [1]

اس روایت کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا))

''آسانی کرو، تنگی نہ کرو، خوشخبری دو اور متنفر نہ کرو۔'' [2]

حضرت ابن وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو صرف جمعرات کے دن وعظ کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میری خواہش ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں ہر روز وعظ و نصیحت کیا کریں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ہر روز وعظ و نصیحت کرنے میں یہ چیز مانع ہے کہ میں وعظ سے تمہاری اکتاہٹ اور عدم دلچسپی کو ناپسند کرتا ہوں، جس طرح رسول اللہ ﷺ ہماری اکتاہٹ کے خدشہ سے ایسا کرتے تھے۔'' [3]

O......شام اور عشاء کے درمیان تعلیم

ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں آ کر اسلام قبول کیا۔ حضور ﷺ کی مجلس سے میں کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔ آپ ﷺ شام اور عشاء کے درمیان ہمیں اسلام کے آداب و قواعد سکھاتے۔ [4]

---

1. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۸
2. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۹
3. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۰
4. شواھد النبوۃ لتقویۃ یقین اھل الفتوۃ، ص ۱۹۴

۲۔ بعد نماز عشاء تعلیم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "باب السمر فی الفقه والخیر بعد العشاء" (عشاء کے بعد سونے سے پہلے فقہ اور خیر کے متعلق گفتگو کے بارے میں باب) اور "باب السمر فی العلم" (سونے سے پہلے رات کو علمی گفتگو کے بارے میں باب) کے تحت رات میں تعلیم و تعلم کا ذکر کیا ہے۔[۱]

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "ما جاء فی المذاکرة بالفقه لیلا" کے ذیل میں رات میں درس و تدریس کا ذکر کیا ہے۔[۲]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا:

"کل نماز کے وقت جمع رہنا، مجھے تم سے کام ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا تم ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پہلی بات ارشاد فرمائیں تم اپنے پیچھے والوں وہ اپنے پیچھے والوں کو بتاتے جائیں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات کسی تک پہنچنے سے رہ نہ جائے۔[۳]

عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں:

"بنی مالک کا جو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا، وہ ان میں شامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مسجد میں لگے اپنے خیمے میں ٹھہرایا، یا کہا، مسجد اور اپنی رہائش گاہ کے درمیان ٹھہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس عشاء کے بعد تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے ہم سے باتیں کرتے، طویل دیر کھڑے رہنے کے سبب اپنا سہارا ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں پر بدلتے رہتے، آپ

---

۱ صحیح البخاری، ج:۱، باب ۳۱، قبل حدیث نمبر:۱۱۶

۲ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، ص ۱۲۲

۳ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۰۵

ﷺ کی ہمارے ساتھ اکثر باتیں قریشیوں کے رویے اور ان کی طرف سے پہنچائی جانے والی تکلیفوں کے بارے میں ہوتیں۔۔۔ پھر ایک رات آپ ﷺ ہمارے پاس دیر سے تشریف لائے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج رات آپ سابقہ معمول کے مطابق دیر سے تشریف لائے؟ ارشاد فرمایا:

"ہاں مجھے روزانہ کا تلاوتِ قرآن کا معمول پورا کرنا تھا، اس لئے اسے پورا کرنے سے پہلے مسجد سے نکلنا میں نے اچھا نہ سمجھا۔"[1]

صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"نبی کریم ﷺ ہمیں بنی اسرائیل کے واقعات سناتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی، صرف عظیم (فرض) نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔"[2]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد مسلمانوں کے اہم امور کے متعلق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گفت و شنید کیا کرتے تھے۔"[3]

اصحاب صُفہ چونکہ انتہائی نادار اور مفلس تھے اس لئے ان میں سے بعض لوگ دن میں شیریں پانی بھر لاتے، جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور ان کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی اس سے اپنے مصارف پورے کرتے تھے۔[4] اس مصروفیت کی وجہ نے ان میں سے بعض کو دن میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اس بنا پر ان کی تعلیم کا وقت رات کو مقرر کیا گیا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ستر کے قریب اصحاب صُفّہ رات کے وقت تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔

---

۱ فضائل القرآن، ص ۱۸۳۔۱۸۴

۲ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۹۴۲۲، ۱۹۴۸۸ و التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۰۶

۳ تاریخ الخلفاء، السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، نفیس اکیڈمی، کراچی، ایڈیشن: ۵، ۱۹۸۳ء، ص ۴۳

۴ مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۳۳

((فکانوا اذا جھنم اللیل انطلقوا الی معلم لھم بالمدینة، فیدرسون اللیل حتیٰ یصبحوا))

”جب رات ہو جاتی تھی تو یہ لوگ مدینہ میں ایک معلّم کے پاس جاتے اور رات بھر پڑھتے، حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔“ [1]

O.....نصف رات کے قریب تعلیم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رات کی تعلیم کے حوالے سے یہ باب قائم کیا ہے۔

باب العلم والعظة باللیل:

(رات کو تعلیم و نصیحت کے بارے میں باب) [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ قریباً آدھی رات ہو گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((لم تزالوا فی صلاة ما انتظرتم الصلاة))

”خبردار! (توجہ کرو) یقیناً لوگوں نے نماز ادا کی اور پھر سو گئے اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نماز ہی میں رہے۔“ [3]

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے انتظار کی خاطر مسجد میں ٹھہرے رہنے کی فضیلت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصف رات کے قریب آگاہ فرمایا۔

O......دو تہائی شب گزر جانے کے بعد تعلیم

(درس گاہ صُفّہ کے معلّم) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو

---

1 مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۱۹۹۴

2 صحیح البخاری، ج:۱، باب ۴۰، قبل حدیث نمبر: ۱۱۵

3 صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۰۰

تہائی رات گزر جانے کے بعد کھڑے ہو جاتے اور فرماتے:

((یا ایها الناس اذکروا الله اذکرو الله جأت الراجفة تتبعها الرادفة، جاء الموت بما فیه جاء الموت بما فیه))

"اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو، پہلا نفخہ آ گیا (یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے کا وقت قریب آ گیا)، اس کے بعد دوسرا نفخہ آنے والا ہے (یعنی قیامت آنے والی ہے) اور موت اپنے لوازمات کے ساتھ آ رہی ہے، موت اپنے لوازمات کے ساتھ آ رہی ہے۔"[1]

یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کناں ہے کہ نبی کریم ﷺ دو تہائی رات گزر جانے کے بعد بھی اصحاب ؓ کی تعلیم وتربیت فرماتے تھے۔

O...... بعد نماز فجر تعلیم

رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ نمازِ فجر کے بعد ستونِ ابولبابہ کے پاس اصحابِ صُفّہ اور مساکین، ضعفاء وکمزور اور دیگر خوشحال صحابہ کرام ؓ کو تعلیم دیتے تھے، اس کے بعد خوشحال صحابہ کرام ؓ تشریف لاتے لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کھڑے رہتے۔[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کا بیان ہے:

"رسول اللہ ﷺ نماز فجر ادا فرما لیتے تو ہم لوگ آپ کے پاس بیٹھ جاتے اور ہم میں سے کوئی آپ سے قرآن کے بارے میں سوال کرتا، کوئی فرائض کے بارے میں دریافت کرتا اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا تھا۔"

سماک بن حرب ؓ نے حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے پوچھا: کیا آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی محفل میں بیٹھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا:

---

[1] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۴۵۷

[2] تاریخ قدیم مدارس عربیہ، ص ۳۵

"ہاں میں بہت زیادہ آپ ﷺ کی مجلس میں شریک رہا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز جس جگہ پڑھتے تھے۔ آفتاب طلوع ہونے تک وہاں سے نہیں اُٹھتے تھے۔ (یعنی تلاوتِ قرآن اور صبح کے اذکار میں مصروف رہتے تھے)۔ پھر جب آفتاب طلوع ہو جاتا تو کھڑے ہو کر مجلس میں تشریف لاتے تھے اور مجلس کے درمیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زمانہء جاہلیت کے واقعات بیان کر کے ہنستے تھے اور آپ ﷺ مسکرا دیتے تھے۔"[1]

نماز فجر کے بعد درس گاہ صُفّہ کے طلباء بھی تلاوت قرآن کریم اور اذکارِ صبح میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے:

"حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس عجوہ کھجور کی تقریباً دس گٹھلیاں تھیں جو تھیلی میں رکھی ہوتی تھیں، صبح کی نماز پڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ چٹائی پر بیٹھ کر تھیلی سے وہ گٹھلیاں ایک ایک کر کے لیتے اور ران پر سبحان اللہ پڑھتے ہوئے نکال کر رکھتے جاتے اور جب ختم ہو جاتیں تو یونہی تسبیح پڑھ کر انہیں تھیلی میں واپس ڈالتے جاتے اور یہی کام کرتے جاتے۔"[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

"نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھا کر فارغ ہوتے تو ہم جا کر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ جاتے۔ کوئی قرآن کے متعلق سوال پوچھتا تو کوئی فرائض (علم میراث) کے بارے میں استفسار کرتا اور کوئی خواب کی تعبیر دریافت کرتا تھا۔"[3]

معلّمہء قرآن حدی الشاذلی فرماتی ہیں:

---

1. مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۳۳
2. کتاب الزھد لابن حنبل، حدیث نمبر: ۷۵۸
3. مجمع الزوائد، ج: ۱، ص ۱۵۹؛ وسیرت النبی ﷺ للصلابی، ج: ۲، ص ۱۲/۸/۸

''تعلیمی سلسلہ مسجد نبوی میں قائم ہوگیا اور مسجد نبوی کے ہر کونے میں حلقات قرآنیہ کی رونق دو بالا ہوگئی، جس کے سرپرست بذات خود نبی کریم ﷺ تھے۔''[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كان الصحابة اذا صلوا الغداة قعدوا حلقا حلقا. يقرؤن القرآن ويتعلمون الفرائض والسنن))

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نماز فجر پڑھتے تو حلقات میں بیٹھ جاتے، جہاں قرآن کریم پڑھتے اور فرائض وسنن سیکھتے تھے۔''[2]

O.....قیام اللیل اور تلاوت قرآن کریم

مسند دارمی کی ایک روایت میں ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رات کو تین حصوں پر منقسم کیا تھا۔ ایک ثلث میں عبادت کرتے تھے، ایک ثلث میں آرام کرتے تھے، ایک ثلث میں حدیثیں حفظ کرتے تھے۔''[3]

ڈاکٹر محمود رامیار، ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کی تالیف "**کتاب المصاحف**" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اصحاب صُفّہ میں سے بعض (دن میں) جنگل سے جلانے کی لکڑی لاتے اور اس کو فروخت کرکے اپنی روزی کماتے۔ رات ہوتی تو بلند آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور لوگوں کو سکھاتے۔ قرآن پڑھتے اور شب بیداری کرتے۔''[4]

---

1. الطريق السديد لتعليم القرآن والتجويد، الشاذلی، هذی (معلمہ القرآن الکریم)، ترجمہ، قاری محمد مصطفیٰ راسخ، ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ، قصور بن مدارد، ص ۳۷
2. الطريق السديد لتعليم القرآن والتجويد، ص ۳۷
3. مسند دارمی بحوالہ، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۶
4. کتاب المصاحف لابن ابی داؤد، ص ۳، بحوالہ، تاریخ قرآن للدکتور رامیار، ص ۲۱۶

O...... ہر نماز کے بعد تعلیم

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے بعد آپ ﷺ ٹھہر جاتے اور مجلس قائم ہو جاتی۔ چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ پر جب غزوۂ تبوک کی غیر حاضری کی وجہ سے عتاب نازل ہوا تو وہ انہی مجالس میں آ کر آنحضرت ﷺ کی خوشنودیٔ مزاج کا پتہ لگاتے۔ خود ان کے الفاظ یہ ہیں:

((و اتی رسول الله ﷺ فاسلم علیه و هو فی مجلسه بعد الصلوٰة فاقول فی نفسی هل حرك شفتیه برد السلام ام لا))

"میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا تھا اور آپ ﷺ بعد نماز کے اپنی مجلس میں ہوتے تھے تو میں اپنے جی میں کہتا تھا کہ آپ ﷺ نے جوابِ سلام میں اپنے لب ہلائے یا نہیں۔"[1]

O...... معلمین اور طلباء کا آرام کرنا

درس گاہ صُفّہ کے جو طلباء دن کو حصولِ تعلیم میں مصروف ہوتے تھے وہ رات کو استراحت فرماتے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ درس گاہ صُفّہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

"یہ اوّلین اسلامی اقامتی جامعہ تھی۔ رات کو طلبہ اس میں سوتے اور اساتذہ معمور کیے گئے جو دن کو انہیں وہاں لکھنے پڑھنے اور مسائل دین وغیرہ کی تعلیم دیتے۔"[2]

کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ اصحاب صُفّہ کے ساتھ مسجد میں ہی آرام فرماتے۔ عباد بن تمیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

"انہوں نے نبی کریم ﷺ کو مسجد میں دیکھا کہ آپ ﷺ چت (یعنی پیٹھ کے

---

1 صحیح بخاری، ج:۲،ص ۶۳۵،حدیث کعب بن مالک؛ وسیرۃ النبی ﷺ للشبلی، ج:۱،حصہ دوم،ص ۱۳۹

2 الصحیفه الصحیحه، مقدمہ،ص ۲۲

بل) لیٹے ہوئے تھے اور اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ دایاں ہاتھ اونچا کر کے چہرہ اس پر ٹیک کر سوتے کہ گہری نیند آجائے۔ نیند میں کسی قدر خراٹے کی آواز آتی تھی۔ بچھونے میں کوئی التزام نہ تھا، کبھی معمولی بستر پر، کبھی کھال پر، کبھی چٹائی اور کبھی خالی زمین پر آرام فرماتے۔[2]

O......جمعہ کے روز اوقاتِ تعلیم

جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے علمی حلقے قائم نہیں ہوتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی تھی۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد کی یہ روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت، گمشدہ چیز کی تلاش اور شعر سنانے سے منع فرمایا ہے اور جمعہ کی نماز سے پہلے حلقہ قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔"[3]

O......طلباء کی غیر حاضری کا نوٹس

رسول اللہ ﷺ، درس گاہ صُفّہ کے طلباء کی حاضری اور غیر حاضری کا بھی نوٹس لیا کرتے اور غیر حاضر طلباء کے بارے میں استفسار فرماتے۔ اس بارے میں سیرت طیبہ سے دو شواہد ملاحظہ ہوں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

"رسول اللہ ﷺ مجھے ملے اور میں اس وقت جنبی تھا، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، تو میں آپ ﷺ کے ساتھ چلنے لگا، یہاں تک کہ آپ ایک جگہ بیٹھ گئے، تو میں چپکے سے نکل کر گھر آگیا اور غسل کیا، پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ (اس وقت تک) بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا:

---

[1] شمائل ترمذی، ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، ترجمہ و شرح، عبدالصمد ریالوی و منیر احمد وقار، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد، ص ۲۹۳

[2] سیرۃ النبی ﷺ للشبلی، ج:۱، حصہ دوم، ص ۱۳۰ (یہ پوری تفصیل زرقانی میں حدیث کی متعدد کتابوں کے حوالے سے مذکور ہے)

[3] سنن ابی داؤد، ج:۱، ص ۱۶۱

((این کنت یا ابا هریرۃ؟) قال: کنت جنباً فکرهت ان اجالسك و انا علی غیر طهارۃ، فقال: (سبحان الله، ان المومن لا ینجس))

"اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! تم کہاں چلے گئے تھے؟، انہوں نے عرض کیا کہ مجھے نہانے کی حاجت تھی پس میں نے طہارت کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھنا برا خیال کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سبحان اللہ! مومن کسی حال میں نجس نہیں ہوتا۔"[1]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے باپ سے کہ انہوں نے بیان کیا:

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی بیٹھتی۔ انہیں میں سے ایک چھوٹے بچے والا شخص تھا، جو کہ اس کے پیچھے سے آتا تو وہ اس کو اپنے آگے بٹھا دیتا۔ وہ بچہ فوت ہو گیا، تو اس شخص نے بچے کی یاد کے غم میں حلقہ میں حاضر ہونا چھوڑ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی غیر حاضری کا نوٹس لیا اور دریافت فرمایا: "کیا بات ہے میں فلاں شخص کو مجلس میں نہیں دیکھ رہا؟"

لوگوں نے بتلایا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کا وہ چھوٹا بیٹا جسے آپ مجلس میں دیکھتے تھے وہ فوت ہو گیا ہے۔" چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ملاقات فرمائی اور اس کو تسلی دی۔"[2]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درس گاہ صُفّہ کے طلباء کی غیر حاضری کا نوٹس لیتے، غیر حاضری کے اسباب کے بارے میں پوچھ گچھ فرماتے اور ان کے ازالے کے لئے سعی

---

۱ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۸۳

۲ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۵۵۹۵

فرماتے۔

مبحث سوم: طلباء کے لئے ظاہری پاکیزگی کے آداب

علامہ عبدالحی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "آداب المتعلم" کے حوالے سے زمانۂ رسالت میں (درس گاہ صُفّہ کے) طلباء کے لئے زیبائش و زینت کے حوالے سے مندرجہ ذیل آداب ذکر کئے ہیں:

۱۔ مسواک کی پابندی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ (کچھ) لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بغیر مسواک کئے حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوگ میرے پاس بغیر مسواک کئے آتے ہیں اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں نماز کی طرح ان پر مسواک کرنا فرض کر دیتا۔"[۱]

۲۔ ناخن تراشنا: صُفّہ کے خوشہ چیں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور آپ سے آسمان کی خبریں دریافت کرنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم مجھ سے آسمان کی خبریں پوچھ رہے ہو حالانکہ تمہارے ناخن پرندوں کے ناخنوں کی طرح بڑھے ہوئے ہیں اور ان میں میل کچیل بھرا ہوا ہے۔"[۲]

۳۔ انگلیوں کے جوڑ اندر باہر سے صاف رکھنا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جبرئیل امین علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے میں دیر کر دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جبرئیلؑ آنے میں تاخیر کیوں نہ کرے، تم میرے ارد گرد اس حالت میں ہوتے ہو کہ اپنے ناخن صاف نہیں کرتے، تراشتے نہیں، اپنی مونچھیں نہیں

---

۱ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۵۲۲۹

۲ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۲۱۱

کترتے اور اپنی انگلیوں کے جوڑ صاف نہیں کرتے۔"[1]

۴۔غسل کرنا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ مضافاتی بستیوں سے نماز جمعہ کے لئے آتے تھے، گرد وغبار اور پسینہ کی وجہ سے ان سے ناگوار بو آتی تھی، ان میں سے ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم آج نہا دھو لیتے (یہ بہتر تھا)۔"[2]

۵۔مونچھوں کو کم کرنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کرو (اور اس طرح) مجوس کی مخالفت کرو۔"[3]

۶۔بالوں کو سنوارنا: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کیا اس کے پاس ایسی کوئی چیز (تیل، کنگھی وغیرہ) نہیں ہے، جس سے یہ بالوں کو جما کر رکھے۔"[4]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خریم رضی اللہ عنہ (بن فاتک اسدی) اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال (کندھوں تک سے) زیادہ لمبے نہ ہوں اور شلوار ٹخنوں سے اوپر ہو۔جب یہ بات خریم رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو فوراً شلوار کاٹ کر نصف پنڈلی تک رکھ لی اور چھری سے اپنے بالوں کو کاٹ کر چھوٹا کر دیا۔"[5]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کانوں تک لمبے بال رکھے ہوئے تھے،

---

۱ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۲۱۱

۲ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۰۲

۳ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۶۰

۴ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۴۴۳۶

۵ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۸۹

انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ان بالوں کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان کو تیل لگاؤ اور ان کو سنوارا کرو۔''[1]

۷۔سفید لباس پہننا اور لباس کو صاف ستھرا رکھنا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''سفید لباس اپناؤ، یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں، سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو، یہی لباس تمہارے زندہ لوگ پہنیں کیونکہ یہ بہترین اور پاکیزہ لباس ہے۔''[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک صاحب پراگندہ حالت میں آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''کیا اس کے پاس اپنے کپڑے دھونے اور پراگندگی دور کرنے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔''[3]

۸۔ناگوار بو والے کھانوں سے پرہیز کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص یہ سبزی (کچی لہسن اور پیاز) کھالے وہ ہماری مساجد میں نہ آئے۔''[4]

نیز فرمایا: ''جو گوشت کھائے اپنے ہاتھوں کو دھولے تاکہ اس کی ناگوار بو برابر والے کو تکلیف نہ دے۔''

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ڈکار لی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم سے اپنی ڈکار بند کرو۔''[5]

---

۱ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۲۱۲

۲ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۹۶۴۷، ۱۹۷۴۳

۳ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۴۴۳۶

۴ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۳۶۵۱

۵ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۲۱۳؛ (نوٹ) اس موضوع پر سیر حاصل معلومات کے لئے امام ابو نعیم اصفہانیؒ کی کتاب ''آداب المتعلم''، حافظ عبد الغنی بن سعید البغدادیؒ کی کتاب ''آداب المحدث'' اور شیخ بدر الدین بن جماعہؒ کی کتاب ''تذکرۃ السامع والمتکلم فی آداب العالم والمتعلم'' ملاحظہ کریں۔

فصل سوم:

درس گاہ صُفّہ میں درس و تدریس کے مناظر

مبحث اوّل: رئیس معلّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی نشست

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درس گاہ صُفّہ میں تشریف لانے کی کیفیت کو حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعلین پہناتے اور آپ کے آگے عصا لے کے چلتے، جب آپ مجلس میں آتے تو وہ آپ کی نعلین اتارتے، اور اپنی باہوں (بغل میں) دبالیتے، آپ کو عصا دے دیتے۔"[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ محبوب نہ تھا۔ مگر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیتے تو ان کے اس علم کی بنیاد پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔[2]

شرح حدیث میں مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے:

((لما یعلمون من کراھیة لذلك ای لقیامھم، تواضعا لربه ومخالفة لعادة المتکبرین والمتجبرین))

"کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات (یعنی اُن کے کھڑے ہونے) کو اپنے آپ کے لئے ازراہ تواضع اور متکبر و جابر لوگوں کی عادت کی مخالفت کے

---

[1] طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ سوم، ص ص ۲۲۶۔۲۲۷

[2] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۷۵۴

پیشِ نظر ناپسند فرماتے تھے۔“ [1]

اسی حوالے سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں:

”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے ہماری مجلس میں تشریف لائے تو ہم احتراماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑے ہو گئے۔“

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضهم بعضا))

”اس طرح نہ کھڑے ہوا کرو جس طرح غیر مسلم ایک دوسرے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔“ [2]

حضرت محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہاتھ ملاتے تھے۔“ [3]

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے **"مجمع الزوائد"** میں **"باب الجلوس عند العالم"** کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے: حضرت قرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”نبی علیہ السلام جب تشریف فرما ہوتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ علیہ السلام کی طرف حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو حلقے حلقے بنا کر بیٹھتے، قرآن پڑھتے اور فرائض اور سنن کی تعلیم حاصل کرتے۔“ [4]

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، مُلا علی قاریؒ، نور الدین علی بن سلطان حنفی، تحقیق، الاستاذ صدقی محمد جمیل عطار، المکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمۃ، سن ندارد، ج: ۸، ص ۴۷۵

[2] مشکاۃ المصابیح، باب القیام

[3] صفۃ الصفوۃ، ج: ا، ص ۲۹۷

[4] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۸۳

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے سامنے رہیں، پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح بیٹھو، اور حاضرین مجلس اس طرح حلقہ بنا کر بیٹھ گئے کہ سب کا چہرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو گیا۔'' [1]

حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں گوٹھ مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا، کہتی ہیں: کہ میں نے آپ کو اس خشوع والے بیٹھنے کے انداز میں دیکھا تو ڈر سے کانپنے لگی۔'' [2]

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''میں نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حالت میں بیٹھے تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔'' [3]

قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے بعد ستونِ ابولبابہ کے پاس تشریف لاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے کہ سب کا چہرہ رسول علیہ السلام کے چہرۂ مبارک کی طرف ہوتا تھا۔'' [4]

امام حسنؒ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب درس گاہ صُفّہ میں تشریف لاتے تو فرماتے:

((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الصُّفَّةِ!))

اے اہلِ صفہ! تم پر سلامتی ہو!

وہ لوگ کہتے: ((وَعلیكَ السلامُ یارسول الله ﷺ!))

---

1 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۲۲۲

2 شمائل ترمذی، ص ۲۹۱

3 الصحابی یسأل والنبی یجیب، ص ۴۸۴

4 خیر القرون کی درس گاہیں اور اُن کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۱۲۴

آپ پر بھی سلام ہو اے اللہ کے رسول ﷺ!

پھر آپ ﷺ فرماتے: ((كَيفَ أَصبَحتُم؟))

تم نے کس حال میں صبح کی؟

وہ عرض کرتے: ((بِخَيرٍ يَارَسُولَ الله ﷺ))

اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے خیریت کے ساتھ صبح کی۔ [1]

رسول اللہ ﷺ تعلیمی اوقات میں علم اور عمر کے اعتبار سے بڑوں کو مقدم رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے تھے:

''تم میں سے دانشمند اور صاحب عقل لوگ میرے قریب رہیں پھر وہ لوگ جو عقل و دانشمندی میں ان سے قریب ہیں۔'' [2]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''بدوی، مہاجرین اور انصار کے پیچھے کھڑے ہو کر آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔''

رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کردہ اس ادب کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی تدریس کی مجالس میں بھی اپنا معمول بنالیا تھا۔ [3]

رسول اللہ ﷺ سے یہ بات بھی روایت کی گئی ہے:

''آپ ﷺ کو بہت اچھا لگتا کہ مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے قریب کھڑے ہوں، تاکہ وہ آپ ﷺ سے قرآن یاد کرسکیں۔'' [4]

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا تم ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھنا،

---

۱ تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۲، ص ۱۰۴

۲ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۷۴

۳ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۲۱۶

۴ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۲۸

رسول اللہ ﷺ جو پہلی بات ارشاد فرمائیں تم اپنے پیچھے والوں وہ اپنے پیچھے والوں کو بتاتے جائیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات کسی تک پہنچنے سے رہ نہ جائے۔"[1]

رسول اللہ ﷺ کی علمی مجالس میں ہجرت اور علم کے اعتبار سے تقدم تھا۔ جو حضرات ہجرت میں مقدم تھے یا علم میں آگے تھے وہ سب سے آگے بیٹھتے تھے۔[2] قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ}[3]

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن لوگوں نے علم حاصل کیا، سو اللہ تعالیٰ (اسطرح کے جماعتی نظم و ضبط سے) ان کے مدارج کو ترقی دیتا اور ارتفاع بخشتا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے "تفسیر ابن عباس" میں روایت ہے:

"یہ آیت جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ اصحاب بدر میں سے کچھ حضرات آئے اور جگہ تنگ تھی اور مجلس والوں نے بھی ان کو جگہ نہ دی اور وہ حضرات کھڑے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے اہل مجلس میں سے کچھ لوگوں کو اٹھا کر ان کی جگہ ان حضرات کو بٹھا دیا اس پر اس اٹھنے والی جماعت کو ناگواری ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔"[4]

یہ صحبتیں عموماً مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں، مسجد نبوی میں ایک چھوٹا سا صحن تھا، کبھی آپ ﷺ وہاں نشست فرماتے۔ ابتداءً آنحضرت ﷺ کی نشست کے لئے کوئی ممتاز جگہ نہ تھی،

---

1. التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۰۵
2. التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۲۱۶
3. سورۃ المجادلۃ ۵۸:۱۱
4. تنویر المقباس المعروف تفسیر ابن عباس۔ ج: ۳، ص ۳۴۷

باہر سے اجنبی لوگ آتے تو آپ ﷺ کے پہچاننے میں دقت ہوتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک چھوٹا سا مٹی کا چبوترہ بنا دیا، آپ ﷺ اس پر تشریف رکھتے باقی دونوں طرف درس گاہ صُفّہ کے طلاب اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔ [1]

ا۔ مجالس میں رسول اللہ ﷺ کی روش

امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے اپنے بابا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مجلس کے لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ ہمیشہ خندہ پیشانی، حسن اخلاق اور لطف و مہربانی سے پیش آتے تھے۔ سخت و درشت گفتگو کرنے والے نہ تھے۔ نہ طبیعت میں سختی تھی (یعنی ایسے سخت نہ تھے کہ لوگ اکتا کر یا تنگ ہو کر آپ ﷺ سے اعراض کر بیٹھتے جیسا کہ قرآن کریم میں بھی ہے، ''اگر تم سخت گو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے دور ہو جاتے۔'' (الانفال) آپ چیخ کر بات کرنے والے نہ تھے، نہ زبان سے نازیبا الفاظ نکالتے، نہ عیب جوئی کرتے، نہ کسی کی بے جا تعریف کرتے، جو بات یا چیز پسند نہ آتی ایسا ظاہر کرتے جیسے آپ ﷺ نے دیکھا یا سنا ہی نہ ہو (یہ عمل اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لطف و مہربانی تھی اور آپ ﷺ کا ہر بات میں دخل اندازی سے پرہیز تھا۔ یہ انداز سرداروں اور عظیم شہنشاہوں کا ہے۔'' [2]

ابو الطیب متنبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((لیس الغبی بسید فی قومه لکن سید قومه المتغابی))

''ناسمجھ شخص اپنی قوم کا سردار نہیں ہوتا لیکن قوم کا سردار وہ ہوتا ہے جو خود کو ناسمجھ (ناشناسا انجان) ظاہر کرے۔'' [3]

---

[1] سنن ابی داؤد، باب القدر، بحوالہ، سیرۃ النبی ﷺ للشبلی، ج: ۱، حصہ دوم، ص ۱۳۸

[2] الرّسول المعلّم ﷺ و اسالیبه فی التعلیم، ص ۲۸۔۳۱

[3] الرّسول المعلّم ﷺ و اسالیبه فی التعلیم، ص ۳۶۔۳۹

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"جو شخص آپ ﷺ سے امید لگاتا وہ مایوس نہ ہوتا۔" [1]

۲۔ مجلس میں طلباء کا استقبال

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی، رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ رسول محترم ﷺ اس کو اپنے پاس بٹھانے کے لئے تھوڑے سے کھسک گئے تو اس شخص نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ! میرے لئے جگہ تو موجود ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان لمسلم حقا اذا رای ان یتزحزح له))

"مسلمان پر لازم ہے کہ جب اس کا بھائی اس کے قریب بیٹھنا چاہ رہا ہو تو اس کے لئے تھوڑا سا کھسک جائے۔" [2]

اور قرآن مجید نے بھی اس کی یوں تلقین فرمائی:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ} [3]

"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجالس کو کشادہ کرو۔۔۔تو (بقدر ضرورت) جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تمہارے لئے کشادگی کر دے گا۔"

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"آپ ﷺ اپنے ہر ہم نشین کو اس کا حق دیتے یعنی پوری توجہ عطا فرماتے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی شخص رسول اکرم ﷺ کے نزدیک زیادہ مقرب اور باعزت نہیں ہے۔ آپ ﷺ

---

1. الرسول المعلم ﷺ و اسالیبه فی التعلیم، ص ۳۶۔۳۹
2. مشکاۃ المصابیح، باب القیام
3. سورۃ المجادلۃ ۵۸:۱۱

سیکھنے والے، سائل اور کم سمجھ مگر استفادہ کرنے والے شخص کے لئے بھی نہایت متواضع تھے۔" [1]

۳۔طلباء کے لئے دعائیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے شرکائے مجلس کے لئے ان کلمات کے ساتھ دعا فرمایا کرتے تھے۔

((اللهم اقسم لنا من خشيتك ماتحول بيننا و بين معصيتك و من طاعتك ما تبلغنا به الى حبك و من اليقين ما تهون علينا مصائب الدنيا به اللهم متعنا بأسماعنا و ابصارنا و قوتنا ما أحييتنا واجعله الوارث مناء واجعل ثأرنا على من ظلمنا وانصرنا على من عادانا.ولا تجعل مصيبتنا فى ديننا ولا تجعل الدنيا أكبر همّنا ولا مبلغ علمنا ولاتسلّط علينا من لا يرحمنا))

"اے اللہ! ہم کو اپنا اتنا خوف عطا فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جائے اور اپنی طاعت اتنی عطا فرما جو ہم کو تیری محبت تک پہنچا دے اور اتنا یقین عطا فرما جو ہم پر دنیوی مصائب آسان بنا دے۔اے اللہ! ہم کو ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں اور اور ہماری قوت سے نفع عطا فرما جب تک تو ہم کو زندہ رکھے۔اور تو اس کو ہمارا وارث بنا دے اور تو ہمارا بدلہ ان سے لے لے جنہوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد فرما اور ہماری مصیبت کو ہمارے دین میں نہ کرنا اور دنیا کو ہمارا بڑا غم اور ہمارے علم کا

[1] الرّسول المعلّم ﷺ و اساليبه فى التعليم ص ۴۵

منتہائے نہ بنا دینا اور ایسے لوگوں کو ہم پر مسلط نہ فرمانا جو ہم پر رحم نہ کریں۔"[1]

اسی طرح آپ ﷺ نے انفرادی طور پر بھی درس گاہ صُفّہ کے طلباء کے لئے دعا فرمائی۔

۴۔ مجلس میں بیٹھتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ کلمات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حلقہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اس نے نبی کریم ﷺ اور قوم کو سلام کیا: "السلام علیکم"۔ آنحضرت ﷺ نے جواب مرحمت فرمایا: "وعلیك السلام ورحمة الله وبركاته" تجھ پر بھی سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

جب وہ شخص بیٹھا تو اس نے کہا:

((الحمد لله كثيرا طيبا مباركا فيه كما يحب ربنا ان يحمد و ينبغي له و يرضىٰ))

"اللہ ہی کے لئے حمد ہے بہت زیادہ پاکیزہ مبارک جیسا ہمارا رب تعریف کیا جانا پسند کرے اور جیسا اس کے لائق شان ہو اور جس سے وہ خوش ہو۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا:

(كيف قلت؟)

"تو نے کس طرح کہا؟"

اس نے دوبارہ ان کلمات کو آنحضرت ﷺ کے سامنے لوٹایا۔ رسول اللہ ﷺ نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے البتہ سبقت کی ان (کلمات) کی طرف دس فرشتوں نے وہ تمام ان کو لکھنے کے حریص تھے مگر وہ

---

[1] عمل اليوم والليلة، ابن السنیؒ، ابو بکر احمد بن محمد الدینوری (شیخ)، ترجمہ، مولانا مفتی محمد فاروق، بیت العلوم، لاہور، ۱۴۱۸ھ، ص ۲۳۰

نہیں جان سکے کہ ان (کے اجر) کو کس طرح لکھیں یہاں تک کہ وہ فرشتے ان کو لے کو عزت والے (اللہ تعالیٰ) کے پاس پہنچے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جس طرح میرے بندے نے کہا ہے اسی طرح لکھ دو۔"[1]

۵۔رسول اللہ ﷺ کا اندازِ کلام

رسول اللہ ﷺ کی نرم کلامی، شیریں بیانی اور اندازِ تعلیم کے اسی اسلوب کی بدولت بدوی لوگ بھی آپ ﷺ پر فدا ہو جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ جب گفتگو فرمانے کے لئے تشریف فرما ہوتے تو اکثر اپنی نگاہیں مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے۔"[2]

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے کلام میں تسلسل یا روانی ہوتی۔"[3]

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے دریافت کرنے پر فرمایا:

"رسول اللہ ﷺ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے، تادیر خاموش رہتے۔ابتدائے کلام سے انتہائے کلام تک پورے منہ مبارک کو استعمال فرماتے۔آپ ﷺ جامع گفتگو فرماتے جس میں طوالت ہوتی نہ کمی۔"[4]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"آپ ﷺ نے خود کو تین باتوں سے دور کر رکھا تھا۔(۱) بحث ومباحثہ، (۲) ضرورت سے زائد گفتگو یا مال کو بڑھانا، (۳) بے مقصد باتیں۔اسی طرح آپ

---

۱ عمل الیوم والیلۃ ص ص ۲۲۸۔۲۲۹

۲ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۸۳۷

۳ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۵۶۷

۴ شمائل ترمذی ص ۴۳۶

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین باتوں میں لوگوں کو نظر انداز کر رکھا تھا۔(۱) کسی کی مذمت کرنے اور خامیاں نکالنے سے پرہیز فرماتے۔(۲) کسی کی خفیہ باتیں تلاش کرنے سے پرہیز فرماتے،(۳) صرف وہ گفتگو فرماتے جس سے ثواب کی امید ہو۔"[۱]

حضرت عرباض بن ساریہ فزاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو کہ بہت زیادہ رونے والے (اصحاب صُفّہ میں سے) تھے روایت ہے:

"ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور ہماری طرف رخِ انور فرما کر ہمیں ایسا بلیغ وعظ فرمایا جس سے دل دہل گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (یہ تو) گویا الوداعی خطاب ہے، ہمیں کوئی وصیت فرما دیجئے۔ فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور (حکم) سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں خواہ کوئی حبشی غلام تمہارا امیر بن جائے، اور تم میں سے جو زندہ رہا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا، لہٰذا تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، اسے داڑھوں کے ذریعے مضبوطی سے پکڑ لو، اور نئے کاموں سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔"[۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انداز بیاں کے بارے میں روایت ہے:

((ان رسول الله ﷺ ليحدث الحديث لو شاء العادان يحصيه احصاه))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح حدیث بیان کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا چاہتا تو شمار کر لیتا۔"[۳]

---

۱ الرّسول المعلّم ﷺ واسالیبہ فی التعلیم، ص ۳۹

۲ السُّنّۃ، المروزی، ابو عبد اللہ محمد بن نصر بن حجاج (شیخ الاسلام) م ۲۹۴ھ، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، اگست ۲۰۰۹ء، ص ۵۱، حدیث نمبر: ۶۹؛ وسنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۴؛ وکتاب الاذکار، النووی، یحییٰ بن شرف (شیخ الاسلام)، فرید بک سٹال، لاہور، جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۵۳۳؛ وصحیح ابن حبان: حدیث نمبر: ۱۰۲

۳ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۵۵

۶۔ درس گاہ صُفّہ میں رسول اللہ ﷺ کے تاثرات

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (محدث کو راوی کے نام میں شک ہے) سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ ہم کو خطبہ دیتے تو ہم آپ کے چہرے پر ایسے تاثرات دیکھتے گویا کہ آپ ﷺ لشکر کو ڈرانے والے ہیں، لشکر کو ڈرانے والا اپنے لشکر کو آئندہ پیش آنے والے امر کے لئے خبر دار کرتا ہے اور جب آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے بات چیت میں مشغول ہوتے تو اس وقت تک آپ ﷺ کے چہرے پر مسکراہٹ نہ آتی جب تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف نہ لے جاتے۔''[۱]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ اپنے ہر ہم نشین کو اس کا حق دیتے یعنی پوری توجہ عطا فرماتے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والا ہر شخص یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی شخص رسول اکرم ﷺ کے نزدیک زیادہ مقرب اور باعزت نہیں ہے۔ آپ ﷺ سیکھنے والے، سائل اور کم سمجھ مگر استفادہ کرنے والے شخص کے لئے بھی نہایت متواضع تھے۔''[۲]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے بے انتہا شرم و حیا کے بارے میں فرماتے ہیں:

((کان رسول الله ﷺ اشد حياء من العذراء فى خدرها و كان اذا كره شيئا عرفناه فى وجهه))

''رسول اللہ ﷺ حجلہ عروسی کی دلہن سے زیادہ باحیا تھے، جب آپ علیہ السلام کسی

---

۱ لطائف المعارف ص ۴۷

۲ الرسول المعلم ﷺ و اسالیبه فی التعلیم ص ۴۰۔۴۱

چیز سے رنجیدہ ہوتے تھے اس کو (زبان پر نہیں لاتے تھے) ہم آپ علیہ السلام کے چہرہ سے سمجھ لیتے تھے۔"[1]

۷۔ درس گاہ صُفّہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قلبی کیفیت

ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے درس گاہ نبوی میں (دوران مجلس) اپنی قلبی کیفیت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو ہمارے قلوب نرم ہو جاتے ہیں دنیا سے کنارہ کشی کی کیفیت ہوتی ہے گویا کہ ہم اہلِ آخرت میں سے ہو جاتے ہیں۔"[2]

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! حنظلہ رضی اللہ عنہ منافق ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا بات ہوگئی؟ عرض کیا:

"جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسا معاملہ ہو جاتا ہے گویا کہ ہم جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے واپس اپنے اہل وعیال اور تجارت میں جا کر مصروف ہو جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم دائمی طور پر اسی حال میں رہو جس حال کو لے کر میرے پاس سے جاتے ہو تو فرشتے تمہاری مجلسوں اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں۔ لیکن اے حنظلہ رضی اللہ عنہ! وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔"

---

[1] بحار الانوار، ج:۱۶، ص ۲۳۰

[2] لطائف المعارف، ص ۴۳

(یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی)[1]

۸۔سائل کا جواب دینے میں باری کا لحاظ رکھنا

آنحضرت ﷺ (سائل کو) جواب دینے میں باری کا لحاظ ضرور رکھا کرتے تھے جو شخص پہلے سوال کرتا اس کو پہلے جواب دیا جاتا تھا۔روایت ہے:

''ایک انصاری آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کچھ دریافت کرنے لگے۔ اتنے میں ایک ثقیف کا شخص آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھنے لگا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ثقفی! تم سے پہلے انصاری سوال کر چکا ہے لہٰذا تم اس وقت تک ٹھہرو جب تک وہ اپنی مراد پوری کر لے۔''[2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفل رسول میں قطع کلامی سے گریز کرتے۔سب لوگ متکلم کی بات آخر تک نہایت توجہ اور خاموشی سے سنتے۔بات اسی کی ہوتی جو پہلے بات شروع کرتا۔''[3]

۹۔مکمل خاموشی اور حُسنِ سماعت

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی مجلس میں آپ ﷺ کی فرطِ ہیبت سے اس طرح خاموش اور سر جھکا کر بیٹھتے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور کئی لوگوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔[4]

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر حسن و جمال، دبدبہ اور رعب عطا فرمایا تھا کہ

---

۱ لطائفُ المَعارِف،ص ۴۶

۲ نبوت اور سلطنت،ص ص ۱۱۴۔۱۱۵

۳ شمائل ترمذی،حدیث نمبر:۳۵۱؛ وسیرت النبی ﷺ للصلابی،ج:۲،ص ۲۸۸

۴ شمائل و اخلاق نبوی،پانی پتیؒ محمد ثناء اللہ (قاضی) م ۱۲۲۵ھ،ترجمہ وتخریج وتعلیق،ڈاکٹر محمود الحسن عارف،شاہ نفیس اکیڈمی،لاہور،ایڈیشن:۲، ۱۴۳۱ھ،ص ۱۶۲،حدیث نمبر:۱۰۴

روایات میں آتا ہے:

''بڑے سے بڑے آدمی کی آنکھیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جھک جاتیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت یہ تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ دوسری طرف یا نگاہیں جھکی ہوتیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیر چشم ہو کر دیدار کا شرف حاصل کرتے۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا تو بڑی دور کی بات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ پر انوار کو دیکھنے کی ہمت نہ رکھتے تھے۔''[1]

۱۰۔ دورانِ درس اصحاب رضی اللہ عنہم کا معلّم کے قریب ہونا

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن" میں "باب الدنو من الامام عند المواعظة" (بوقت نصیحت امام سے قریب ہونے کے متعلق باب) کے تحت یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''(مجلس) نصیحت میں حاضر ہو جاؤ اور امام سے قریب ہو جاؤ، کیونکہ یقیناً آدمی (امام سے) دور ہوتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ جنت میں داخل بھی ہو گیا، تو اس کو مؤخر کیا جائے گا (یعنی اس کا داخلہ دوسرے لوگوں کے بعد ہو گا)۔''[2]

۱۱۔ رفع اشکال کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رجوع

اصحاب صُفّہ رفع اشکال کے لئے اکثر اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رجوع کرتے تھے۔ درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((يَحشُرُ اللهُ العِبادَ۔ أو قال: الناس۔ عُراةً غُرلاً بُهماً))

''اللہ تعالیٰ لوگوں کو میدانِ حشر میں اکٹھا کرے گا۔ وہ عریاں، بے ختنہ اور خالی

---

۱ مشکاۃ المصابیح، باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما

۲ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۰۸۔

ہاتھ ہوں گے۔"

ہم (اصحاب صُفَّہ) نے کہا: "بھما" سے کیا مراد ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اُن کے پاس کوئی چیز نہیں ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے ایسی آواز سے مخاطب ہو گا جسے دور کھڑے لوگ بھی اسی وضاحت سے سُنیں گے جس طرح قریب کھڑے لوگوں کو وہ آواز صاف طور پر سنائی دے گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "میں ہوں بادشاہ۔ بدلے چکانے والا زبردست حاکم۔ اہل جنت و اہل دوزخ کا کوئی فرد جس نے ظلم کیا ہو، خواہ ایک طمانچہ ہی مارا ہو، جنت و دوزخ میں نہیں جا سکتا، قبل اس کے کہ میں اس سے قصاص دلوا دوں۔"

ہم نے پوچھا:

"ایسا کیسے ہو گا (قصاص میں کیا دیں گے) جبکہ ہم عریاں، بے ختنہ اور خالی ہاتھ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((بالحسنات والسیّئات))

"نیکیوں اور گناہوں کے ذریعے سے (بدلے چکائے جائیں گے)۔"[1]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

{اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰}[2]

"آج ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، آج کے دن کسی پر ظلم نہیں ہو گا، بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔"

---

[1] الأدب المفرد، حدیث نمبر: ۹۷۰

[2] سورۃ المومن ۴۰:۱۷

۱۲۔ درس گاہ صُفّہ سے رسول اللہ ﷺ کی واپسی

جب آپ ﷺ درس و تدریس سے مجلس برخاست فرماتے تو کھڑے ہوتے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو نعلین پہناتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ عصا لے کر رسول کریم ﷺ کے آگے آگے چلتے یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ بیت الشرف میں داخل ہو جاتے۔ [1]

اسی طرح محمد ابن سعدؒ روایت کرتے ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کو نعلین پہنا دیتے، عصا لے کے آگے چلتے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے حجرے میں داخل ہو جاتے۔'' [2]

۱۳۔ ہر مجلس میں درود شریف اور استغفار کی کثرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم (نبی کریم ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

''جو قوم (کسی مجلس میں) بیٹھیں اور دیر تک بیٹھیں پھر اللہ بزرگ و برتر کا ذکر کئے بغیر اور اپنے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے بغیر اٹھ جائیں تو وہ (مجلس) ان پر قیامت کے دن حسرت (و افسوس کا باعث) ہوگی چاہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو (اس پر) عذاب دے اور چاہے معاف فرما دے۔'' [3]

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین کی۔'' [4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم شمار کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ ایک

---

۱ محمد رسول اللہ ﷺ، مصریؒ، محمد رضا (علامہ)، ترجمہ، علامہ سید نصیر الاجتہادیؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، مارچ ۱۹۶۱ء، ص ۴۶۴

۲ طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ سوم ص ص ۲۲۶۔۲۲۷

۳ عمل الیوم و اللیلۃ ص ۲۳۱۔۲۳۲

۴ الصحابی یسأل والنبی یجیب، ص ۲۱۵

ایک مجلس میں سوسو مرتبہ یہ پڑھتے:

((رب اغفر لی و تب علی انك انت التواب الرحیم))

''میرے پروردگار! مجھ کو بخش دے اور میری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو بہت توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان ہے۔''[1]

حضرت ابن نافع عبداللہ الحضرمی رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں:

''نبی علیہ السلام جب مجلس سے کھڑے ہوتے بیس مرتبہ استغفار فرماتے اور (اس کو) ظاہر فرماتے۔''[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں اٹھنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سو دفعہ یہ کہتے ہوئے گن لیا جاتا:

((رب اغفر لی و تب علی انك انت التواب الغفور))

''اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا، انتہائی معاف کرنے والا ہے۔''[3]

کفارہ مجلس کے طور پر یہ دعا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وردِ زباں ہوتی۔

((سبحانك اللهم و بحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك و اتوب الیك))

''اے اللہ! پاک ہے تو اپنی تعریفوں سمیت۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''[4]

۱۴۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ذکر

حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے خالو ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے

---

۱ عمل الیوم والیلۃ،ص ۲۲۱

۲ عمل الیوم والیلۃ،ص ص ۲۳۲۔۲۳۳

۳ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۴۳۴

۴ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۴۳۳، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۸۵۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کے متعلق دریافت کیا انہوں نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشست و برخاست ہمیشہ ذکر پر ہوتی تھی۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔''[2]

۱۵۔ درس گاہ صُفّہ میں علمی مذاکرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((تعلموا العلم فان تعلمه لله حسنة و طلب عبادة و مذاكرة تسبيح۔))

''علم حاصل کرو کیونکہ اللہ کے واسطے علم حاصل کرنا نیکی ہے اور اس کی طلب عبادت ہے اور اس کا مذاکرہ تسبیح ہے۔''[3]

ابن ابی حمزہ اندلسیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''یعنی علمی مذاکرہ و تکرار کا وہی ثواب ہے جو ذاکر مشاغل کی تسبیح و ذکر کا ثواب ہے۔ پس یہ نہ سمجھو کہ تحصیل علم میں مشغول ہونے والے ذاکر نہیں یا وہ ذاکرین سے کم ہیں بشرطیکہ نیت خالص ہو۔''[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((فتذاكروا و تلاقوا و تحدثوا فان الحديث جلاء للقلوب ان القلوب ترين كما يرين السيف))

''یعنی آپس میں ملاقات کرو، علمی مذاکرہ کرو اور حدیثیں بیان کرو، کیونکہ حدیث

---

۱ الشمائل المحمدیه، حدیث نمبر: ۳۴۷

۲ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۲۶

۳ بهجة النفوس و تحليها بمعرفة مالها وما عليها (شرح صحیح بخاری)، ج: ۱، ص ص ۱۷۹۔ ۱۸۰

۴ بهجة النفوس و تحليها بمعرفة مالها وما عليها (شرح صحیح بخاری)، ج: ۱، ص ۱۸۱

کے بیان کرنے سے دلوں کو جلا حاصل ہوتی ہے کیونکہ جس طرح تلوار زنگ آلود ہو جاتی ہے، اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔" [۱]

امام جعفر الصادقؒ فرماتے ہیں؛ علم دین پر تالہ لگا ہوا ہے جس کی کنجی سوال کرنا ہے۔ [۲]

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ پوچھنے لگا علم کیا ہے؟

فرمایا: خاموش رہنا۔ پوچھا پھر کیا؟ فرمایا: کان لگا کر (آیات و احادیث) سننا۔ پوچھا پھر کیا؟ فرمایا: ان کو یاد کرنا اور ان پر عمل کرنا۔ پوچھا پھر کیا؟ فرمایا: ان کا نشر کرنا۔ [۳]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کا مذاکرہ میرے بندوں کے درمیان مردہ قلوب کو زندہ کرتا ہے بشرطیکہ وہ اپنی گفتگو میں میرے حکم کی طرف رجوع کریں۔ [۴]

وہب بن منبہؒ نے کہا:

((مجلس یتنازع فیه العلم احب الی من قدرہ صلاۃ لعل احدھم یسمع الکلمة فینتفع بھا سنة او ما بقی من عمرہ))

"وہ مجلس جس میں علم کی گفتگو کی جائے۔ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ اسی قدر نماز پڑھی جائے شاید کہ لوگوں میں سے کوئی اس کی بات کو سن لے۔ تو وہ ایک برس تک یا جب تک اس کی عمر ہو اسے فائدہ دیتا رہے۔" [۵]

علامہ ہیثمیؒ اپنی کتاب "مجمع الزوائد" میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوتے، کبھی ہماری تعداد ساٹھ ہوتی، آپ ﷺ احادیث بیان فرماتے پھر کسی ضرورت کے تحت گھر میں تشریف لے جاتے تو

---

۱ وسائل الشیعه، الحر العاملیؒ محمد بن حسن (علامہ)، المطبعة الاسلامیه، تہران، ۱۳۷۶ھ، ج:۱، مقدمہ ص ۲۸

۲ اصول کافی، ج:۱، باب دہم ص ۸۸

۳ اصول کافی، ج:۱، باب ہفدہم ص ۱۰۶

۴ اصول کافی، ج:۱، باب دہم ص ۸۹

۵ سُنَن دارمی، ج:۱ ص ۷۳، حدیث نمبر: ۳۲۴

ہم آپس میں احادیث کا تکرار کرتے (باری باری ایک دوسرے کو سنا کر دہراتے)، پھر ہم اس مجلس سے اس حالت میں اٹھتے کہ وہ احادیث ہمارے دلوں میں راسخ ہو جاتیں۔" [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب جمع ہوتے تو علمی باتوں کا مذاکرہ کرتے اور قرآن کریم کی سورتیں پڑھتے تھے۔" [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ طلباء کو تاکید کرتے ہوئے فرماتے تھے:

"آپس میں حدیث کا مذاکرہ کیا کرو، کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو یاد دلاتی ہے۔ایک ساعت علمِ دین کا مذاکرہ پوری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔" [3]

حافظ ابونعیم ؒ نے "**ادب العلم**" میں ذکر کیا ہے کہ عالم کے سامنے علمی مباحثہ اور مناظرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث نقل کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بکثرت مباحثہ کرتے تھے۔ [4]

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا۔جب آپ خطبے سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب آپ رضی اللہ عنہ خطبہ دیں۔انہوں نے ایک مختصر خطبہ دیا۔اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اب تم خطبہ دو۔انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی مختصر خطبہ دیا۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ سے خطبہ دینے کے لئے کہا۔اس صحابی رضی اللہ عنہ نے طویل خطبہ دیا،جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس کرو اور بیٹھ جاؤ۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے خطبہ دینے کا کہا،انہوں نے حسب ارشاد خطبہ

---

1 **التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)**،ص ۱۴۹

2 **التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)**،ص ۱۵۰

3 **جامع بیان العلم و فضلہ**،ابن عبد البرؒ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، ترجمہ، عبدالرزاق ملیح آبادیؒ،ادارہ اسلامیات،لاہور،دسمبر ۱۹۷۷ء،ص ۱۱۱

4 **التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)**،ص ۲۱۰

دیا جو مختصر تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے خطبے کو پسند فرمایا اور ان کی تعریف کی۔[1]

الغرض رسول اللہ ﷺ نے حصولِ علم کے ساتھ ساتھ جسمانی اور ذہنی صحت کی سرگرمیوں کو یکجا کر کے تعلیم و تربیت کا ایک مثالی نظام تشکیل دیا، جس سے بعد میں آنے والے دیگر اقوامِ عالم نے بھی رہنمائی حاصل کی۔

مبحث دوم: رئیس معلم ﷺ کا اسلوب درس و تدریس

حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کا طریق دعوت و تعلیم وہی تھا جو قرآن حکیم کا تھا۔ اس عظیم کتاب کی روشنی میں آپ ﷺ کی حکمتِ ابلاغ ہی وہ مؤثر اور کامیاب طریق تھا جس نے دنیا کو جہالت کے اندھیرے سے نکالا اور اسے علم کی روشنی دکھائی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے طریق تربیت میں جو حکمت عملی اختیار کی تھی وہ مکتب کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک مکتب بحیثیت ادارہ اس حکمت عملی کو نہیں اپناتا وہ اپنا مطلوبہ مقصد حاصل نہیں کرسکتا۔ رسول اللہ ﷺ کے اسلوب درس و تدریس کے لاتعداد منور پہلو ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں، تاہم ان میں سے چند اہم نکات کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ نکات دراصل اہم تدریسی اصول ہیں جو ایک مسلمان معلّم کے لئے مشعل راہ ہیں۔

ا۔ درس گاہِ صُفَّہ میں تعلیم و تربیت کے اصول و قواعد

رسول اللہ ﷺ نے اپنے مخصوص انداز میں درس گاہ صُفَّہ کے طلباء کی تعلیم و تربیت جاری رکھی۔ آپ ﷺ انہیں اللہ سبحانہٗ کا خوف دلاتے، مکارم اخلاق پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے، احکام شریعت کی تشریح بتاتے اور مبادیاتِ اسلامی کی وضاحت فرماتے تھے۔ اصحاب صُفَّہ کی بہتر تعلیم و تربیت کے سلسلے میں آپ ﷺ ابلاغ کے مختلف وسائل و ذرائع استعمال میں لاتے تھے۔ سطورِ ذیل میں ان وسائل اور اصول و قواعد کا تفصیلی جائزہ پیش کیا

[1] سیر اعلام النبلاء، ج:۱ص ۲۸۶

جاتا ہے۔

O......بات دہرانا

متکلم اس بات پر عمل کرے تو سامعین کے لئے بات سمجھانا، اُس کی تہہ تک پہنچنا اور اسے یاد رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات اپنی بات دہرا دیا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بتایا:

((انه كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا، حتى تفهم عنه، و اذا اتى على قوم فسلم عليهم، سلم ثلاثا))

"نبی کریم ﷺ کوئی اہم بات فرماتے تو اسے تین بار دہراتے تھے تاکہ خوب سمجھ میں آجائے۔ جب لوگوں کی محفل میں آتے تو انہیں تین دفعہ سلام بھی فرماتے تھے۔"[1]

O......گفتگو میں ٹھہراؤ

رسول اللہ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے بات کرتے تھے۔ ہر لفظ الگ الگ سمجھ میں آتا تھا۔ یوں بات کو یاد رکھنا آسان ہو جاتا اور اسے آگے پہنچانے میں کسی قسم کی تحریف یا تبدیلی کا شائبہ نہیں رہتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((ان النبی ﷺ كان يحدث حديثا لو عده العاد لاحصاه))

"نبی کریم ﷺ تو اس امر کا اتنا زیادہ اہتمام کرتے تھے کہ سننے والا چاہتا تو آپ ﷺ کے الفاظ بآسانی گن سکتا تھا۔"[2]

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

---

1. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۴
2. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۵۶۷

((ان رسول الله ﷺ لم یکن یسرد الحدیث کسرد کم))

''رسول اللہ ﷺ اس طرح جلدی جلدی باتیں نہ کرتے تھے جیسے تم لوگ کرتے ہو۔''[1]

O......میانہ روگفتگو اور مناسب وقت کا انتخاب

رسول اللہ ﷺ گفتگو کی مقدار، اس کی نوعیت اور وقت کے انتخاب میں میانہ روی اختیار کیا کرتے تھے تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں اور بات سمجھ کر یاد رکھنے کے لئے تیار رہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

((کان النبی ﷺ یتخولنا بالموعظة فی الایام، کراهیة السامة علینا))

''نبی کریم ﷺ اس اندیشے سے کہ ہم اکتاہٹ کا شکار ہو جائیں گے، موقع و محل کی مناسبت سے وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔''[2]

O......مثال بیان کرنا

بات کو دل میں اتارنے کے لئے مثال بیان کرنے کی بڑی عجیب تاثیر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مثال غیر محسوس کو محسوس شکل میں پیش کرتی اور موجودہ صورتحال سے اس کا ربط قائم کر کے اُسے ذہن کے قریب لے آتی ہے۔ مثال کی گوناگوں صورتوں میں ایسی بلاغت پائی جاتی ہے جو دلوں کے تار چھیڑتی اور دلوں کو لبھاتی ہے۔

قرآن کریم نے مثال بیانی کے اسلوب کو جا بجا استعمال کیا ہے اور کئی آیات میں اس طرزِ بیان کی حکمت پر بھی روشنی ڈالی ہے، چنانچہ فرمایا:

---

1. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۵۶۸
2. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۸

{وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴿۴۳﴾}[1]

''اور یہ مثالیں ہم لوگوں (کو سمجھانے) کے لئے بیان کرتے ہیں۔ مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔''

{وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴿۲۱﴾}[2]

''یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر و تامل سے کام لیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہی دلکش پیرایہء بیان اختیار کیا اور جابجا ضرب الامثال سے کام لیا۔ درس گاہ صُفّہ کے ایک ذہین طالب علم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں نے ایک ہزار ضرب الامثال، رسول اللہ ﷺ سے سن کر یاد کیں۔''[3]

امثال الحدیث کے چند نمونے حسب ذیل ہیں:

درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

((انما مثل اهل بيتي كمثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف عنها غرق، و انما مثل اهل بيتي مثل باب حطة في بني اسرائيل من دخله غفر له))

''میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال وہی ہے جو نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پالی اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا غرق ہو گیا۔ اور میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال تم میں ایسے ہے جیسی بنی اسرائیل میں باب حطہ تھا جو اس میں داخل ہو گیا اس کے

---

۱ سورۃ العنکبوت ۲۹:۴۳

۲ سورۃ الحشر ۵۹:۲۱

۳ مناهج و آداب الصحابة، عبدالرحمٰن البر (ڈاکٹر)، دار احیا الکتب العربیۃ، القاہرہ، ۱۳۸۲ھ، ص ۶۵

گناہ معاف ہو گئے۔"[1]

ایک روایت میں قرآن کریم کے نور سے خالی دل کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

((ان الذی لیس فی جوفه شیء من القرآن کالبیت الخرب))

"جس شخص کا دل قرآن سے خالی ہو تو وہ (یا اس کا دل) ویران گھر کی طرح ہے۔"[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علمِ بے عمل کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

((مثل علم لا ینتفع به کمثل کنز لا ینفق منه فی سبیل الله))

"اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے (یعنی نہ دوسروں کو پڑھایا جائے اور نہ اس پر عمل کیا جائے) اس خزانہ کی مانند ہے جس میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کیا جائے۔"[3]

احادیث نبویہ میں جو ضرب الامثال استعمال ہوئی ہیں اُن پر کئی کتب لکھی گئی ہیں۔ اُن میں قدیم ترین کتاب "امثال الحدیث" کے نام سے ہے جسے قاضی ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی (متوفی ۳۶۰ھ) نے تالیف کیا ہے۔

O......آزمائشی سوالات

آزمائشی سوال کرنا تعلیم و تربیت کے اہم ترین وسائل میں شامل ہے۔ اس طریق کار کے ذریعے سے استاد اور طالب علم کے درمیان گہرا تعلق استوار ہونے میں مدد ملتی ہے، طالب علم کا ذہن کھلتا ہے، اسے یکسوئی میسر آتی ہے اور وہ ذہنی طور پر ہوشیار ہو جاتا ہے۔ یہی

---

[1] مجمع الزوائد، ج:۹، ص ۱۶۸؛ والمستدرک، ج:۳، ص ۱۵۱؛ وفضائل الصحابہ، ابن حنبلؒ، ابی عبداللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر: ۱۴۰۲

[2] جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۹۱۳

[3] فضائل الصحابہ، حدیث نمبر: ۱۰۴۸۱

وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ، اصحاب صُفّہ کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں آزمائشی سوال و جواب کی متعدد صورتیں استعمال میں لاتے تھے۔ ذیل میں اس سلسلے کی تین روایات پیش کی جا رہی ہیں:

۱۔ بعض اوقات سوال کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ کسی کام کی ترغیب دلائی جائے اور عنانِ توجہ اُس جانب موڑ دی جائے۔ اس صورت میں سوال کا آغاز عام طور پر اَلَا کے کلمۂ تنبیہ سے ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((اَلَا ادلکم علی ما یمحو اللہ بہ الخطایا و یرفع بہ الدرجات))

''میں آپ کو ایسے عمل نہ بتاؤں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ خطائیں مٹاتا اور درجات بلند فرماتا ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ''ضرور بتائیے، اے اللہ کے رسول!''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اسباغ الوضو علی المکارہ و کثرۃ الخطا الی المساجد و انتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ فذلکم الرباط))

''تنگی اور مشقت میں کامل وضو کرنا، مساجد کی طرف زیادہ چل کر آنا جانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا، یہی (نفس کی) پائیداری ہے۔''[1]

۲۔ بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسا سوال کرتے تھے جس کے متعلق آپ کو علم ہوتا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا جواب نہیں جانتے اور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس سے بھی آپ کی غرض یہی ہوتی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دھیان اس موضوع کی طرف ہو اور وہ اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کریں۔

---

۱ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اتدرون ما المفلس؟))

''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ''ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت اور ساز وسامان نہ ہو۔'' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک میری امت میں سے مفلس روزِ قیامت نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت باندھی ہوگی، کسی کا مال (ناجائز) کھایا ہوگا، کسی کا خون (ناحق) بہایا ہوگا، اور کسی کو (ناجائز) مارا ہو گا۔ اس (مظلوم) کو اس کی نیکیوں سے دیا جائے گا۔ دوسرے کو بھی اس کی نیکیوں سے دیا جائے گا۔ (اسی طرح) اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پیشتر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان (مظلوموں) کے گناہوں کو لے کر اس پر ڈال دیا جائے گا، پھر اس کو (جہنم کی) آگ میں پھینک دیا جائے گا۔''[1]

امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں "باب طرح العالم المسئلة علی اصحابه لیختبر ما عندهم من العلم" کے تحت کھجور کے درخت کے متعلق پہیلی ذکر کی ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حاضرین میں سب سے کمسن تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا یہ کھجور کا درخت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ فرمائیں یہ کون سی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کھجور کا درخت ہے۔''''[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا:

---

1 صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۸۱

2 صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۱

''کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کے متعلق تمہارا وہ بات ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔''

عرض کیا گیا: ''اگر میرے بھائی میں میری کہی ہوئی بات موجود ہو تو آپ (اس بارے میں) کیا فرماتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس میں تمہاری کہی ہوئی بات ہو، تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں تمہاری کہی ہوئی بات نہ ہو، تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔''[1]

۳۔ کبھی یوں بھی ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال سامنے رکھتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک درست جواب دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی ستائش اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((یا ابا المنذر! اتدری ای آیۃ من کتاب اللہ معك اعظم؟))

''ابو المنذر! کیا آپ رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟''

میں نے کہا: ''اللہ اور اس کی رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ دریافت فرمایا:

''ابو المنذر! کیا آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کتاب اللہ کی سب سے جلیل القدر آیت کون سی ہے؟''

میں نے جواب دیا:

{اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ}[2]

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۸۹

[2] سورۃ البقرۃ ۲: ۲۵۵

اس پر آپ ﷺ نے خوشی سے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا:

((واللہ! لیھنك العلم ابا المنذر!))

''ابو المنذر! آپ رضی اللہ عنہ کو یہ علم مبارک ہو۔''[1]

ستائش اور حوصلہ افزائی کا یہ انداز طالب علم کے دل پر خوش کن اثرات چھوڑتا ہے۔ اُس میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور وہ طلب علم کی راہ میں آگے تک جانے کا آرزومند رہتا ہے۔

O.....مخاطب کی ذہنی استعداد کی رعایت

رسول اللہ ﷺ ایک ماہرِ تعلیم تھے، اور درس و تدریس کے دوران مخاطبین کی ذہنی استعداد کا خاص خیال رکھتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنے علاقے کی مخصوص زبان و لہجے میں رسول اکرم ﷺ سے سفر کے دوران روزے کا حکم پوچھا۔ اس زبان میں مختلف علوم کو میم سے بدلا جاتا تھا۔ اس کا سوال تھا۔

((امن امبر امصوم فی امسفر؟))

آپ ﷺ نے اسی مخصوص زبان و لہجے میں جواب عنایت فرمایا:

((فقال لیس من امبر امصوم فی امسفر))[2]

O.....نوجوان اور عمر رسیدہ طلباء کے احوال کی رعایت

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، استنے میں ایک نوجوان آیا اور اس نے پوچھا کہ کیا میں روزہ میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں''۔ کچھ دیر بعد ایک بوڑھا شخص آیا اور اس نے پوچھا

---

1 صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۱۰

2 جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، محمد بن سلیمان المغربیؒ، م ۱۰۹۴ھ، مکتبۃ ابن کثیر الکویت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۸ھ، حدیث نمبر: ۳۰۳۹

کہ کیا میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں۔" یہ سن کر ہم حیرت میں پڑ گئے ایک ہی کام کو آپ ﷺ ایک کو منع کرتے ہیں اور دوسرے کو اجازت دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"میں تمہارا ایک دوسرے کی طرف دیکھنا سمجھ رہا ہوں۔ یہ بوڑھا بوسے کے بعد اپنے اوپر قابو رکھ سکتا ہے جوان نہیں رکھ سکتا، اس کا بوسہ اسے مباشرت تک لے جائے گا مگر بوڑھے پر اس قسم کا خطرہ نہیں ہے۔"[1]

یہاں سائلین کے احوال مختلف ہونے کی بنا پر الگ الگ جواب دیئے گئے کیونکہ مخاطب کے احوال کی رعایت ضروری ہے۔

O......توجہ طلب اور انوکھے مطالب کا بیان

اس سلسلے کی بہترین مثال وہ واقعہ ہے جسے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ وہ بتاتے ہیں:

"ایک روز رسول اللہ ﷺ بالائی راستے سے ہوتے ہوئے بازار سے گزرے۔ آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ چلتے چلتے چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے ایک مردہ بچے پر نظر پڑی تو ٹھہر گئے۔ آگے بڑھ کر اُسے کان سے پکڑا اور پوچھا:

((ایکم یحب ان ھذا لہ بدرھم؟))

"آپ میں سے کون پسند کرے گا کہ یہ مردار اسے ایک درھم میں مل جائے؟"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: "ہم اسے کسی بھی شے کے عوض نہیں لینا چاہیں گے، ہم اس کا کریں گے کیا؟"

آپ ﷺ نے دریافت کیا:

---

[1] الرسول المعلم ﷺ واسالیبہ فی التعلیم ص ۸۵

((اتحبون انه لكم؟))

''کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ یہ مردار آپ کا ہو؟''

اصحاب النبی کہنے لگے: ''یہ زندہ بھی ہو تو اس میں عیب ہے کہ کان چھوٹے چھوٹے ہیں۔ اب تو یہ مردہ ہے۔ اس حالت میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فوالله! الدنيا اهون على الله من هذا عليكم))

''اللہ کی قسم! یہ مردار آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جتنا بے وقعت ہے اُس سے کہیں زیادہ یہ دنیا اللہ کے نزدیک بے وقعت ہے۔''[1]

۲۔ تعلیم وتربیت کے جدید اسالیب کا استعمال

رسول اللہ ﷺ تعلیمی وتربیتی جدید اسالیب بھی استعمال کرتے تھے۔ ان اسالیب و ذرائع کو طلباء کی توجہ ایک نقطے پر مرکوز کرنے اور بات کو ان کے ذہن میں بٹھانے کی خاطر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ ان تعلیمی اسالیب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

O...... اشاروں کی زبان

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے باہمی تعلق کی نوعیت بیان کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم دگر ملایا تھا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((المومن للمومن كالبنيان يشد بعضه بعضا))[2]

''مومن آپس میں عمارت کی طرح ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔'' یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم دگر ملایا تھا۔''

---

۱ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۹۵۷

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۴۴۶

O......خاکہ اتارنا

رسول اللہ ﷺ مطالب کی تشریح کے لئے زمین پر خاکہ اتارتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی جزئیات سے آگاہ فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ سے (زمین پر) ایک خط کھینچا اور فرمایا:

((هذا سبيل الله مستقيما))

"یہ اللہ کا راستہ ہے، سیدھا سیدھا۔"

پھر اس خط کے دائیں اور بائیں جانب چند مزید خط کھینچے اور فرمایا:

((و هذه سبل۔ قال يزيد: متفرقة۔ على كل سبيل منها شيطان يدعو اليه))

"اور یہ راستے (یزید نے کہا:) علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ان میں سے ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلا رہا ہے۔" [1]

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

{وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ} [2]

"اور اس نے بتلایا کہ (اللہ پرستی اور نیک عملی کی) یہی راہ میری (ٹھیرائی ہوئی) سیدھی راہ ہے، سو اسی پر چلو اور (دوسری) راہوں پر نہ چلو کہ اللہ کی راہ سے بھٹکا کر تمہیں تتر بتر کر دیں۔ یہ بات ہے جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((خط النبي ﷺ خطا مربعا، و خط خطا في الوسط خارجا

---

۱ السُّنّة، ص ۶

۲ سورۃ الانعام ۶:۱۵۳

منه، و خط خطوطا صغارا الی هذا الذی فی الوسط، من جانبه الذی فی الوسط...))

''رسول اللہ ﷺ نے ایک چوکور (Square) خاکہ بنایا اور اس کے بیچ میں ایک لکیر بنائی جو خاکے سے باہر نکلی ہوئی تھی، اس کے بعد جو لکیر بیچ میں تھی اس کے آس پاس اندر کی جانب چند چھوٹی لکیریں بنائیں اور فرمایا کہ خانے کے اندر بڑی لکیر انسان ہے خاکے کے باہر نکلا ہوا حصہ اس کی خواہشات ہیں اور اس کے چاروں طرف کا دائرہ اس کی موت ہے جس نے اسے گھیر رکھا ہے۔ اندر موجود چھوٹی لکیریں آفتیں، بلائیں اور بیماریاں ہیں کہ اگر انسان کسی ایک سے بچ گیا تو دوسری آجائے گی اور اگر ان سے بچ گیا تو بڑھاپا آجائے گا۔'' [1]

اس مثال کا مقصد لوگوں کی تمناؤں کو کم کرنے اور اچانک آجانے والی موت کے لئے تیاری کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش فرمانا اور آخرت کی فکر کی تعلیم دینا ہے۔ دلنشیں ہو جانے والی اس تعلیم کا ذریعہ زمین بنی۔ آپ ﷺ نے یہ خاکے زمین پر بنائے تھے۔

اسی طرح مسند احمد بن حنبل کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

((اتدرون لم خططت هذه الخطوط؟))

''جانتے ہو میں نے یہ لکیریں کیوں بنائی ہیں؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((افضل نساءِ اهل الجنة: خدیجة بنت خویلد، و فاطمة بنت محمد، و مریم ابنة عمران، آسیة بنت مزاحم امراة فرعون))

''جنتی خواتین میں سب سے افضل یہ چار خواتین ہیں۔''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقاق

O سیدہ خدیجہ بنت خویلد سلام اللہ علیہا

O سیدہ فاطمہ بنت محمد سلام اللہ علیہما

O سیدہ مریم بنت عمران سلام اللہ علیہما

O سیدہ آسیہ بنت مزاحم سلام اللہ علیہا زوجہ فرعون [1]

O.....طلبہ کے سوال کے رخ میں تبدیلی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدوی شخص نے خدمتِ نبوی میں عرض کیا۔

((یا رسول اللہ ﷺ ! الرجل یقاتل للمغنم، والرجل یقاتل لیذکر، والرجل یقاتل لیری مکانہ، فمن فی سبیل اللہ؟))

''یارسول اللہ! ایک شخص مالِ غنیمت کے حصول کے لئے لڑتا ہے۔ایک شخص سستی شہرت کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص اپنی شجاعت اور لڑائی کی مہارت دکھانے کے لئے لڑتا ہے۔ان سب میں فی سبیل اللہ لڑنے والا کون ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

((من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ))

''جو شخص اس مقصد سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کا بول بالا ہو، صرف وہی اللہ کے راستے میں لڑتا ہے۔'' [2]

اس حدیث کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائل کے سوال سے بالکل ہٹ کر دوسری بات جواب میں ارشاد فرمارہے ہیں۔کیونکہ یہاں جواب ''ہاں یا نہیں'' میں دیا جانا تھا مگر چونکہ وہ نامناسب تھا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مناسب سمجھا کہ لڑائی کی کیفیت بتانے کی بجائے

---

1. مسند احمد، مسند ابن عباس، ج:۱،ص ۲۹۳
2. صحیح البخاری، کتاب العلم ۱۹۷، کتاب الجہاد، ص ۱۵۹

لڑنے والے کی کیفیت کو بیان کر دیا جائے۔

O.....متعلقہ اشیاء کو ناظرین کے سامنے پیش کرنا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوڑا ریشم لیا اور اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا، تھوڑا سونا اٹھایا اور اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا، پھر فرمایا:

((ان ھٰذین حرام علی ذکور امتی))

''یہ دونوں اشیاء میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں۔''

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

((حل لاناثھم))

''یہ چیزیں اُمت کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔'' [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے اور ریشم کے بارے میں اپنے فرمان کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی شکل وصورت کو بھی لوگوں کے سامنے واضح اور نمایاں کیا تا کہ بات بالکل واضح ہو جائے اور یاد رکھنے میں بھی مددگار ثابت ہو۔

O.....عملی نمونہ پیش کرنا

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر پر کھڑے ہوئے، منہ قبلے کی طرف کیا اور تکبیر کہی۔ لوگوں نے صفیں باندھ لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراءت کی اور رکوع کیا۔ لوگوں نے بھی رکوع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا اور الٹے پاؤں زمین پر آ کر سجدہ کیا۔ سجدے کے بعد دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے۔ قراءت کی۔ رکوع کیا۔ رکوع سے سر اٹھایا اور الٹے پاؤں زمین پر آ کر سجدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

---

1 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۵۷

((ایھا الناس! انما صنعت ھٰذا لتاتموا بی ولتعلموا صلاتی))

''لوگو! میں نے یہ سب اس لئے کیا کہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز اچھی طرح سیکھ لو۔''[1]

O......سخن نازک تر

سخن نازک تر کا استعمال دلوں کو ملاتا، انہیں حق کی طرف مائل کرتا اور سامعین کو اکساتا ہے کہ وہ بات یاد رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ گفتگو کے آغاز میں تمہید کے طور پر نازک اور پاکیزہ و شستہ الفاظ استعمال میں لاتے تھے۔ بالخصوص جب کوئی ایسا معاملہ ہو جس کے ذکر سے حیا مانع ہوتا اور بات کی صراحت میں شرم محسوس ہوتی تو آپ ﷺ صاف، شگفتہ اور واضح الفاظ میں اُس کی تعلیم دیتے اور آغاز سے قبل تمہید کے طور پر کہتے کہ میں مومنین کے لئے والد کی طرح ہوں جو بچوں پر شفقت کرتے ہوئے انہیں تعلیم دیتا اور اُن کی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے اور پھر متعلقہ بات کو لطیف پیرائے میں بیان فرماتے۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اعلمکم، اذا اتیتم الغائط، فلا تستقبلوا القبلۃ، ولا تستدبروھا، و امر بثلاثۃ احجار، و نھی عن الروث، والرمۃ، و نھی ان یستطیب الرجل بیمینہ))

''میں تمہارے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کے لئے ہوتا ہے۔ میں تمہیں سکھاتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی پیشاب، پاخانہ کرنے کی جگہ پر آئے تو قبلہ کی طرف چہرہ کرکے نہ بیٹھے اور نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، اور آپ ﷺ نے استنجا تین پتھروں سے کرنے کا حکم دیا اور مرد کو گوبر، ہڈی اور دائیں

---

1 صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۱۷

2 معاھج و آداب الصحابۃ ص ۷۴

ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔"[1]

معلّم اوّل ﷺ نے تعلیم وتربیت کے میدان میں تعلیمی اصول وقواعد کا پورا پورا خیال رکھا جو اخلاقی لحاظ سے بلند تر اور عقلی اعتبار سے جامع ترین مبادیات پر مشتمل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہدایات درس گاہ صُفَّہ کے طلاب رضی اللہ عنہم کے دلوں میں گھر کر گئیں اور انہوں نے ان معروضات کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو خوب خوب سنوارا۔

۳۔ تعلیمی وتربیتی مبادیات

ذیل میں ان عظیم الشان مبادیات کو قدرے تفصیل سے پیش کیا گیا ہے جنھیں رسول اللہ ﷺ بروئے کار لائے:

O......اچھائی کرنے والے کی حوصلہ افزائی

رسول اللہ ﷺ میدانِ علم وعمل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا:

((لو رايتني و انا استمع لقرائتك البارحة! لقد اوتيت مزمارا من مزامير آل داود))

"کاش! آپ دیکھتے جب رات میں آپ کی قراءت سن رہا تھا۔ (سبحان اللہ!) آپ کو تو آل داوٗد کے سُروں میں سے ایک سُر دیا گیا ہے۔"[2]

O......غلطی کرنے والے پر شفقت

رسول اللہ ﷺ لوگوں کے حال احوال کی خبر رکھتے اور ان سے معاملہ کرنے میں اس امر کا لحاظ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ (کم علمی یا) جہالت کی وجہ سے کسی سے غلطی سرزد ہو جاتی تو اس کا عذر قبول کرتے اور غلطی کا ازالہ کرتے وقت نرمی اور شفقت سے

---

[1] سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۸؛ والرّسول المعلّم ﷺ واسالیبہ فی التعلیم، ص ۲۰۱

[2] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۰۴۸

کام لیتے تھے۔ آپ ﷺ کے اسی طرزِ عمل کی بدولت لوگوں کے دل آپ ﷺ کی محبت سے معمور رہتے اور وہ آپ ﷺ کی ہدایات پر جہاں خود عمل کرتے وہاں دوسروں تک بھی پہنچاتے تھے۔ حاضرینِ محفل بھی ایسے واقعات خصوصیت سے یاد رکھتے تھے۔ [۱]

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہا تھا، ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے کہہ دیا: **یرحمك الله** (اللہ تم پر رحم کرے)۔ لوگوں نے مجھے خشمگیں نگاہوں سے تاڑا۔ میں بولا: ''افسوس! میری ماں کا مجھے گم پانا، تم لوگ میری طرف کیا دیکھتے ہو؟'' اب لوگ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش ہونے کو کہہ رہے ہیں تو میں چپ ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! میں نے آپ سے قبل یا آپ کے بعد ایسا معلم نہیں دیکھا جو اتنے اچھے طریقے سے تعلیم دیتا ہو۔ واللہ! آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا۔ بس اتنا فرمایا:

((ان هذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، انما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن))

''نماز میں باتیں کرنا مناسب نہیں۔ یہ تو تسبیح و تکبیر اور تلاوتِ قرآن کا محل ہے۔'' [۲]

سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کے حسنِ تعلیم کے کیا ہی کہنے! معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے اس عمدہ برتاؤ کا جو مسرت انگیز تاثر لیا وہ آخر کیوں نہ لیا جاتا؟!

اسی طرح ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور رسول اکرم ﷺ کی مسجد میں پیشاب کے لئے بیٹھ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے مارنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُن کو منع

---

۱ مناهج وآداب الصحابة، ص ۸۶

۲ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۳۷

فرمایا۔جب دیہاتی فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا:

((ان هذه المساجد لا تصلح لشیء من البول والقذر انما هی لذکر الله والصلوة وقرائة القرآن))

''یہ مسجدیں بول و براز کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لئے ہیں۔''

((وامر رجلا من القوم فجاء بدلو من ماء فشنه علیه))

''پھر ایک شخص کو حکم دیا، وہ ایک ڈول پانی لایا اور اُس پیشاب پر بہادیا۔''[1]

O......مذمت کے لئے نام لئے بغیر اشارے پر اکتفا

مذمت کا یہ انداز اپنانے سے بیچارے غلطی کرنے والے کے چہرے کی کچھ نہ کچھ آب باقی رہتی ہے اور انتباہ کا تقاضہ بھی پورا ہو جاتا ہے۔اس ضمن میں بہترین مثال حضرت عبداللہ بن لُتبیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن لُتبیہ رضی اللہ عنہ کو صدقات و زکوٰۃ کا عامل بنایا تو انہوں نے اہلِ زکوٰۃ کی طرف سے تحفے تحائف قبول کر لئے تھے، چنانچہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے بنوسلیم کی زکوٰۃ پر ایک آدمی کو عامل بنایا جسے ابن لُتبیہ رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔وہ زکوٰۃ کی وصولی کر کے واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے حساب مانگا۔وہ بولا: ''یہ رہا آپ رضی اللہ عنہ کا مال اور یہ تحائف ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے خفا ہو کر فرمایا:

''تم واقعی ان تحفوں کے حقدار تھے تو اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھے رہے کہ یہ تحفے تمہیں وہاں پہنچ جاتے؟''

پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کیا اور حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''امابعد! اللہ نے مجھے جن امور کا ذمہ دار بنایا ہے اُن میں سے کوئی کام میں

---

[1] جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، ج:۱ص ۶۳، بحوالہ سیرت النبی ﷺ للصلابی، ج:۲،ص ۲۴۵

ایک آدمی کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ کام نمٹا کر آتا اور کہتا ہے: ''یہ رہا آپ کا مال اور یہ تحائف ہیں جو مجھے پیش کیے گئے ہیں۔'' وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا کہ یہ تحفے اسے وہاں پہنچتے؟ تم میں سے جو کوئی ایک چیز ناحق قبول کرے گا، وہ روز قیامت اُس شے کا بوجھ کندھوں پر اٹھائے اللہ کے روبرو آئے گا۔ میں اس شخص کو ضرور پہچان لوں گا جو ایک بلبلاتا اونٹ یا ڈکراتی گائے یا ممناتی بکری کندھوں پر اٹھائے اللہ کے دربار میں آئے گا۔'' یہ کہہ کر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اس قدر بلند کیے کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دی۔ آپ ﷺ نے پکارا: **اللّٰھم! ھل بلغت؟** ''اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟'' (راوی کہتا ہے:) میری آنکھ نے دیکھا اور میرے کان نے سنا۔''[1]

O.....ضرورت پڑنے پر اظہار ناراضگی

مثال کے طور پر صاحب حیثیت افراد ایسی غلطی کا ارتکاب کریں جس سے شریعت کے احکامات پر زد پڑتی ہو یا غلطی کا دائرہ اثر وسیع ہو جائے اور وہ فتنے کی صورت اختیار کرنے لگے۔ ایسی صورتحال میں رسول اللہ ﷺ خفگی کا اظہار کیا کرتے تھے لیکن اس طرح کہ کسی فرد یا جماعت کے حق میں اسراف یا زیادتی کا عنصر شامل تو بیخ نہ ہونے پائے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے ہاں آئے۔ اُن کے ہاتھ میں تورات کی ایک تحریر تھی۔ آتے ہی کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ ایک تحریر ہے جو تورات سے ماخوذ ہے۔'' رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کے تاثرات بدلنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ٹوکا: ''تجھے تیری ماں گم پائے! رسول اللہ ﷺ کا چہرہ نہیں دیکھتا؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا تو عرض کیا: ''میں اللہ اور اُس کے رسول کی ناراضی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے

---

1 الرّسول المعلّم ﷺ واسالیبہ فی التعلیم، ص ۱۴۳

پر راضی ہیں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والذی نفس محمد بیدہ! لو بدا لکم موسی فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل، ولو کان حیا و ادرك نبوتی لا تبعنی))

''اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر اُن کے پیچھے چل پڑو تو تم یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پالیتے تو میری ہی پیروی کرتے۔''[1]

تقدیر کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بحث و تکرار پر بھی رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل میں تشریف لائے۔ وہاں تقدیر کے موضوع پر گرما گرم بحث ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ کا چہرہ غصے سے یوں سرخ ہو گیا گویا اُس پر انار نچوڑا گیا ہو۔ دریافت فرمایا:

((بهذا امرتم او لهذا خلقتم؟ تضربون القرآن بعضه ببعض، بهذا هلكت الامم قبلكم))

''کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے، کیا تمہیں اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تم قرآن کے بعض حصے کو بعض سے ٹکراتے ہو؟ تم سے پہلے والی اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئی تھیں۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے اُس وقت بھی غصے کا اظہار فرمایا تھا جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی حکم عدولی کرتے ہوئے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنے کی ٹھانی تھی اور گمان کیا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں افضل ہے اور اللہ کے نزدیک زیادہ مقرب ہے۔

---

۱ سُنن دارمی، ج:۱،ص ۱۲۶

۲ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۸۵

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو صرف اُن اعمال کا حکم دیتے تھے جنہیں وہ آسانی سے انجام دے سکیں۔ لوگوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! ہمارے احوال تو آپ کے سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔"

لوگوں کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آیا۔ ناراضی کے آثار آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہوئے اور فرمایا:

((انّ اتقاکم و اعلمکم باللہ انا))

"تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور اُس سے ڈرنے والا میں ہی ہوں۔"[1]

ان مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی تربیتی عمل کا حصہ تھی۔ ناراضگی کے اس عمل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے گویا یہ پیغام تھا کہ وہ آنکھیں کھلی رکھیں اور آئندہ ایسی غلطیوں کا ارتکاب نہ کریں۔ واعظ کے لئے ضروری ہے کہ غصہ اس کی چہرے سے عیاں ہو۔ وہ جس جگہ کھڑا ہو اُس کا تقاضا ہے کہ وہ بے چینی و بے قراری کا اظہار کرے۔ اُس کی حیثیت قافلے کے پیش روکی ہے جو اہلِ قافلہ کو راستے کی ممکنہ دشواریوں سے پیشگی آگاہ کرتا رہتا ہے۔ معلّم کے لئے بھی ہیہ ہدایت ہے کہ طلبہ کے منفی اقدامات پر اُسے اظہار ناراضگی کرنا چاہیئے۔ غصے کی حالت میں کی گئی نصیحت کبھی کبھار بڑی موثر ثابت ہوتی ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ معلّم اپنے ہر طالب علم سے یہی سلوک روا رکھے۔ اُسے طلبہ کے مختلف مزاج کے موافق مختلف برتاؤ کا انتخاب کرنا چاہیئے۔

O......خاص مطالب کی تعلیم کے لئے تازہ ترین صورتحال کو بنیاد بنانا

کوئی خاص واقعہ پیش آتا یا آنکھیں کسی خاص عمل کو دیکھتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُس واقعے یا عمل کی نسبت سے کوئی خاص مطلب سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس

[1] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۰

طریق کار کا فائدہ یہ ہوتا کہ مطلب بہت اچھی طرح سمجھ میں آجاتا تھا۔ مثال کے طور پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

چند جنگی قیدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے۔ اُن میں سے ایک عورت اپنے گمشدہ بیٹے کو تلاش کر رہی تھی۔ اس کی چھاتی دودھ سے بھری ہوئی تھی۔ وہ اِدھر اُدھر بے چین پھرتی تھی۔ قیدیوں میں جو بچہ نظر آتا اُسے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا:

((اترون هذه طارحة ولدها في النار))

''کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟''

ہم نے جواب دیا: ''نہیں، اگر اس کے بس میں ہو تو وہ کبھی بچے کو آگ میں نہیں پھینکے گی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((الله ارحم بعباده من هذه بولدها))

''جس قدر یہ عورت اپنے بچے کے لئے رحم دل ہے، اللہ اُس سے کہیں بڑھ کر اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔''[1]

یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش آمدہ صورتحال کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رحمت الٰہی کی وسعت کا ایک گونہ تصور دے دیا۔[2]

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندازِ تعلیم کا ایک اور نمونہ کہ نماز انسان کو گناہوں سے کس طرح پاک کرتی ہے۔ اور نماز سے گناہ کس طرح جھڑتے ہیں، اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بلیغ انداز اختیار فرمایا کہ موسم خزاں میں ایک دفعہ آپ گھر سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت درختوں کے پتے زرد تھے اور جھڑ رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر زور سے ہلائیں تو درخت کے تمام پتے جھڑ کر زمین پر بکھر گئے۔ یہ منظر دکھا کر آپ نے اپنے

---

1. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۹۹
2. الرّسول المعلّم ﷺ و اسالیبه فی التعلیم، ص ۱۶۰

جانثار صحابی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"ابو ذر رضی اللہ عنہ! جب کوئی مسلمان بندہ یکسوئی کے ساتھ خالص رضائے الٰہی کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جھڑ کر گرتے ہیں۔ جس طرح یہ خزاں رسیدہ پتے اس درخت سے جھڑ کر گرے۔"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندازِ تعلیم کے یہ چند نمونے تھے جنہیں مندرجہ بالا سطور میں پیش کیا گیا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا تتبع کرنے والے اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والے حضرات ان نمونوں کے علاوہ دوسرے اور رہنما اصولوں سے واقف ہو جائیں جن کو ان کے ساتھ ملایا جا سکے۔

---

[1] بحار الانوار، ج:۱۲، ص ۵۴

فصل چہارم:

درس گاہِ صُفَّہ میں غیر نصابی سرگرمیاں

ایسی سرگرمیاں جو بظاہر نصاب میں شامل نہیں لیکن جن کے بغیر تعلیم و تربیت نامکمل اور غیر مؤثر رہ جاتی ہے، غیر نصابی سرگرمیاں کہلاتی ہیں۔غیر نصابی سرگرمیوں کی بدولت طالب علم کی ذہنی نشوونما کے علاوہ اس کی جسمانی، روحانی، اخلاقی نشوونما بھی ہوتی ہے گویا طالب علم کی شخصیت کی بھرپور تربیت ہوتی ہے۔[1]

باب ہذا کی فصل دوم میں درس گاہ صُفَّہ کے نصاب تعلیم کے بارے میں تحقیق پیش کی گئی تھی۔اس باب میں غیر نصابی سرگرمیوں کا تفصیلی تذکرہ کیا جائے گا۔

اسلام جہاں انسان کی روحانی زندگی کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کرتا ہے وہاں وہ اس کی جسمانی زندگی یا معاشرتی زندگی کے لئے بھی راہ ہموار کرتا ہے۔تاکہ ایک مسلمان جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے مکمل شخصیت کا روپ دھار لے۔درس گاہ صُفَّہ میں جہاں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب صُفَّہ کی پوری زندگی مسلسل جدو جہد، علم و عمل، خشیت خداوندی، ذکر و فکر الٰہی، جہاد و تبلیغ اور حُسنِ عبادت سے آراستہ نظر آتی ہے، وہاں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترغیب و تحریص کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔

ان غیر نصابی سرگرمیوں کے ذریعے تین چیزوں کا خاص خیال رکھا گیا۔

۱۔ طالب علموں کی صحت اور ان کے جسم نشوونما پاسکیں۔

---

۱ انتظام و انصرام مدارس، رانا محمد سرور (پروفیسر)، مجید بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۲۱۳

۲۔ ان کے ثقافتی ورثے جن کا ان کے بنیادی عقائد سے کوئی تصادم نہ ہو، تحفظ ہو سکے۔
۳۔ ان سرگرمیوں میں طالب علموں کی معاشی ضرورت کا بندوبست بھی ہو سکے۔[1]

مبحث اوّل: درس گاہ صُفّہ میں شعروادب

۱۔ اصحابِ صُفّہ اور شعروادب

اشعار کہنا، سننا اور سنانا ایک ہلکا پھلکا ادب اور تفریحی سرگرمی ہے۔ جس سے ذہانت و یادداشت میں اضافے کے علاوہ انسان کو انبساط و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ قرآن و سنت اور علمائے اسلام کے احوال کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اشعار جو غیر شرعی الفاظ اور کنایات پر مشتمل نہ ہوں شریعت ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ بالخصوص ایسے اشعار جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت و مدحت، اخلاقی و شرعی ہدایات اور اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہوں، ان میں اسلام کی اُلفت کا بیان ہو، آخرت کے تذکرے ہوں تو ایسے اشعار کہنا باعثِ اجر اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں قرب کا ذریعہ ہے۔

ایسے ہی اشعار کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إنَّ مِنَ الشِّعرِ حِكمَةً))

''بعض اشعار حکمت والے ہوتے ہیں۔''[2]

عرب مصنف جرجی زیدان نے "جمهرة العرب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ کوئی صحابی ایسا نہ تھا جس نے اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی شعر نہ کہا ہو یا نہ پڑھا ہو۔

حافظ ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک الگ جلد میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں اشعار کہے ہیں، اس میں دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

---

۱ اسلامی نظامِ تعلیم، ص ۳۲۳

۲ ہدرسالت کے تفریحی مشاغل، نقشبندی، روح اللہ (مولانا)، دارالاشاعت، کراچی، جنوری ۲۰۱۲ء، ص ۱۱۷

ذکر ہے۔ [1]

الکافی کی دو روایات کا ماحصل یہ ہے کہ (اعلان نبوت سے قبل) جب رسول اللہ ﷺ کی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے شادی ہوئی تو عبداللہ بن غنم نے تہنیتی اشعار کہے تھے۔ [2]

جب قریش کے شعراء نے آنحضرت ﷺ اور ان کے متبعین کو دل خراش ہجو کے ذریعے سخت اذیت پہنچائی تو مسلمانوں میں بھی جذبہ شاعری بھڑک اٹھا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ ﷺ انہیں اجازت دے دیں۔ اور کچھ مدت بھی نہ گزری کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:

''جن لوگوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی ہتھیاروں سے مدد کی ہے اُن کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ اپنی زبانوں سے ان کی مدد نہیں کرتے۔'' [3]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کو اشعار سنایا کرتے تھے۔ ایک روایت ملاحظہ کیجئے:

ایک مرتبہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے اشعار سنا رہے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو فرمایا:

''ارے حسان رضی اللہ عنہ! یہ کیا، تم مسجد میں بیٹھ کر اشعار پڑھ رہے ہو؟''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

((کنت أنشد فيه من هو خير منك))

''میں اسی مسجد میں اس ذات کی موجودگی میں اشعار سنایا کرتا تھا جو تم سے بہتر تھے (یعنی رسول اللہ ﷺ)۔'' [4]

---

1. التراتيب الاداريه (القسم العاشر)، ص ۱۷۵
2. تفسیر نور الثقلین، ج:۶، ص ۳۲۷
3. تاریخ الادب العربی، زیات، احمد حسن (استاد)، ترجمہ، عبدالرحمن طاہر سورتی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۱۷۶
4. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۲۱۴

درس گاہ صُفّہ کے معلّم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عربی شاعری میں ایک نئے مکتبِ فکر کی داغ بیل ڈالی اور ایسے اشعار کہے جن کا مقصد عام لوگوں کے ذوق کو بلند اور عربوں کے اخلاق کی اصلاح کرنا تھا۔ ان میں انہوں نے شجاعت، حب الوطنی، سخاوت اور صلہ رحمی، خدمتِ خلق، اپنے ساتھیوں سے محبت، دیانت اور دانشمندی کا درس دیا اور ان کی خوبیوں کو اجاگر کیا۔[1]

علی محمد الصلابی لکھتے ہیں:

”شعر و ادب کی دنیا میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایسے بلند پایا تنقیدی نظریات چھوڑے ہیں جنہیں آج تک ناقدین فن کے نزدیک معیار و کسوٹی کی حیثیت حاصل ہے۔“[2]

کُفّار پر مومنین کے اشعار کے اثرات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ اختیار میں میری جان ہے تم لوگوں کے اشعار کُفّار کو تیروں کی برسات سے بھی زیادہ گراں محسوس ہوتے ہیں۔“[3]

۲۔ شعراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شاعری کے اجزاء

شعرائے اسلام کی شاعری کا سرسری مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی شاعری درج ذیل اجزاء پر مشتمل ہے۔

۱۔ مدحتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں کہے گئے اشعار

---

۱ The Superman, Ali، ص ۲۱

۲ سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۴۲۰

۳ تفسیر نور الثقلین، ج: ۶، ص ۳۲۶

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و ثناء

۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یاد میں کہے گئے رقت آمیز اشعار

۵۔ اہلِ اسلام کے جنگی معرکوں کا ایمان افروز تذکرہ

۶۔ اسلام اور اہلِ اسلام کا دفاع

۷۔ مشرکین کی ہجو

۸۔ اخلاق اور حکمت بھری شاعری[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کوئی شعر پڑھتے تھے؟ فرمایا: ہاں ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

((و یاتیك بالاخبار من لم تزود))

''یعنی تمہارے پاس وہ لوگ خبریں لائیں گے جن کو تم نے زادِ راہ فراہم نہیں کیا۔''[2]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((جالست النبی ﷺ اکثر من مائة مرة فکان اصحابه یتناشدون الشعر و یتذاکرون اشیا من امر الجاهلیة وهو ساکت فربما یتبسم معهم))

''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سو سے زیادہ مرتبہ بیٹھا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشعار پڑھتے اور زمانۂ جاہلیت کی یادیں تازہ کیا کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہتے ہاں کبھی کبھی ان کے ساتھ مسکرا دیتے۔''[3]

مولانا منظور احمد نعمانی ؒ اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی کبھی مسجد نبوی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] دیوان حسان بن ثابت الانصاری، الطباع، عمر فاروق (ڈاکٹر)، ترجمہ، مولانا محمد ادریس سردر، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، جنوری ۲۰۰۹ء، ص ص ۳۰۔۴۱

[2] جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۵۰

[3] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۶۷۰، وجامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۴۹

کی مجلس مبارک میں زمانۂ جاہلیت کی ایسی لغویات اور خرافات کا تذکرہ بھی کیا کرتے، جن پر خوب ہنسی آتی تھی۔"

اور جامع ترمذی کی اسی حدیث کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں:

((ویتناشدون الشعر))

"یعنی اس سلسلۂ گفتگو میں اشعار بھی پڑھے اور سنائے جاتے۔" [1]

اگر آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس طرح بے تکلفی کا برتاؤ نہ کرتے تو ان حضرات پر آپ ﷺ کا ایسا رعب چھایا رہتا جو استفادہ میں رکاوٹ بنتا۔ [2]

امام بخاریؒ نے **"الادب المفرد"** میں درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

"اصحاب رسول نہ راہ حق سے منحرف تھے اور نہ زاہدِ خشک اور مردہ دل ہی۔ وہ اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کو شعر سنایا کرتے اور اپنے زمانۂ جاہلیت کے معاملات ذکر کرتے، جب کسی کے دین کے بارے میں کوئی بات کی جاتی تو اس کی آنکھوں کے پپوٹے گھوم جاتے۔" [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرے کی قضاء ادا کرنے کے لئے مکہ داخل ہوئے تو درس گاہ صُفّہ کے معید (Teaching Assistant) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے۔

خلّوا بنی الکفارِ عن سبیله
الیوم نضربکم علی تنزیله
ضرباً یزیل الهام عن مقیله
و یذهل الخلیل عن خلیله

---

[1] جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۵۲

[2] آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے، الہاشمی، طالب، البدر پبلیکیشنز، لاہور، ص ۲۷۶۔۲۷۷

[3] الادب المفرد، البخاریؒ، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، المکتبۃ الاسلامیہ، الاُردن، ۱۴۲۳ھ، ص ۱۹۰

"اے کفار کی اولاد! آپ ﷺ کا راستہ خالی کردو۔آج کے دن ان کے آنے پر ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے جو دماغ کو اس کی جگہ سے ہلا کر رکھ دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ! رسول اللہ ﷺ کے آگے اور اللہ کے حرم میں تم شعر پڑھ رہے ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

((یا عمر! فلھی اسرع فیھم من نصح النبل))

"اے عمر رضی اللہ عنہ! اسے چھوڑ دو۔ یہ کافروں کے لئے تیروں سے بھی زیادہ اثر انداز ہوگا۔"[1]

جب سورۃ الشعراء کی آیات (۲۲۴۔۲۲۷) نازل ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو شعراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور ہیں روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں اور ہم بھی شعر کہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "ان آیات کے آخری حصے کو پڑھو۔"

مقصد یہ تھا کہ تمہارے اشعار بیہودہ اور غلط مقصد کے لئے نہیں ہوتے اس لئے تم اس استثناء میں داخل ہو جو آخر آیت میں مذکور ہے۔[2]

قرآن کریم نے غیر اخلاقی شاعری کو پسند نہیں کیا۔اسی آیت کریمہ کے شان نزول کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے بیان کیا ہے:

"اس کا حکم آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے تمام بہترین شعراء کو جمع کیا اور فرمایا کہ شاعری میں کن حدود کی پابندی کی جائے اور اس

---

[1] جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۴۶

[2] معارف القرآن، ج:۶،ص ۵۵۴

طرح فطری صلاحیت کے اچھے اور برے استعمال کے مابین ایک خطِ امتیاز کھینچ دیا۔"[1]

امام ابن جریر طبری ؒ نے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین ؒ کے متعلق کہا کہ وہ شعر کہتے تھے، سنتے تھے اور سناتے تھے۔[2]

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو دین کے مقتدا ہیں ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود شعر نہ کہے ہوں یا دوسروں کے اشعار نہ پڑھے یا سنے ہوں اور پسند کیا ہو۔[3] حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اپنا شہرہ آفاق قصیدہ "بانت سعاد" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو داد یوں دی کہ اپنی ردائے مبارک اتار کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ڈال دی۔[4] اصحاب صُفّہ کے شعری ذوق کے چند نمونے باب چہارم میں دیے جائیں گے۔

مبحث دوم: جسمانی ریاضت اور عسکری تربیت

۱۔ اصحاب صُفّہ کی جسمانی ریاضت

مشہور انگریز جرنیل ڈیوک ولنگٹن کے مطابق "واٹر لو کی جنگ" ایٹن کے کھیل کے میدانوں میں جیتی گئی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایٹن سکول نے کھیلوں کے ذریعے قوم کے بچوں میں ان اعلیٰ اخلاقی صفات کی نشوونما کی جنہوں نے انہیں نپولین پر فتح حاصل کرنے میں مدد دی۔ بے شک تعلیم کے عمل میں کھیل کے میدان کو بجا طور پر بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کھیل سے جسم چاق و چوبند اور مضبوط اور ذہن تیز ہوتا ہے۔ کھیلوں سے بہت

---

۱ Introduction to Islam، ص ۲۶۸

۲ معارف القرآن، ج:۶، ص ۵۵۴

۳ معارف القرآن، ج:۶، ص ۵۵۵

۴ عہد رسالت کے تفریحی مشاغل، ص ۱۱۷

سے جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور معاشرتی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ [1]

عہد نبوی میں درس گاہ صُفَّہ کے جوان جنگی حکمت عملی اور بلند حوصلگی کے ساتھ ساتھ جسمانی تربیت کے لحاظ سے بھی بہت مضبوط تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((المومن القوی خیر واحب الی اللہ من المومن الضعیف))

''قوی مومن اچھا ہے اور اللہ کے ہاں کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے اور خیر تو ان سب میں ہے۔'' [2]

اسی طرح قاضی ابن جماعہؒ نے درس گاہوں کے طلباء کو جسمانی ریاضت میں خاص طور پر چہل قدمی کا مفید مشورہ دیا ہے کیونکہ ٹہلنے اور جسم کی ریاضت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وہ حرارت بانگیختہ کرتے ہیں، ردی فضلات زائل کرتے ہیں اور بدن میں نشاط پیدا کرتے ہیں۔ [3]

اگرچہ موجودہ زمانے کی ورزشوں کے نظام کے مثل درس گاہ صُفَّہ کے نظام اور دستور العمل میں کوئی مستقل انتظام نہ تھا، لیکن معلمین اور طلباء اپنی جسمانی ریاضت کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ ریاضتِ شاقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتب کردہ نظامِ تربیت کا ایک لازمی جزو تھی۔ اس سے سپاہ میں قوت برداشت پیدا ہوتی ہے جو صبر آزما صورتحال اور انتہائی سنگین و خطرناک حالات میں بھی ان کے ہوش و حواس قائم رکھتی اور انہیں ان سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بناتی ہے۔ مجاہدین میں قوت برداشت بدرجہ اتم پیدا کرنے کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب ذیل اقدامات اٹھائے:

- اصحاب رضی اللہ عنہم کو سخت سے سخت محنت و مشقت کا خوگر بناتے

---

1. انتظام وانصرام مدارس، ص ۲۱۳
2. صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۶۷۷۴؛ صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۷۲۲
3. تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم، ص ۸۰؛ واسلامی نظام تعلیم ص ۸۹

- O انہیں رمضان المبارک کے علاوہ ہر مہینے میں نفلی روزے رکھواتے
- O انہیں تہجد کی نماز باجماعت پڑھواتے
- O انہیں فقر وفاقہ کی زندگی کا عادی بناتے [1]

حقیقت میں اس زمانہ میں طلباء اور معلمین کے ذمہ مختلف فرائض اس قدر تھے کہ اُن کی ورزش آپ سے ہی ہو جاتی تھی، اور وہ موجودہ زمانے کے لوگوں سے زیادہ صحیح اور تندرست رہتے تھے۔ انہیں علیحدہ ورزش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں پاپیادہ چلنے کا رواج خاص طور پر علم کی طلب میں زیادہ تھا۔ اس لئے ان کے ٹہلنے اور پیدل چلنے کی مشق جاری رہتی تھی۔ [2]

۲۔ عسکری تربیت اور فنونِ حرب

ماہرین حرب اس نکتے سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جنگی تیاری باقاعدہ لڑائی سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ زمانہ امن میں جنگی تیاری کے سلسلے میں بہائے گئے پسینے کی قیمت کا اندازہ میدانِ جنگ میں کیا جا سکتا ہے۔ انگریزی مقولہ ہے: SWEAT SAVE BLOOD ''پسینہ بچائے خون'' سے زمانہ امن میں تربیت کی اہمیت بآسانی واضح ہو جاتی ہے۔ [3]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت مدینہ اور وہاں ایک آزاد ریاست کے قیام کے بعد ہی تلوار اٹھانے کی اجازت دی۔ یہ اجازت اس لئے دی گئی کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے طاقت کا استعمال صرف اپنے دفاع اور عقائد کے تحفظ کی خاطر ہی کیا، لہٰذا اسلامی ریاست میں یہود ونصاریٰ کو اپنے مذہبی عقائد پر عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی تھی اور وہ اپنی زندگی کی مسرتوں سے پوری طرح فیض یاب تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

۱ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، ص ۴۲۵

۲ اسلامی نظامِ تعلیم، ص ۹۰

۳ حرب اسلامی اور دفاعِ پاکستان، فضل ربی (لیفٹیننٹ کرنل)، دارالفضل ترلاندی، صوابی، ایڈیشن: ۲، ۲۰۰۵ء، ص ۴۸

{وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰}[1]

"اور (مسلمانو!) اپنے مقدور بھر قوت پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے اپنا ساز و سامان مہیا کیے رہو کہ اس طرح مستعدرہ کر تم اللہ کے (کلمۂ حق کے) اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے نیز ان لوگوں کے سوا اوروں پر بھی جن کی تمہیں خبر نہیں، اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور (یاد رکھو!) اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کی تیاری میں) تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا مل جائے گا ایسا نہ ہوگا کہ تمہاری حق تلفی ہو۔"

رسول اللہ ﷺ نے تھوڑے سے عرصے میں بے مثال فوج تیار کی، جس نے مختصر سی مدت میں چہار دانگِ عالم میں اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فوج کی [illegible] تربیت میں آپ ﷺ کا کوئی نظیر نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے بذاتِ خود اپنی فوج کی داغ بیل ڈالی تھی اور آپ ﷺ سے ہی اس بابرکت فوج نے تربیت حاصل کی تھی۔

آپ ﷺ نے مسجد ہی کو فوج کا صدر مقام (ہیڈ کوارٹر) بنا کر مہاجرین اور انصار کی عسکری تربیت کا آغاز کر دیا۔[2] آپ ﷺ کی تربیت یافتہ فوج میں عمدہ تیاری، اعلیٰ اخلاق، بہترین تربیت، ایمانِ کامل اور اطاعت و فرمانبرداری کے جذبے جیسے عمدہ اوصاف پائے جاتے تھے۔[3]

اصحابِ صُفّہ کی ایسی عسکری تربیت کی گئی تھی کہ وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں جنگوں میں

---

۱ سورۃ الانفال ۸: ۶۰

۲ پیغمبرِ اعظم و آخر ﷺ، ص ۴۲۱

۳ نورِ سرمدی، گولن محمد فتح اللہ، ترجمہ محمد اسلام، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ج: ۲، ص ۱۶۷

ماہر تھے۔ ان کی شجاعت کے چند بے مثل واقعات، باب چہارم میں تحریر کئے جائیں گے۔
ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ عسکری تربیت کے مختلف انتظامات کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"فوج کو حالتِ امن میں جنگی کاموں کے لئے تیار کیا جاتا۔ گھوڑ دوڑ کرائی جاتی، اونٹوں اور گدھوں کی دوڑ ہوتی تھی، آدمیوں کی دوڑ ہوتی تھی، کشتیوں کے مقابلے کرائے جاتے تھے۔ اسی طرح تیر اندازی کی بہت ترغیب دی جاتی، اس پر انعامات دیے جاتے۔ گھوڑ دوڑ میں بھی جیتنے والوں کو انعام دیا جاتا۔"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی فوج کو بنفس نفیس تیار فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ امن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ورزشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دیتے اور ان کے درمیان مقابلے کراتے حتیٰ کہ بعض اوقات خود بھی ان میں شرکت فرماتے۔[2] یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عسکری تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے محض چھ دنوں میں مدینہ کی سنگلاخ زمین میں نو ہزار گز لمبی، پانچ گز چوڑی اور چار گز گہری خندق فاقے کی حالت میں کھود دی۔[3]

ذیل میں درس گاہ صُفّہ کے طلباء کو اصول جنگ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیوں کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ اُصول جنگ کی تعلیم

فاضل محمود شیث خطاب نے اپنی کتاب "الرسول القائد ﷺ" میں جدید قوانین جنگ اور دنیا کے مشہور و معروف ماہرین فن حرب کی آراء کی روشنی میں ایک اچھے حربی قائد کی صفات کا نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ تمام صفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور انہی خطوط پر اصحاب صُفّہ کی عسکری تربیت کی گئی۔ ان صفات کا مختصر سا تذکرہ حسب ذیل ہے:

۱۔ صحیح اور سریع تجاویز دینا　　　۲۔ شخصی شجاعت

---

۱ اسلامی ریاست، ص ۱۱۸
۲ نور سرمدی، ج: ۲، ص ۱۶۷۔
۳ پیغمبر حکمت و بصیرت، قریشی محمد صدیق (پروفیسر)، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، نومبر ۲۰۰۵، ص ۲۶۴

۳۔ قوتِ ارادی کا حامل ہونا ۴۔ ذمہ داری کو بلاتردد سنبھالنا

۵۔ مبادی جنگ سے واقفیت ۶۔ حوصلۂ پیش قدمی

۷۔ بلند حوصلے کا مالک ہونا ۸۔ دُور بینی

۹۔ ماتحت لوگوں کی نفسیات اور قابلیت کو سمجھنا

۱۰۔ فوج اور قائد میں باہم مکمل اعتماد ہونا

۱۱۔ قائد میں اور ماتحت لوگوں میں دوطرفہ محبت ہونا

۱۲۔ شخصیت کا قوی ہونا ۱۳۔ بدنی قابلیت مسلم ہو

۱۴۔ اس کی شریفانہ زندگی سب کو معلوم ہو

۱۵۔ فوج اور رعایا کے ساتھ مکمل مساوات کا سلوک رکھتا ہو

۱۶۔ باہمی مشورہ کرتا ہو

۱۷۔ اسالیب جدیدہ یعنی جنگ میں حسب ضرورت نئے اسلوب اختیار کرنے کی صلاحیت کا مالک ہو۔[1]

ہر معرکے میں آپ ﷺ کی یہ اصول پرستی دیکھنے میں آئی نیز رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب رضی اللہ عنہم ان تمام صفات کا پیکر تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی قیادت میں تقریباً تیس غزوات میں شرکت فرمائی اور دوسرے بے شمار سرایا اس کے علاوہ ہیں۔ فتح و نصرت نے ان سب میں ان کے قدم چومے اور کہیں بھی لشکرِ اسلام کو ہزیمت نہیں اٹھانی پڑی۔ لشکرِ اسلام کی یہ مسلسل کامیابیاں، رسول اللہ ﷺ کی بہترین عسکری قیادت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال حربی قابلیتوں اور صلاحیتوں کا نتیجہ ہیں۔

ڈاکٹر علی العتوم، اپنے مقالے میں درس گاہ صُفّہ کے معلّم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنگی مہارت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ضرار بن ازور نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو طلیحہ اسدی کے لشکر کے جمع ہونے کی خبر دینے کے بعد کہا:

---

[1] مقالات سیرت، عنوان مقالہ: نبی علیہ السلام بحیثیت سپہ سالار، مقالہ نگار: محمد رفیع اللہ، ص ۱۷۹

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے سوا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو جوکھی جنگ کا ماہر نہیں دیکھا۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ کو دشمن کی خبر دیتے تو آپ رضی اللہ عنہ بہت بلند حوصلگی کا مظاہرہ کرتے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہم انہیں دشمن کی خبر نہیں بلکہ ان کے خیر خواہوں کی خبر دے رہے ہیں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صُفّہ کی عسکری تربیت پر بھرپور اور خصوصی توجہ دی۔ آپ ﷺ ان کو فوجی مشقوں کی غرض سے مدینہ کے گردونواح میں لے جایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لو لا ان اشق علی امتی لا حببت ان لا اتخلف خلف سریه))

''اگر میں اپنی امت پر دشواری نہ سمجھتا کہ پیچھے معاملات کے بگڑنے کا خدشہ ہوتا تو میں اس بات کو پسند کرتا کہ میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا۔''[2]

۲۔ گھوڑ دوڑ (Horse-Race)

شہسواری کی عہد نبوی میں بڑی اہمیت تھی۔ اس زمانے کی جنگوں میں ایک گھوڑ سوار تین پیادوں سے زیادہ اہمیت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ گھوڑ دوڑ کا اہتمام (درس گاہ صُفّہ کے معلّم) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے سراقہ بن مالکؓ کو یہ خدمت سپرد کی اور اس کے چند قاعدے مقرر کیئے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

- O......گھوڑوں کی صفیں قائم کی جائیں اور تین دفعہ پکار دیا جائے کہ جس کو لگام درست کرنی یا بچہ کو ساتھ رکھنا یا زین الگ کر دینی ہو الگ کر دے۔
- O......جب کوئی آواز نہ دے تو تین دفعہ تکبیریں کہی جائیں، تیسری تکبیر پر گھوڑے میدان

---

۱ حرکۃ الردۃ، علی العتوم (ڈاکٹر) ص ۳۱۹، بحوالہ قصص ذهبية من حياة أبو بكر الصديق رضی اللہ عنہ ص ۲۲۱

۲ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۸۶۵

میں ڈال دیئے جائیں۔

O.....گھوڑے کے کان آگے نکل جائیں تو سمجھ لیا جائے کہ وہ آگے نکل گیا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میدان کے انتہائی سرے پر بیٹھ جاتے اور ایک خط کھینچ کر دو آدمیوں کو دونوں کناروں پر کھڑا کر دیتے۔ گھوڑے ان ہی دونوں کے درمیان سے ہو کر نکلتے۔[1]

مدینہ سے باہر ایک میدان تھا جس کی سرحد حصباء سے ثنیۃ الوداع تک چھ (۶) میل تھی یہاں گھوڑ دوڑ کی مشق کرائی جاتی تھی۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سبحہ تھا۔ ایک دفعہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازی میں دوڑایا، اس نے بازی جیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص مسرت ہوئی۔[2]

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھٹنے ٹیکے ہوئے (گھوڑ دوڑ) دیکھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھوڑا آگے نکل گیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سے گزرا تو فرمایا کہ یہ تو دریا معلوم ہوتا ہے۔''[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((احب الی رسول اللہ ﷺ بعد النساء من الخیل))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورت کے بعد گھوڑے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ پیاری نہ تھی۔''[4]

صحیح مسلم میں اس گھوڑ دوڑ کا ذکر آیا ہے جس کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

---

۱ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للشبلی، ج:۱، حصہ دوم، ص ۱۲۸

۲ دارقطنی، ج:۲، ص ۵۵۲ (کتاب السبق بین الخیل)، بحوالہ، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للشبلی، ج:۱، حصہ دوم، ص ۱۲۸؛ مسند احمد اور بیہقی میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

۳ نبوت اور سلطنت، ص ۱۲۴

۴ سنن نسائی، ج:۲، ص ۷ ۵۴

''رسول اللہ ﷺ نے دوڑ کی ان گھوڑوں کو جو تیار کئے گئے تھے حفیا سے ثنیۃ الوداع تک (ان دونوں مقاموں میں پانچ یا چھ میل کا فاصلہ ہے اور بعضوں نے کہا چھ یا سات میل کا) اور جو تیار نہیں کئے گئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے بنی زریق کی مسجد تک مقرر کی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دوڑ کی۔''[1]

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں آگے آیا تو گھوڑا مجھے لے کر مسجد پر چڑھ گیا۔''[2]

۳۔ اونٹوں کی دوڑ (Camel-Race)

عرب معاشرے میں اونٹ کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ وہ لمبے طویل صحرائی سفر اور مال برداری کے لئے اونٹ استعمال کیا کرتے تھے۔ ہر شخص کے ساتھ متعدد اونٹ ہوا کرتے تھے، کیونکہ اونٹ اور گھوڑے عربوں میں ضرورت کے علاوہ زیب و زینت کی نشانیاں بھی تھیں۔ اونٹوں کی دوڑ کے مقابلے بھی کرائے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس 'عضباءَ' نامی ایک اونٹنی تھی وہ ہمیشہ بازی لے جاتی تھی۔

ریاست علی ندوی لکھتے ہیں:

''اونٹوں کی دوڑ بھی مشہور ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی دوڑی تھی۔''[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خاص سواری کا ناقہ عضباء ہمیشہ بازی لے جاتا۔ ایک دفعہ ایک بدو اونٹ پر سوار آیا اور مسابقت میں عضباء سے آگے نکل گیا۔ تمام مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پر حق ہے کہ دنیا کی جو چیز گردن اٹھائے اس کو نیچا دکھائے۔[4]

---

۱ صحیح مسلم، ج:۵، ص ۱۵۲
۲ صحیح مسلم، ج:۵، ص ۱۵۲
۳ اسلامی نظامِ تعلیم، ص ۸۹
۴ سنن نسائی، ج:۲، ص ۵۴۳

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

((ان رسول اللہ ﷺ لا سبق الا فی نصل او خف او حافر))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقط تیر، اونٹ اور گھوڑے میں ہی شرط کی۔''

اس حدیث میں حاشیہ نگار لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گھوڑا دوڑانا اور اس میں شرط لگانا بطور جواز کے جائز ہے۔ اور شرط بطورِ جواز حقیقت میں شرط نہیں، بلکہ اس سے مراد انعام ہوتا ہے۔ [1]

۴۔ تیر اندازی (Archery)

تیر اندازی یا نشانہ بازی عہد قدیم کے معروف کھیلوں میں سے ایک ہے۔ یہ عربوں کا ایک اہم ثقافتی ورثہ اور انتہائی اہم مشغلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی:

''اپنی اولاد کو تیراکی، تیر اندازی اور گھڑسواری سکھاؤ'' [2]

عبدالرحمٰن بن شماسہؒ سے روایت ہے کہ فقیم لخمی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کہا: تو ان دو اھداف کے درمیان چلتا رہتا ہے حالانکہ تو بوڑھا ہے اور تجھ پر یہ شاق ہے، عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہ سنی ہوتی تو میں اسے نہ دیکھتا۔ حارث کہتے ہیں: میں نے ابن شماسہ کو کہا: وہ کیا ہے؟ کہنے لگے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَن عَلِمَ الرَّمیَ ثُمَّ تَرَکَہُ فَلَیسَ مِنَّا، اَو قَد عَصٰی))

''جس نے نشانہ بازی سیکھی پھر اُسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں یا (فرمایا) اس نے نافرمانی کی۔'' [3]

جہاد اسلام میں ایسی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں ذرا سی بھی کوتاہی قابل برداشت نہیں۔ جو شخص اس غرض سے نشانہ بازی سیکھ کر چھوڑ دیتا ہے تو آپ کے فرمان کے مطابق وہ

---

۱ سنن نسائی، ج: ۲، ص ۵۴۲

۲ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث نمبر: ۴۵۳۴۳

۳ السلسلة الاحادیث الصحیحه، ج: ۳، ص ۵۳، حدیث نمبر: ۲۴۹۵

ملتِ اسلامیہ کا فرد ہی نہیں۔یعنی جہاد کی تیاری بقدرِ استطاعت فرض ہے اور پھر تیاری کو برقرار رکھنا یہ بھی فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ارموبنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا))

''اے اولادِ اسمٰعیل! تیر اندازی سیکھو، تمہارے والد اسمٰعیل تیر انداز تھے۔''[1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ}[2]

''اور (مسلمانو!) اپنے مقدور بھر قوت پیدا کر کے اور گھوڑے تیار رکھ کر دشمنوں کے مقابلے کے لئے اپنا ساز و سامان مہیا کیے رہو۔''

حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں کہا ہے اس آیت میں "قوۃ" کی تفسیر، تیر اندازی سے کی گئی ہے۔[3]

درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر اس آیت کی تفسیر میں یہ ارشاد فرماتے سنا ہے:

((الا ان القوۃ الرمی ، الا ان القوۃ الرمی ، الا ان القوۃ الرمی))

''سنو! قوت تیر اندازی ہے۔قوت تیر اندازی ہے۔قوت تیر اندازی ہے۔''[4]

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روشن ارشادات میں سے ایک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا اور تیر اندازی کا اہتمام فرمایا۔تیر اندازی اور اس میں مہارت حاصل کرنے کی ترغیب بہت سی احادیث میں وارد ہے۔ان احادیث میں سے ایک اہم حدیث غزوۂ

---

۱ مجمع الزوائد، ج:۵، ص۴۷۹، حدیث نمبر: ۹۳۸۴

۲ سورۃ الانفال ۸: ۶۰

۳ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص۱۹۰

۴ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۹۴۶

احد کے دوران آپ ﷺ کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (جو اصحاب صُفّہ میں سے تھے) سے یہ فرمانا ہے۔

''تم پر میرے ماں باپ فدا! تیر اندازی کرو۔''[1]

سنن نسائی کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر کھیل کود باطل ہے مگر آدمی کا اپنے گھوڑے کو سدھانا، اپنے اہل کے ساتھ خوش طبعی کرنا اور تیر اندازی کرنا۔''[2]

۵۔ شکار (Hunting)

شکار عربوں کی قدیم روایت تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عہد جاہلیت کے مشہور شکاری تھے۔ عہد رسالت میں بھی شکار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہم غیر نصابی سرگرمی تھی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ} [3]

''مسلمانو! شکار کے معاملے میں جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے (یعنی ہتھیار) پہنچیں اللہ ضرور تمہاری (فرماں برداری کی) ایک حد تک آزمائش کرے گا۔''

{اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ} [4]

''تمہارے لیے سمندر اور دریا کا شکار اور کھانے کی چیزیں (جو بے شکار ہاتھ آجائیں مثلاً مچھلی جو پانی سے الگ ہو کر مرگئی، احرام کی حالت میں بھی) حلال

---

1. تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج:۴، ص۹۶
2. سنن النسائی، حدیث نمبر: ۳۵۷۸
3. سورۃ المائدہ ۵:۹۴
4. سورۃ المائدہ ۵:۹۶

ہے، تاکہ ان سے خود تمہیں بھی فائدہ پہنچے اور اہل قافلہ بھی فائدہ اٹھائیں۔"

اصحاب صُفّہ کو شکار کے مختلف طریقوں سے حاصل ہونے والی خوراک کے احکام تعلیم کئے گئے تھے۔ جن کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

O......سدھائے ہوئے کتوں سے شکار:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑو تو اللہ کا نام لے کر چھوڑو۔ اگر کتا تمہارے لئے شکار پکڑے رکھے تو تم اسے کھالو۔ اگر کتا شکار کو کھالے تو اسے مت کھاؤ کیونکہ ہوسکتا ہے اس نے شکار اپنے لئے پکڑا ہو۔ اگر اس شکار میں کوئی دوسرا کتا بھی شریک ہو جائے تو اسے بھی مت کھاؤ۔"[۱]

O......سدھائے ہوئے باز سے شکار:

سدھائے ہوئے باز سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شکار کرتے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باز سے شکار کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((فكل مما امسك عليك))

"جو تیرے لئے پکڑے رکھے اسے کھالو۔"[۲]

O......رمح سے شکار:

رمح وہ لکڑی ہے جس کے سرے پر بھالا لگا ہوتا ہے۔ اسے برچھی اور نیزہ بھی کہا جاتا ہے۔ اصحاب صُفّہ اس سے بھی شکار کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

O......تیر سے شکار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شکار کرنے والے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

---

۱ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۲۰۸

۲ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۵۱

((اذا رميت سهمك فاذكر اسم الله فان وجدته قد قتل فكل الا ان تجده وقع فی ماء فانك لا تدری الما نقتله و اسهمك))

''جب تم اپنا تیر پھینکو تو اس پر اللہ کا نام لیا کرو۔ اگر تم دیکھو کہ تیر کی وجہ سے شکار مر گیا ہے تو اسے کھا لو۔ البتہ اگر وہ پانی میں گر جائے تو مت کھاؤ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ پانی کی وجہ سے مرا ہے یا تمہارے تیر کی وجہ سے۔''[1]

O.....معراض سے شکار:

معراض ایسی لکڑی ہوتی ہے جس کا آخری سرا بہت تیز ہوتا ہے، یا اس کے آخری سرے پر تیز دھار لوہا لگا ہوتا ہے۔ یہ رمح سے علیحدہ ایک آلہ شکار تھا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراض کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''جب تیرا معراض شکار کو سیدھا اپنی نوک سے لگے تو شکار کو کھا لے اور جب وہ اپنے عرض یا چوڑائی سے لگے اور مر جائے تو اسے نہ کھا۔''[2]

O.....کشتی کے ذریعے شکار:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

{وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا}[3]

''اور (دیکھو!) وہی ہے جس نے سمندر تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ اس سے تر و تازہ گوشت نکالو اور کھاؤ۔''

روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مختلف بحری اسفار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمندری شکار

---

[1] جامع ترمذی، حدیث نمبر:۱۴۶۹
[2] جامع ترمذی، حدیث نمبر:۱۴۶۹
[3] سورۃ النحل ۱۶:۱۴

سے بھی استفادہ کیا۔

۶۔ نیزہ بازی (Lancing)

درس گاہ صُفّہ کے طلاب کو نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے مشق بھی کرائی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ان فنون میں مہارت رکھنے والوں کی تحسین فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عید کے دن حبشیوں نے مسجد میں نیزہ بازی کے کرتب دکھانا چاہے تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''اللہ کی قسم! میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے جبکہ کچھ حبشی نیزوں کے ساتھ مسجد (کے باہر صحن) میں نیزوں سے کھیل رہے تھے، رسول اللہ ﷺ اپنی چادر سے مجھے چھپا رہے تھے اور میں آپ ﷺ کے کان اور کندھوں کے درمیان سے حبشیوں کو کھیلتے دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ میری وجہ سے کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود ہی واپس ہوئی۔''[۱]

۷۔ شمشیر زنی (Measuring Swords)

نیزہ بازی کے ساتھ ساتھ شمشیر زنی بھی ایک مشغلہ تھا۔ عرب قوم تو دنیا کی بڑی جنگجو قوم تھی اور اس وقت جنگ کا سب سے بڑا ہتھیار تلوار تھا۔ فنِ حرب کا یہ سب سے بڑا فن تھا اور عربوں کی عسکری روایات کا سب سے بڑا امین۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلاکم و کاست شمشیر زن تھے۔ درس گاہ صُفّہ کے طالب علم اور مشہور صحابی حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ تلواریں بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔[۲]

---

۱ مسند احمد، ج:۶، ص ۸۴

۲ دورِ نبوی کا نظامِ حکومت، معظم الحق (مولانا)، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۳، ص ۳۰۵

۸۔ تیراکی کی مشق (Swimming)

رسول اللہ ﷺ کو تیرنے کا شوق بھی تھا اور احباب کے ساتھ کبھی کبھار تالاب میں تیرا کرتے۔ دو دو ساتھیوں کے جوڑے بنائے جاتے اور پھر ہر جوڑے کے ساتھ دور سے تیر کر ایک دوسرے کی طرف آتے۔ ایک موقع پر حضور ﷺ نے اپنا ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مومن کا بہترین کھیل تیراکی ہے اور عورت کا بہترین کھیل سوت کاتنا ہے۔''

کتب سیرت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی تیراکی کا مقابلوں کا انعقاد ثابت ہے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حالتِ احرام میں تھے کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے آؤ! میں تمہارے ساتھ غوطہ لگانے کا مقابلہ کروں دیکھیں ہم میں سے کس کا سانس لمبا ہے۔ [3]

درس گاہ صُفَّہ کے طالب علم حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نہر پار کراتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو فرمایا تم تو ''سفینہ'' یعنی کشتی کا کام کرتے ہو، لہٰذا وہ سفینہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ [4]

۹۔ پیدل دوڑ (Races)

رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا ہے:

((اللھم انی اعوذبك من العجز واکسل والجبن والبخل والھرم))

---

۱ تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص ص ۱۶۸۔۱۶۹

۲ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج:۵، ص ۲۱۱

۳ عوارف المعارف للسہروردی، بحوالہ عہدِ رسالت کے تفریحی مشاغل، ص ۱۰۴

۴ دورِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص ۳۰۵

"اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، کنجوسی سے اور بڑھاپے سے۔"[1]

حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ سبک رفتار تھے۔ سیرت نگاروں نے ان کی غیر معمولی تیز رفتاری کے واقعات بیان کئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دوڑ لگانے میں بہت تیز تھے۔

حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ گھوڑے سے بھی زیادہ تیز دوڑتے تھے۔[2]

حضرت بلال بن سعدؒ کہتے ہیں:

"میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے وہ نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے اور بعض بعض سے دل لگی کرتے تھے، ہنستے تھے۔ ہاں جب رات آجاتی تو راہب بن جاتے تھے۔"[3]

۱۰۔ کُشتی لڑنا (Wrestling)

عہد نبوی میں عربوں میں کشتی کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اس عہد کے مشہور پہلوانوں میں یزید بن رکانہ، کلدا اور عمرو بن عبدود کے نام کافی نمایاں ہیں۔

رُکانہ ایک نہایت طاقتور انسان تھا، وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا تھا تو دس آدمی اس کے اطراف سے چمڑا کھینچتے تھے۔ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھٹ جاتا تھا، مگر وہ اپنی جگہ سے ہلتا نہیں تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کشتی کی دعوت دی اور کہا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤں گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پچھاڑ دیا۔[4]

یزید بن رکانہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کشتی لڑی تھی۔ تیسری مرتبہ وہ شکست کھا کر

---

۱ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۶

۲ عہد رسالت کے تفریحی مشاغل، ص ۱۲۱

۳ مشکوٰۃ المصابیح، باب الضحک، ص ۴۰۷

۴ دور نبوی کا نظام حکومت، ص ۲۹۵

مسلمان ہوگئے تھے۔[1]

کلدہ نے بھی رسول اللہ ﷺ کو چیلنج کیا اور ہر بار شکست کھائی مگر ایمان نہیں لایا۔[2]

جبکہ عمرو بن عبدود کو درس گاہ صُفّہ کے مدرس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر میں ٹھکانے لگایا تھا۔[3]

امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ "السارعة الی المصارعة" میں رسول اللہ ﷺ کی رکانہ پہلوان کے ساتھ کشتی کے علاوہ ان چھوٹے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کشتیوں کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے جہاد میں شریک ہونے کی خاطر کشتی لڑی تھی۔ اس کے علاوہ حسن وحسین (علیہما السلام) نے نبی پاک ﷺ کے سامنے کشتی لڑی تھی۔ مختلف مواقع پر کشتی کے مقابلے کروانا، آپ ﷺ کی نظر میں ورزشی سرگرمیوں کی اہمیت کی دلیل ہے۔[4]

۱۱۔ سیر وسیاحت اور مطالعاتی دورے (Educational Trips)

مطالعے اور مشاہدے میں کافی تفاوت ہے۔ جو چیز مشاہدے اور تجربے میں آتی ہے، ان کی اہمیت مطالعے کی نسبت بہت زیادہ اہم ہوتی ہے۔ سیر وسیاحت بھی تفریح کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کھیل کود کے علاوہ مشاہدات عالم اور سیر وتفریح کو بھی ہم نصابی سرگرمیوں میں شامل کیا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی خلاقی اور مظاہرات دیکھ کر عقل، تجربے اور معلومات میں اضافہ ہوسکے۔

ارشاد ربانی ہے:

{قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ}[5]

---

1. تفسیر احسن البیان، یوسف، صلاح الدین (حافظ)، دارالسلام، الریاض، بن ندارد، ص ۱۷۱۴
2. تفسیر احسن البیان، ص ۱۷۱۴
3. سیرۃ النبی ﷺ للشبلی، ج:۱، ص ۳۹۸
4. دورِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص ۲۹۶؛ نورِ سرمدی، ج:۲، ص ۱۶۷
5. سورۃ العنکبوت ۲۹:۲۰

”ان سے کہیے کہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ اللہ نے کس طرح پہلی بار پیدا کیا! پھر اللہ ہی دوسری بار زندہ کر کے اٹھائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

خود رسول اللہ ﷺ نے تجارتی قافلوں کے ساتھ طویل سفر کئے، اسی طرح تحصیل علم کے لئے سفر کرنے والوں کو آپ ﷺ نے بے انتہا اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جہاد فی سبیل اللہ کو اس اُمت کی سیاحت قرار دیا جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان سیاحة امتی الجهاد فی سبیل الله))

”میری اُمت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔“ [1]

اس ضمن میں دوسری روایات بھی ملتی ہیں:

((سیاحة امتی فی المساجد))

”میری امت کی سیر و سیاحت مساجد میں ہے۔“

((ان السائحین هم الصائمون))

”سائحون روزہ دار ہی ہیں۔“

بعض دوسرے مفسرین نے سیاحت کو روئے زمین میں سیر و گردش، عظمتِ اللہ کے آثار کا مشاہدہ، انسانی معاشروں کی پہچان اور مختلف اقوام کے عادات و رسوم اور علوم و دانش سے آشنائی جو کہ انسانی افکار کو زندہ اور پختہ کرتی ہے سمجھا ہے۔ [2]

آپ ﷺ کو باغوں کی سیر کا شوق تھا۔ کبھی تنہا اور کبھی رفقاء کے ساتھ باغوں کی سیر کو چلے جاتے اور وہیں مجلس آرائی بھی ہو جاتی۔ [3] بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر

---

1. احادیث الجہاد ص ۴۷
2. تفسیر نمونہ، ج: ۴، ص ص ۳۴۷۔۳۴۵
3. تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، ص ۱۶۸

سے واپس آ کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تو حضور ﷺ ان سے سفر کے حالات پوچھا کرتے اور بڑی توجہ اور دلچسپی سے ان کی باتیں سنتے، بعض باتیں آپ ﷺ کو اس قدر پسند آئیں کہ آپ ﷺ بعد میں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑے لطف و انبساط سے یہ باتیں سنایا کرتے۔ [1] غیر نصابی سرگرمیوں کی مزید تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں: [2]

---

[1] عہد رسالت کے تفریحی مشاغل، ص ۱۲۲
[2] تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۴، ص ۹۳۔۱۰۸، تفسیر سورۃ الانفال، آیت ۶۰

باب چہارم:

اصحاب صفہ کے علمی و عملی کارنامے

فصل اوّل:

اصحاب صُفَّہ کی خدمات برائے قرآن، حدیث اور قضاء

مبحث اوّل: علوم قرآنی کی سلسلے میں اصحاب صُفَّہ کی خدمات

آغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں، آسمانِ رسالت کے چمکتے ستارے اور گلشن رسالت کے مہکتے پھول، جن کی خوشبو سے ساری دنیا مہک اٹھی، جن کے سینوں پر انوارِ رسالت براہِ راست پڑے، جن کے اوصافِ حمیدہ اور عطر بیز سیرت کا تذکرہ تمام آسمانی کتابوں میں کیا گیا۔ درس گاہ صُفَّہ کے طلبائے کرام، جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہو کر ایک دن پھر خود ہی مسندِ تعلیم وارشاد پر فائز ہوئے اور علم وعمل کے میدان میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ یہاں پر درس گاہ صُفَّہ کے فضلاء اور فارغین کے علمی وعملی کارناموں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"معلّمِ انسانیت کی حیثیت سے آپ ﷺ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحرا کے بدوی اور ان پڑھ شہری دیکھتے دیکھتے عالم وفاضل اور مفکر وحکیم بن گئے۔ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں جو شمعِ علم روشن کی تھی، اس کی روشنی آپ ﷺ کے شاگردوں کے ذریعے اقصائے عالم میں پھیل گئی۔"[1]

کئی روایات میں صراحت آتی ہے کہ عہد نبوی میں تقریباً اسی (۸۰) معلمین ومبلغین

---

1 پیغمبر اعظم وآخر ﷺ، ص ۴۲۸

جنہوں نے بئر معونہ اور واقعہ رجیع کے المیوں میں شہادت پائی، اسی مدرسۂ علم اور دانش کدۂ نبوی کے فراغت یافتہ تھے۔ عہد صحابہ میں درس گاہ صُفّہ کے متعدد فراغت یافتہ معلمین نے اسلامی علم و دانش کی مشعلیں متعدد مقامات میں روشن کیں اور اطرافِ ممالک میں اسلام کی ترویج و اشاعت خوب خوب کی۔ بقول حفیظ جالندھریؒ:

ملی خاکسترِ یونان کو تابندگی ان سے
علوم مردۂ ماضی میں آئی زندگی ان سے
یہی اصحاب صُفّہ عکس تھے انوارِ رحمت کے
وجود پاک تھے ان کے مکاتب درسِ حکمت کے
فروغِ علم سے لبریز تھے ایماں کے پیمانے
لنڈھاتے پھر رہے تھے خم کے خم اللہ کے دیوانے [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لوگ تمہارے تابع ہیں اور بہت سے لوگ اطرافِ زمین سے تمہارے پاس دینی فقہ سیکھنے آئیں گے جب وہ آئیں تو انہیں بھلائی کی وصیت کرو۔'' [2]

امام جعفر الصادقؒ نے فرمایا:

((قرات فی کتاب علی علیہ السلام ان اللہ لم یاخذ علی الجھال عھدا بطلب العلم حتیٰ اخذ علی العلما عھدا ببذل العلم للجھال، لان العلم کان قبل الجھل))

''میں نے کتابِ علی بن ابی طالب میں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا جاہلوں سے عہد طلب علم کا جب تک علماء سے عہد نہیں لیا ہے علم سکھانے کا جاہلوں کو۔ کیونکہ علم قبل جہالت ہے۔'' [3]

---

[1] شاہنامہ اسلام، حصہ چہارم، ص ۵۸۴
[2] مشکوٰۃ المصابیح، ج:۱، ص ۲۰۱۔۲۰۲
[3] اصول کافی، ج:۱، باب یازدہم، ص ۹۰

رسول اللہ ﷺ سے اُن دو آدمیوں کے متعلق پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں سے تھے ایک عالم تھا جو صرف فرض نماز پڑھتا تھا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو علم سکھاتا تھا اور دوسرا دن کو روزے رکھتا اور رات کو نماز پڑھتا دونوں میں سے کون سا افضل ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فضل هذا العالم الذى يصلى المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذى يصوم النهار و يقوم الليل كفضلى على ادناكم رجلا))

"اس عالم کی فضیلت جو صرف فرض نماز پڑھ کر لوگوں کو علم سکھلاتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے عام شخص پر ہے۔"[1]

۱۔ کاتبین وحی

کتب سیرت میں متعدد اصحاب رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے کتابت وحی اور خطوط و فرامین لکھنے کی خدمت پر مامور تھے۔ ان میں سے وہ اصحاب رضی اللہ عنہم، جو درس گاہ صُفّہ کے معلمین میں سے تھے۔

- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

اور چار کاتبین درس گاہ صُفّہ کے طالب علم تھے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

- حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی رضی اللہ عنہ
- حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوسلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ[2]

---

۱ سُنَن دارمی، ج:۱، ص ۲۴۲۔ ۲۴۳، حدیث نمبر: ۳۵۲

۲ جوامع السیرۃ، ص ۵۸؛ وعہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۲۲

محمد بن حبیب بغدادیؒ نے "کتاب المحبر" میں ان صحابہ کرام کے نام دیئے ہیں جنہوں نے حیاتِ نبوی میں مکمل قرآن جمع کیا۔[1]

۱۔ سعد بن عبید بن نعمان اوسی رضی اللہ عنہ (انہوں نے سب سے پہلے پورا قرآن جمع کیا)

۲۔ ابو درداء عویمر بن زید بن قیس خزرجی رضی اللہ عنہ

۳۔ معاذ بن جبل بن عمرو خزرجی رضی اللہ عنہ

۴۔ ثابت بن زید بن نعمان خزرجی رضی اللہ عنہ

۵۔ اُبی بن کعب بن مالک نجاری رضی اللہ عنہ

۶۔ زید بن ثابت بن ضحاک نجاری رضی اللہ عنہ[1]

محمد بن اسحاقؒ نے "الفہرست" میں عہد رسالت کے جامعین قرآن کی جو فہرست دی ہے اس میں محمد بن حبیب بغدادیؒ کی دی ہوئی فہرست کے علاوہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ہے جو سر فہرست ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سالم (بن عبید اشجعی / بن عمیر مولیٰ ابو حذیفہ) درس گاہِ صُفَّہ کے طلباء اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ درس گاہِ صُفَّہ کے منتظمین میں سے تھے۔ اس کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے جن کے پاس قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ تحریراً محفوظ تھا۔ مشہور کاتبین وحی کے علاوہ وہ اصحاب رضی اللہ عنہم جنہوں نے اپنے طور پر قرآن کریم لکھ کر جمع کر رکھا تھا ان میں درس گاہِ صُفَّہ سے تعلق رکھنے والے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامی موجود ہیں۔[3]

محققین نے مختلف کتب کے حوالے سے عصر رسول میں جامعین قرآن کے جو نام پیش کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

---

۱ کتاب المحبر، بغدادی، محمد بن حبیب، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، ۱۹۴۲ء، ص ۲۸۶

۲ الفہرست، ص ۱۷

۳ تدوین وتحفظِ قرآن، ص ۳۰

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	(الفہرست، بحار الانوار اور مناہل العرفان)
۲۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	(صحیح بخاری اور الفہرست)
۳۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	(صحیح بخاری اور الفہرست)
۴۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	(صحیح بخاری، الاتقان، مناہل العرفان)
۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	(صحیح نسائی)
۶۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ	(الاتقان)
۷۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ	(صحیح بخاری اور الفہرست)
۸۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	(الاتقان)
۹۔ حضرت ابو زید ثابت بن زید رضی اللہ عنہ	(صحیح بخاری اور الفہرست)
۱۰۔ حضرت سعد بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ	(الفہرست)
۱۱۔ حضرت عبید بن معاذ جزری رضی اللہ عنہ	(الفہرست)
۱۲۔ حضرت مجمع بن جاریہ یا حارثہ رضی اللہ عنہ	(الاتقان اور تاریخ القرآن للزنجانی)
۱۳۔ حضرت اُمِ ورقہ بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہا	(الاتقان)
۱۴۔ حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما	(البرہان للزرکشی)
۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	(البرہان للزرکشی)
۱۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ	(البرہان للزرکشی)
۱۷۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ	(علوم القرآن للھادی معرفت)
۱۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	(احسن البیان فی علوم القرآن)[1]

قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان جامعین قرآن میں بھی دس اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعلق مستقل طور پر درس گاہِ صُفّہ سے ہے۔

---

[1] تدوین و تحفظِ قرآن، ص ص ۳۴۔۳۵؛ و احسن البیان فی علوم القرآن، ضمیمہ: ۱، ص ۲۹۵۔۲۹۶؛ ذخیر القرون کی درسگاہیں اور اُن کا نظامِ تعلیم، ص ۴۸۔۵۰؛ و بنیادی قرآنی علوم، ص ۹۷

۲۔ معلمین قرآن

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قرآن پڑھانے والے سات صاحب مشہور ہوئے ہیں:

O حضرت علی رضی اللہ عنہ
O حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
O حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ
O حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
O حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
O حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ
O حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

امام ذھبیؒ نے اپنی "**طبقات القراء**" میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔[1]

امام قرطبیؒ نے اپنی کتاب "**الجامع الاحکام القرآن**" میں اور امام ابن حجر عسقلانی نے "**فتح الباری**" میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی ذکر کئے ہیں جو قرآن کے عالم کی حیثیت سے معروف تھے اور انہیں قراء کہا جاتا تھا۔ان میں سے تیرہ حضرات کا تعلق درس گاہ صُفَّہ کے معلمین اور مستقل طلباء سے ہے۔اُن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت حذیفہ، حضرت سالم، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوالدردا، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم۔[2]

یہ تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے جن کے قاری اور حافظ ہونے کی حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں صراحت ہے۔ ورنہ ان کی کثرت تعداد کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ قبیلۂ رعل و ذکوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمن کے خلاف مدد طلب کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان

---

1 الاتقان فی علوم القرآن، ج:۱،ص ۱۹۵
2 فتح الباری، ج:۹،ص ۵۲

کی مدد کے لئے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھیجے۔ ان لوگوں نے بدعہدی کی اور انہیں بئر معونہ کے پاس شہید کر دیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

((یقال لھم القراء))

''ان سب کو قاری کہا جاتا تھا۔''[1]

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں:

''جب بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی اُن کے پاس جمع ہوتے تو قرآن کریم کھول کر انہیں تفسیر سنانے لگتے۔''[2]

ابووائل کہتے ہیں ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے رات ایک رکعت میں مفصلات پڑھی ہیں۔ فرمایا:

''کیا تم نے ردی کھجوروں کے درخت سے جھڑنے اور شعروں کے تیزی سے پڑھنے کی طرح پڑھا ہے، مجھے وہ طرزِ عمل بھی معلوم ہے جس میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رکعت میں کئی سورتیں ملاتے تھے۔''[3]

ابوسکینہ کہتے ہیں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے مجھے قرآن کریم کا ایک نسخہ عطا فرمایا اور فرمایا یہ محفوظ رکھنا اور کسی الف، واؤ کی وجہ سے اسے ہرگز نہ لوٹانا عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو کسی الف، واؤ کو نہ چھوڑیں گے۔

پھر حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی:

''اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے نہ کرنا۔''[4]

مطلب یہ ہے کہ قرآنی رسم الخط کے بارے میں اپنی لغت دانی کی بنا پر موشگافیاں کرنا بری بات ہے۔

---

۱ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۰۸۶

۲ فضائل القرآن، ص ۹۴

۳ فضائل القرآن، ص ۱۷۳

۴ فضائل القرآن، ص ۲۱۳

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''قرآن کریم کا وہ سب سے بڑا قاری منافق ہے جو اس کے ہر واؤ، الف پر زبان مروڑ لے جیسے گائے زبان سے چارے کو لپیٹتی ہے، قرآن کریم ایسے آدمی کی گردن سے نیچے نہیں جاتا۔'' [1]

عبدالرحمٰن بن لبیبہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے ایک رات میں ۔ یا کہا۔ ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کیا، حضرت نے فرمایا:

''تم نے ایسا کرلیا ہے؟ حالانکہ اللہ پاک اگر چاہتے تو پورا قرآن کریم ایک ہی بار نازل فرما دیتے، اللہ پاک نے تو الگ الگ نازل فرمایا تاکہ ہر سورت کو اس کے حصہ کے رکوع و سجود ملیں۔'' [2]

۴۔ مترجمین قرآنِ کریم

قرآن کریم کے غیر ملکی زبانوں میں ترجمے کا کام رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی شروع ہوگیا تھا اور درس گاہ صُفّہ کے طالب علم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قرآن کریم کے پہلے مترجم تھے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان کے لئے نماز کی ادائیگی عربی زبان میں ہی لازمی قرار دی تھی۔ کچھ ایرانیوں نے اسلام قبول کیا لیکن وہ عربی میں قرآنی آیات حفظ ہونے تک نماز کی ادائیگی التوا میں رکھنے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جن کا تعلق ایران سے ہی تھا اور جو اب عربی بخوبی سیکھ چکے تھے، اپنے نومسلم ہم وطنوں کے لئے سورۃ فاتحہ کا فارسی زبان میں ترجمہ کردیا اور وہ لوگ نماز سے متعلقہ آیات عربی میں حفظ ہونے تک فارسی زبان میں نماز ادا کرتے رہے۔ [3]

---

۱ فضائل القرآن، ص ۲۱۳

۲ فضائل القرآن، ص ص ۱۷۱۔ ۱۷۲

۳ نہایہ حاشیہ الہدایہ از تاج الشریعہ باب الصلوٰۃ، بحوالہ Introduction to Islam، ص ص ۵۴۔ ۵۵

پانچویں صدی ہجری کے فقیہ امام سرخسیؒ اپنی کتاب "مبسوط" میں اسی طرح تحریر کیا ہے۔[1]

اس لحاظ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کے پہلے مترجم ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

۴۔ مفسرین قرآنِ کریم

تفسیری ادب کی جمع و تدوین اور توسیع و ارتقاء کا عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے شروع ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے جتنا قرآن مجید سیکھا، اس کو پوری دیانت، امانت اور صحت کے ساتھ تابعین تک منتقل کر دیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اپنی فہم و بصیرت اور تربیت نبوی کے نتائج کی روشنی میں جو فکر و شعور اور اجتہادی بصیرت ان کو حاصل ہوئی اس سے کام لے کر انہوں نے نئے نئے تفسیری نکتے دریافت فرمائے۔ پھر اس دور کے حالات، وسائل، اسلوب اور لغت پر جو عبور ان کو حاصل تھا، اس کی روشنی میں انہوں نے قرآن مجید کی بہت سی آیات اور الفاظ کی مزید تفسیر و تشریح کی۔ ان سب عوامل کے نتیجے میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علمِ تفسیر میں مرکزیت اور مرجعیت کا درجہ حاصل ہوا۔[2]

علامہ الطرنباطیؒ کی کتاب "بلوغ اقصی المرام" میں ہے کہ جب جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے علم میں یہ بات آئی کہ ہر شخص قرآن کریم کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو انہوں نے بعد میں آنے والوں کی خیر خواہی کے لئے قرآن کریم کی تفسیر کی اور اسے مرتب اور مدون کیا اور احادیث نبویہ کو مرتب و مدون کیا کیونکہ احادیث تکالیفِ شرعیہ اور مقصود تک رسائی کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ قاضی ابو الفتح ابن الحاجؒ نے بھی "الازهاد الطبیه" میں یہی لکھا ہے۔[3]

---

۱ مبسوط للسرخسی مطبوعہ مصر، ج: ۱، ص ۷۳، بحوالہ تذکرۃ المفسرین، الحسینی محمد زاھد (قاضی)، دارالارشاد اٹک، ۱۴۰۱ھ، ص ۳۶

۲ محاضرات قرآنی، ص ۱۹۳

۳ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۲۳

گو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مفسر صحابہ بہت کم تھے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی مشہور و متداول کتاب "الاتقان" میں دس مفسر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بیان کئے ہیں جن کا شمار اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی تفسیری روایات منقول ہیں۔ مگر وہ کم ہیں اور ان کو زیادہ شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ ان کی تعداد ۴۹ کے قریب ہے۔ ان میں سے وہ مفسر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا شمار درس گاہِ صُفَّہ کے فاضلین میں ہوتا ہے اور زیادہ تر جن سے قرآن کی تفسیر نقل کی گئی ہے اُن کے نام حسبِ ذیل ہیں:

- O حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ — O حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
- O حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ — O حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- O حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ — O حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
- O حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ[1]

یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے مختلف شہروں کے مدارس کے لئے تفسیر کی غذا مہیا کی۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ تفسیری اقوال حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ صاحب جواہر الحسان کا قول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان (بعد خلفائے ثلاثہ) صدر المفسرین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ الخادمیؒ کی "شرح الطریقة المحمدیة" میں ہے کہ رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپؓ کے شاگردِ رشید ہیں۔[2]

محققین نے طبقات مفسرین کے طبقۂ اوّل میں جو اسمائے گرامی ذکر کئے ہیں اُن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

---

[1] فجر الاسلام، ص ص ۲۵۵۔۲۵۶؛ و محاضرات قرآنی، ص ۱۹۴؛ و مناہل العرفان فی علوم القرآن، کاندھلویؒ، محمد ... (شیخ الحدیث)، ناشران قرآن لمیٹڈ، لاہور، سن ندارد، ص ۲۸۸؛ و تاریخ تفسیر و مفسرین، حریریؒ، غلام احمد، کشمیر بک ڈپو، فیصل آباد، ایڈیشن: ۷، ۱۹۹۹ء، ص ۶۵

[2] مناہل العرفان فی علوم القرآن، ص ۲۸۵؛ و تاریخ تفسیر و مفسرین، ص ۶۶؛ و مناہل العرفان فی علوم القرآن، ص ۲۸۳؛ و التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۲۶۴

شامل ہیں۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((ان القرآن أنزل على سبعة أحرف، ما منها حرف الا له ظهر و بطن، و ان علياً بن أبي طالب عنده منه علم الظاهر والباطن))

''بے شک قرآن کریم سات حرفوں پر نازل کیا گیا، اُن میں سے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اور بے شک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس اُس کا علمِ ظاہر اور باطن دونوں ہیں۔'' [2]

ابن ابی جمرہؒ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا کرتے تھے:

((لو شئت لأ وقرت سبعين بعيرًا من تفسير فاتحة الكتاب))

''اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا وزن بنا دوں۔'' [3]

اسلام کے علوم و معارف کا اصل سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ اصحاب صُفّہ اس سرچشمہ سے پوری طرح سیراب تھے، اُن میں سے اکثر نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں نہ صرف پورا قرآن زبانی یاد کر لیا تھا، بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شانِ نزول سے بھی واقف تھے۔

۵۔ حُفاظِ قرآنِ کریم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ حیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے پورا قرآن

---

[1] مناہل العرفان فی علوم القرآن، ص ۲۸۳

[2] حلية الاولياء وطبقات الاصفياء، ج:۱،ص ۱۰۵

[3] البرهان فی علوم القرآن، الزرکشیؒ، بدرالدین محمد بن عبداللہ (امام) م ۷۹۴ھ، دارالمعرفۃ، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۹ھ، ج:۱،ص ۱۰۱

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تفصیلی وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو: اسنى المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، الجزریؒ، ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الشافعی (امام) م ۸۳۳ھ، مکتبۃ باب العلم، لاہور، ۱۴۳۴ھ، ص ص ۶۴۲۔۶۴۳؛ ومناہل العرفان فی علوم القرآن، ص ۲۸۴

زبانی یاد کرلیا تھا اور متفرق طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اتنے لوگوں کو یاد تھا کہ ان کی کم سے کم تعداد تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔[1] اصحاب صُفّہ میں تو حفاظ کی کثرت تھی۔ درس گاہ صُفّہ کے نصاب کا پہلا مضمون ہی حفظِ قرآن کریم تھا۔ چنانچہ بئرِ معونہ کے موقع پر ستر حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، جنہیں ایک قوم کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا تھا۔ امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ (م ۲۲۴ھ) نے اپنی کتاب القرأت میں جن حُفّاظ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی ذکر کئے ہیں اور طبقات ابن سعد میں محمد بن کعب القرظیؒ کی روایت میں حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو نام آئے ہیں نیز عبدالبر محمد قاسم نے عہد نبوی کے حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی جو فہرست مرتب کی ہے ان میں درس گاہِ صُفّہ سے تعلق رکھنے والے ذی وقار اصحاب رضی اللہ عنہم کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
- حضرت معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ
- حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
- حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ
- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ[2]

دوسری روایات میں عہدِ رسالت کے حُفّاظِ قرآن میں متعدد دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی ملتے ہیں۔[3]

---

[1] البرھان فی علم القرآن، ج:۱، ص ۲۴۱؛ وعیون العرفان فی علم القرآن، ص ۴۶

[2] الاتقان فی علوم القرآن، ج:۱، ص ۲۸۳؛ و عیون العرفان فی علم القرآن زرقانیؒ، ص ۴۷۔۴۸؛ وحقیقت کتاب (مصحف عثمان غنی)، ص ص ۱۹۔۲۱؛ وحیوۃ الحیوان دمیریؒ، ص ۱۳۲

[3] سیرت میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، طالب ہاشمی طہٰ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲، ستمبر ۲۰۰۸، ص ۲۱۳

حضرت عمر بن خطاب ﷛ کے زمانے میں شام والے بہت زیادہ مسلمان ہو گئے اور سارے شہر مسلمانوں سے بھر گئے اور انہیں ایسے آدمیوں کی شدید ضرورت تھی جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ شام کے والی یزید بن ابوسفیان ﷛ نے حضرت عمر بن خطاب ﷛ کو خط لکھ کر مدد طلب کی۔ حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے ان پانچوں حضرات کو بلایا اور ان سے فرمایا تمہارے شامی بھائیوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے کہ میں ان کے پاس ایسے آدمی بھیجوں جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اللہ آپ ﷛ لوگوں پر رحم فرمائے آپ ﷛ لوگ اپنے میں سے تین آدمی اس کام کے لئے دے کر میری مدد کریں۔ اب اگر آپ ﷛ لوگ چاہیں تو قرعہ اندازی کر لیں یا پھر جو اپنا نام از خود پیش کر دے وہ چلا جائے۔ اُن حضرات نے کہا نہیں قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو ایوب ﷛ تو بہت بوڑھے ہیں اور حضرت ابی بن کعب ﷛ بیمار ہیں، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل ﷛، حضرت عبادہ بن صامت ﷛ اور حضرت ابو الدرداء ﷛ ملکِ شام گئے۔ [1]

۶۔ قاریانِ قرآن کریم

امام جلال الدین سیوطیؒ نے "الاتقان" میں، امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ نے "کتاب القرات" میں اور امام القرا ابو محمد محی الاسلام عُثمانیؒ نے اپنی کتاب "شرح سبعہ قرأت" میں قاریانِ قرآن اور معلمین قرأت صحابہ کرام ﷡ کی جو فہرست مرتب کی ہے، اس میں درس گاہ صُفّہ سے تعلق رکھنے والے حسب ذیل حضرات ہیں:

درس گاہ صُفّہ کے معلمین میں:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب ﷛

---

۱ حیاۃ الصحابہ ﷡، کاندھلوی، محمد یوسف (مولانا)، ترجمہ، مولانا محمد احسان الحق، مکتبۃ البشری، کراچی، ۲۰۱۲ء، ج: ۳، ص ۱۸۱؛ طبقات الکبری، ج: ۴، ص ۱۷۲

۲۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

درس گاہ صُفّہ کے طلباء میں:

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہما

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت ابوحلیمہ معاذ بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ[1]

ان میں سے اکثر حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست اور بعض نے بواسطہ قرآن پڑھا تھا اور تمام جماعت روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنتی رہتی تھی۔ اس برگزیدہ جماعت نے ہر حرکت و اسکان اور حذف و اثبات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضبط کیا تھا، اور ہر قسم کے وہم و شک سے پاک تھی اور جس طرح پڑھا تھا اسی طرح تابعین کو پڑھا دیا۔[2]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرأت قرآن میں مہارت کی وجہ سے چار اصحاب رضی اللہ عنہم سے

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن، ج:۱، ص ۱۹۳؛ وشرح سبعہ قرآت، پانی پتی، ابومحمد محی الاسلام عثمانی اموی (امام القرا)، ادارۂ اسلامیات، لاہور، محرم الحرام ۱۴۱۶ھ، ج:۱، ص ص ۷۳۔ ۷۴

[2] شرح سبعہ قرآت، ج:۱، ص ۷۴

بالخصوص قرآن سیکھنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

((استقرءوا القرآن من اربعة: من عبدالله بن مسعود و سالم مولی ابی حذيفة و ابی بن كعب و معاذ بن جبل))[1]

"قرآن مجید چار آدمیوں سے پڑھو۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور سالم رضی اللہ عنہ سے جو ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام ہے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے۔"

مبحث دوم: علوم حدیث کے سلسلے اصحاب صُفّہ کی خدمات

ا۔اصحاب صُفّہ اور احادیث کی نشر واشاعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک لاکھ سے زائد تھی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کیا۔مدینہ منورہ میں تیس ہزار، مختلف قبائل میں تیس ہزار، ملک شام میں دس ہزار، حمص میں پانچ سو اور کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جن میں چودہ بدری صحابی تھے۔وصال نبوی کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو نئے مفتوحہ علاقوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع ہوا۔اس دوران اصحاب صُفّہ اپنے اپنے حلقوں اور مجالس میں کتاب وسنت، فقہ وفتوی کی تعلیم دیتے رہے۔ہر شہر میں باقاعدہ تعلیم کے لئے مدارس قائم ہوئے۔سات مقامات جن میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، دمشق، حمص اور مصر شامل ہیں، علم قرأت، تعلیم قرآن، علم تفسیر اور علم حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی۔[2] احادیث کا عظیم الشان ذخیرہ ہم تک پہنچانے میں اصحاب صُفّہ کا ہی بنیادی کردار ہے اور ان میں سے بیشتر کا شمار کثیر الروایت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

1 صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۷۵۸؛ فضائل القرآن، ص ۳۶۵

2 تاریخ قدیم مدارس عربیہ، ص ص ۵۸۔۵۹

((اللهم ارحم خلفائی))

''اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما۔''

• ہم نے عرض کیا:

((یا رسول الله! من خلفائك))

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الذین یاتون من بعدی یروون احادیثی و یعلمونها الناس))

''جو میرے بعد آئیں گے اور میری احادیث بیان کریں گے اور یہ حدیثیں لوگوں کو سکھائیں گے۔''[1]

اصحاب صُفّہ مستغنی المزاج، پاک نفس، نیک ذات تھے۔ قرآن کریم کی تعلیم دینے اور حدیث بیان کرنے سے اُن کا مقصد اشاعت اسلام اور ہدایت اُمت تھا۔ وہ حُبِ جاہ یا طلب مال کی ہوس میں مبتلا نہ تھے۔ کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کسی نے آج تک یہ بیان نہیں کیا کہ درسِ قرآن یا روایت حدیث کے بدلے میں کسی سے کچھ مال لیا ہو یا کسی اور فائدہ کی توقع کی ہو۔ ایسی نیک نفس جماعت کے متعلق سوائے اس کے کوئی خیال قائم نہیں کیا جا سکتا کہ روایت حدیث سے ان کی غرض تبلیغِ احکام تھی، اور ایسا ہی اکثر واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر خالد شیخ رقمطراز ہیں:

It is not surprising that most of the Ahadith are transmitted through the Ashab-as-Suffah, The people of the platform.[2]

مشہور صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اصحاب صُفّہ میں شمار ہوتے تھے ۔۔۔ میں

---

[1] معجم کبیر للطبرانی ؒ، بحوالہ الصحابی یسأل والنبی یجیب، ص ۱۷۲

[2] Shaikh, Khalid Mehmood Dr., Hadith and its literary style, National Book Foundation, Islamabad, First print 2001, Page 25-26

مدینہ منورہ آنے کے بعد ہمہ وقت رسول اکرم ﷺ کی مصاحبت میں رہتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرسکیں۔ان کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے۔گو رسول اکرم ﷺ کی توجہ اور دعا سے ان کا حافظہ بہت قوی ہوگیا تھا اور وہ زیادہ تر احادیث حفظ ہی کیا کرتے تھے تاہم ان کے پاس کئی رجسٹر تھے جس میں انہوں نے احادیث لکھ کر بھی محفوظ کی ہوئی تھیں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ابتداء زمانہ رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث کو لکھ کر محفوظ کرلیا اور اس حوالے سے ان کے پاس کئی ضخیم رجسٹر تیار ہوگئے۔انہوں نے ایک صحیفہ "**الصحیفة الصحیحه**" جسے اب "**صحیفه همام بن منبه**" بھی کہتے ہیں اپنے ایک شاگرد ہمام ابن منبہؒ کے لئے مرتب کیا تھا۔یہ تالیف مکمل طور پر محفوظ رہنے کی وجہ سے اب تک حدیث کے دریافت شدہ ابتدائی مجموعوں میں اوّلیت کا شرف رکھتی ہے۔ہمامؒ،ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم وطن تھے یعنی یمن کے رہنے والے تھے،جب وہ تعلیم کے لئے مدینہ پہنچے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے،جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں سے ۱۳۸ احادیث کا انتخاب کیا اور ایک رسالہ کی شکل میں مرتب کر کے ہمامؒ کو لکھوائیں۔یہ احادیث زیادہ تر تربیتِ اخلاق سے متعلق ہیں۔یہ صحیفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی محنت شاقہ سے دریافت ہوا ہے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کے متعدد نسخے اُن کے تلامذہ کے پاس تھے ان میں سعید بن مسیبؒ،عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرجؒ،عبد الرحمٰن بن یعقوب جہنیؒ اور ہمام بن منبہؒ صنعانی کے نسخے زیادہ مشہور ہیں۔ [3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث کی روایت کرتے

---

1 فتح الباری (مقدمہ)،ج:۱،ص ۲۱۷

2 ڈاکٹر حمید اللہ کی تاریخ نویسی (غیر مطبوعہ پی ایچ ڈی مقالہ)،ڈاکٹر زیبا افتخار،محزونہ نگار سجاد ظہیر،باب سوم،فصل دوم، بحوالہ،سیرت نگاری آغاز و ارتقاء،نگار سجاد ظہیر (ڈاکٹر)،قرطاس،کراچی،ایڈیشن:۱،۲۰۱۰،ص ۶۷

3 سیرت نگاری آغاز و ارتقاء،ص ۶۷

ہیں ان کی روایات کو نافعؒ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''نجران کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے پاس ایک امانتدار شخص کو بھیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے پاس ایک امانتدار شخص بھیجتا ہوں۔

((و امین هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح))

''اور اس اُمت کے امانتدار ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔''

راوی نے کہا لوگ منتظر رہے کہ کس کو بھیجتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔'' [2]

اس طرح حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حدیث کی نشر و اشاعت کے لئے نجران کی طرف روانہ ہوئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی تمام حدیثوں پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیۂ اقدس، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز و مناجات و دعا و نوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت رفاقتِ نبوی میں رہتے تھے اور ان کی عبادتوں سے خاص شغف تھا۔'' [3]

ابن عدیؒ اور بیہقیؒ نے ''المدخل'' میں ابو الخطاب الخیاطؒ سے روایت کیا ہے:

''میں نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث لکھوا رہے ہیں اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے لکھ رہے ہیں۔'' [4]

---

[1] تدریب الراوی، السیوطیؒ، ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، مطبعۃ الاستقامۃ، القاہرۃ، ۱۹۳۹ء، ص ۴۳

[2] جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۹۰

[3] إِزَالَةُ الخَفَاء عَن خِلَافَةِ الخُلَفَاء، دہلویؒ، شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین (محدث) م ۱۱۷۶ھ، ترجمہ مولانا اشتیاق احمد، شاہ نفیس اکادمی، لاہور، ۱۴۳۲ھ، ص ۲۵۵؛ وخلفائے راشدین، ص ۳۱۴

[4] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۴۸

۲۔اصحاب صُفّہ سے مروی احادیث کی تعداد

علی بن زرعہ رازیؒ کا مشہور قول ہے:

''وفات پا گئے رسول ﷺ اس حال میں کہ جن لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تھا اور آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی باتیں سنی تھیں ان کی تعداد ایک لاکھ انسانوں سے زیادہ تھی، جن میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی تھیں۔ یہ ایک لاکھ سے زیادہ والی جماعت وہ ہے جس نے سن کر یا دیکھ کر آپ ﷺ سے ان میں ہر ایک نے روایت کی ہے۔'' [۱]

لیکن اس سلسلہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معلومات حدیث کی کتابوں میں جمع ہو سکی ہیں یا اس وقت جن کی معلومات تک رسائی ممکن ہے غالباً ان کی تعداد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

((قد روی عنه ﷺ من الصحابة اربعة الاف رجل و مرأة))

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف چار ہزار مرد و زن نے نبی کریم ﷺ سے روایات بیان کی ہیں۔'' [۲]

علامہ عبدالحی الکتانیؒ نے "التراتیب الاداریه" میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے اصحاب رضی اللہ عنہم کی فہرست دی ہے۔ نیز مفتی عبدالجلیل قاسمی نے احادیث روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی ایک تفصیلی فہرست تیار کی ہے جس میں مرویات کی تعداد بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر اقبال احمد کی کتاب جرح و تعدیل میں بھی ایک مختصر فہرست پیش کی گئی ہے۔ یہاں ان تینوں ماخذوں سے استفادہ کر کے درس گاہ صُفّہ کے راویان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی اور اُن کی مرویات کی تعداد پیش

---

۱ الاصابہ، ج:۶، ص ۳۰؛ بحوالہ، تدوین حدیث، ص ۳۸۶

۲ المدخل، ص ۷؛ بحوالہ، امام اعظم اور علم الحدیث، کاندھلویؒ، محمد علی صدیقی (مولانا)، مکتبۃ الحسن، لاہور، اگست ۲۰۰۵ء، ص ۱۶۷

کی جا رہی ہے۔

O حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴)
O حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰)
O حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶)
O حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰)
O حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ	ایک ہزار ایک سو ستر (۱۱۷۰)
O حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸)
O حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	پانچ سو چھتیس (۵۳۶)
O حضرت ابو ذر الغفاری رضی اللہ عنہ	دو سو اکیاسی (۲۸۱)
O حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	دو سو اکہتر (۲۷۱)
O حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ	دو سو پچیس (۲۲۵)
O حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	ایک سو اکیاسی (۱۸۱)
O حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ	ایک سو اناسی (۱۷۹)
O حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	ایک سو ستاون (۱۵۷)
O حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ	ایک سو پچپن (۱۵۵)
O حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ایک سو اٹھائیس (۱۲۸)
O حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	باسٹھ (۶۲)
O حضرت ابو عبداللہ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ	ساٹھ (۶۰)
O حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ	چھپن (۵۶)
O حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ	پچپن (۵۵)
O حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ	پچاس (۵۰)
O حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ	چھیالیس (۴۶)

O حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ	چوالیس (۴۴)
O حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ	بیالیس (۴۲)
O حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ	چالیس (۴۰)
O حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ	بتیس (۳۲)
O حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ	اکتیس (۳۱)
O حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ	تیس (۳۰)
O حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ	چوبیس (۲۴)
O حضرت قرہ بن ایاس المزنی رضی اللہ عنہ	بائیس (۲۲)
O حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	چودہ (۱۴)
O حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ	تیس (۳۰)
O حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	چودہ (۱۴)
O حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ	تیرہ (۱۳)
O حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ	بارہ (۱۲)
O حضرت خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ	دس (۱۰)
O حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ	نو (۹)
O حضرت شمعون ابوریحانہ ازدی رضی اللہ عنہ	نو (۹)
O حضرت قیس بن طخفہ غفاری رضی اللہ عنہ	سات (۷)
O حضرت حجاج بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ	چھ (۶)
O حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ	پانچ (۵)
O حضرت سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ	پانچ (۵)
O حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ	چار (۴)
O حضرت عبید مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	تین (۳)

O حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ دو (۲)

O حضرت کنانہ ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ دو (۲)

O حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ ایک (۱)

O حضرت طخفہ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ ایک (۱)[۱]

ڈاکٹر عطا محی الدین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اُن مرویات کی تعداد ایک ہزار پانچ سو چھیاسی (۱۵۸۶) بیان کی ہے جن کی جمہور محدثین تائید کرتے ہیں۔[۲] امام جلال الدین سیوطیؒ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرویات کو اپنی کتاب ''**مسند علی بن ابی طالب**'' میں جمع کیا ہے، جن کی تعداد ایک ہزار تین سو نوے (۱۳۹۰) ہے اور ۴۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ نیز اگر مکتبِ اہلبیت کی روایات کو بھی شامل کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی مرویات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔

۳۔ بیانِ حدیث میں اصحابِ صُفّہ کی احتیاط

بیانِ حدیث میں اصحابِ صُفّہ اس قدر محتاط تھے کہ اس خوف سے کہ کہیں کچھ کمی بیشی بیان میں نہ ہو جائے روایت ہی نہ کرتے تھے۔ عمر بن میمونؒ کا بیان ہے کہ میں ہر جمعرات کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ میں نے کبھی ان کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یوں فرمایا ہے۔ ایک دن ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے تو دفعۃً سر جھکا لیا پھر میری نظر اُن پر پڑی تو دیکھا کھڑے ہیں، قمیص کی گھنڈیاں کھلی ہیں، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہیں، گلے کی رگیں پھولی ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[۱] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ص ۳۰۶۔۳۰۸؛ وحضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کی تعداد (آرٹیکل)، قاسمی، عبدالجلیل (مفتی)، www.anwar-e-islam.org؛ وجرح وتعدیل، بسکوہری، اقبال احمد محمد اسحٰق (ڈاکٹر)، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص ۸۸۔۸۹

[۲] The Superman, Ali، ص ۱۸

نے یوں فرمایا ہے، اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ یا مثل اس کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب "قال رسول اللہ (ﷺ)" کہتے تو بدن کانپنے لگتا۔[1]

علقمہ بن قیسؒ سے مروی ہے:

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر شب پنجشنبہ کو نماز کے لیئے رات بھر کھڑے رہتے، میں نے انہیں کسی رات یہ کہتے نہیں سنا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''، سوائے ایک مرتبہ کے، راوی نے کہا کہ میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ عصا پر سہارا لگائے ہوئے تھے، پھر عصا کی طرف دیکھا تو وہ کانپ رہا تھا۔''[2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لوگوں کو ہدایت فرماتے تھے:

((اذا حدثتم بحدیث فاسندوہ الی الذی حدثکم فان کان حقا فلکم و ان کان کذبا فعلیہ))

''جب حدیث بیان کرو تو جس نے تم سے وہ حدیث بیان کی ہے اس کی سند بھی ذکر کرو۔ اگر سند صحیح ہوگی تو تمہیں فائدہ پہنچے گا اور اگر جھوٹ ہوگی تو اس کا مظلمہ بیان کرنے والے پر ہوگا۔''[3]

سلیمان بن ابی عبداللہؒ سے مروی ہے:

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ (رومی) لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگ آؤ تو ہم تم سے غزوات بیان کریں، لیکن اگر تم چاہو کہ میں کہوں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' تو یہ ممکن نہیں (بیانِ حدیث میں احتیاط کی وجہ سے)۔''[4]

اصحابِ صُفّہ میں سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور تھا کہ جس وقت حدیث بیان کرنے

---

1. امام ابن ماجہؒ اور علمِ حدیث، ص ۱۸
2. طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ سوم، ص ۲۲۸
3. مشکوۃ الانوار فی اخبار اخوات اطہار، طبرسیؒ محمد اسماعیل (علامہ)، ترجمہ، علامہ سید منیر حسین رضوی، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور، جولائی ۲۰۰۷ء، ص ۳۲۸
4. طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ سوم، ص ۲۴۵

کے لئے بیٹھتے تھے تو کوئی حدیث بیان کرنے سے پہلے ((من کذب علی متعمدا)) والی حدیث ضرور پڑھ لیا کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ خصوصیت کے ساتھ ذخیرۂ حدیث کے سب سے بڑے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا دوامی دستور تھا:

((یبتداء حدیثه قال رسول الله الصادق المصدوق ابو القاسم ﷺ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار))

''جب وہ حدیث بیان کرنا شروع کرتے تو پہلے فرماتے کہ اللہ کے رسول صادق ومصدوق ابو القاسم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تیار کرلے۔''[1]

معروف تابعی عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں:

((ادرکت فی هذا المسجد عشرین و مائة من الانصار وما منهم من یحدث بحدیث الا ودأن أخاه کفاه))

''میں نے اس مسجد میں ایک سو بیس (۱۲۰) انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے ان میں سے کوئی ایک بھی حدیث بیان کرنے کو تیار نہ ہوتا بلکہ ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ کوئی دوسرا بھائی بیان کرے۔''[2]

اصحاب صُفّہ جس طرح خود حدیث روایت کرنے میں احتیاط سے کام لیتے اسی طرح کسی دوسرے سے یعنی روایت لینے میں پوری احتیاط کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی "مسند" میں اور تقریباً اسی سے ملتے جلتے الفاظ میں مندرجہ ذیل حدیث امام ذہبیؒ نے

---

۱ مسند احمد، بحوالہ فن اسماء الرجال، ندوی، تقی الدین مظاہری (مولانا)، ملک سنز فیصل آباد، نومبر ۲۰۰۵ء، ص ۱۷

۲ سنن دارمی، ج: ۲؛ ضعیف اور موضوع روایات، گوندلوی، محمد یحییٰ (الشیخ)، مکتبہ بیت السلام، الریاض، ایڈیشن: ۲۰۰۸،۱ء، ص ۳۱

"تذکرۃ الحفاظ" میں بھی بیان کی ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ درس گاہِ صُفّہ کے اساتذہ میں سے تھے۔ اُن کا بیان ہے:

((کنت اذا سمعت من رسول الله (ﷺ) حدیثا نفعنی الله بما شاء أن ینفعنی به و کان اذا حدثنی غیرہ استحلفته فاذا حلف صدقته))

"میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست کوئی حدیث سنتا تو اللہ مجھے اس حدیث سے جو نفع پہنچانا چاہتا پہنچا دیتا اور جب کوئی غیر مجھ سے حدیث بیان کرتا تو میں اس سے قسم اٹھواتا اگر وہ قسم اٹھالیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا۔"[1]

امام ابوجعفر محمد بن علی الباقرؒ فرماتے ہیں:

"حدیثِ رسول میں کمی زیادتی سے جس قدر ابن عمر رضی اللہ عنہ ڈرتے تھے جماعتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی نہیں ڈرتا تھا۔"[2]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب حدیث بیان کرتے تو کہتے:

((اللهم ان لم یکن هکذا فشبهه فشکله))

"اے اللہ! اگر اس طرح نہیں ہے تو اسی کے مثل و مانند ہے۔"[3]

الغرض اصحاب صُفّہ نے حدیث و سنت کے سرمایہ کی تعامل و توارث اور حفظ و کتابت کی راہ سے پاسبانی کی، اور ان حضرات نے دین کی اس امانت کو اپنے شاگردوں یعنی تابعین تک بے کم و کاست پہنچایا۔ جب تک احادیث کے ذخیرے اہلِ ایمان کے زیرِ مطالعہ رہیں گے اصحابِ صُفّہ کا نام دنیا میں مہر نیمروز کی طرح درخشاں رہے گا۔

---

۱ مسند احمد، ج:۱،ص ۲؛ وتذکرۃ الحفاظ؛ بحوالہ ضعیف اور موضوع روایات،ص ۳۱

۲ الاصابۃ، ج:۴،ص ۱۰۹؛ وطبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم،ص ۲۴۷

۳ طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم،ص ۳۰۰

مبحث سوم: فتاویٰ وقضاء کے سلسلے میں اصحاب صُفّہ کا کردار

۱۔ امت مسلمہ کے اول مفتی اعظم اور قاضی القضاۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس اُمت کے پہلے مفتیِ اعظم اور قاضی القضاۃ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ہے، اس لئے کہ بندوں کو امرِ الٰہی اور حکمِ خداوندی سے واقف کرانا انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس جماعت کے واسطہ سے ہی ہوا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا کہ انسانیت کا رشتہ رب العالمین سے جوڑا جائے، مخلوق کو خالق سے ملایا جائے اور بندوں کو رب کے احکام بتا کر حکمِ اللہ پر لگایا جائے اس لئے اس عظیم الشان فریضے کو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انجام دیا اور یہ دولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک خود رب العالمین کی جانب سے پہنچی تھی۔

امام ابن قیمؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "اعلام الموقعین" میں لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے منصبِ افتاء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی مبین کے ذریعے فتویٰ دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتاویٰ جامع الاحکام اور قرآن کے بعد شریعت کے سب سے بڑے ماخذ ہیں۔''[1]

چنانچہ عہدِ نبوی میں جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے پیش آمدہ مسائل کے سلسلے میں حکم دریافت کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کی روشنی میں سب کو شاد کام فرماتے۔ ان سوالات و جوابات کا بڑا ذخیرہ کتب حدیث میں محفوظ ہے اور علماء نے اس حصہ کو علیحدہ جمع کرنے کی بھی سعی کی ہے۔ الشیخ ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد نے[2] "اعلام الموقعین عن رب العالمین" سے استفادہ کر کے ۴۲۴ صفحات پر مشتمل "فتاویٰ رسول اللہ ﷺ" کے نام سے ایک کتاب تدوین کی ہے۔ اسی طرح جدہ میں

---

۱ اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن قیمؒ، ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ج: ۱، ص ۱۲

۲

مقیم ایک عالم الشیخ عبد الرحمٰن نے "فتاویٰ الرسول الاکرم ﷺ" میں آپ ﷺ کے تین سو فتاویٰ کو جمع فرما دیا ہے۔ یہ ایک قیمتی ذخیرہ بھی ہے اور اس موضوع پر ایک اہم باب کا اضافہ بھی۔

"المصباح" کے مصنف لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی اس منصب پر فائز نہ تھا البتہ آپ ﷺ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دور دراز علاقوں میں بھیجتے تو ان کو افتاء اور قضاء کی بھی ذمہ داری عطا فرماتے۔''[1]

۲۔ درس گاہِ صُفّہ کے مفتیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۴۰ ہجری تک کا دور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ یہ فقہ کے عروج اور ارتقاء کا دور ہے۔ آپ ﷺ کے بعد فتوحاتِ اسلامیہ کا جو لامتناہی سلسلہ شروع ہوا خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہر روز کوئی نہ کوئی علاقہ مملکتِ اسلامیہ میں داخل ہو کر اس کا جز بن جاتا۔ اس طرح مسلمانوں کو دوسری اقوام سے اختلاط بڑھتا گیا۔ روزانہ نت نئے واقعات و حوادثات سامنے آنے لگے کیونکہ ہر قوم کا مخصوص اخلاق و عادات اور مخصوص نظام حیات ہوتا تھا اور انہی اطوار و عادات پر ان کے معاشرتی و معاملاتی نظام کا دارومدار تھا۔ ان نت نئے مسائل کے شرعی حل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن و حدیث میں غور و خوض کرنے کا موقع فراہم کیا چنانچہ درس گاہ صُفّہ کے فارغین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن و حدیث کے اصول و قواعد اور جزئیات کو سامنے رکھ کر نئے مسائل کا استنباط و استخراج کیا۔[2]

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

---

[1] المصباح، ج:۱، ص ۵۸، بحوالہ، منصب افتاء پر فائز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (آرٹیکل)، قاسمی، امانت علی (مولانا)، www.anwar-e-islam.org

[2] حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہ (آرٹیکل)، بدایوانی، منصف (مفتی)، www.anwar-e-islam.org

((الفقهاء أمناء الرُسل مالم يدخلو في الدنيا))

''فقہاء رسولوں کے امین ہیں جب تک وہ دنیا میں داخل نہ ہوں۔''

پوچھا گیا: ''دنیا میں ان کے داخلے کی صورت کیا ہے؟''

فرمایا: ''سلطانِ جابر کی پیروی۔ جب وہ ایسا کریں تو تم اپنے دین کو ان سے بچاؤ۔'' [1]

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی اجتہاد کو نہ صرف جائز رکھا گیا بلکہ اس پر عمل درآمد ہوا، لیکن یہ معاملہ اس وقت ہوگا، جب نص موجود نہ ہو اور حقیقتاً اجتہاد کی ضرورت درپیش ہو اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اجتہاد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تسلیم کر لیا۔ لیکن یہ معامل جزوی احکام میں تھا، کلی اور عام امور میں ایسا طریقہ نہ تھا۔ کیونکہ موخر صورت میں اجتہاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کی جانب سے سرزد نہیں ہوا۔'' [2]

متعدد سیرت و تاریخ نگاروں نے ''فقہائے نبوی'' کے عنوان سے اپنی تصانیف میں خاص فصلیں قائم کی ہیں جن میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جو ''اصحابِ فتاویٰ'' اور ''ماہرین اجتہاد'' تھے۔

محمد بن سعدؒ نے اپنی مختلف روایات میں آٹھ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جو عہدِ نبوی میں فتوے دیتے اور دینی فیصلے صادر کرتے تھے۔ ابن جوزیؒ نے عہدِ نبوی کے مفتیانِ گرامی کی تعداد تیرہ (۱۳) بتائی ہے۔ بعض مؤرخین کے مطابق کم از کم چودہ پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتویٰ دینے کے مجاز تھے۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے عہدِ نبوی کے فقہائے کرام کی جو فہرست دی ہے اس میں پچیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام مذکور ہیں اور

---

[1] اصول کافی، ج:۱، باب پانزدہم، ص ۱۰۲

[2] زاد المعاد فی هدی خیر العباد، ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ محمد الجوزیہ (امام) م ۷۵۱ھ، ترجمہ، رئیس احمد جعفری، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۰ء، حصہ دوم، ص ۸۸۵

دعویٰ کیا ہے کہ ان اہلِ فتاویٰ میں سے متعدد حضرات و خواتین کے فتاویٰ کو کئی ضخیم جلدوں میں مدون کیا جا سکتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق عہدِ نبوی کے فقہائے کرام کی تعداد ایک سو بیس سے متجاوز تھی۔ [1]

عہدِ نبوی کے فقہائے کرام کی تعداد کے حوالے سے متعدد روایات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان میں قابلِ ذکر تعداد کا تعلق درس گاہِ صُفّہ کے فضلاء و فارغین سے ہے جن کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:

O حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	O حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
O حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	O حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
O حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	O حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
O حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	O حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
O حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ	O حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
O حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	O حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
O حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	O حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
O حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	O حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
O حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ	

پھر ان اصحاب رضی اللہ عنہم میں بھی کچھ حضرات فقاہت کی چوٹی پر فائز تھے جیسا کہ روایات سے مستفاد ہوتا ہے:

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

((کان ابو هریرة رضی اللہ عنہ کبار ائمة الفتوی))

---

[1] طبقات الکبریٰ، ج:۲، ص ص ۳۳۵۔۳۵۰؛ و عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص ص ۱۰۲۔۱۰۳؛ و أعلام الموقعین عن رب العالمین، ج:۱، ص ۱۲؛ و جرح و تعدیل، ص ۷۴۔۷۵؛ و عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص ۳۴؛ و اقضیة الرسول، اعظمی، محمد ضیاء الرحمٰن، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ص ۳۵۔۴۷

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نامور آئمہ فتویٰ میں سے تھے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ،الاصابہ میں اور حافظ ابن القیم الجوزیہؒ ،اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کے فتاویٰ کی تعداد دوسروں کی نسبت زیادہ ہے اور جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی فتویٰ کی خدمت سپرد کر دی گئی تھی ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دوسرے خود حضرت علیؓ اور تیسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔''[1]

مسائل میں سے فتاویٰ اور بہت سے احکام خصوصاً امام شافعیؒ کی کتابوں، مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کئے ہیں اور ان کتابوں میں ان کا بڑا حصہ مذکور ہے۔[2] سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دینی علم و بصیرت کا سمندر تھے، آپ نے عبادات کے احکام بتانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اگر ان احکامات کو یکجا کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں گی۔ اس ضمن میں دو کتابیں قابل ذکر ہیں۔

۱۔ موسوعۃ فقہ علی بن ابی طالب / محمد قلعجی

۲۔ فقہ الامام علی / احمد طٰہٰ[3]

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان (لوگوں) میں سے ایک تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پورے قرآن کو سنبھالا تھا اور پھر ان میں سے بھی ایک تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔''[4]

امام حاکمؒ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

---

۱ فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، قلعہ جی محمد رواس (ڈاکٹر)، ترجمہ، مولانا عبدالقیوم، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ایڈیشن: ۲، جولائی ۱۹۹۸ء، مقدمہ خلیل احمد حامدی، ص ۶

۲ إِزَالَةُ الخِفَاء عَن خِلَافَةِ الخُلَفَاء، ص ۱۵۳

۳ سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۴۶۹

۴ صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۰۵

((كنا نتحدث أن أقضى أهل المدينة علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ))

''ہم کہا کرتے تھے کہ اہلِ مدینہ کے سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔''[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

((علی اقضانا و ابی اقرانا))

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمارے سب سے بڑے قاضی اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہمارے سب سے بڑے قاری ہیں۔''[2]

امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں لکھا ہے:

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ''مفتی مدینہ'' تھے۔''

ابن حزمؒ نے اپنی کتاب "الاحکام" میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو متوسط درجے کے مفتیوں میں شمار کیا ہے۔''[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((واعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل))

''میری امت میں حلال وحرام کے بارے میں سب سے زیادہ واقف حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔''[4]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حیات میں

---

۱ المستدرک، ج:۳، ص ۱۳۵، حدیث نمبر: ۴۷۱۳

۲ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۴۸۱؛ ومسند احمد، حدیث نمبر: ۲۱۴۰۰

۳ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم، ج:۱، ص ۵۸۳۔۵۸۴

۴ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۹۰؛ وصفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۱۳

مدینہ منورہ میں لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے۔"[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاوی موطا، مسند اور سنن کی ان کتب میں مذکور ہیں جنہوں نے مرفوع روایات نقل کرنے کا التزام نہیں کیا، جیسے موطا امام مالک، موطا امام محمد، مسند دارمی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند طحاوی اور مسند عبداللہ بن وہب وغیرہ۔ کچھ عرصہ قبل ظہران یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر رواس قلعہ جی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ اور آراء کو انسائیکلوپیڈیاز کی شکل میں تدوین کیا ہے۔ ان میں فقہ حضرت ابوبکر صدیق، فقہ حضرت علی، فقہ حضرت عبداللہ بن مسعود، فقہ حضرت عبداللہ بن عمر، فقہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں جو ایک ایک ضخیم جلد پر مشتمل ہیں۔

---

[1] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ۳۲۱

فصل دوم:

اصحاب صُفّہ کے علمی آثاراورزیرنظامت درس گاہیں

مبحث اوّل: اصحاب صُفّہ کے علمی آثار (تحریری سرمایہ)

کتاب یعنی کچھ ایسے اوراق کا منظم مجموعہ جس میں علمی مسائل اور محققین کے نظریات درج ہوں۔کتاب بشری علوم کی محافظ، افکارونظریات کی پاسبان، دوسروں تک ان کے نقل و انتقال کا سامان اور قوموں کی تہذیب وثقافت کی امین، آئینہ داراور تاریخِ اسلاف کی روداد بیان کرنے والی ایک بیش قیمت شئی کا نام ہے۔قرآن کریم میں لفظ ''کتاب'' ایک سو ترپن (۱۵۳) بار استعمال ہوا ہے۔[۱] بعض روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے کتاب لکھی۔[۲] رسول اللہ ﷺ اس موضوع سے متعلق فرماتے ہیں:

((قَيِّدُوا العِلمَ بِالكِتَابِ))

''علم کو لکھ کر محفوظ کرو۔''

یہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔[۳]

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی قیدوشرط لکھنے کا حکم دیا ہے۔

---

۱ میری آخری کتاب، ص ۵۲

۲ جامع ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۸۲

۳ السلسلة الاحاديث الصحيحه، ج: ۳، ص ۴۶، حدیث نمبر: ۲۰۲۶

اسی طرح امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں:

((احتفظو بکتبکم فانکم سوف تحتاجون الیھا)) [1]

''اپنی لکھی ہوئی باتوں کی خوب حفاظت کرو کہ عنقریب تمہیں اس کی ضرورت ہوگی۔''

آپؑ نے مزید فرمایا:

''لکھو اور اپنی معلومات اپنے بھائیوں کے درمیان منتشر کرو اور جب موت کا وقت آجائے تو اپنی کتابوں کو فروخت نہ کرو، نہ ہی انہیں برباد ہونے دو بلکہ اپنی اولاد کے لئے بطور ارث چھوڑ جاؤ کیونکہ فتنہ و آشوب کا ایسا زمانہ آنے والا ہے جب لوگ صرف اپنی کتابوں سے مانوس ہوں گے اور اسی سے سکون حاصل کریں گے۔'' [2]

اسی تشویق و ترغیب کی بنیاد پر نہ جانے کتنی تالیفات و تصنیفات منظرِ عام پر آئیں، لکھنے اور نسخہ برداری کا رواج عام ہوا۔ متعدد کتب خانے اور تصنیف و تالیف کے مراکز قائم ہوئے۔ ترویج علم کے بہت سے ادارے معرضِ وجود میں آئے۔ علمی مرکزوں کی مدد، کتب بینی کا شوق اور کتابوں کو وقف کرنے کا رواج عام ہوا۔

عرب میں سب سے پہلی تحریر میں لائی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے۔ عہدِ نبوت سے کچھ ہی عرصہ قبل مکہ میں لکھنے کا رواج شروع ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اس وقت سترہ سے زیادہ افراد لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ مگر سورۃ العلق کی ابتدائی آیات مسلمانوں کے لئے مہمیز ثابت ہوئے اور مسلمانوں میں لکھنے پڑھنے کی وہ صورت ملی کہ لکھنا پڑھنا اور ترویج علم ہی ان کا سرمایہء افتخار ٹھہرا حالانکہ قبل از نبوت مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی اعتبار سے عرب کے امام قبائل میں ممتاز حیثیت رکھنے والے خواندہ افراد

---

۱ بحار الانوار، ج:۶۵، ص ۱۷۸

۲ اسلام اور تعلیم، اسدی، ارشاد حسین (مولانا)، www. mahdicentre.com ۲۴ دسمبر ۲۰۱۳ء؛ دکتاب اور کتب بینی کی اہمیت. انصاریانؒ (آیت اللہ)

کی یہ کمی اس بات کی غماز ہے کہ عربوں کو اسلام سے پہلے لکھنے پڑھنے سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی، اس لئے مورخین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عرب کی سب سے پہلی تحریر میں لائی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے عرب میں کوئی کتاب نظر نہیں آتی ہے۔ اگر چند ایک تحریریں تھیں تو وہ سبعہ معلقات یا کاروباری لین دین کی مختصر تحریریں تھیں۔[۱]

امام نوویؒ نے "**تہذیب الاسماء واللغات**" میں کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمام تر توجہ جہاد، مجاہدات اور عبادت پر مرکوز تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعینؒ کو تصنیف وتالیف کا موقع ہی نہیں ملا۔[۲]

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کا بیان ہے:

''باون (۵۲) کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے تھے جن کے پاس یا تو اپنا نوشتۂ حدیث موجود تھا، یا ان سے ان کے تلامذہ (تابعین) نے حدیثیں نوٹ کی تھیں۔''[۳]

ذیل میں اصحاب صُفَّہ کے محفوظ کردہ علمی سرمائے کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ رئیس الجامعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتابیں

آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر آخری کتاب ''قرآن کریم'' تیئس سال کی طویل مدت میں جستہ جستہ نازل کی گئی، جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاتبانِ وحی سے صحت کے ساتھ قلم بند کروا کر رکھا۔

محمد عجاج الخطیب نے لکھا ہے:

''اسلام کے اندر ین کتب خانوں میں سب سے پہلا کتب خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

---

۱ خطباتِ بہاولپور، محمد حمید اللہؒ (ڈاکٹر)، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، ایڈیشن: ۲، ۱۹۸۸ء، ص ۲۹۹

۲ التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۱۲۰

۳ علوم الحدیث مطالعہ وتعارف، رفیق احمد رئیس سلفی، دار الکتب السلفیہ لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۹۸

گھر تھا، اس میں کاتبانِ وحی جو کچھ وحیِ قرآنی نقل کرتے، یہیں جمع کر کے رکھتے تھے۔"[1]

رسول اللہ ﷺ کی علمی یادگاروں میں قرآن حکیم اور سیاسی وثیقہ جات کے علاوہ چند اہم کتب بھی تھیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

علامہ سید حسین مرتضیٰ "**تالیفِ نبوی بترتیب علوی**" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

(عہدِ نبوی کی) سب سے اہم اور اولین کتاب خود آنحضرت ﷺ کی تالیف ہے۔ یہ تالیف آج بھی اصل حال میں بوسیدگی اور آثارِ قدامت سے محفوظ حضرت امام صاحب العصر والزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ وجعلنا من انصارہ کے پاس موجود ہے۔ لیکن غیبتِ کبریٰ کی بنا پر ہماری دسترس سے باہر ہے۔[2]

امالی سیدنا و نبینا ابی القاسم ﷺ:

یہ امالی "**صحیفہ علی**" کے نام سے مشہور ہے اور تقریباً تمام مورخین اور محدثین نے اسی نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ان مورخین و محدثین نے اس "امالی" کے بارے میں جو تفصیلات مہیا کی ہیں حضرت امام جعفر الصادقؑ سے مروی دو روایات ان کا بہترین اور جامع ترین خلاصہ ہیں:

حضرت ابو بصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر الصادقؑ سے دریافت کیا کہ جامعہ کیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا:

۱۔ جامعہ وہ صحیفہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک کی لمبائی کے حساب سے ساٹھ ہاتھ لمبا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مندرجات رسول اللہ

---

[1] لمحات فی المکتب والبحث والمصادر، الخلیب، محمد عجاج (علامہ)، دارالقلم، بیروت، ایڈیشن: ۲، ۱۳۹۱ھ، ص ۲۶

[2] شیعہ کتب حدیث کی تاریخ تدوین، حسین مرتضیٰ، سید (علامہ محقق)، زہرا (س) اکادمی، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۳ء، ص ۵۶

ﷺ نے اپنے دھن مبارک سے ادا فرمائے اور انہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ولی رسول اور رسول اللہ ﷺ کے کاتبِ خاص نے اپنے دہنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا۔

۲۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حلال و حرام اشیاء کا مکمل ذکر ہے اور اس صحیفہ (امالی رسول اللہ) میں ہر اس چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی شے اور بات کا ذکر ہے جس کی ضرورت بنی آدم کو قیامت تک کسی لمحہ کے لئے بھی محسوس ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ ہلکی سی خراش کی دیت تک کا ذکر ہے۔[1]

مکتب اہلبیت کی روایات کے مطابق سب سے پہلی کتاب کائنات کے حوادث و وقائع سے متعلق سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہی کی کتاب ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے املاء کرایا تھا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے لئے اپنے قلم مبارک سے لکھا تھا اور جسے آج تک مصحف فاطمہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کے احادیث کا مجموعہ تھا جو آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کے لئے مرتب کرایا تھا۔[2]

۲۔حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کتابیں

سید حسین مرتضیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے جن علمی آثار کی نشاندہی کی ہے اُن میں آپ رضی اللہ عنہ کے تحریر کردہ مکتوبات، دستورِ حکومت و اصول سیاست، وصیت، صحیفہ علی، جفر، جامعہ، صحیفہ علویہ (دعائیں)، تفسیر قرآن اور جمع قرآن جیسے نمایاں آثار شامل ہیں۔[3]

میر سید شریف جرجانیؒ اپنی کتاب ''شرح مواقف'' میں فرماتے ہیں:

((ان الجفر والجامع كتابان لعلیؓ رضی اللہ عنہ و ذكر فيها على طريقة

---

[1] اصول کافی، ج:۱، کتاب الحجۃ، باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر ومصحف فاطمہ؛ وشیعہ کتب حدیث کی تاریخ تدوین، ص ص ۶۸۔۶۹

[2] صحیفۃ الزہرا، ص ۴۱

[3] ھادیان رحمت علیہم الصلوۃ والسلام، مرتضیٰ، سید حسین (محقق عصر)، زہرا اکادمی، کراچی، جولائی ۲۰۰۰ء، ص ۷۵

الحروف الحوادث التی تحدث الیٰ الارض العالم و کان الائمة المعروفون من اولادہ یعرفونهما و یحکمونهما))

''جفر اور جامع دو کتابیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جس علمِ حروف کے طریق سے وہ تمام واقعات درج ہیں جو دنیا کے اختتام اور قیام تک اس دنیا میں واقع ہونے والے ہیں اور آئمہ اہلبیت جو ساری دنیا میں مشہور و معروف ہیں ان دونوں کتابوں سے واقف ہوں گے اور ان کے اسرار و رموز کے مطابق حکم کریں گے۔''[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علمی آثار میں ایک اہم ترین دستاویز "**صحیفه فاطمه**" ہے۔ رحلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا غمگین رہنے لگیں تو آپؑ نے خصوصی طور پر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے احادیث قدسیہ کا ایک مجموعہ تحریر فرمایا تھا۔ جس کا وہ مطالعہ کرتی تھیں۔[2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مقبول دعاؤں کا ایک مجموعہ "**الصحیفة العلویه والتحفة المرتضویه**" کے نام سے بحرین کے عالم دین الشیخ عبداللہ بن محمد بن صالح البحرانی السماھیجیؒ (م ۱۱۳۵ھ) نے ترتیب دیا جو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) دعاؤں پر مشتمل ہے اور بڑی تقطیع کے ۳۲۸ صفحات پر چھپ چکا ہے۔[3]

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ احادیث کا مجموعہ مرتب فرمایا تھا۔ آپ علیہ السلام کا یہ صحیفہ مشہور ہوگیا۔ اور آپ علیہ السلام کی حیات ہی میں لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ آپ علیہ السلام کے پاس احادیث کا تحریری مجموعہ ہے۔ یہ صحیفہ آپ علیہ السلام کی تلوار میں لٹکا رہتا تھا۔

---

۱ شرح مواقف: بحوالہ، قاسم ولایت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، ص ۱۰۹

۲ ھادیان رحمت علیہم الصلوٰۃ والسلام، ص ۶۷

۳ **الصحیفة العلویه والتحفة المرتضویه**، السماھیجیؒ عبداللہ بن محمد بن صالح البحرانی (الشیخ)، ترجمہ، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنویؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی (ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ) کے دریافت کرنے پر فرمایا:

"اللہ کی کتاب کے سوا ہمارے پاس کوئی اور کتاب نہیں ہے، یا فہم ہے جو وہ ایک مسلمان کو عطا کرتا ہے، یا پھر جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ (ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس صحیفے میں کیا ہے؟) انہوں نے فرمایا، دیت اور اسیروں کی رہائی کا بیان اور یہ حکم کہ مسلمان، کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے۔"[1]

"امتاع الاسماع" میں مقریزیؒ کے بیان کے مطابق یہ میثاق مدینہ کا تحریر شدہ دستور تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

"المقریزیؒ کے بیان کے مطابق یہ تحریر شدہ دستور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے لٹکا رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ تلوار حضرت علیؓ کو ملی۔ حضرت علیؓ نے لوگوں کو اس دستاویز کے حصے کوفہ میں پڑھ کر سنائے۔"[2]

"صحيفة علی بن ابی طالب عن رسول الله ﷺ (دراسة توثيقة فقهية)"، قاہرہ یونیورسٹی کے استاذ ڈاکٹر ابو شھبة رفعت فوزی عبد المطلب کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۸۶ء میں چھپ چکا ہے اور اس کا فوٹو مکتبہ سید احمد شہید لاہور نے چھاپا ہے۔ یہ صحیفہ درمیانے سائز کے ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا اپنی کنیز حضرت فضہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"وہ حدیث جو ایک کاغذ پر لکھی ہوئی ہے اسے اٹھا لاؤ۔"

حضرت فضہ رضی اللہ عنہا کو ڈھونڈنے کے باوجود وہ کاغذ نہ ملا تو سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ

---

۱ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۱۱

۲ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، First Written Constitution in the World، ص ص ۳۹۔ ۴۰، بحوالہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج: ۱۹، ص ۱۶۱

علیہا نے فرمایا:

((وَيحَكِ أُطلُبِيهَا فَإِنَّهَا تَعدِلُ عِندِي حَسَناً وَ حُسَيناً))

''اللہ تمہیں خیر دے! اسے تلاش کرو کیونکہ وہ مجھے میرے حسن و حسین علیہما السلام کے برابر عزیز ہے۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تحریر کردہ احادیث کا ذخیرہ گھر میں بھی موجود تھا۔ [1]

امام جلال الدین سیوطیؒ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کو مسند علی بن ابی طالب کے نام سے قلمبند کیا ہے۔ اس میں آپ سے مروی ۱۳۹۰ احادیث درج کی گئی ہیں۔ ۴۳۲ صفحات پر مشتمل یہ مسند ۱۹۸۵ء میں مطبعۃ العزیزیہ حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہے۔

''بهجة الآفاق فی علوم الحروف والاوفاق'' میں شمس الدین محمد بن محمد الغلانی السودانیؒ لکھتے ہیں:

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علمِ جفر اور حروف کونیہ کے رازوں کی جو کہ سترہ سو اسرار کی پردہ کشائی کا مصدر ہیں کے بارے میں کتاب لکھی ہے۔'' [2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بہت سی مفصل یادگاریں چھوڑی ہوں گی جنھیں ماضی بعید نے ہماری آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ البتہ سید شریف رضی ذوالحبینؒ (م۴۰۶ھ) نے ان کا معتدبہ حصہ جو اناسی (۷۹) خطوط و وصایا پر مشتمل ہے ''نهج البلاغة'' کے دوسرے حصے ''باب المختار من کتب مولانا امیر المومنین علیه السلام'' میں جمع فرما دیا ہے۔ [3]

---

[1] عوالم، ج:۱۱، ص ۶۲۰ بحوالہ احادیث فاطمۃ الزہرا، ص ۲۴۰، حدیث نمبر: ۱۳۳

[2] التراتیب الادرایہ (القسم العاشر)، ص ۱۴۷

[3] شیعہ کتب حدیث کی تاریخ تدوین، ص ص ۸۶۔۸۷

۳۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی کتابیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کتاب تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث تھیں۔ چنانچہ موسیٰ بن طلحہؒ کا بیان ہے:

''ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی کتاب تھی جس میں احادیث رسول تھیں، اور یہ حدیث مذکور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گندم، جو، کشمش اور کھجور پر زکوٰۃ لیتے تھے۔''[۱]

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کتابیں

حافظ ابن عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نبیرہ معن بن عبدالرحمٰن کی زبانی نقل کیا ہے:

((اخرج الی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود کتابا و حلف لی انہ خط ابیہ بیدہ))

''معن'' کہتے ہیں کہ (والدِ محترم) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ نے مجھے ایک حدیث کی کتاب دکھائی، پھر قسم کھائی کہ یہ کتاب ان کے والد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔''[۲]

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی کتابیں

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ جب بازار جاتے تو اپنی کتابوں پر ایک نظر ڈال لیا کرتے۔ راوی نے بتاکید یہ بات کہی ہے کہ یہ کتابیں حدیث کی تھیں۔[۳]

---

۱ سیر اعلام النبلاء، ج:۱،ص ۴۴۳

۲ جامع بیان العلم: بحوالہ امام ابن ماجہ اور علمِ حدیث،ص ۱۴۵؛ وضرب حدیث، سیالکوٹی' محمد صادق (حکیم)، نعمانی کتب خانہ، لاہور، مئی ۱۹۶۱ء،ص ۳۰۰

۳ الجامع الأخلاق الراوی وآداب السامع،ص ۱۰۰؛ ونزھۃ القاری شرح صحیح البخاری،ص ۶۹

نافعؒ کا بیان ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ نے فارس کے امیر عبداللہ بن معمرؒ کو اور شام کے ایک صاحب کو احادیث لکھ کر بھیجی تھیں۔ روایات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو خط لکھتے تو خط کا آغاز حدیث نبوی سے فرماتے۔''[1]

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کتابیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعدد شاگردوں نے ان کی احادیث کے صحیفے اور نسخے تیار کئے تھے اور ان کی روایت کرتے تھے۔ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دفتر کے دفتر احادیث لکھی یا لکھوائی تھیں۔[2] ان میں تین تلامذہ کے نسخے زیادہ مشہور ہوئے۔ یعنی نسخۂ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، نسخۂ عبدالرحمٰن بن یعقوبؒ جہنی اور نسخۂ ہمام بن منبہ صنعانی۔ یہ نسخے شہرت و روایت میں سب نسخوں پر سبقت لے گئے۔ نسخۂ ہمام بن منبہ صنعانی چھپ گیا ہے اور اس میں ایک سو اڑتیس (۱۳۸) احادیث ہیں۔ یہ احادیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شاگرد ہمام بن منبہؒ کو لکھوائی تھیں۔[3] بعض محققین کے بقول صحیفۂ صحیحہ اصل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی تالیف ہے۔ جو انہوں نے اپنے شاگرد ہمام بن منبہؒ کے لئے ترتیب دی تھی۔ چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس صحیفے کے راوی حضرت ہمامؒ ہیں، اس لئے صحیفہ ہمام کے نام سے مشہور ہوگیا۔ دراصل اس کا نام ''**صحیفہ ابی ھریرہ لھمام بن منبہ**'' ہونا چاہیئے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کو دمشق اور برلن میں اس صحیفہ کے دو قلمی نسخے ملے ہیں اور بڑی تحقیق و جستجو کے بعد پہلی صدی ہجری کی اس تالیف کو انہوں نے شائع کیا ہے۔[4]

---

۱ السنۃ قبل التدوین، ص ۳۵۲

۲ نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ص ۶۹

۳ Introduction to Islam، ص ۶۰

۴ امام اعظم اور علم الحدیث، ص ۱۶۴

فتح الباری میں ابن وہبؒ سے مروی ہے۔ حسن بن عمرو بن امیہ ضمریؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے روبرو ایک حدیث کا تذکرہ آیا:

((فاخذ بیدی الی بیته فارانا کتباً کثیرة من حدیث النبی ﷺ وقال هذا هو مکتوب عندی))

"تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کی بہت سی کتابیں دکھائیں اور کہا یہ ہے وہ حدیث (جس کا تذکرہ ہوا تھا) میرے پاس لکھی ہوئی۔"[1]

بشیر بن نہیکؒ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کتابیں عاریۃً لے کر نقل کرتے۔ نقل کرنے کے بعد ان کو سناتے، سنانے کے بعد پوچھتے، میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو جو سنایا ہے وہ سب آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے: "ہاں۔"[2]

۷۔ حضرت ابو عبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کتابیں

درس گاہِ صُفّہ کے خوشہ چینوں میں حضرت ابو عبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آثار میں کتاب تصنیف کی۔ چنانچہ آیت اللہ سید حسن الصدرؒ فرماتے ہیں:

"جن صحابی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آثار میں کتاب تصنیف کی وہ ہمارے مولا ابو عبد اللہ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے جاثلیق الرومی سے متعلق حدیث پر کتاب تصنیف کی۔ جاثلیق الرومی کو روم کے بادشاہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تھا۔"

شیخ ابو جعفر الطوسیؒ نے اپنی کتاب **"فهرست مصنفی الشیعة"** میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور شیخ رشید الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن شہر آشوب المازندرانیؒ اپنی کتاب **"معالم العلماء"** میں جو رجال الشیعہ کے بارے میں ہے فرماتے ہیں:

---

۱ فتح الباری، باب کتابۃ العلم، بحوالہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۴۴؛ و Introduction to Islam، ص ۶۰

۲ طحاوی شریف، بحوالہ نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (مقدمہ) ص ۴۷

"صحیح یہ ہے کہ جس نے اس بارے میں سب سے پہلے کتاب تصنیف کی وہ امیر المومنین علیہ السلام ہیں، پھر سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔"[1]

تذکرہ نگاروں نے عہد نبوی میں لکھی جانے والی کتابوں میں مسند سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ تاہم اس کی نوعیت اور ضخامت سے متعلق ہمیں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ فقط اس کے وجود کا ذکر ملتا ہے۔[2] ایک روایت کے مطابق حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے احادیث کا ایک تحریری مجموعہ (اپنے مواخاتی بھائی) حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ کو ارسال کیا تھا۔[3] نیز سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے امیر المومنینؑ کے احتجاجات قلمبند کئے تھے۔[4]

۸۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کتابیں

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حج پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ ممکن ہے اس میں خطبہ حجۃ الوداع اور مناسکِ حج کے متعلق دیگر حدیثیں جمع کی گئی ہوں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ مسجد نبوی (مدینہ) میں ان کا ایک حلقۂ درس تھا جس میں لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور تابعی وہب بن منبہؒ کو بھی انہوں نے حدیثیں املاء کرائی تھیں۔[5]

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

"مشہور تابعی قتادہؒ کہا کرتے تھے: "مجھے سورہ بقرہ کے مقابلے میں صحیفہ جابر

---

[1] تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، الصدرؒ، سید حسن (آیت اللہ)، ترجمہ، ڈاکٹر محسن نقوی، مکتبہ عماد الاسلام، کراچی، ایڈیشن: ۱،۹،۲۰۰۹، ص ۲۳

[2] شیعہ کتب حدیث کی تاریخ تدوین، ص ۶۲

[3] السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ج:۱، ص ۳۱۵؛ کتابت و تدوین حدیث، ص ۱۳۰

[4] سیرت امیر المومنین علیہ السلام، ج:۲، ص ۳۴۰

[5] الصحیفہ الصحیحہ، مقدمہ، ص ۳۹

زیادہ حفظ ہے۔“ [1]

سلیمان بن قیس الیشکری ؒ کہتے تھے کہ:

”انہوں نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثیں لکھی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور لوگوں نے بھی درس لیا اور ان کے صحیفہ کی روایت کی ہے۔“ [2]

”تھذیب التھذیب“ میں ہے کہ وہب بن منبہ ؒ تابعی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی (جمع کردہ) حدیثوں کا مجموعہ لکھ رکھا تھا۔ [3]

شرح معانی الآثار میں ہے کہ عبد اللہ بن محمد ؒ تابعی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں لکھتے اور سنتے تھے۔ [4]

حافظ ذہبی ؒ نے تذکرے میں حضرت قتادہ ؒ (یہ بصرہ میں سب سے زیادہ حافظ تھے) کے ترجمے میں لکھا ہے کہ امام احمد ؒ فرماتے ہیں:

((قرأت علیه صحیفة جابر مرة فحفظها))

”ان کے سامنے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ پڑھا گیا تو ان کو ازبر ہو گیا۔“ [5]

۹۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی کتابیں

آیت اللہ سید حسن الصدر ؒ فرماتے ہیں:

”معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کے بعد جس نے سب سے پہلے کتاب تصنیف کی وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی ایک کتاب ہے جو خطبہ کی شکل میں ہے اس میں انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے

---

۱ البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام) م ۲۵۶ھ، التاریخ الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ج: ۴، ص ۱۸۲

۲ تہذیب التہذیب، ج: ۴، ص ۲۱۵؛ والصحیفہ الصحیحہ، مقدمہ، ص ۴۰

۳ ضرب حدیث، ص ۳۰۰

۴ ضرب حدیث، ص ۳۰۰

۵ تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص ۱۱۶؛ وامام اعظم اور علم الحدیث، ص ۱۶۳

حالات کی تشریح کی ہے۔اس کا تذکرہ شیخ ابوجعفر الطوسیؒ نے اپنی فہرست میں کیا ہے اور اس کی اسناد کو ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ تک پہنچایا ہے اور شیخ ابن شہر آشوب المازندرانیؒ کے نزدیک بھی صحیح بات یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے بعد سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ نے اور پھر ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کتابیں تصنیف کیں۔"[1]

"**صحیفہ ابو ذر**" کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہو سکا ہے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ظاہر ہونے والے واقعات قلمبند تھے۔لیکن اس کی ضخامت کیا تھی اور یہ واقعات کس قسم کے تھے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

"**مسند ابو ذر**" کے متعلق کسی قسم کی تفصیل نہیں ملتی فقط "**مسند**" ہی کا ذکر ملتا ہے۔

بہرحال ان دونوں مصنفات ابو ذر رضی اللہ عنہ کی تفصیل کے سلسلے میں تمام ماخذ خاموش ہیں۔البتہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے مرویات کی کثرت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں بہت مختصر نہ ہوں گی۔[2]

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک کتاب "**وصایا النبی**" ہے جس کی شرح علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے "**عین الحیاۃ**" کے نام سے تحریر کی ہے۔[3]

آیت اللہ تقی مصباح یزدی نے ایک مجموعہ حدیث "**زادِ راہ**" کے نام سے ترتیب دیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو کی جانے والی وصیتوں کو اکٹھا کر کے ان کی تشریح کی گئی ہے اور وہ بڑے سائز کی دو جلدوں میں آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔[4]

---

۱ تأسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، ص ۲۴
۲ جامع الرواۃ، ج:۱، ص ۱۶۸ بحوالہ شیعہ کتب حدیث کی تاریخ تدوین، ص ۶۲
۳ سیرت امیر المومنین علیہ السلام، ج:۲، ص ۳۴۰
۴ زادِ راہ، مصباح، محمد تقی (آیت اللہ)، ترجمہ، سید قلبی حسین رضوی، مجمع جہانی اہلبیت (ع)، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء

۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کتابیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے یہ حدیث روایت کی۔

''علم کو لکھ کر حاصل کرو۔''[۱]

مستدرک حاکم میں ہے کہ سعید بن بلالؒ کہتے ہیں کہ ہم صحابئ رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بکثرت مسائل پوچھتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ پھر (حدیثوں کا) ایک دفتر نکال لاتے اور کہتے:

((هذه سمعتها من النبي ﷺ فكتبتها و عرفتها عليه))

''یہ وہ حدیثیں ہیں جو میں نے اپنے کانوں سے حضورِ انور ﷺ سے سنیں، اور حضور ﷺ کی زندگی میں ان کو لکھا اور پھر لکھ کر سرورِ دو جہاں ﷺ کے سامنے پیش کیا۔''[۲]

یہی حدیث ان الفاظ کے ساتھ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے بیان کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد نے روایت کی:

''اگر ہم اسرار کرتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے کاغذات کھولتے اور کہتے: یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے لکھیں اور پھر آپ ﷺ کو سنا کر تصدیق بھی کی کہ ان میں کوئی غلطی تو نہیں۔''[۳]

۱۱۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی کتابیں

یحییٰ بن جابر طائیؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک برادرزادے کو حدیث نبوی لکھ کر ارسال کی تھی۔[۴]

---

۱ Introduction to Islam، ص ۵۷

۲ ضربِ حدیث، ص ۲۹۶

۳ Introduction to Islam، ص ص ۵۷۔۵۸

۴ مسند احمد، ج: ۵، ص ۴۱۳؛ وکتابت وتدوین حدیث، ص ۱۱۵

۱۲۔حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی کتابیں

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ احادیث کی املاء کرواتے تھے اور طالبانِ حدیث لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ معروف الخیاطؒ کا بیان ہے:

''میں نے دیکھا کہ واثلہ رضی اللہ عنہ احادیث املاء کرا رہے تھے اور طلباء آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے۔'' [۱]

۱۳۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی کتابیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے شاگرد آپ رضی اللہ عنہ سے کتابت حدیث کی ممانعت بیان کرتے ہیں۔ [۲]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا تكتبوا عني ومن كتب عني غير القرآن فليمحه))

''مجھ سے قرآن کے علاوہ مت لکھو۔ جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا ہے وہ اس کو مٹا ڈالے۔'' [۳]

لیکن ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے احادیث اپنے لئے لکھی تھیں کیونکہ خطیب بغدادیؒ نے آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

((ما كنا نكتب شيئا غير القرآن والتشهد))

''ہم قرآن اور تشہد کے علاوہ کوئی چیز نہیں لکھا کرتے تھے۔''

اس قول سے ایک واضح اشارہ ملتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ قرآن کے علاوہ احادیث بھی لکھا کرتے تھے کیونکہ تشہد بذاتِ خود حدیث ہے جو حدیث کی کتب میں موجود ہے۔ [۴]

---

۱ تقیید العلم، الخطیب، احمد بن علی البغدادی (علامہ) تحقیق، یوسف العش، دار احیاء السنۃ النبویۃ، قاہرہ، ۱۹۷۴ء، ج:۱، ص ۹۹

۲ تقیید العلم، ج:۱، ص ۳۶

۳ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۵۰۱

۴ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۸۳۱

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں:

''اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ احادیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف لکھی تھیں۔''[1]

اس فصل میں ہم نے اصحاب صُفَّہ کے چند مشہور نوشتوں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے کہ جو بہت سی احادیث پر مشتمل تھے یا جو مستقل صحیفہ اور کتاب کی حیثیت رکھتے تھے ورنہ اگر اصحاب صُفَّہ کی ان تمام تحریرات کو یکجا جمع کیا جائے کہ جس میں انہوں نے کسی حدیث کا ذکر کیا ہے تو اس کے لئے ایک مستقل کتاب چاہیے جس کے لئے کافی فرصت اور وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے۔

مبحث دوم: اصحاب صُفَّہ کے زیر نظامت درس گاہیں

۱۔ اصحاب صُفَّہ اور علم دین کی نشر و اشاعت

امام بخاریؒ نے "الجامع الصحیح" میں حضرت ربیعہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

((لا ینبغی لاحد عندہ شیءٌ من العلم ان یضیع نفسه))

''جس کے پاس کچھ علم ہو اسے یہ جائز نہیں کہ (دوسرے کام میں لگ کر علم کو چھوڑ دے اور) اپنے آپ کو ضائع کر دے۔''[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ہمارے نزدیک علم دین کا ایک باب جس کو آدمی دوسرے کو سکھاتا ہے اس پر عمل کرے یا نہ کرے، ایک سو رکعت نفل نماز سے بہتر ہے۔''[3]

رسول اللہ ﷺ کے بعد درس گاہ صُفَّہ کے فضلاء و فارغین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، کتاب

---

۱ دراسات، الاعظمی، ص ۹۵ بحوالہ عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات، بخاری، سید عبدالغفار (ڈاکٹر)، نشریات، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۲۳۴

۲ صحیح البخاری، ج: ۱، ص ۱۰۱، باب ۶۳

۳ جامع بیان العلم و فضلہ، ص ۱۲۸

وسنت، فقہ وفتویٰ اور دینی علوم کے حامل و ناشر اور معلّم و ترجمان تھے جن کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کا بیان ہے:

((کان اصحاب محمد ﷺ أبرّ هذه الأمة قلوبا، و اعمقها علما و أقلّها تكلفا، و أحسنها خلقا و أصدقها ايمانا اولئك قوم اخترهم الله لصحبة نبية و تبليغ دينه))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس اُمت میں سب سے زیادہ پاکیزہ دل، علم میں سب سے زیادہ گہرے، تکلف میں سب سے کم، اخلاق میں سب سے بہتر، ایمان میں سب سے سچے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی تبلیغ کے لئے منتخب کیا تھا۔''[1]

وصال نبوی کے بعد خلافتِ راشدہ میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو نئے نئے مفتوحہ علاقوں میں اصحاب صُفّہ نے اقامت اختیار کی، اور امارت، قضاء، تعلیم، جہاد وغیرہ میں نکل کر دینی علوم و احکام کی تعلیم و تبلیغ کی خدمت انجام دی۔

امام ابو حاتم رازیؒ نے کتاب "الجرح و التعدیل" کے مقدمے میں لکھا ہے:

''حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم عالم اسلام کے اطراف و نواحی، بلاد و امصار، سرحدات میں اور فتوحات امارات، قضاء اور تبلیغ احکام کے سلسلہ میں پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنا دیکھا اور یاد کیا تھا سب کو عام کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے موافق ہر معاملہ میں عمل کیا، اور ان سے کئے گئے سوال میں وہی فتویٰ دیا جو اس جیسے سوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا تھا۔ لوگوں کو فرائض، احکام، سنن، حلال، حرام کی تعلیم کے لئے حسن نیت اور تقربِ خداوندی کے جذبہ کے ساتھ اپنے آپ کو وقف کر دیا اور اسی میں زندگی بسر کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن

1 خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت ص ۱۰۹

کو اٹھالیا۔"[1]

- قاضی اطہر مبارکپوریؒ لکھتے ہیں:

"مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، دمشق، حمص، مصر اور عالم اسلام کے بڑے بڑے شہروں میں قرآن کی قرأت و حفظ، تفسیر، حدیث کی روایت اور تفقہ فی الدین کی تعلیم کے لئے جوامع و مساجد میں مستقل حلقات اور مجالس کا انتظام ہوتا تھا جہاں علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعلیم و افتاء کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ حسب ضرورت و موقع تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔"[2]

جیسا کہ درس گاہ صُفَّہ کے طالب علم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بیٹھتے تھے تو آپس میں حدیث بیان کرتے تھے جو فقہ سے متعلق ہوتی تھی، ورنہ کسی سے قرآن پڑھنے کو کہتے اور وہ کوئی سورہ سناتا تھا۔"[3]

عہد صحابہ میں مسجد نبوی میں جگہ جگہ تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے جن میں مقامی اور بیرونی طلباء کی کثرت ہوتی تھی، جندب بن عبداللہ بجلیؓ بیان کرتے ہیں:

"میں طلب علم میں مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں گیا تو دیکھا کہ لوگ حلقہ در حلقہ آپس میں حدیث بیان کر رہے ہیں، میں ان حلقوں میں گزرتا ہوا ایک حلقہ میں پہنچا۔"[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد ایک مرتبہ مسجد نبوی میں گئے اور چاروں طرف نظر دوڑا کر کہا کہ اس مسجد میں میرا وہ دور گزرا ہے جس میں وہ باغیچہ کی مانند تھی، تم اس کے جس درخت کے نیچے چاہو بیٹھ جاؤ۔"[5]

---

1. الجرح والتعدیل، ص ۸، بحوالہ خیرُ القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ص ۱۱۰۔ ۱۱۱
2. خیرُ القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۱۱۱
3. طبقات ابن سعد، ج: ۲، ص ۳۷۴؛ و خیرُ القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ص ۱۱۲۔ ۱۱۳
4. طبقات الکبریٰ، ج: ۳، ص ۵۰۰؛ و خیرُ القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۱۱۹
5. المحدث الفاصل، ص ۸۰ بحوالہ خیرُ القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۱۱۹

اس مبحث میں بلادِ اسلامیہ میں اصحاب صُفّہ کی زیر نظامت درس گاہوں کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

ا۔ درس گاہِ ابوہریرہ دوسی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں منبر کے پاس حجرہ شریفہ کے قریب منعقد ہوتا تھا۔ ضمضم بن جوسؒ سے مروی ہے:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں گیا ایک شیخ نظر آئے جو سر کے بالوں کو گوندھے ہوئے تھے اور ان کے دانت خوب چمکدار تھے، میں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کون ہیں آپ رضی اللہ عنہ پر اللہ رحمت کرے، انہوں نے فرمایا کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں۔" [1]

ان کا معمول تھا کہ ان الفاظ سے نہایت والہانہ انداز میں درسِ حدیث کی ابتداء کرتے تھے۔

((قال رسول الله الصادق المصدوق ابو القاسم ﷺ من كذب علي فليتبوأ مقعده من النار)) [2]

اور حدیث بیان کرتے وقت حجرہ مبارک کی طرف اشارہ کرکے کہتے تھے۔

((سمعت رسول الله ﷺ صاحب هذه الحجرة الصادق المصدوق)) [3]

کبھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا انداز کچھ اس طرح ہوتا۔

((حدثني خليلي ابو القاسم نبي الله ﷺ))

"میرے خلیل، اللہ کے نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا۔" [4]

---

۱ طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم، ص ۳۶۰

۲ الاصابۃ، ج:۷، ص ۲۰۵

۳ المحدث الفاصل، ص ۵۵۵؛ وخیر القرون کی درس گاہیں اور اُن کا نظامِ تعلیم وتربیت، ص ۱۶۸

۴ سیر اعلام النبلاء، ج:۲، ص ۶۱۱

ایک مرتبہ اہل علم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک خیمہ میں جمع ہو کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سننے کا اہتمام کیا اور جب وہ لوگ آگئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صبح تک حدیث بیان کی۔

((فقام فیهم ابو هریرة رضی اللہ عنہ یحدثهم عن رسول الله ﷺ حتی أصبح)) [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز سے پہلے وعظ بیان کیا کرتے تھے اور جب امام کو مقصورہ سے آتے ہوئے دیکھتے تو بیٹھ جاتے تھے، ثابت الاعرج بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا جمعہ کے دن مسجد نبوی میں جگہ محفوظ کرنے کے لئے مجھے بھیج دیا کرتے تھے اور میں وہاں بیٹھ کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سنتا تھا۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس درس کی خصوصیت یہ تھی کہ اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی قوت حافظہ اور روایت حدیث کی تصدیق و توثیق کرتے تھے۔ محمد بن عمارہؒ کا بیان ہے:

''میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا اس میں دس سے زائد مشائخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوئی حدیث بیان کرتے اور ان ہی حضرات میں سے کسی کو اس کے بارے میں شک و شبہ ہوتا تو سب حضرات آپس میں مراجعہ و مباحثہ کر کے اس کو مطمئن کر دیتے تھے۔ اس طرح کئی بار ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور ان حضرات نے اس کی تصدیق و تائید کی، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث رسول کے سب سے بڑے عالم ہیں۔'' [3]

حضرت ابوالمہزمؒ کہتے ہیں کہ:

''ہم صبح و شام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتے۔ وہ ہمیں قرآن پڑھ کر

---

[1] ادب الاملاء والاستملاء بحوالہ خیر القرون کی درس گاہیں اور اُن کا نظام تعلیم و تربیت ص ۱۲۳

[2] خیر القرون کی درس گاہیں اور اُن کا نظام تعلیم و تربیت ص ۱۶۹

[3] التاریخ الکبیر۔ ج: ۱ ص ۱۸۶

سناتے، دعائیں کرتے اور واقعات بتاتے۔" [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام ؒ نے حدیث روایت کرنے کی سعادت حاصل کی۔ [2]

آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے چند اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ابی بن کعب، انس بن ملک، جابر بن عبداللہ، زید بن ثابت، ابو موسیٰ الاشعری، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، ابو ایوب انصاری، ابو امامہ سہل بن حنیف، مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم، اور بے شمار علماء تابعین میں سعید بن ابی سعید مقبریؒ، شعبیؒ، سلیمان بن یسارؒ، طاؤسؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، مجاہد بن جبیرؒ، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰنؒ اور عالمہ فاضلہ خواتین میں کریمہ بنت الحسحاسؒ، اور اُم الدرداء صغریٰؒ شامل ہیں۔ [3]

۲۔ درس گاہ ابو سعید خُدری

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا تعلیمی و تدریسی حلقہ بھی مسجد نبوی میں منعقد ہوتا تھا۔ بعض اوقات ان کے مکان پر یا دوسری جگہ بھی ہوتا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے مطابق نہایت والہانہ انداز میں طلباء کا استقبال کرتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ وصیت روایت کی ہے:

> "عنقریب تمہارے پاس قومیں علم طلب کرنے کے لئے آئیں گی، پس تم جب انہیں دیکھو، تو ان سے کہو:
>
> **((مرحبا! مرحبا! بوصية رسول الله ﷺ واقنوهم))**
>
> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے مطابق خوش آمدید! خوش آمدید! اور انہیں تعلیم دو۔"

---

۱ کتاب الزھد لابن حنبل، ص ۱۸۶، حدیث نمبر: ۸۳۰

۲ أسد الغابہ، ج: ۵، ص ۳۲۱

۳ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم، ج: ۱، ص ص ۳۵۰۔۳۵۱

(یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔)[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مجلس میں نوجوان طلباء کے سوالات کے جوابات دینے کے بعد اس قدر زیادہ حدیث بیان کی کہ وہ سب گھبرا گئے۔[2] آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے والی شخصیات میں آپ رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان، ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، زید بن ثابت، عبداللہ بن سلام، ابو قتادہ انصاری، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عباس، معاویہ بن ابوسفیان، جابر بن عبداللہ، اسید بن حضیر، قتادہ بن نعمان، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک رضی اللہ عنہم اور تابعین میں عبدالرحمٰن بن ابو سعیدؒ، حمید بن عبدالرحمٰنؒ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ، سعید بن مسیبؒ، عطاء بن یسارؒ، سعید بن جبیرؒ، حسن بصریؒ، زینب بنت کعبؒ، فریعہ بنت مالکؒ اور دیگر بہت سے لوگ شامل ہیں۔[3]

۳۔ درس گاہ عبداللہ ابن مسعود

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((نعم المجلس مجلس تنشر فیه الحکمة و ترجیٰ فیه الرحمة))

''بہترین مجلس وہ ہے جس میں دین کی حکمت عام کی جائے اور اس میں رحمت کی امید کی جائے۔''[4]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بنائے کوفہ کے وقت سے اہلِ کوفہ کی فقہی اور قرآنی تعلیم کی جانب توجہ فرمائی اور ان کو دینی رنگ میں رنگ دینے کا کام شروع کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر تک ان اہم کاموں پر اپنی توجہات کو مرکوز رکھا اور یہ

---

۱ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۱

۲ الفقیه والمتفقه، ج: ۲، ص ۱۱۶، بحوالہ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۱۲۵

۳ الاصابة، ج: ۲، ص ۱۳۲

۴ جامع بیان العلم و فضله، ص ۵۰

خدمت انجام دیتے رہے۔ حتیٰ کہ کوفہ مفسرین، محدثین، فقہاء اور قراء سے بھر گیا۔ چنانچہ سیدنا علی (علیہ السلام) جب کوفہ منتقل ہوئے، اور کوفہ میں فقہاء اور علماء کی کثرت، نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی کارناموں کو بچشمِ خود دیکھا تو مسرت وحیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہے، فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے اس قریہ کو علم سے بھر دیا۔ مالامال کر دیا۔''[1]

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

''اللہ تعالیٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے بھر دے اس نے کوفہ کو علم سے بھر دیا۔''[2]

چنانچہ کوفہ اپنے علمی وتعلیمی ماحول کی بنا پر اس قدر مشہور ہوا کہ سارے عالم اسلام میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ قرآن وسنت کے علوم اور کوفہ لازم وملزوم ہو گئے۔ جتنے فقہا، محدثین، مفسرین اور قراء کوفہ میں تھے، اس کی نظیر کسی دوسرے اسلامی شہر میں نہ تھی، اس کا فخر صرف کوفہ کو حاصل تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بار کعب احبارؓ سے تمام ممالک کے بارے میں دریافت فرمایا: حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کے بعد جو شے جس کے مناسب تھی عطا کر دی۔ عقل نے اہل عراق (کوفہ) کو پسند کیا، علم نے (عقل سے) کہا میں تیرے ساتھ ہوں۔''[3]

زاہد الکوثری، علامہ جلال الدین عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) کی کتاب "نصب الرایۃ لتخریج احادیث الھدایۃ" کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

''تمام بڑے شہروں کے علماء نے اپنے شہر میں آئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شمار کیا ہے اور ان کی تعداد کتابوں میں لکھی ہوئی ہے، چنانچہ محمد ابن الربیع الجیزیؒ اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے مصر کو رونق بخشنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

---

۱ علم قرآت اور قراء سبعہ، ص ۹۵
۲ تاریخ خط وخطاطین، ص ۶۳
۳ معجم البلدان، یاقوت حموی، ص ۵۰، بحوالہ علم قرآت اور قراء سبعہ، ص ۹۵

کی جو تعداد درج کی ہے وہ بمشکل تین سو تک پہنچ سکی ہے۔اور علامہ العجلی ؒ نے صرف اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ڈیڑھ ہزار شمار کرائی ہے جنہوں نے کوفہ کو اپنا وطن بنالیا تھا، جن میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدری تھے۔ان ڈیڑھ ہزار علماء کے علاوہ ایک بڑی تعداد اُن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی جو کوفہ میں تشریف لائے، کچھ عرصہ قیام فرما کر اشاعتِ علم کی خدمت انجام دی، پھر وہاں سے دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئے۔"[1]

یہ حال تو عراق کے صرف ایک شہر کوفہ کا تھا۔اس کے علاوہ عراق کے اور دوسرے شہروں میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقیم ہوئے اُن کی تعداد الگ ہے۔معتبر اہلِ علم نے علماء کی تعداد چار ہزار تک بتائی ہے۔چنانچہ "اسرار الانوار" کی روایت ہے:

((كان بن مسعود بالكوفة وله اربعة الاف تلميذ يتعلمون بين يديه))

"کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درس میں چار ہزار طلباء شریک ہوتے تھے۔"[2]

اس اعتبار سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قائم کردہ دارالعلوم اپنے حسن تعلیم اور بکثرت جید علماء پیدا کرنے میں اپنی نظیر آپ تھا۔ان کے شاگرد حدیثیں اور ان کے فتاویٰ کو لکھا کرتے تھے۔معلّم تو اس کے خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، اس درس گاہ سے تلامذہ بھی ایسے نکلے کہ قیامت تک اہلِ علم ان کے چشمہ علم سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔

درس گاہ عبداللہ بن مسعود سے استفادہ کرنے والے صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((لمجلس كنتُ اجالسه عبدالله اوثق في نفسي من عمل سنة))

"ایک مجلس میں جس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا تھا میرے

---

1 نصب الرایۃ لتخریج احادیث الھدایۃ (مقدمہ) ص ۳۰؛ بحوالہ علم قرآت اور قراء سبعہ، ص ۹۵

2 اسرار الانوار بحوالہ علم قرآت اور قراء سبعہ، ص ۹۷؛ و امام ابن ماجہؒ اور علم حدیث، ص ۲۳

نزدیک ایک سال کے نیک عمل سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔"[1]

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں طلباء کے ساتھ موجود تھے۔ ایک اعرابی نے آکر پوچھا کہ یہ لوگ یہاں کس لئے جمع ہیں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا:

((علی میراث رسول اللہ ﷺ یقسمونہ))

"یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے لئے جمع ہیں اس کو تقسیم کر رہے ہیں۔"[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو دین کی تعلیم کے لئے کوفہ بھیجا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو مدینہ واپس بلایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اُن تین فقہائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) میں سے ہیں جن کا فقہی مسلک ان کے شاگردوں نے عام کیا۔[3] سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں اقامت اختیار فرمائی تھی اور وہاں باقاعدہ درسِ تفسیر وحدیث دیا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار بتائی گئی ہے۔ اخیر عمر میں آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آگئے تھے اور وہیں ۳۲ھ کو رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں دفن کر دیے گئے۔[4]

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل قادسیہ کی طرف معلّم اور راہنما بنا کر بھیجا۔[5] آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں یہ معمول تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے بھائی اور احباب آتے تو وہ قرآن کریم کھول لیتے، وہ قرآن پڑھتے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کی ان کے سامنے تفسیر بیان کرتے، اور انہیں وہ تعلیم دیتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو سکھلا رکھی تھی۔[6]

---

1 اعلام الموقعین، ج:۲، ص ۱۴؛ وخیرُ القرون کی درس گاہیں اور اُن کا نظامِ تعلیم وتربیت، ص ۱۲۰

2 شرف اصحاب الحدیث، ص ۴۵ بحوالہ: خیرُ القرون کی درس گاہیں اور اُن کا نظامِ تعلیم وتربیت، ص ۱۲۰

3 خیرُ القرون کی درس گاہیں اور اُن کا نظامِ تعلیم وتربیت، ص ۱۸۵

4 تذکرۃ المفسرین، ص ۳۶

5 علماء صحابہ رضی اللہ عنہم، ج:۱، ص ۲۷۱

6 مجمع الزوائد، ج:۷، ص ۱۷۲

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا اُن میں ابوموسیٰ اشعری، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن زبیر، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، عمران بن حصین، عمرو بن حریث، ابو امامہ اور ابوالطفیل رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے تابعینؒ کی تعداد ایک سو پچاس (۱۵۰) ہے۔ جن میں علقمہ بن قیسؒ، اسود بن یزیدؒ، عبیدہ بن عمروؒ، مسروقؒ، قیس بن ابی حازمؒ، ربیع بن خثیمؒ، ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ، اور عبید بن نضلہؒ شامل ہیں۔ [۱]

ابراہیمؒ کہتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے چھ آدمی لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتے اور سکھاتے تھے۔

''علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، عمرو بن شرجیل اور حارث بن قیس (رحمہم اللہ)۔'' [۲]

۴۔ درس گاہ ابی بن کعب انصاری

خلافت فاروقی میں مسجد نبوی میں متعدد تعلیمی و تدریسی حلقے اور مجالس کا انعقاد ہوتا تھا جن میں دور دراز کے طلباء شریک ہوتے تھے اور اس کے لئے سفر کی تکلیف برداشت کرتے تھے اور مال خرچ کرتے تھے، ان ہی حلقوں اور مجلسوں میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا حلقہ بھی ہوتا تھا جس میں خاص طور سے بیرونی طلباء شریک ہوتے تھے۔ [۳]

محمد بن سعدؒ روایت کرتے ہیں کہ جندب بن عبداللہ بجلیؒ کا بیان ہے:

''میں طلب علم میں مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ اس میں حلقے بنا کر حدیث بیان کر رہے ہیں، میں ان حلقوں میں گزرتا ہوا ایک حلقہ میں پہنچا جس میں ایک صاحب متفکر بیٹھے ہیں ان کے جسم پر دو کپڑے ہیں، گویا وہ

---

۱ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم، ج:۱ص ۲۹۵

۲ فضائل القرآن، ص ۳۶۷

۳ خیر القرون کی درس گاہیں اور اُن کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۱۵۰

سفر سے ابھی لوٹے ہیں۔ میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ اہل عقدہ ہلاک ہو گئے، رب کعبہ کی قسم مجھے ان کا کوئی غم نہیں ہے میرا خیال ہے کہ یہ بات انہوں نے بار بار کہی۔ میں ان کے پاس بیٹھا اور انہوں نے حدیث بیان کی، پھر اٹھ گئے۔"

ان کے جانے کے بعد میں نے اہل حلقہ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سید المسلمین ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چلا، دیکھا کہ ان کا گھر نہایت معمولی قسم کا ہے اور وہ عابد و زاہد بزرگ ہیں، میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ اہل عراق میں سے ہوں، یہ سن کر کہا کہ شرکائے حلقہ میں سب سے زیادہ تم مجھ سے سوال کرتے تھے۔ اس جملہ سے مجھے تکلیف ہوئی اور میں نے قبلہ رو ہو کر دعا کی:

"اے اللہ! ہم تیرے آگے ان کی شکایت کرتے ہیں۔ ہم لوگ اپنا خرچ کرتے ہیں اپنے بدن کو تھکاتے ہیں اور طلب علم کے لئے اپنی سواریوں کو سفر کراتے ہیں پھر جب ان لوگوں سے ملتے ہیں تو یہ ہم سے ترش روئی کرتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روئے اور مجھے راضی کرنے لگے، کہنے لگے کہ تم پر افسوس ہے میں اس جگہ نہیں گیا، میں اس جگہ نہیں گیا جہاں تم پہنچ گئے (یعنی میرا مطلب یہ نہ تھا جو تم سمجھ گئے) پھر فرمایا:

"اے اللہ! میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے جمعہ تک زندہ رکھا تو میں ضرور ضرور وہ بیان کردوں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، جس میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا بھی خوف نہ کروں گا۔"

اس کے بعد میں جمعہ کے دن کا انتظار کرنے لگا۔ پنجشنبہ کو ایک ضرورت سے باہر نکلا تو دیکھا کہ مدینہ کی تمام گلیاں اور راستے لوگوں سے بھرے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔

لوگوں نے کہا کہ اجنبی معلوم ہوتے ہو، سید المسلمین ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ [۱]

اسی طرح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ایک اور شاگرد عتی بن ضمرہ سے بھی یہ واقعہ مروی ہے۔ [۲]

۵۔ درس گاہ عبادہ بن صامت انصاری

وصالِ نبوی کے بعد خلافتِ راشدہ میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے دین مبین کی نشر و اشاعت کے لئے سرزمین فلسطین کا انتخاب کیا۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

((فکتب یزید بن ابی سفیان الی عمر قد احتاج اهل الشام الی من یعلمهم القرآن و یفقههم فارسل معاذا و عبادة وابا الدرداء فاقام عبادة بفلسطین))

''یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اہل شام کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ان کو قرآن اور تفقہ کی تعلیم دے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت اور ابوالدردا رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا، ان میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فلسطین میں اقامت اختیار کی۔'' [۳]

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد جنادہ بن ابوامیہ کا بیان ہے:

''میں عبادہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو چکا ہوں۔ وہ اللہ کے دین کے فقیہ و عالم تھے۔'' [۴]

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ابوامامہ باہلی، انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم، اور کبار

---

۱ طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ چہارم ص ۶۶
۲ طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ چہارم ص ۶۵
۳ الاصابۃ، ج: ۴، ص ۲۸
۴ الاصابۃ، ج: ۴، ص ص ۲۷۔ ۲۸

تابعین میں سے ابوادریس خولانیؒ، ابومسلم خولانیؒ، عبدالرحمٰن بن عسیلہ صناجیؒ، حطان رقاشیؒ، ابوالاشعث صنعانیؒ، جبیر بن نفیرؒ، جنادہ بن ابوامیہؒ وغیرہ ہیں۔ نیز ان کے صاحبزادے ولیدؒ، عبداللہؒ، داؤدؒ، اور دوسرے بہت سے اہل علم نے روایتِ حدیث اور تفقہ کی تعلیم حاصل کی۔'' [1]

۶۔درس گاہ سعد بن ابی وقاص

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تعلیمی مجالس کا انداز جداگانہ تھا۔عام بات چیت کے طور پر اپنے حلقہ نشینوں سے غزوات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات بیان کرتے تھے۔ان کے تلمیذ بسر بن سعیدؒ کا بیان ہے:

((کنا نجالس سعد بن ابی وقاص و کان یحدث حدیث الناس ولا یقص و کان یساقط فی ذلک الحدیث عن النبی ﷺ و یذکر الجهاد والاخلاق. قال بکیر کذلك کان القاسم بن محمد و ضریاه))

''ہم لوگ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے وہ عام لوگوں کی طرح باتیں کرتے تھے، وعظ نہیں بیان کرتے تھے۔البتہ درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے اور جہاد اور اخلاق کا تذکرہ کرتے تھے۔راوی بُکیر کہتے ہیں کہ قاسم بن محمد بن ابوبکر (رحمہم اللہ) اور ان جیسے فقہاء کا بھی یہی طریقہ تھا۔'' [2]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کو خاص طور پر مغازی و جہاد کے واقعات سناتے اور ان کی تعلیم کے ساتھ بہادری اور جرأت و ہمت کی دعا سکھاتے تھے۔اُن کے صاحبزادے محمد بن سعدؒ کا بیان ہے کہ:

''ہمارے والد مغازی اور سرایا کی تعلیم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے بیٹو! یہ

---

[1] الاصابة،ج:۴،ص ص ۲۷۔۲۸

[2] التاریخ الکبیر،ج:۱،ص ۱۲۴

تمہارے آباؤ اجداد کا شرف ہے اس کو یاد رکھو اور ضائع نہ کرو۔"[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حدیث کی روایت میں بہت احتیاط برتتے تھے، اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کی ایک جماعت نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔ روایت کرنے والوں میں حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم، اور تابعین میں صاحبزادے ابراہیمؒ، عامرؒ، عمرؒ، محمدؒ، عائشہؒ، مصعبؒ، ان کے علاوہ سائب بن یزیدؒ، علقمہ بن قیسؒ، احنف بن قیسؒ، عمرو بن میمونؒ، مجاہدؒ، ابوعبداللہ بن دینارؒ، غنم بن قیسؒ، مالک بن اوس بن حدثانؒ، قیس بن عبادؒ، ابوعثمان نہدیؒ، اور ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ وغیرہ شامل ہیں۔[2]

۷۔ درس گاہ جابر بن عبداللہ انصاری

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا حلقۂ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ شریک ہوتے تھے۔ ہشام بن عروہؒ کا بیان ہے:

((کان لجابر بن عبداللہ حلقة فی المسجد یعنی النبوی یؤخذ عنه العلم))

"جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حلقہ مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا جس میں ان سے علم دین حاصل کیا جاتا تھا۔"[3]

عطا بن ابو رباحؒ کہتے ہیں:

"ہم لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حدیث سن کر اٹھتے اور آپس میں اس کا مذاکرہ کرتے تو ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی رحمہ اللہ کو ہم سب سے زیادہ حدیث یاد رہتی

---

[1] السان العیون فی سیرۃ الامین المامون، الحلبی، علی بن ابراہیم بن احمد بن علی عرف نورالدین بن برہان الدین الشافعی (علامہ) م ۱۰۴۴ھ، ترجمہ محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹ء، ج:۱، ص ۴۳

[2] تہذیب التہذیب، ج:۳، ص ۴۸۳

[3] الاصابۃ، ج:۱، ص ۲۲۳

تھی۔" [1]

آپ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سعید بن مسیب، ابوسلمہ، حسن بصری، عطا بن ابی رباح، عمرو بن دینار، عاصم بن عمر بن قتادہ، ابوسفیان طلحہ بن نافع قرشی، قتادہ بن دعامہ، سلیمان بن قیس یشکری، شعبی، ابوالزبیر اور عبدالرحمٰن بن سابط جمحی وغیرہ شامل ہیں۔ [2]

۸۔ درس گاہ عبداللہ بن عمر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مسجد نبوی میں صبح کو چاشت تک مستقل طور پر منعقد ہوتی تھی جس میں قبلہ رو ہو کر حدیث بیان کرتے تھے۔ ان کے غلام و ترجمان حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

((انه كان يجلس فى مسجد رسول الله ﷺ حين يرتفع الضحىٰ ولا يصلى ثم ينطلق الى السوق فيقضى حوائجه ثم يجىء الى أهله فيبدأ بالمسجد فيصلى ركعتين ثم يدخل بيته))

"ابن عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں چاشت کے وقت بیٹھتے تھے اس وقت نماز چاشت نہیں پڑھتے تھے (بلکہ درس دیتے تھے) پھر اٹھ کر بازار جاتے اور اپنی ضروریات پوری کر کے واپسی پر مسجد نبوی میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، اس کے بعد اپنے مکان میں داخل ہوتے تھے۔" [3]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ دوپہر میں بھی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں:

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سورج ڈھلنے کے بعد گھر سے نکل کر مسجد میں آتے تھے اور بارہ رکعت نماز پڑھ کر (مجلس منعقد کرنے کے لئے) بیٹھ جاتے تھے۔" [4]

---

۱ تذکرۃ الحفاظ، ج:۱،ص۱۱۹

۲ سیر اعلام النبلاء، ج:۳،ص۱۸۹؛ و خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت،ص ص ۱۶۱۔۱۶۲

۳ طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم،ص ۲۳۶

۴ التاریخ الکبیر، ج:۱،ص ۳۳

نافعؒ نے اپنا دایاں پاؤں، بائیں پاؤں پر رکھ کر بتایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس درس میں عام طور سے اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ [1]

سنن دارمی میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ جو مشہور آئمہ تابعین میں سے ہیں مروی ہے:

''میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رات کو حدیث سنتا تو پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا۔'' [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو ایک ہزار چھ سوتیس (۱۶۳۰) احادیث کی روایت کرتے ہیں، طبقات ابن سعد اور دارمی میں ہے کہ ان کی روایات کو نافعؒ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ [3]

حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو احادیث سنتا ان کو لکھ لیتا۔ [4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم، اور تابعینؒ میں آدم بن علیؒ، بکیر المزنیؒ، ثابت البنانیؒ، جبیر بن نفیرؒ، حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ، سعید بن المسیبؒ، سلیمان بن یسارؒ، شہر بن حوشبؒ، عروہ بن زبیرؒ، عطا ابن ابی رباحؒ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ، قیس بن عبادؒ، مجاہد بن جبیرؒ، اور محمد بن سیرینؒ وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ [5]

۹۔ درس گاہ ابوالدرداعویمر

حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ دمشق میں رہتے تھے۔ وہ درس دینے کے لئے جب مسجد میں آتے تو اُن کے ساتھ طلبہ کا اس قدر ہجوم ہوتا جیسا کہ بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ [6]

حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں مدینہ سے ملک شام چلے گئے اور اہل شام کے

---

۱ طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ چہارم، ص ۲۴۶

۲ امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۴۶

۳ شرح صحیح مسلم (مقدمہ)، ج: ۱، ص ۷۶۔۷۷

۴ نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج: ۱، ص ۷۲

۵ الاصابۃ، ج: ۲، ص ۳۴۹

۶ تذکرۃ الحفاظ، بحوالہ امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۲۳

فقیہ و مفتی اور معلم بنے۔ اس سے پہلے مسجد نبوی میں ان کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین ؒ کثیر تعداد میں اس میں شریک ہوتے تھے۔

امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابو حاتم رازی ؒ نے اپنی کتاب "**الجرح و التعدیل**" میں عبد اللہ بن سعید ؒ کا اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے:

((رأیت أبا الدرداء دخل المسجد مسجد النبی ﷺ و معه من الاتباع مثل ما یکون مع السلطان بین سائل عن فریضة و بین سائل عن حساب و بین سائل عن شعر و بین سائل عن حدیث و بین سائل عن معضلة))

"میں نے ابو الدردا رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہو رہے تھے اور اہلِ علم ان کے ساتھ یوں چل رہے تھے جیسے بادشاہ کے ساتھ حشم و خدم ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی فریضہ کا سوال کرتا تھا، کوئی حساب پوچھتا تھا، کوئی شعر کی معلومات حاصل کرتا تھا، کوئی حدیث معلوم کرتا تھا، کوئی مشکل مسئلہ کا حل چاہتا تھا۔"[1]

شیخ عبد القادر مغربی ؒ اپنی کتاب "**الاخلاق والواجبات**" میں لکھتے ہیں:

"حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے بعد جامع دمشق میں بیٹھتے تھے، طلباء قرآن پڑھنے کے لئے ان کو گھیر لیا کرتے تھے۔ ابو الدردا رضی اللہ عنہ دس دس طلباء کی جماعت بنا کر ایک طالب علم کو اس کا عریف (ذمہ دار) اور نگران مقرر کر کے خود محراب میں بیٹھ جاتے اور طلباء کی نگرانی کرتے۔ اگر کوئی طالب علم غلطی کرتا تو اس کا عریف تصحیح کر دیتا، اور اگر عریف غلطی کرتا تو ابو الدردا رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر صحیح کر لیتا۔ ایک دن ابو الدردا رضی اللہ عنہ نے طلباء کو شمار کیا تو ان کی تعداد سولہ سو نکلی۔"[2]

---

1 الجرح والتعدیل، ج:۳، ص ۷، ۲، بحوالہ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، ص ۲۰۹

2 الاخلاق والواجبات، ص ۸، بحوالہ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، ص ۲۱۰

۱۰۔ درس گاہ ابوذر غفاری

محمد بن سعدؒ بیان کرتے ہیں:

''مرثد یا ابن مرثدؒ نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس (اُن کی مجلس درس) میں بیٹھا تھا، ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین نے فتویٰ دینے سے منع نہیں کیا؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''واللہ! اگر تم لوگ تلوار (اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس پر رکھ دو، اس بات پر کہ میں اس کلمے کو ترک کر دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو میں ضرور اسے پہنچا دوں گا۔ قبل اس کے کہ ایسا ہو (یعنی حلق پر تلوار چلے)۔''[۱]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے:

((امرنا رسول اللہ ﷺ ان لا یغلبونا علی ثلث ان نامر))

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ یہ لوگ (خلفائ) تین باتوں پر غالب نہ آنے پائیں۔ بھلائی اور نیکی کی تعلیم دینے سے، برائیوں کے روکنے سے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی اشاعت ونشر دل کھول کر کروں۔''[۲]

خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت میں مدینہ میں داخل ہوا خلق اللہ تھی کہ ٹوٹی پڑتی تھی، ہر طرف سے لوگوں نے مجھے گھیر لیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔[۳]

سید مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں:

''یہ ہجوم ایک دو دن تک محدود نہ رہا۔ بلکہ روزانہ لوگوں کی ایک بھیڑ آپ رضی اللہ عنہ

---

۱ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ دوم، ص ۲۸۴

۲ سوانح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۳

۳ سوانح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ص ۱۰۹

کے گرد رہتی تھی۔ یہاں بھی آپ رضی اللہ عنہ نے وعظ و پند کا دروازہ کھول دیا۔"[1]

۱۱۔ درس گاہ معاذ بن جبل

حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ:

((ان رسول الله ﷺ خلف معاذ بن جبل بمكة حين وجه الى حنين يفقه أهل مكة و يقرءهم القرآن))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حنین روانہ ہوئے تو آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکے میں چھوڑ دیا تاکہ وہ اہلِ مکہ کو فقہ کی تعلیم دیں اور انہیں قرآن پڑھائیں۔"[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کچھ دنوں مکہ مکرمہ میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ملک یمن کے علاقے جُند کا امیر و معلم بنا کر روانہ فرمایا:

محمد ابن سعدؒ نے لکھا ہے:

((بعثه رسول الله ﷺ الى يمن عاملا و معلما))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو امیر و معلم بنا کر یمن بھیجا تھا۔"[3]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، عہد صدیقی کی ابتداء میں مدینہ آ گئے پھر یہاں سے ملک شام چلے گئے اور شہر حمص کی جامع مسجد میں اپنی مجلس قائم کر کے حدیث و فقہ کا درس دینے لگے جس میں اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعینؒ شریک ہوتے تھے۔

ابو مسلم خولانیؒ کا بیان ہے:

"میں حمص کی مسجد میں گیا، دیکھا کہ ادھیڑ عمر کے تقریباً تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں اور ان کے درمیان ایک جوان سُرمگیں آنکھوں والا جس کے آگے کے دانت چمک رہے ہیں خاموش بیٹھا ہے اور جب اہلِ مجلس کسی بات

---

۱ سوانح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ص ۱۰۹

۲ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ دوم، ص ۲۸۰

۳ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ دوم، ص ۲۸۱

میں شک وشبہ کرتے ہیں تو اس جوان کی طرف متوجہ ہو کر اس کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ میں نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ اس نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔" [1]

۱۲۔ درس گاہ واثلہ بن اسقع

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ملک شام چلے گئے اور بیت المقدس میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا درس مسجد بیت المقدس یا مسجد دمشق یا پھر دونوں مسجدوں میں قائم ہوتا تھا۔

ابن عدیؒ اور بیہقیؒ نے "المدخل" میں ابو الخطاب معروف الخیاطؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

((رأيت واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ يملي على الناس الاحاديث و هم يكتبونها بين يديه))

"میں نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کو احادیث کا املاء کرا رہے ہیں اور لوگ ان کے سامنے لکھ رہے ہیں۔" [2]

ان کی مجلس درس کے فیض یافتگان میں ان کی صاحبزادی فسیلہ بنت واثلہؒ، ابو ادریس خولانیؒ، بشیر بن عبید اللہ حضرمیؒ، ابو عمارہؒ۔ شداد بن اوسؒ، مکحول شامیؒ، عبداللہ حضرمیؒ، عبدالواحد بن عبداللہ بصریؒ، عریف بن عیاش دیلمیؒ، ابو ملیح بن اسامہؒ، یونس بن میسرہؒ، معروف بن خطابؒ وغیرہ فقہ وفتویٰ اور روایت وغیرہ میں زیادہ مشہور ہیں۔ [3]

۱۳۔ درس گاہ عقبہ بن عامر جہنی

آپ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملک شام چلے گئے اور مصر وشام کی

---

۱ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم وتربیت، ص ۲۱۳

۲ تدریب الراوی، ص ۳۲۸؛ والتراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ص ۲۴۸

۳ تہذیب التہذیب، ج: ۱۱، ص ۱۰۱

فتوحات میں شریک رہے۔ اس کے بعد مصر میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور مکان بنوایا اور وہیں فوت ہوئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر میں خراج کی وصولی اور نماز کی امامت پر مقرر کیا تھا اور وہیں ان کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا جس میں اہلِ علم شریک ہوتے تھے۔ [1]

حضرت عبادہ بن نسیؒ کا بیان ہے:

((رأيت جماعة على رجل في خلافة عبدالملك بن مروان و هو يحدثهم فقلت من هذا فقالوا عقبة بن عامر الجهني))

''میں نے عبدالملک بن مروان کے دورِ خلافت میں دیکھا کہ ایک جماعت ایک شخص کے پاس ہے اور وہ شخص ان سے حدیث بیان کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ ہیں۔''

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی مجلس درس کے فیض یافتگان میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، قیس بن ابو حازمؒ، جبیر بن نفیرؒ، ربعی بن حراشؒ، ابو ادریس خولانیؒ، کثیر بن مرہ حضرمیؒ کے علاوہ ایک بہت بڑی جماعت ہے۔ [2]

۱۴۔ درس گاہ حذیفہ بن الیمان

حضرت نصر بن عاصمؒ کا بیان ہے کہ میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا جو نہایت خاموشی کے ساتھ ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ [3]

---

١ تهذيب التهذيب، ج: ۷، ص ۲۴۳

۲ المحدث الفاصل، ص ۳۱۵، بحوالہ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۲۴۳

۳ امام ابن ماجہ اور علمِ حدیث، ص ۲۴

فصل سوم:

اصحاب صُفّہ کی عسکری خدمات

مبحث اول: اصحابِ صُفّہ میں علمبردار اور شہداء

ا۔ اصحابِ صُفّہ میں علمبرداران لشکر

میدانِ جنگ میں قومی یا قبائلی پرچم اٹھانا اور زمانہ امن میں اس کی حفاظت کرنا ایک بڑا اعزاز ہونے کے علاوہ دوسرے اختیارات و امتیازات کا عہدہ بھی تھا۔ اسلامی ریاست نے اس جاہلی روایت کو قبول کر کے اسے اور وسعت دی۔ چھوٹے سرایا میں عموماً ایک علم اور ایک ہی علمبردار ہوتا تھا جو پوری امتِ اسلامی یا ریاستِ اسلامی کی نمائندگی کرتا تھا مگر بڑے غزوات و سرایا میں مرکزی علمبردار کے ساتھ ساتھ نمائندہ قبیلوں اور بطون کے متعدد علم اور علم بردار ہوتے تھے۔ مبحثِ ہذا میں درس گاہِ صُفّہ سے تعلق رکھنے والے چند علمبرداروں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

ا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اسلامی ریاست کے ممتاز ترین علمبردار ہونے کا شرف درس گاہ صُفّہ کے معلّم حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ کو جاتا ہے کہ صحابیٔ موصوف کو کم و بیش دس مواقع پر یہ اعزاز عطا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دس تقرریاں بدر، قرقرۃ الکدر، حمراء الاسد، بنی نضیر، بدر الموعد، بنی قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف میں ہوئیں۔ [1]

---

[1] عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۱۲۴

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا عطین ھذہ الرایة غدًا رجلا یفتح اللہ علی یدیه یحب اللہ و رسوله و یحبه اللہ و رسوله))

''کل میں ایک شخص کو جھنڈا دوں گا اللہ تعالیٰ اس پر فتح عطا فرمائے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اس کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوب رکھتے ہیں۔''

پس جب صبح ہوئی تو تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے، ان میں سے ہر ایک کو امید تھی کہ پرچم اسے عطا کیا جائے گا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((فقال این علی بن ابی طالب...فاعطاہ الرایة..))

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں ۔۔۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو پرچم ہوتے تھے، ایک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھامتے تھے۔''[2]

۲۔ حضرت ابو مرثد کناز بن الحصین الغنوی رضی اللہ عنہ

ماہِ رمضان میں ہجرت کے ساتویں مہینے وہ سب سے پہلا علم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمزہ بن عبد المطلب بن ہشام رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اس کا رنگ سفید تھا۔ ابو مرثد کناز بن الحصین الغنوی رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھایا جو حمزہ بن عبد المطلب کے حلیف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس مہاجرین کے ساتھ انہیں روانہ فرمایا۔[3]

---

۱ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۹۴۲

۲ الاصابة، ج: ۴، ص ۲۷۴، ۲۷۷

۳ طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ اول، ص ۲۴۶

۳۔ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے آٹھویں مہینے شروع شوال میں عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کا رابغ کی جانب وہ سریہ ہے جس میں لوائے ابیض (علمِ سفید) ان کے لئے نامزد کیا گیا تھا۔ اس کو مسطح بن اثاثہ بن عبد المطلب بن عبد مناف لئے ہوئے تھے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساٹھ مہاجرین کے ہمراہ بھیجا تھا۔[۱]

۴۔ حضرت عبداللہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ ایک غزوے میں شامل ہوئے تو کہا کہ جھنڈا میرے ہاتھ میں دے دو کیونکہ میں بھاگوں گا تو نہیں اور مجھے دونوں صفوں کے درمیان کھڑا کر دو۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ قادسیہ کی جنگ کے دوران سیاہ جھنڈا حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور ان کے بدن پر زرہ تھی۔"[۲]

۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ہجرت کے تیرھویں مہینے شروع ربیع الاول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوۂ بواط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا سفید تھا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لئے ہوئے تھے۔[۳]
۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوۂ حنین ہوا۔ اسی کو غزوۂ حوازن بھی کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو صبح تڑکے تیار کیا اور ان کی چند صفیں بنا دیں۔ اس غزوے میں اسلامی لشکر کا علم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔[۴]

۶۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد جھنڈے نامزد فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

---

۱ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۴۶
۲ صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ص ۲۵۴-۲۵۵؛ وطبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم، ص ۲۷۹
۳ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۴۷
۴ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۳۶۵

جھنڈا سب سے بڑا تھا۔ مہاجرین کا جھنڈا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کا شعار (نشانِ شناخت) "یا بنی عبد الرحمٰن" مقرر فرمایا۔ [1]

(غزوۂ اُحد کے لئے روانگی کے وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین نیزے طلب فرمائے اور تین جھنڈے بنائے۔ جو مہاجرین کا جھنڈا تھا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ [2]

روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: مشرکین کا جھنڈا کون اٹھائے گا۔ تو کہا گیا عبد الدار۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہم وفائے عہد کے ان سے زیادہ مستحق ہیں، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں، عرض کی میں یہ ہوں، فرمایا جھنڈا لے لو۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے لیا اور وہ اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے ہو گئے۔ [3]

۲۔ درس گاہِ صُفّہ کے شہدائے کرام

درس گاہِ صُفّہ کے معلم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((للشهيد عند الله سبع خصال))

شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات اعزازات ہوں گے۔

(۱) اس کا خون نکلتے ہی اسے بخش دیا جاتا ہے اور وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لیتا ہے۔

(۲) اور اسے ایمان کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔

(۳) اس کی شادی بڑی آنکھوں والی حور سے کر دی جاتی ہے۔

(۴) اسے عذابِ قبر سے پناہ دے دی جاتی ہے۔

(۵) اسے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

---

۱ طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ اول، ص ۲۵۳

۲ طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ اول، ص ۲۷۴

۳ طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ اول، ص ۲۷۵۔۲۷۶

(۶) اس کے سر پر پُر وقار یاقوتی تاج پہنا دیا جاتا ہے جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔
(۷) اس کے قریبی رشتہ داروں میں سے ستر انسانوں کے بارے سفارش کو قبول کیا جائے گا۔ [۱]

O.....حضرت صفوان بن بیضاء فہری رضی اللہ عنہ

غزوۂ بدر میں درس گاہ صُفّہ کے آٹھ جانبازوں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ سترہ مسلمانوں نے اس معرکے میں جام شہادت نوش کیا جن میں سے ایک (سعادت مند) درس گاہ صُفّہ کے جانثار حضرت صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ ہیں۔ [۲]

O.....حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ علمبردارِ لشکرِ اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب موجود تھے۔ ایک مشرک ابن قمۂ صفوفِ مسلمین میں داخل ہو کر ان پر حملہ آور ہوا اور مصعب رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ابن قمۂ یہ سمجھتا تھا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ اس کامیابی پر نازاں واپس چلا گیا اور مشرکین میں پہنچ کر بڑے فخر سے شور بلند کیا کہ لوگو! میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر آیا ہوں۔ [۳]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((قُتل یوم احد، فلم نجد ما نکفنه به الا بردة، اذا غطینا بها راسه خرجت رجلاه، و اذا غطینا رجلیه خرج راسه..))

”وہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے ان کے کفن کے لئے کچھ نہ ملا بس ایک چادر تھی اگر اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے، پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔“ [۴]

O.....حضرت عبداللہ بن حرام ابو جابر انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

---

۱ احادیث الجہاد، ص ص ۱۰۱۔۱۰۲
۲ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۵۶؛ و احادیث الجہاد، اپریل ۲۰۰۳ء، ص ۱۱۸
۳ السیرة النبویه ابن هشام، ص ۲۵۹
۴ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۷۶

جب میرے والد احد کی جنگ میں شہید کر دیئے گئے تو میں ان کے چہرے سے بار بار کپڑا ہٹا کر دیدار کرتا اور روتا۔ یہ منظر دیکھ کر میری پھوپھی (فاطمہ رضی اللہ عنہا) بھی رونے لگیں۔ اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے:

((تبكين أو لا تبكين، ما زالت الملائكة تظلة بأجنحتها حتى رفعتموه))

''تم لوگ روؤ یا چپ رہو، جب تک تم لوگ میت کو اٹھاتے نہیں فرشتے تو برابر اس پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔''[1]

O ...... حضرت حنظلہ بن ابی عامر غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے، وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((إنَّ صَاحِبَكُم حَنظَلَةَ تُغَسِلُهُ المَلَائِكَةُ فَسَلُوا صَاحِبَتَهُ))

''تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، اس کی بیوی سے پوچھو (کہ اس کا سبب کیا ہے؟)

بیوی سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ جب حنظلہ رضی اللہ عنہ نے معرکہ آرائی کا سنا تو اس پر غسل واجب تھا لیکن وہ اللہ کے راستے میں اسی حالت میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((فَذَاكَ قَدْ غَسَّلَتهُ المَلَائِكَةُ))

''اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا۔''[2]

---

1 صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۴۴

2 صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۷۰۲۵

O...... درس گاہ صُفّہ کے دیگر شہدائے کرام رضی اللہ عنہم

O......خبیب بن یساف ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ: تبلیغی مشن پر شہادت ہوئی۔

O......عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ: تبلیغی مشن پر بطور امیر تعینات تھے۔ شہید ہوئے۔

O......حضرت ثقیف بن عمرو رضی اللہ عنہ: غزوۂ خیبر میں جام شہادت نوش کیا۔

O......حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ: غزوۂ تبوک میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

O......حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ: یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔

O......حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ: یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔

O......حضرت عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ: غزوۂ موتہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

O......حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ: جنگ صفین میں جام شہادت نوش فرمایا۔

O......حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ: جنگ صفین میں جام شہادت نوش فرمایا۔[1]

امام جلال الدین سیوطیؒ، امام قرطبیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جنگِ یمامہ کے دن ستر قاری شہید کر دیئے گئے اور عہدِ نبی اکرم میں بئر معونہ کے مقام پر بھی اتنے ہی قاری شہید کئے گئے۔''[2]

امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''بعض کا کہنا ہے کہ جنگِ یمامہ کے دن سات سو قاری شہید کئے گئے۔''[3]

مبحث دوم: اصحاب صُفّہ کی فوجی مہمات (غزوات وسرایا)

غزوات، غزوہ کی جمع ہے اور سرایا سریہ کی۔ غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی جنگوں کو کہتے ہیں جن میں لڑنے والوں کی تعداد تین سو چار سو تک ہو اور جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس

---

۱ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج:۱،ص ۳۳۲۔ ۳۵۴؛ احادیث الجہاد،ص ۱۲۹

۲ الاتقان فی علوم القرآن، ج:۱،ص ۲۲؛ والبیان فی تفسیر القرآن،ص ۲۴۸

۳ تفسیر قرطبی ج:۱،ص ۲۰، بحوالہ البیان فی تفسیر القرآن،ص ۲۴۸

شریک رہے ہوں۔ سریہ میں تعداد نہیں دیکھی جاتی۔ایک آدمی کہیں محض دیکھ بھال کرنے چلا گیا ہے تو اس کا جانا بھی سریہ ہے۔ [1]

"قاموس الالفاظ الاسلامیة" میں غزوہ اور سریہ کی تعریف حسب ذیل ہے:

Ghazwah is a large army unit with the Prophet himself leading the army, and Sariyah is a small army without the Prophet's participation. [2]

اصحابِ صُفّہ نے حصولِ علم اور عبادت میں گہری مشغولیت کے باوجود اپنے آپ کو معاشرتی زندگی میں حصہ لینے اور جہاد میں شرکت کرنے سے الگ تھلگ نہیں رکھا۔اصحابِ صُفّہ میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے مختلف غزوات میں حصہ لیا۔

غزوات کی تعداد ستائیس ہے جن میں رسول اللہ ﷺ بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔ان ستائیس میں سے نو غزوات میں آپ ﷺ نے خود تلوار چلائی اور قتال کیا۔سرایا کی تعداد ایک قول کے مطابق سینتالیس اور دوسرے قول کے مطابق ساٹھ ہے۔ [3]

۱۔اصحابِ صُفّہ کا شوقِ جہاد

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [4]

"(مسلمانو! ساز و سامان کے بوجھ سے) ہلکے ہو یا بوجھل جس حال میں ہو نکل کھڑے ہو (کہ دفاع کے لئے تمہیں بلایا جا رہا ہے) اور اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔اگر تم (اپنا نفع نقصان) جانتے ہو تو یہ

---

۱ حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ ص ۳۹۰

۲ Al-Khudrawi, Deeb, Dictionary of Islamic Terms, Darussalam Publishers & Distributors, Riyadh, Third Edition, 2009, Page 378

۳۔ دلائل النبوۃ، البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، ترجمہ، مولانا محمد اسماعیل الجاروی، دارالاشاعت، کراچی، مئی ۲۰۰۹ء، حاشیہ از ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی: ۲:ص ۳۶

۴ سورۃ التوبۃ ۹:۴۱

تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

درس گاہ صُفّہ کے خوشہ چیں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((غدوة فی سبیل الله او روحة خیر مما طلعت علیه الشمس وغربت))

"اللہ کی راہ میں صبح جانا یا شام جانا ساری دنیا سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شوقِ جہاد کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکل جاؤں اور مجھے خود اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے کبھی نہ رکتا جو اللہ کے راستے میں غزوہ کے لئے جا رہا ہو۔"[2]

درس گاہ صُفّہ کے مجاہد حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی عمر کے آخری حصے میں بھی شوق جہاد سے سرشار تھے۔ ابی راشد الحبرانی سے مروی ہے:

"میں مسجد سے نکلا تو مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو صرافوں کے ایک صندوق میں بیٹھے دیکھا جو صندوق سے بھی بڑے نظر آ رہے تھے، میں نے ان سے کہا کہ اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا عذر (سفر جہاد کے لئے) ظاہر کر دیا، انہوں نے کہا کہ ہم پر سورة البحوث (سورۂ توبہ) نے لازم ٹھہرایا ہے: **انفروا خفافا و ثقالا** (تم لوگ جہاد کو جاؤ، ہلکے ہو یا بھاری)"[3]

---

1. احادیث الجہاد، ص ۷۹
2. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۷۹۷
3. طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ سوم، ص ۲۳۲

تبوک کے لئے روانگی کے موقع پر حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے بنو قینقاع کے بازار میں آواز دی:

''غنیمت میں میرا حصہ مجھے سوار کر کے لے جانے والے کا ہو گا، کیونکہ میں پیدل تھا اور میرے پاس سواری نہ تھی۔''

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے بلا کر کہا: میں ایک بار تو تمہیں رات کو بٹھاؤں گا اور ایک باری دن کو ہو گی، تم میرے قبضے میں رہو گے اور تمہارا حصہ میرا ہو گا۔

(غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں چھ اونٹنیاں آئیں) جنہیں لے کر کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے خیمے پر پہنچے اور کہا: اللہ آپ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، ذرا باہر نکل کر اپنی اونٹنیاں لے لیجیے۔'' وہ ہنستے ہوئے نکلے اور کہنے لگے:

''اللہ تجھے برکت دے میں نے تمہیں کچھ لینے کے لئے نہیں اٹھایا تھا۔''[1]

۲۔ اصحاب صُفَّہ میں فوجی مہمات (سرایا) کے کمانڈرز

مورخین ایسی کسی مہم کو جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سر کردگی میں بھیجی گئی ہو سَرِیّہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ سرایا، سَرِیّہ کی جمع ہے۔ یہ سرایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کی صورت میں ہوتے تھے۔ ان پر ایک امیر مقرر کر دیا جاتا تھا۔ یہ سرایا مختلف اغراض و مقاصد کے تحت بھیجے گئے۔ جیسے مختلف قبائل میں تعلیم و تبلیغ اسلام، سرحد کی حفاظت، بغاوتوں کو فرو کرنا وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقتاً فوقتاً جو مختلف فوجی مہمات روانہ فرمائیں۔ اُن میں اصحاب صُفَّہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ غزوات و سرایا میں شریک اصحاب رضی اللہ عنہم کے علاوہ یہاں ہم امام حافظ ابن حزم اندلسیؒ کی مشہور کتاب ''جوامع السیرۃ'' کے حوالے سے درس گاہ صُفَّہ سے وابستہ اُن بہادروں کے نام تحریر کرتے ہیں جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف علاقوں کی طرف فوجی مہمات پر روانہ فرمایا:

---

[1] صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۹۸

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف اور دوسری مرتبہ بنی عبد اللہ بن سعد کی طرف

۲۔ حضرت المنذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو بیرِ معونہ کی طرف

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو خرار کی طرف

۴۔ حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کو مقامِ رجیع کی طرف

۵۔ حضرت عکاشہ بن محصین الاسدی رضی اللہ عنہ کو غمرہ کی طرف اور دوسری مرتبہ عذرہ اور بلی کی جانب

۶۔ حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد المخزومی رضی اللہ عنہ کو قطن کی طرف

۷۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف

۸۔ حضرت عبد اللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ کو خالد بن سفیان الھذلی کے قتل کے لئے

۹۔ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بنی عمرو بن عوف کے ایک فرد ابوعفک کے قتل کے لئے

۱۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو (عہد خلفائے راشدین میں) فتح مصر میں امدادی لشکر کا امیر بنایا۔

۱۲۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ذی القصہ کی جانب [1]

ذیل میں اصحاب صُفّہ کی قیادت میں روانہ کی جانے والی چند فوجی مہمات کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

O......سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ذی القعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے نویں ماہ کے شروع میں الخرار کی طرف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا جس میں لوائے ابیض (علمِ سفید) ان کے لئے نامزد کیا گیا تھا، جسے المقداد بن عمرو البہرانی رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس مہاجرین کے ہمراہ بھیجا تھا کہ قافلہ قریش کو روکیں جو ان کی طرف سے گزرے۔ سعد رضی اللہ عنہ

---

[1] جوامع السیرۃ، ص ص ۴۸۔۵۲؛ خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۱۵۲

کہتے ہیں کہ ہم لوگ پیادہ روانہ ہوئے دن کو کمین گاہ میں پوشیدہ ہوجاتے تھے اور رات کو چلتے تھے، یہاں تک کہ جب ہمیں پانچویں صبح ہوئی تو قافلے کے متعلق علم ہوا وہ شب ہی کو گزر گیا۔ ہم مدینہ لوٹ آئے۔ [1]

O.....سریہ ابی سلمہ بن عبدالاسد المخزومی رضی اللہ عنہ

ہجرت کے پینتیسویں مہینے قطن کی جانب ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی کہ طلیحہ وسلمہ فرزندانِ خویلد مع اپنے پیروؤں کے اپنی قوم میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کی دعوت دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلایا ان کے لئے جھنڈا مقرر کیا اور ہمراہ مہاجرین وانصار میں سے ایک سو پچاس آدمی روانہ ہو گئے۔ وہ تیز رفتاری سے گئے۔ میدان پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا تین غلام چرواہوں کو گرفتار کیا، باقی بچ گئے۔ مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ساتھ لائے۔ [2]

O.....سریہ عمرو بن المنذر انصاری رضی اللہ عنہ (سانحہ بیر معونہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے چھتیسویں مہینے بیر معونہ کی طرف عمرو بن المنذر انصاری الساعدی رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔ ابو براء عامر بن مالک نامی ایک شخص نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب رضی اللہ عنہم کو اہل نجد میں اسلام کی اشاعت اور دعوت کے لئے بھیجیں۔ میں ان کو پناہ دیتا ہوں اور اپنی حفاظت میں رکھنے کا ضامن ہوں۔ اس یقین دہانی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس یا ستر (باختلاف اقوال) اصحاب رضی اللہ عنہم، عمرو بن المنذر انصاری رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں اس کے ساتھ کر دیے۔ یہ تمام کے تمام اصحابِ رسول اور اعلیٰ درجے کے مسلمان اور قاریانِ قرآن تھے۔ مگر ان لوگوں نے راستے ہی میں ان سے منہ پھیر لیا اور منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی انہیں شہید کر دیا۔ [3]

---

1 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۴۶۔۲۴۷
2 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۸۴
3 السیرۃ النبویہ ابن ھشام، ص ۲۷۶۔۲۷۷

O......سریہ مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ

اسید بن علاء بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم نشینوں میں سے تھے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک قوم عضل وقارہ سے آئی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں بھی اسلام ہے۔ لہٰذا ہمارے ہمراہ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو بھیج دیجئے جو ہمیں سمجھائیں، قرآن پڑھائیں اور شریعتِ اسلامی سکھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہمراہ دس آدمی روانہ کیے۔ ان پر آپ نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اور بعض نے کہا کہ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ وہ روانہ ہوئے۔ یہ لوگ جب ھَدَۃ کے مقام پر پہنچے تو بنی ہذیل کے ایک قبیلے کو ان کے آنے کی خبر ہوگئی۔ اس قبیلے کے سو تیر اندازوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گھیراؤ کر لیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ [1]

O......سریہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

۶ھ میں ذی القصہ کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس سواروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ [2]

O......حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور بحرین کا مالِ غنیمت

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بحرین سے مالِ غنیمت کا کثیر حصہ مدینہ طیبہ روانہ کیا۔ جس رات بیت المال کا قافلہ پہنچا، اس صبح مسجدِ نبوی کی حالت دیدنی تھی۔ لوگ اپنے محلے کی مسجدیں چھوڑ کر اس قدر ذوق وشوق سے مسجدِ نبوی میں آئے کہ مسجد تنگیٔ داماں کی شکایت کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، تو انصار کے ایسے لوگوں کو بھی مسجد میں دیکھا جو عام حالات میں اپنے محلے کی مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

> ''آج آپ اس لئے ہماری مسجد میں آئے ہیں کہ آپ نے سن لیا ہوگا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مال رات کو پہنچ چکا ہے۔''

---

1 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۸۹

2 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۳۱۴

تو انصار بے ساختہ ہنس پڑے۔ آپ ﷺ نے بھی ان کے ساتھ شامل ہوتے ہوئے تبسم فرمایا۔ [1]

اسلامی خیمہ گاہ (معسکر) کے افسرِ اعلیٰ یوں تو رسول کریم ﷺ ہوا کرتے تھے یا سرایا میں ان کے افسر و امیر سرایا۔ لیکن کبھی کبھی غزوات کے دوران رسول کریم ﷺ اپنی غیر حاضری کی صورت میں اپنا خلیفہ و نائب بھی مقرر فرما دیا کرتے تھے جو سالارِ معسکر کہلاتا تھا۔ اس طبقۂ عمال نبوی میں حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی درس گاہ صُفّہ کے معلمین میں سے تھے۔ [2]

۳۔ اصحاب صُفّہ کے حربی کارنامے

O..... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی منجنیق سازی

عربوں کے ہاں منجنیق سازی کا فن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے پہنچا۔ جرجی زیدان نے تاریخ التمدن الاسلامی میں لکھا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دوسرے فنونِ جنگ کے ساتھ ساتھ منجنیق سازی بھی عربوں کو سکھائی تھی۔

ابن الاثیرؒ لکھتے ہیں کہ طائف کا محاصرہ کچھ اوپر بیس دن جاری رہا۔ حضور ﷺ نے ان کے خلاف منجنیق نصب کرنے کا حکم دیا۔ منجنیق کے استعمال کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ [3]

واقدیؒ نے اپنے شیوخ سے اس طرح کا واقعہ بیان کر کے کہا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے منجنیق کو خود بنایا اور اس کے استعمال کا مشورہ دیا۔ بقول بعض منجنیق اور دبابہ انہوں نے پیش کیا۔ [4]

---

۱ فتوح البلدان، حصہ اول، ص ۱۲۷

۲ عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۵۴

۳ الکامل فی التاریخ، ابن الاثیرؒ، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم الجزری الشیبانی (امام)، مطبوعہ المنیریہ، مصر، سن ندارد، ج: ۲، ص ۱۸۱

۴ البدایۃ والنھایۃ، ج: ۲، حصہ چہارم، ص ۷۷

ایک روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے دو صحابہ کرام، حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت غیلان بن اسلم رضی اللہ عنہ کو ۸ ھجری میں بیرون ملک روانہ کیا جو وہاں دبابے، منجنیق اور جنور کی صنعت سیکھ رہے تھے۔ [۱]

O.....غزوہَ اُحد میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی فداکاری

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"غزوہَ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے دونوں رخساروں میں خود کے دو حلقے گھس گئے تو میں آنحضور ﷺ کی طرف دوڑتا ہوا آیا۔ ایک اور انسان مشرق کی طرف سے دوڑتا ہوا آیا، وہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے مجھ پر سبقت کی تھی۔ انہوں نے درخواست کی کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں اللہ کے لئے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے کیوں نہیں چھوڑ دیتے کہ رسول اللہ ﷺ کے رخساروں سے اسے کھینچ لوں، میں نے انہیں چھوڑ دیا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دانت سے خود کا ایک حلقہ پکڑ کر کھینچا تو پشت کے بل گر پڑے اور دانت ٹوٹ گیا، انہوں نے دوسرا حلقہ دوسرے دانت سے پکڑا تو وہ دانت بھی ٹوٹ گیا، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھونڈے تھے۔" [۲]

O.....حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کی جنگی چالیں

ماہِ رجب میں رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کے سترھویں مہینے کے شروع میں نخلہ کی جانب عبداللہ بن جحش الاسدی رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا۔ انہیں آپ ﷺ نے بارہ مہاجرین کے ہمراہ بطن نخلہ کو روانہ کیا جن میں سے ہر دو کے قبضے میں ایک اونٹ تھا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ قافلہء قریش کی گھات میں رہیں وہ قافلہ ان کے پاس اترا۔ اہل قافلہ کو ان سے ہیبت معلوم ہوئی اور ان کی حالت انوکھی نظر آئی۔ عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ نے سر منڈایا جس کو عامر بن ربیعہ

---

۱ البدایہ والنہایہ، ج: ۲، حصہ چہارم ص ۴۷۷

۲ طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ سوم ص ۲۸۸

نے مونڈا تا کہ قوم مطمئن ہو جائے۔ وہ مطمئن ہو گئے اور کہنے لگے یہ لوگ یہیں کے رہنے والے ہیں ان سے کوئی خوف نہیں۔ انہوں نے اپنی سواری کے جانور (چرانے کے لئے) چھوڑ دیئے اور کھانا تیار کیا۔ اس روز کے متعلق انہوں نے یہ شک کیا کہ آیا وہ ماہِ حرام میں سے ہے یا نہیں پھر انہوں نے جرأت کی اور ان سے قتال کیا۔[1]

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے حوالے سے مستند روایات میں ہے کہ غزوہ بدر میں عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک شاخ درخت کی دی کہ اس سے لڑو۔ انہوں نے اس کو لے کر حرکت دی تو ان کے ہاتھ میں وہ نہایت نفیس تلوار ہو گئی۔ اس سے وہ غزوات میں برابر لڑا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں شہید ہوئے۔[2]

O..... غزوہ احزاب میں خندق کھودنے کا مشورہ

ابن سعدؒ کے مطابق ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال غزوہ احزاب پیش آیا جس میں مشرکین کے کئی گروہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے جمع ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بلایا انہیں دشمن کی خبر دی اور مشورہ کیا۔ اہلِ عرب کے ہاں خندق کا طریقہ مروج نہیں تھا، بلکہ اہلِ فارس یہ طریقہ اختیار کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فارس میں جب ہمارا محاصرہ ہو جاتا تو ہم خندق کھود دیتے تھے۔۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ رائے پسند آئی اور خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چھ دن میں یہ خندق تیار ہوئی۔[3]

O..... صُفّہ کے مجاہد کے ہاتھوں اسلام کے سب سے بڑے دشمن کا قتل

صُفّہ کے طالب علم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں شامل ہو کر اسلام کا دفاع کیا۔ نیز اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابو جہل کا سر تن سے جدا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔[4]

---

1. طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۴۹
2. اصح السیر، دانا پوری، ابو البرکات عبد الرؤف (حکیم)، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص ۹۲
3. اَلمَوَاهِبُ اللَّدُنِيَّة بِالْمِنَحِ الْمُحَمَّدِيه، ج:۱، ص ۳۱۱؛ و طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۹۸
4. التبیان والتبیین، ج:۱، ص ۲۷۲ بحوالہ تذکار قراء، ص ۳۷

O.....سخت ٹھنڈی رات میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی خفیہ خبر رسانی

شریک بن یزید تیمیؒ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

"(غزوۂ احزاب میں) اللہ تعالیٰ نے شب شنبہ کو ایک ہوا بھیجی جو مشرکین کا کام تمام کر گئی۔ ہوا اتنی تیز چلی کہ نہ تو کوئی خیمہ ٹھہر سکا اور نہ ہانڈی۔ جب بہت تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: "کیا کوئی شخص ہے جو جا کر کافروں کی خبر لائے اور اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میرے ساتھ کر دے گا۔" یہ سن کر کسی نے جواب نہ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((یاحذیفة، اذهب فادخل فی القوم فانظر ما یصنعون، ولا تحدثن شیئا حتی تاتینا))

"اے حذیفہ! جاؤ دشمن میں داخل ہو جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور اس وقت تک کوئی کارروائی نہ کرنا جب تک ہماری طرف واپس نہیں آجاتے۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں۔ میں ریکی مکمل کرنے کے بعد پلٹا تو مجھے پھر ایسا معلوم ہو رہا تھا جس طرح کہ میں حمام میں چل رہا ہوں۔۔۔ میں واپس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ بتا دیا تو اس وقت مجھے دوبارہ سردی محسوس ہوئی۔ پھر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک زائد کمبل اوڑھا دیا، جس کو اوڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سویا رہا، جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "بہت زیادہ سونے والے اٹھ جا۔"[1]

O.....عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کو عصائے نبوی عطا ہونا

حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا:

---

1 صحیح مسلم حدیث نمبر:۱۷۸۸

"مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ نبیح کا پوتا خالد بن سفیان لوگوں کو اکٹھا کر رہا ہے، اس کا مقصد مجھ سے جنگ کرنا ہے۔ اس وقت وہ "عُرَنہ" کے مقام پر موجود ہے۔ اس تک پہنچو اور اسے قتل کر دو۔"

عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ موقع پا کر میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر لے لیا۔ میں واپس پلٹا۔ یہاں تک کہ مدینے آ گیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں پایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا تمہارا چہرہ فلاح پائے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا چہرہ بھی فلاح پائے۔ میں نے اس کا سر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا اور واقعے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک عصا عطا فرمایا کہ اسے پکڑ کر جنت میں چلے جاؤ۔ وہ عصا ان کے پاس رہا۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ عصا کفن میں رکھ دیں، انہوں نے یہی کیا۔ [1]

O.....صُفَّہ کے طالب علم، اسلام کے پہلے تیر انداز

سریہ عبیدہ بن الحارث میں جب مہاجرین کا لشکر ابو سفیان بن حرب سے ملا جس کے ہمراہ دو سو اہل قریش تھے۔ ان میں تیر اندازی ہوئی۔ انہوں نے تلواریں نہیں کھینچیں اور نہ قتال کے لئے صف بستہ ہوئے۔ ان لوگوں کے درمیان تیر اندازی صرف اس لئے ہوئی کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس روز ایک تیر پھینکا تھا وہ سب سے پہلا تیر تھا جو اسلام میں پھینکا گیا تھا۔ [2]

(غزوۂ احد میں) مشرکین کا جھنڈا جب ابو سعد بن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ اسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر مارا جو اس کے گلے میں لگا اور کتے کی طرح زبان باہر نکل پڑی پھر اسے قتل کر دیا۔ [3]

اس دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جرأت و

---

[1] طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۸۵

[2] طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۴۶

[3] طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۷۷

بہادری کے جوہر دکھائے۔ آپ ﷺ انہیں تیر پکڑاتے اور فرماتے:

((اِرْمِ یَا سَعْدُ! فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّی))

"اے سعد رضی اللہ عنہ! تیر پھینکو تم پر میرے ماں باپ قربان!" [1]

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ان اصحاب رضی اللہ عنہم میں بیان کیے گئے ہیں جو تیر انداز تھے۔ [2]

O......سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تلوار گستاخِ رسول کی گردن پر

شروع شوال میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بیسویں مہینے ابو عفک یہودی کی جانب سالم بن عمیر العمیری رضی اللہ عنہ کا سریہ ہے۔ ابو عفک بنی عمرو بن عوف کا بہت بڑا بوڑھا جو ایک سو برس کا تھا، یہودی تھا، لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر برانگیختہ کرتا اور شعر کہتا تھا۔ سالم بن عمیر مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما جو بکثرت رونے والوں میں سے تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ کہا کہ مجھ پر یہ نذر ہے کہ یا تو میں ابو عفک کو قتل کروں گا یا اس کے لئے مر جاؤں گا۔ [3]

O......اللہ کی راہ میں سب سے پہلے گھوڑا دوڑانے والے

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑے پر رسول اللہ ﷺ کے ماموں بنی الاسود کے حلیف مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سوار تھے، دوسرا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حلیف مرثد بن ابی المرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کے لئے تھا۔ [4] ان کے گھوڑے کا نام "السبل" تھا۔ [5]

سفیان نے اپنے والد سے روایت کی ہے:

---

1. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۰۵۵
2. طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ سوم، ص ۲۳۲
3. طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۶۵
4. طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۶۳
5. طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ سوم، ص ۱۸۰

''سب سے پہلے جسے اس کے گھوڑے نے راہ اللہ میں دوڑایا وہ مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ ہیں ۔''

مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوم بدر میں میرے پاس ایک گھوڑا تھا جس کا نام سجہ تھا۔
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یوم بدر میں سوائے مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہم میں سے کوئی سوار نہ تھا۔ [1]

''غزوۂ احد میں داد شجاعت دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ کو **نعم الفارس عویمر** (عویمر بہترین شہ سوار ہیں) فرما کر داد دی تھی۔'' [2]

O......اصحاب صُفّہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ردیف

(حضرت عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ بدر کے دن تین آدمی ایک اونٹ پر تھے اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم نشین تھے۔ایسا ہوتا تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (پیادہ چلنے کی) باری ہوتی تھی تو وہ دونوں عرض کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو جائیے تاکہ ہم دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے پیادہ چلیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ نہ تو تم دونوں پیادہ روی میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور نہ میں ثواب میں تم لوگوں سے زیادہ بے نیاز ہوں (یعنی مجھے ثواب کی ویسی ہی حاجت ہے جیسی تمہیں، پھر میں پیادہ روی کا اجر کیوں چھوڑوں)۔ [3]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بدر اور تمام غزوات میں شرکت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے پیچھے سوار کیا۔ [4]

اسی طرح دیگر کتب سیرت سے اخذ کردہ وہ ردیف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا تعلق درس گاہ

---

1 طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ سوم، ص ۲۳۱
2 خیرُ القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، ص ۲۰۸
3 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۵۹۔ ۲۶۰
4 صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۱۱

صُفّہ سے تھا اُن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [1] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ [2] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [3] حضرت جندب بن جنادہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ [4] حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ [5] حضرت عویمر ابو الدرداء رضی اللہ عنہ [6] حضرت ثابت بن ضحاک انصاری اشہلی رضی اللہ عنہ [7] اور حضرت ابوہریرہ دوسی [8] رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

O.....غزوۂ بدر میں شریک اصحاب صُفّہ

غزوۂ بدر میں شریک چند اصحاب صُفّہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- O حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- O حضرت خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ
- O حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ
- O حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
- O حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ
- O حضرت مرثد بن ابی المرثد الغنوی رضی اللہ عنہ
- O حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ
- O حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ

O.....غزوات میں شرکت کے لئے اصحاب صُفّہ کی بے چینی

رجب ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ تبوک ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روانگی

---

۱ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:۱۷۶۶

۲ صحیح البخاری، حدیث نمبر:۵۹۶۷

۳ تفسیر معالم التنزیل، سورۃ حدید: ۲۷ بحوالہ، ہم رکاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فیضی محمد ابراہیم (مولانا، حافظ)، کتب خانہ سیرت، کراچی، مارچ ۲۰۰۸ء، ص ۴۶

۴ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر:۴۲۶۱

۵ مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۶۸۴۵؛ و ہم رکاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴۶

۶ ہم رکاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۲۹

۷ الاستیعاب، ج:۱ص ۲۰۵ بحوالہ ہم رکاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۴۰

۸ معرفۃ اسامی ارداف النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۱ص ۸۴ بحوالہ ہم رکاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۴۶

کے لئے بلایا۔ آپ ﷺ نے مکے اور قبائل عرب میں قاصد بھیج کر ان سے بھی کمک طلب کی یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ انہیں صدقات کا حکم دیا لوگ بہت سے صدقات لائے۔ کچھ رونے والے آئے جو سات تھے۔ آپ علیہ السلام سے سواری چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں، وہ اس طرح واپس ہوئے کہ اس غم سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ انہیں وہ چیز نہیں ملی جسے وہ خرچ کریں۔ یہ لوگ سالم بن عمیر، ہرمی بن عمرو، علبہ بن زید، ابو لیلی المازنی، عمرو بن عنمہ، سلمہ بن صخر اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہم تھے۔ [1]

O..... اصحاب صُفّہ اور دفاعِ آل رسول علیہم السلام

ضرورت پڑنے پر اصحاب رسول ﷺ نے نصرتِ اہلبیتؑ میں بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ اس کی ایک روشن مثال واقعہ کربلا میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نصرتِ حسین بن علی علیہما السلام کرنا ہے۔ لشکرِ حسینی میں روز عاشور جن اصحاب رضی اللہ عنہم کے نام ملتے ہیں جن میں مسلم بن عوسجہ، زاہر بن عمرو اسلمی کندی، شبیب بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری، عمار بن ابی سلامہ دالانی، مسلم بن کثیر، حبیب بن مظاہر اور انس بن حارث اسدی رضی اللہ عنہم جیسی ہستیاں شامل ہیں۔ [2]

یہاں ہم دفاعِ اہلبیتؑ کے حوالے سے اصحاب صُفّہ کے دو واقعات قلمبند کرتے ہیں۔

ابن الاثیرؒ، اپنی کتاب **"أسدُ الغابة فی معرفةِ الصَحابة"** میں روایت کرتے ہیں:

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر (مبارک) لایا گیا تو اہل شام میں سے ایک شخص نے ان پر اور ان کے والد (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) پر لعنت کی تو درس گاہ صُفّہ کے خوشہ چیں واثلہ بن

---

1 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۳۷۶

2 سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین علیہ السلام، نجفی محمد حسین (علامہ)، اسلامک بک سنٹر، اسلام آباد، ایڈیشن: ۲۰۰۶ء، ص ۴۰۹

اسقع رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور (انہوں نے نہایت دلیری سے باعلان کہا):

"اللہ کی قسم! میں علی، حسن، حسین اور فاطمہ (علیہم السلام) سے برابر محبت رکھتا ہوں جیسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے متعلق حدیثیں سنیں۔ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں (سیدہ) ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر گیا تھا، اتنے میں حضرت حسن (علیہ السلام) آئے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے داہنے زانو پر بٹھا لیا اور پیار کیا پھر حضرت حسین (علیہ السلام) آئے تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں زانو پر بٹھا لیا اور پیار کیا پھر حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) آئیں تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آگے بٹھا لیا پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا بعد اس کے فرمایا: [1]

{إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} [2]

"اے اہلِ بیتِ نبی! اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک صاف رکھے۔"

دوسری روایت امام ابن جریر طبری نے اپنی کتاب "تاریخ الامم والملوک" میں بیان کی ہے جو اصحاب صُفّہ کی حمایت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ پر واضح دلیل ہے۔

جب یزید بن معاویہ نے سرِ حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی تو اس وقت دربار میں موجود حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ جو اصحاب صُفّہ میں سے تھے، یزید کی اس حرکت کے خلاف کھڑے ہو گئے۔

امام ابن جریر الطبری فرماتے ہیں:

"لوگ داخل ہوئے، کیا دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے سامنے رکھا ہوا ہے، یزید کے ہاتھ میں چھڑی ہے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے دانت کو چھڑی سے چھیڑ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے ان کی

---

1 أسد الغابة في معرفة الصحابة، ج:١ص٥٧٠

2 سورۃ الاحزاب ٣٣:٣٣

اور میری وہ مثال ہے جو حصین بن حمام مری نے کہی ہے:

یفلقن ہاماً من رجال احبہ
الینا وقد کانو اعق و اظلما

"ہماری تلواریں اپنے ہی پیاروں کے سر اڑا دیتی ہیں۔ وہ بھی تو بڑے نافرمان اور بڑے ظالم تھے۔"

اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے (حضرت نضلہ بن عبید) ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا:

"اے یزید! تیری چھڑی اور حسین رضی اللہ عنہ کے دانت! ارے تیری چھڑی کس مقام پر ہے۔ میں نے اسی جگہ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ چومتے تھے۔ سن رکھ قیامت کے دن تیرا حشر ابن زیاد کے ساتھ ہوگا اور حسین رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔"

یہ کہہ کر وہ دربار سے اٹھے ہوئے چلے گئے۔ [1]

O......اصحاب صُفّہ اور غزوہ ہند

درس گاہ صُفّہ کے لائق طالب علم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

"رسول اللہ ﷺ نے ہم سے غزوہ ہند کا وعدہ فرمایا۔ پس اگر میں نے اس کو پا لیا تو اپنا جان و مال اس میں خرچ کروں گا۔ پھر اگر مارا گیا تو افضل شہداء میں سے ہوں گا اور اگر واپس لوٹ آیا تو میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جہنم سے آزاد ہو چکا ہوں گا۔"[2]

ہندوستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے پچیس مجاہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ [3]

غزواتِ ہند کے محرک اوّل (درس گاہ صُفّہ کے طالب علم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی

---

1 تاریخ الامم والملوک، ج: ۳، حصہ چہارم، ص ۲۹۱
2 مسند احمد
3 تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: فقہائے ہند، بھٹی، محمد اسحاق، محمد اسحاق بھٹی ریسرچ انسٹیٹیوٹ، لاہور، ۱۴۳۲ھ، جلد اوّل، دوم، سوم

تھے، جنہوں نے اپنی گورنری کے دوران بحرین و عمان میں جہادِ ہند کی فضیلت کو نبی پاک ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اس قدر اجاگر کر دیا تھا اور لوگوں میں جہادِ ہند کے لئے اتنا جوش و خروش پیدا کر دیا تھا کہ جب حضرت عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ نے ہند پر حملے کے لئے لشکر تیار کرنا چاہا تو انہیں کسی دقت اور مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ [1]

---

[1] برصغیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ص ۳

فصل چہارم:

اصحاب صُفّہ کی دیگر خدمات

مبحث دوم: علوم نو کی ایجاد اور ذوق شعر و ادب

ا۔علوم نو کی ایجاد

مختلف علوم کی ایجاد کا سہرا بھی درس گاہ صُفّہ کے معلّم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ شیخ مختار بن احمد الکلتی الوافیؒ کی کتاب "الجرعة الصیافة والنفحة الکافیة" میں ہے:

"حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی نے علمِ نحو، علمِ کیمیاء، علمِ اسطرلاب، علمِ اسرار الحروف، علمِ اسرار الحساب، علمِ ستارگان، علم الاوفاق، علمِ تعبیر، علمِ میراث اور تقسیم کے دقائق وغیرہ کے علوم مستنبط فرمائے۔"

"بهجة الآفاق فی علوم الحروف والاوفاق" میں شمس الدین محمد بن محمد الغلانی السودانیؒ لکھتے ہیں:

"حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علمِ جفر اور حروف کونیہ کے رازوں کی جو کہ سترہ سو اسرار کی پردہ کشائی کا مصدر ہیں کے بارے میں کتاب لکھی ہے۔"

اسی طرح علم نحو کی بنیاد درس گاہ صُفّہ کے معلّم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک سے رکھی گئی ہے۔[1] ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا۔ اس سے خیال

---

[1] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ج ص ۱۴۶۔۱۴۷

پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہو سکے، چنانچہ ابوالاسود دئلیؒ کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا۔[1]

ابوالقاسم الزجاجیؒ کی ''امالی'' اور امام سیوطیؒ کی ''کتاب الاوائل'' میں حضرت ابوالاسود دؤلیؒ سے مروی ہے:

میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ متفکر بیٹھے ہیں۔ میں نے فکر مندی کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں نے غور کیا عجم وعرب کے اختلاط کی وجہ سے لغتِ عرب میں فساد آرہا ہے میں نے کچھ اصول ضبط کرنے کا ارادہ کیا تا کہ ان پر عمل کر کے فساد سے تحفظ ہو سکے۔

میں نے عرض کیا:

((ان فعلت هذا أحييتنا و بقيت فينا هذه اللغة))

''اگر آپ ایسا کر دیں تو ہمیں آپ کے ذریعے زندگی مل جائے گی اور ہمارے یہاں عربی زبان باقی رہ جائے گی۔''

اس گفتگو کے تین دن بعد پھر میں حاضر ہوا تو مجھے ایک قطعہ دیا اس قطعہ میں یہ مضمون تھا:

((بسم الله الرحمٰن الرحيم الكلام كله ثلثة اسمٌ و فعلٌ و حرفٌ فالإسم ما انبا عن المسى والفعل ما انبا عن الفاعل والحرف ما انبا عن معنى ليس باسم ولا فعل))

''اللہ کے نام کے ساتھ جو مہربان نہایت رحم والا ہے، کلام کی کل تین اقسام ہیں: اسم، فعل اور حرف، پس اسم وہ جو کسی مسمیٰ کی خبر دے اور فعل وہ ہے جو کسی فاعل کے متعلق بتائے اور حرف وہ ہے جو اسم اور نہ فعل کی طرح ہو۔''

پھر فرمایا آپ اس میں کچھ اضافہ کریں پھر ابوالاسودؒ فرماتے ہیں میں نے مزید کچھ قواعد جمع کئے عطف، لغت، تعجب، استفہام، باب اِنَّ وغیرہ کو جمع کر کے مسودہ پیش کیا حروف

[1] الفهرست لابن نديم، بحوالہ خلفائے راشدین، ص ۳۲۷

مشبہ بالفعل میں میں نے لکِنّ کو ذکر نہیں کیا تو فرمایا: "اس کو بھی شامل کرلو۔" اچھا خاصہ ایک مجموعہ قواعدِ نحویہ کا مرتب ہوگیا۔ آپ نے اس مجموعہ کو دیکھ کر فرمایا:

((مَا اَحسَنَ هٰذَا النَّحوُ الَّذِی قَد نَحَوتَ))

"کیا خوب ہے یہ قصد جو آپ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔"

اس وجہ سے اس علم کا نام نحو رکھا گیا۔[1]

مندرجہ بالا روایت کو ابو القاسم عبد الرحمٰن بن اسحاق الزجاجی النحوی نے "امالی" میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الایمان" میں اور ابو الفرج نے "الاغانی" میں متعدد طرق سے ابو الاسود الدؤلی سے نقل کیا ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا مظہر ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

((أنا مدينة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فليأ تها من بابها))

"میں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علم کا شہر ہوں اور علی (علیہ السلام) اس کا دروازہ ہیں، لہٰذا جو شخص علم کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ اس کے دروازے سے آئے۔"[2]

اس طرح علمِ نحو کے ابتدائی اصول بھی آپ (علیہ السلام) ہی کی طرف منسوب ہیں۔

۲۔ علم بدیع کی قسم تصحیف

تصحیف کا معنی ہے ایسا لفظ جسے دو طرح پڑھا جا سکتا ہو، اس کی نہا عمدہ مثال سیدنا علی (علیہ السلام) کا یہ قول ہے:

((كل عنب الكرم تعطيه)) (بغیر اعراب اور نقطوں کے)

اس کی تصحیف یوں ہو سکتی ہے: ((كل عيب الكرم يغطيه))

پہلے جملے کا معنی ہے ہر انگور کا درخت انگور ہی دے گا، اور دوسرے جملے کا معنی

---

[1] کتاب الاوائل للسیوطی، ص ۱۱۲؛ وتاریخ الخلفاء، ص ۱۳۹

[2] المستدرک، ج: ۳، ص ۴۹۲

ہے، سخاوت ہر عیب کو ڈھانپ لیتی ہے۔

اتحاف الرواۃ بمسلسل القضاۃ" میں شہاب الدین احمد بن الشلبی الحنفی المصری نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولیات کے تذکرے میں کہا ہے:

"تصحیفات میں سب سے پہلے حضرت علی (علیہ السلام) نے کلام کیا ہے۔"

علامہ الکتانی فرماتے ہیں:

"حضرت علی (علیہ السلام) سے اس علم میں عجیب وغریب جملے منقول ہیں۔"[1]

۳۔ اصحاب صُفّہ کے ذوقِ شعر وادب کے چند نمونے

○ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شاعری

ایک روز پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ وارد ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں یہ شعر پڑھا:

((ارہ، برہ کنگرہ کری، کردی مندرہ))

(غالباً یہ اشعار حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی مادری زبان میں کہے ہوں گے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا فوراً عربی میں ترجمہ فرمایا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہ جو وہاں موجود تھے انہوں نے اس کو عربی میں نظم کیا:

اذا المکارم فی آفاقنا ذکرت فانّما بك فينا يضرب المثل

"اگر ہم اخلاقِ حسنہ کے واضح نمونے تلاش کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ایک روشن ترین فرد ہیں۔"[2]

صحیح بخاری میں وہ اشعار بھی درج ہیں جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے بخار کے دوران مکہ مکرمہ کی محبت میں کہے تھے۔[3]

---

[1] التراتیب الاداریہ (القسم العاشر) ص ص ۱۴۶۔۱۴۷

[2] شخصیت ہای اسلامی شیعہ، سبحانی، جعفر (استاد)، ترجمہ شمس الحسن بگھروی، المنتظر ثقافتی مرکز، یوپی، ہندوستان، سن ندارد، ص ۱۰۷

[3] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۷۷۰

''روح البیان'' کی ایک روایت ہے:

((أبیات کان یذکرها بلال الحبشی رضی اللہ عنہ وقت السحر))

''وہ اشعار جو بلال حبشی رضی اللہ عنہ سحری کے وقت پڑھا کرتے تھے۔''

یا ذالذی استغرق فی نومه
ما نوم عبد ربه لا ینام
أهل تقول انی مذنب
مشتغل اللیل بطیب المنام

''اے وہ شخص جو خوابِ غفلت میں ڈوبا ہوا ہے، اس بندے کا کیا سونا جس کا آقا جاگ رہا ہو؟۔۔۔کیا تیرا یہ کہہ دینا کہ میں گناہ گار ہوں، کافی ہو جائے گا؟ جبکہ تو ساری رات نیند کے مزے لیتا ہے۔''[1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ جب اذان کے لئے چڑھتے تو یہ شعر کہتے:

مال بلا لا تکلیه امه
وابتل من نضح دم جبینه

''بلال رضی اللہ عنہ کو اس کی ماں روئے۔خون بہنے سے اس کی پیشانی تر ہو جائے۔''[2]

O حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شاعری

مدرک بن عمارہؒ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں مسجد رسول میں اس وقت گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ کنارے پر تھے۔جب انہوں نے مجھے دیکھا تو پکارا:

اے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ! اے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ!

مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا ہے، میں آپ کی طرف گیا تو آپ نے

---

1 روح البیان، ج:۱، ص ۴۰۱،بحوالہ، دانش حجاز، ص ۲۳۸

2 طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ سوم، ص ۲۴۹

فرمایا، یہاں بیٹھو۔ میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ فرمایا: جب تم شعر کہنا چاہتے ہو تو کیونکر کہتے ہو۔ گویا آپ اس سے تعجب فرمارہے تھے۔

میں نے عرض کی: غور کرلوں تو کہوں (یعنی کوئی کلام موزوں کرلوں تو سناؤں)۔ فرمایا مشرکین ہی کو اختیار کرنا، حالانکہ میں نے کچھ تیار نہ کیا تھا، پھر غور کیا تو یہ شعر سنائے:

خبرونی اثمان العباء متی

کنتم بطاریق او دانت لکم مضر

"یعنی اے اثمان عباء (عباء کی قیمتو) مجھے اس وقت کی خبر دو جب تم لوگ بطریق (پادری) تھے یا قبیلہ مضر کے لوگ تمہارے نزدیک رہتے تھے۔"

(عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے میرے کلام کو ناپسند فرمایا اس لئے کہ میں نے آپ کی قوم کو اثمان عباء کردیا تھا پھر عرض کی:

یا هاشم الخیران الله فضلکم

علی البریة فضلا ماله غیر

اے ہاشم خیر، اللہ نے تم کو مخلوق پر وہ فضیلت دی ہے جو تمہارے اغیار کے لئے نہیں ہے۔

انی تفرست فیك الخیر اعرفه

فراسة خالفتهم فی الذی نظروا

میں نے آپ کے اندر اپنی فراست سے خیر دریافت کرلی، جسے میں نے ایسی فراست سے دریافت کیا جو نظر کرنے والوں کے مخالف ہے۔

ولو سألت او استنصرت بعضهم

فی جل امرك ما آووا ولا نصروا

اور اگر آپ طلب کریں ان میں سے کسی سے مدد چاہیں۔ کسی اپنے امر عظیم میں تو نہ وہ ٹھکانہ دیں اور نہ مدد کریں۔

فثبت الله مآ اتاك و من حسن

تثبیت موسیٰ و نصرا کالذی نصروا

اللہ نے جو نیکیاں آپ کو دیں انہیں اس طرح قائم رکھے۔ جس طرح موسیٰ کی اور ان کی مدد کی جن کی مدد کی گئی (قائم رکھی)۔

رسول اللہ ﷺ مسکراتے ہوئے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں بھی اللہ ثابت قدم رکھے۔ [1]

O حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شاعری

مسند ابو یعلیٰ میں سعد الاسکافؒ، امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں:

"لوگ خندق کھود رہے تھے اور گنگنا رہے تھے صرف جناب سلمان رضی اللہ عنہ اپنی دھن میں لگے ہوئے تھے اور (عربی) زبان سے معذور تھے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے اللہ کے حضور دعا فرمائی۔

"پروردگار! سلمان رضی اللہ عنہ کی زبان کی گرہ کھول دے چاہے دو شعر ہی کیوں نہ ہوں۔"

لہٰذا سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھنا شروع کیے۔

"میرے پاس زبان عربی نہیں کہ میں شعر کہوں۔ میں تو اللہ رب العزت سے قوت اور نصرت کا طلبگار ہوں۔ اپنے دشمن کے مقابلے میں اور نبی طاہر ﷺ کے دشمن کے مقابلے میں۔ وہ پیغمبر جو پسندیدہ اور تمام فخر کا حامل ہے۔ تاکہ جنت میں قصر حاصل کر سکوں اور ان حوروں کے ساتھ رہوں جو چاند کی طرح روشن چہرہ ہوں۔" [2]

O حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شاعری

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کئی اشعار مشہور ہیں اور چند قصائد و قطعات پر مشتمل

---

1 طبقات الکبریٰ، ج: ۲، حصہ چہارم ص ۸۲

2 مسند الفردوس، ج: ۲، ص ۳۳۷؛ ومسند ابو یعلیٰ، ج: ۲، ص ۱۷۷، بحوالہ مولائے متقیانؑ کے متقی صحابی و صحابیات، ص ۵۳۶

اشعار کا ایک شعری دیوان بھی آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس میں آپ علیہ السلام کے بہت سارے فی البدیہہ کہے گئے کلام اور نہایت اعلیٰ معیار کے مضبوط و درست خیالات پائے جاتے ہیں۔

(حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب دیوان "دیوان الامام علی بن ابی طالب" کے نام سے ڈاکٹر یحییٰ مراد کی تحقیق کے ساتھ موسسۃ المختار مصر سے چھپ چکا ہے۔)

علی محمد الصلابی فرماتے ہیں:

"امیر المومنین علی (علیہ السلام) کا شاعرانہ ذوق اپنے پیش رو خلفائے راشدین سے مختلف نہ تھا، ان سب کا ذوق شاعرانہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے ہم آہنگ تھا، چنانچہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے شعراء اپنا کلام پڑھتے اور آپ (علیہ السلام) کی حسب خواہش آپ (علیہ السلام) کی صداقت پر مبنی اور بلند معانی کے حامل اشعار سناتے اور اگر کوئی شعر اپنے مطالبہ سے پڑھواتے اور آپ (علیہ السلام) کو پسند آجاتا تو اس پر پڑھنے والے کو داد و دہش سے بھی نوازتے۔"[1]

ڈاکٹر محمد احمد درنیقہ نے اپنی کتاب "معجم الاعلام شعراء المدح النبوی رضی اللہ عنہ" میں ان ۴۵۴ عرب شعراء کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے مدحتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیض اٹھایا ہے۔۔ ایسے ناموں میں عبدالمطلب بن ہاشم (ع)، ابو طالب (ع)، علی بن ابی طالب (ع)، ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔[2]

عباس محمود العقادؒ کی محققانہ کتاب "عبقریہ امام علی رضی اللہ عنہ" سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

---

1. سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۴۱۹
2. بلغ العُلیٰ بکمالہ، مقدمہ از پروفیسر عبدالجبار شاکر، ص ۳۳

محمد النبی اخی و صهری
و حمزة سید الشهداء عمی
و جعفر الذی یمسی و یضحی
یطیر مع الملائکة ابن عمی
و بنت محمد سکنی و عرسی
منوط لحمها بدمی و لحمی
و سبطا احمد ولد ای منها
فایکم له سهم کسهمی
سبقتکم الی اسلام طرا
صغیرا ما بلغت او ان حلمی
و صلیت الصلوة و کنت فردا
فمن ذاید عی یوما کیومی

ترجمہ: ''اللہ کے رسول ﷺ محمد میرے بھائی اور سسر ہیں۔ شہداء کے سردار حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں۔ جعفر رضی اللہ عنہ جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں میرے حقیقی بھائی ہیں۔ محمد ﷺ کی لخت جگر میری شریک حیات اور سکون ہیں۔ ہم دونوں کا خون اور گوشت کا رشتہ ہے۔ احمد ﷺ کے دونوں نواسے میرے بیٹے ہیں۔ تم میں سے کس کے پاس میرے جیسے تیر ہیں؟ بچپن میں ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی میں تم سب پر اسلام لانے میں سبقت لے گیا۔ میں نے ایسے وقت نماز پڑھی جب میں تن تنہا تھا۔ میرے جیسے بھلے دن تم میں سے کس کو نصیب ہوئے۔''[1]

O حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اگرچہ اصحاب صُفّہ میں سے نہیں تھے لیکن اکثر اوقات اصحاب رضی اللہ عنہم

[1] عبقریۃ امام علی رضی اللہ عنہ ص ۱۸۳

کے سامنے اسلام کی عظمت کے ترانے اپنے اشعار کی شکل میں بیان فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے ایک منبر رکھوا دیا تھا، جس پر وہ کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و صداقت کا ترانہ گاتے تھے۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رو برو حضرت حسان بن ثابت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جذبات کو عربی میں یوں بیان کیا:

اذا المكارم فی آفاقنا ذكرت

فانّما بك فينا يضرب المثل

''اگر ہم اخلاقِ حسنہ کے واضح نمونے تلاش کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ایک روشن ترین فرد ہیں۔''[2]

ایک مرتبہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے اشعار سنا رہے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو فرمایا:

''ارے حسان رضی اللہ عنہ! یہ کیا، تم مسجد میں بیٹھ کر اشعار پڑھ رہے ہو؟''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

((كنت أنشد فيه من هو خير منك))

''میں اسی مسجد میں اس ذات کی موجودگی میں اشعار سنایا کرتا تھا جو تم سے بہتر تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔''[3]

○ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شاعری

درس گاہ صُفَہ کے ماہر تیر انداز جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

---

1. صحیح مسلم، باب فضائل حسان بن ثابت
2. شخصیت ہای اسلامی شیعہ، ص ۱۰۷
3. صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۲۱۴

''تم پر میرے ماں باپ فدا! تیر اندازی کرو۔''

ان کا کلام ہے:

الاهل أتى رسول الله انى
حميت صحابتى بصدور نبلى

''خبردار! رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے اپنے تیر پھینک کر اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی۔''[1]

یہ درس گاہ صُفّہ کے ادبی افق کے وہ بڑے روشن تارے تھے، جنہوں نے آسمان ادب پر اپنی ضیا پاشیوں سے روشن کہکشاں بنائی تھی۔ ان کے علاوہ درس گاہ صُفّہ میں دیگر اصحاب رضی اللہ عنہ بھی کسی حد تک شعر کا ذوق رکھتے تھے، جن کے اسمائے گرامی ابن اسحاق ؒ، ابن ہشام ؒ اور ابن سعد ؒ نے اشعار کے ساتھ محفوظ کر لئے ہیں۔ ان میں حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کے اسماء شامل ہیں۔[2]

مبحث سوم: اصحاب صُفّہ کے دیگر کارنامے

ا۔ پابندیٔ وقت کے ساتھ اذان

رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذنین کا تعلق بھی درس گاہ صُفّہ سے تھا۔

- سید المؤذنین حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ
- حضرت عمرو (عبداللہ) بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ

نابینا صحابی جو قبیلہ بنی عامر بن لُوی سے تھے۔ اُن کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ ہے۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں مسجد نبوی کے مؤذن تھے۔[3]

---

1. تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج: ۴، ص ۹۶
2. طبقات الکبریٰ و السیرۃ النبویہ لابن ھشام، بحوالہ، خد دخیل، شیریں زادہ، عہد نبوی میں شعر و ادب، احمد پبلیکیشنز، لاہور، اپریل ۲۰۰۶ء، ص ۲۴۹۔ ۲۵۰
3. جوامع السیرۃ، ص ۵۹

دورانِ سفر اور مختلف غزوات میں بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کو اذان کہنے کا شرف حاصل تھا۔ اُحد کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، **القنطرہ** تک پہنچ گئے، نماز کا وقت آگیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (اذان کا) حکم دیا۔ انہوں نے اذان اور اقامت کہی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو صف بہ صف کر کے نماز پڑھائی۔ [1]

اصحاب صُفّہ اذان کو نہایت ثواب کا کام سمجھتے تھے۔ اس لئے اس خدمت کو نہایت شوق کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے تو اپنی زندگی ہی اس خدمت پر وقف کر دی تھی اور اس کو نہایت مستعدی کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ جبرئیل امین علیہ السلام جب اذان اور اقامت کا حکم لے کر نازل ہوئے تو تاریخِ اسلام کے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ قرار پائے۔

امام ابن النجار رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مورخین کا بیان ہے:

"سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے قبلہ سمت واقع ایک ستون پر سیڑھی کے ذریعے چڑھتے اور اس پر کھڑے ہو کر اذان کہتے تھے۔ مذکورہ سیڑھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مکان میں ۶۴۳ھ تک موجود تھی۔" [2]

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم التیمہ رحمہ اللہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہو کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع کرنا چاہتے تو دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور کہتے:

((حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، لصلاۃ یا رسول اللہ ﷺ))

"نماز کے لئے آئیے، فلاح و کامیابی کے لئے آئیے، نماز تیار ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

محمد بن عمر رحمہ اللہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلتے اور بلال رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ لیتے تو اقامت شروع کر دیتے۔ [3]

---

1 طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۷۵

2 اخبار مدینہ، ص ۸۶، بحوالہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، ص ۴۴۳

3 طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ سوم، ص ۲۴۸

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک دن میں نے فجر کی اذان دی لیکن کوئی میری اذان سن کر نہ آیا۔ یہ رات بڑی سرد تھی (گویا بلال رضی اللہ عنہ سردی کی وجہ سے اونچی آواز سے اذان نہ دے سکے)۔ پھر میں نے اذان دی تو ایک آدمی آیا۔ اس نے سلام کہا۔ (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلال رضی اللہ عنہ! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں، ''سردی!''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سب اصحاب صُفّہ کے لئے) فرمایا:

((اللھم اذھب عنھم البرد))

''اے اللہ! ان (اصحاب صُفّہ) سے سردی کو دور کر دے۔'' [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے حالانکہ نابینا تھے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذنوں کے کسی لڑکے نے روایت کی:

''بلال رضی اللہ عنہ اذان اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اقامت کہتے تھے، بسا اوقات ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان کہتے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ اقامت۔'' [3]

۲۔ نمازِ پنجگانہ کی امامت

امامت نہایت ذمہ داری کا کام ہے، لیکن اصحاب صُفّہ اس خدمت کو نہایت شوق کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ مہاجرین پہلے پہل مدینہ میں آئے تو حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ امامت کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے امام تھے۔ لیکن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

۱ البدایۃ والنھایہ، ج:۶، ص ۱۹۶؛ وفداك ابی و أمی، اسماعیل، ابوبکر (حافظ)، تفہیم وتخریج محمد عظیم حاصلپوری، مبح روشن پبلشرز، لاہور، مارچ ۲۰۱۱ء، ص ۶۴

۲ طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم، ص ۲۷۵

۳ طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم، ص ۲۷۵

کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے، تب اپنی مسجد میں جا کر امامت کرتے تھے۔ [1]

۳۔ جنگی قیدیوں پر ماموریت

جب غزوہ بنو قینقاع کے قیدیوں کی جان بخشی کے لئے عبد اللہ بن ابی نے اصرار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو اللہ ان پر لعنت کرے ان کے ساتھ اس پر بھی لعنت کرے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی جان بخش دی اور حکم دیا کہ مدینے سے باہر نکالے جائیں۔ اس کام پر درس گاہ صُفَّہ کے معلم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مامور ہوئے۔ [2]

۴۔ موتراشی

صلح حدیبیہ ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے قربانی کے جانور ذبح کرنے، احرام کھولنے، سر منڈوانے یا بال ترشوانے کا حکم دیا۔ اس موقع پر خود اپنا سر بھی منڈوایا۔ عین ممکن ہے کہ یہ سعادت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی ہو کیونکہ مستشرق آربری نشاندہی کرتا ہے کہ ایران میں جب اہلِ حرفہ کی پیشہ ورانہ تنظیمیں قائم ہوئیں تو انہوں نے اپنا خصوصی روحانی سرپرست حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو قرار دیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے موتراش تھے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی یہ ذمہ داری نبھاتے تھے۔ [3]

۵۔ غیر ملکی سفیروں کی ترجمانی

فارس کے بادشاہ خسرو پرویز کے ایلچی جب مدینہ منورہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ہی ان کی ترجمانی کی۔ حضور ﷺ نے انہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ٹھہرایا۔ وہ ہر روز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے اپنی خواہش کا اظہار کرتے۔ حضور ﷺ ان سے شفقت کا سلوک کرتے۔ وہ چھ

---

[2] طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۶۶

[3] تاریخ ایران، فاضل میرزا بدخشانی، موسسہ الکوثر قم، بن ندارد، ج:۱، ص ص ۵۰۷۔۵۰۸؛ سیرت سلمان رضی اللہ عنہ، ص ص ۸۶۔۸۷

ماہ مدینہ میں ٹھہرے رہے۔[1]

۶۔مردم شماری

درس گاہ صُفَّہ کے طالب علم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اکتبوا الی من تلفظ بالاسلام من الناس))

''جتنے لوگ بھی کلمہ اسلام پڑھتے ہیں اُن کی مردم شماری کر کے میرے سامنے پیش کرو۔''

((فکتبنا له ألفاً و خمسمائة رجل))

چنانچہ ہم نے ایک ہزار پانچ سو مردوں کے نام تحریر کئے۔[2]

اس وقت یہ ضروری تھا کہ پورا نام مع ولدیت اور کنیت لکھا جائے۔[3]

۷۔اہل بیت علیہم السلام کی خدمت کا اعزاز

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے خوشبو فراہم کرو۔''

حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطر خریدا اور سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پہنچایا۔

سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

((یا ابا الیقظان ما هذا الطیب))

اے ابوالیقظان (عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی کنیت)! یہ کیسا عطر ہے؟

میں نے عرض کیا: آپ سلام اللہ علیہا کے پدر بزرگوار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے عطر

---

[1] تاریخ ایران، ج:۱،ص ص ۵۰۷۔۵۰۸؛ وسیرتِ سلمان رضی اللہ عنہ،ص ۸۸

[2] صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۰۶۰

[3] رحمی، عبدالسلام (مولانا)، انکارِ حدیث سے انکارِ قرآن تک، دارالسلام، لاہور، سن ندارد،ص ۱۸۰

فراہم کرنے کا حکم دیا تھا۔ [۱]

(درس گاہ صُفّہ کے ایک طالب علم) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کیلئے دربانی کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ [۲]

۸۔ نفقات مقررہ کی تقسیم

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نفقات مقررہ کی تقسیم پر مامور تھے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ سرکاری خزانہ دار کے عہدے پر بھی فائز تھے۔ [۳]

۹۔ مجرمین پر حکم الٰہی نافذ کرنے والے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں مجرموں کی گردن اڑانے کے لئے جو افراد مقرر کئے گئے تھے اُن میں دو اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعلق درس گاہ صُفّہ سے تھا۔

- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ [۴]

۱۰۔ اصحاب صُفّہ کی بدعات شکنی

ہر وہ دینی کام جس کی اصل کتاب و سنت میں نہ ہو، بدعت کہلاتا ہے۔ ہر بدعت، ضلالت و گمراہی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر خطبے میں ارشاد فرماتے تھے۔

((و کل بدعةٍ ضلالة))

"اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" [۵]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

---

۱ دلائل الامامة، ص ۱۰۳ بحوالہ، احادیث فاطمۃ الزہرا، ص ۱۹۲۔ ۱۹۳، حدیث نمبر: ۹۷، ۹۸

۲ ھادیان رحمت علیہم الصلوۃ والسلام، ص ۷۹

۳ جوامع السیرۃ، ص ۵۸، و وزراء حول الرسول ﷺ، ص ۳۴

۴ اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، کاندھلوی، ساجد الرحمٰن صدیقی، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۳۸۔ ۴۰

۵ صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۶۷

((کل بدعةٍ ضلالة وإن رآها الناس حسنةً))

"ہر بدعت گمراہی ہے اگر چہ لوگ اس کو بدعت حسنہ سمجھتے پھریں۔" [1]

امام مالک بن انسؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

و خير أمور الدين ما كان سُنة

و شر الامور المحدثات البدائع

"دین اسلام کے امور میں سب سے بہتر اور خیر کا کام وہ ہے جو سنت ہو۔ جب کہ تمام امور میں سب سے برے دین حنیف میں نئے نئے ایجاد کردہ کام اور بدعات و خرافات ہیں۔" [2]

اصحاب صُفّہ کتاب و سنت پر عمل کرنے کے سب سے زیادہ حریص تھے اور بدعت اور اہلِ بدعت کے ساتھ سب سے زیادہ بغض رکھنے والے تھے۔ اُن کی موجودگی میں بدعت کا زور نہ چلتا تھا۔ جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو لوگ ان کی طرف رجوع کرتے اور فتنہ دب کر رہ جاتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تم اتباع کرو، بدعت کا کام مت کرو۔ اتباع تمہارے لئے کافی ہے۔" [3]

امام شاطبیؒ نے یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب "الاعتصام" میں بیان کی ہے۔

((اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد كفيتم))

"ہمارے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے نقشِ پا پر چلتے رہو، دین میں نئی نئی باتیں

---

1. السُنّة، ص ۲۴
2. الوجيز في عقيدة السلف الصالح، الاثری، عبداللہ بن عبدالحمید (الشیخ)، مکتبہ دار الفرقان، الریاض، سن ندارد، ص ۲۵۴
3. تحذير المسلمين عن الابتداع والبدع في الدين، ابن حجر، شیخ احمد آل بوطامی البنعلی (علامہ)، ترجمہ، مولانا رئیس الاحرار ندوی نعمانی کتب خانہ، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص ۳۹

نہ نکالو، ہماری پیروی تمہارے لئے کافی ہے۔"[1]

ایک اور روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"اللہ کے احکام کی پیروی کرو، اپنی طرف سے نئے نئے کام نہ گھڑو کیونکہ یہ فرمان موجود ہے کہ ہر نیا اور برا کام گمراہی ہوتا ہے۔"[2]

منقول ہے کہ جب مروان نے نماز عید کے لئے منبر ایجاد کیا تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمایا:

"اے مروان! یہ کیا بدعت ہے؟"

اس نے کہا کہ: "یہ بدعت نہیں بلکہ اس سے بہتر ہے جو آپ رضی اللہ عنہ سمجھتے ہیں۔ لوگوں کی کثرت ہو چکی ہے میں نے سوچا کہ ان تک آواز پہنچ جائے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو میں جانتا ہوں، اس سے بہتر تم ابد تک نہیں لا سکتے۔ اللہ کی قسم! آج میں تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔"

چنانچہ وہ تشریف لے گئے اور اس کے ہمراہ نماز عید ادا نہیں فرمائی۔[3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قصہ گوئی کو بدعت سمجھتے اور اس سے منع فرماتے اور قصہ گو کی مجلس میں بیٹھنے کو ناپسند کرتے۔[4]

علی محمد الصلابی کہتے ہیں:

"جب امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عہد میں قصہ گوئی کی بدعت رواج پانے لگی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بدعتی واعظین پر پابندی لگائی اور انہیں اس

---

1. الاعتصام للشاطبی، ج:۱، ص ۵۴، بحوالہ، مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، محمود، حافظ اظہر (پروفیسر)، نشریات، لاہور، ۲۰۱۰، ص ص ۴۴۔۴۵
2. کتاب الزھد لابن حنبل، ص ۱۹۷، حدیث نمبر: ۸۹۴
3. قوت القلوب، ج:۱، ص ۶۲۴
4. قوت القلوب، ج:۱، ص ۶۱۹

سے منع کیا، اس لئے کہ یہ لوگ عوام الناس کو عجیب و غریب واقعات، متشابہ شرعی نصوص اور ان کی عقل سے بالاتر باتیں سناتے تھے۔"[1]

درس گاہ صُفّہ کے ایک اور طالبعلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جو عبادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کی اسے تم مت کرو۔ پہلے لوگوں نے بعد والوں کے لئے نئی بات کے لئے کوئی گنجائش نہیں باقی رہنے دی۔"[2]

امام بخاریؒ نے تاریخِ کبیر میں حضرت قتادہؒ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مسروقؒ کہنے لگے:

((ذهب اليوم نصف العلم))

"آج نصف علم اٹھ گیا ہے۔"

جب ان سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیوں کر؟ تو کہنے لگے:

((كان الرجل فى اهل الاهواء اذا خالفنا فى الحديث قلنا تعال الى من سمعه من النبى ﷺ))

"جب اہل بدعت میں سے کوئی شخص کسی حدیث کے بارے میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم اس سے کہا کرتے کہ آؤ ان کے پاس چلو جنہوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔"[3]

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

((أنظروا عمن تاخذون هذا العلم، فانما هو الدين))

"خوب غور و فکر کی نظر سے دیکھو کہ کس سے تم یہ علم لے رہے ہو؟ بلاشک یہی دین

---

[1] دراسات فی الاهواء والفرق والبدع، ص ۲۳۹ بحوالہ سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص ۴۴۷

[2] تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین، ص ۴۰

[3] تہذیب التہذیب، بحوالہ فن اسماء الرجال، ص ۲۳

ہے۔"(یعنی دینِ حنیف کی اصل واساس کے بارے میں تحقیق کرو۔) [1]

نافع ؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چھینک لگائی اور کہا:

((الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ))

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمد للہ اور السلام علی رسول اللہ تو میں بھی کہتا ہوں (یعنی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے میں کوئی اعتراض نہیں) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے کہ (چھینک کے بعد) الحمد للہ علی کل حال کہیں (لہٰذا جو سنت طریقہ ہے وہی اختیار کرو)۔ [2]

عمر بن یحییٰ ؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ اپنے باپ (عمرو بن سلمہ ؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے قبل جمع ہوتے، جب آپ نکلتے، تو ہم آپ کے ساتھ مسجد جاتے۔ ایک روز ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا۔

"اے ابوعبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ! میں نے ابھی ابھی مسجد میں عجیب چیز دیکھی ہے، اور الحمد للہ خیر ہی دیکھی ہے۔" آپ نے فرمایا۔"وہ کیا چیز ہے؟" فرمایا: "اگر آپ زندہ رہے تو ابھی دیکھ لیں گے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں حلقے بنائے بیٹھے ہیں، ہر حلقے کے ساتھ ایک شخص ہے اور لوگوں کے ہاتھ میں کنکریاں ہیں، وہ شخص کہتا ہے سو بار اللہ اکبر کہو، لوگ سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے سو بار لا الہ الا اللہ کہو، لوگ سو بار لا الہ

---

[1] الکفایة فی علوم الروایة للخطیب، ص ۱۹۶؛ بحوالہ الوجیز فی عقیدة السلف الصالح، الاثری، عبد اللہ بن عبد الحمید (الشیخ)، مکتبہ دار الفرقان، الریاض، سن ندارد، ص ۴۵۳

[2] المستدرک، ج: ۴، حدیث نمبر: ۲۶۶،۲۶۵

الا الله کہتے ہیں۔ وہ کہتا ہے سو بار سبحان الله کہو، لوگ سو بار سبحان الله کہتے ہیں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم نے ان سے کیا کہا؟'' ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کے انتظار میں تھا، ان سے کچھ نہیں کہا۔ فرمایا! ''کیوں نہ ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں، ان کی نیکیاں ضائع نہ ہوں گی۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ چل پڑے، ہم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ آپ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس پہنچے اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''میں تمہیں یہ کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟'' ان لوگوں نے جواب دیا ''یہ کنکریاں ہیں جن پر ہم تسبیح تہلیل و تکبیر شمار کرتے ہیں، فرمایا: ''اس کے بدلے تم اپنے گناہ شمار کرو، میں ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی: تم برباد ہو رہے ہو، اے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہلاکت نے اتنی جلدی تمہیں پا لیا؟ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے ابھی پرانے نہیں ہوئے اور برتن ابھی ٹوٹے نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ملت پر ہو یا گمراہی و ضلالت کا دروازہ کھول رہے ہو۔'' ان لوگوں نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن! اللہ کی قسم ہم نے تو خیر ہی کا ارادہ کیا ہے، فرمایا: ''کتنے خیر کے طالب وہاں تک نہیں پہنچ پاتے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا کہ ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا (یعنی دل پر اثر نہیں کرے گا)۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا شاید اس کے مصداق تم میں سے اکثر لوگ ہوں گے۔''

عمرو بن سلمہؒ کا بیان ہے کہ ہم نہروان کے دن لشکرِ علی میں تھے اور ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں میں شریک اکثر لوگ خوارج کے ساتھ مل کر ہم پر تیر برسا رہے تھے۔ [1]

---

[1] سُنَن دَارمی، ج:۱، ص ۱۸۳۔ ۱۸۵، حدیث نمبر: ۲۱۰

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

((لا یزال الناس بخیر ما أخذوا العلم عن أكابرهم، فاذا أخذوه من أصاغرهم و شرارهم هلكوا))

''تب تک لوگ ہمیشہ خیر و فلاح میں رہیں گے جب تک وہ علم اپنے اکابر سے لیتے رہیں گے اور جب وہ اپنے چھوٹے لوگوں اور اپنے برے لوگوں سے علم سیکھنا شروع کو دیں گے تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔''[1]

نافعؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا ''فلاں آدمی نے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کہا ہے'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے سنا ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اسے میری طرف سے سلام مت پہنچانا۔''[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''درمیانے طریقے سے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنا، بدعت کے کاموں میں زور لگانے سے بہتر ہے۔''[3]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے:

''اگر ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس رگِ گلو پر تلوار کی دھار بھی رکھ دی جائے اور کسی سچی بات کی تبلیغ اس سے رہ گئی ہو تو وہ اسے نافذ کر کے رہے گا۔''[4]

۱۱۔ اصحابِ صُفّہ میں مشیرانِ رسول

مذہبی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت خود مختار تھی، ان امور کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے مشورہ نہیں فرماتے تھے۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم اپنی تصنیف "النظم الاسلامیہ" میں فرماتے ہیں:

---

۱ جامع بیان العلم، ص ۲۴۸

۲ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۰۶۱

۳ کتاب الزھد لابن حنبل، ص ۱۹۳، حدیث نمبر: ۸۶۹

۴ مسند احمد، بحوالہ سوانح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ص ۱۰۷

دنیاوی امور میں آپ ﷺ کے خصوصی مشیر (جن کا تعلق درس گاہ صُفّہ سے بھی تھا) ان کی تعداد سات ہے۔

- O حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- O حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- O حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- O حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
- O حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
- O حضرت جندب بن جنادہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
- O حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ
- O حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ

اصحاب صُفّہ کے علاوہ سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے مشیروں میں شامل تھے۔[1]

۱۲۔اصحابِ صُفّہ میں نائبین رسول

عہد نبوی میں اس عہدہ پر کل بتیس تقرریاں کی گئیں جبکہ نائبین رسول کی کل تعداد صرف تیرہ تھی یعنی بعض خوش بخت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ سعادت بار بار ملی تھی۔ آپ ﷺ کی نیابت کا اعزاز حاصل کرنے والوں میں سب سے اہم شخصیت حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کی ہے۔[2]

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بدر روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے عبد اللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا۔[3] پھر ہجرت کے تیسویں مہینے غزوۂ قرقرۃ

---

۱ النظم الاسلامیہ، حسن، ابراہیم حسن (ڈاکٹر)، ترجمہ، مولوی علیم اللہ فاضل دیوبند، دارالاشاعت، کراچی، ایڈیشن: ۲، ۱۹۵۸ء، ص ۷۴؛ و وزراء حول الرسول ﷺ ص ۵۔۸

۲ عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۱۵

۳ طبقات الکبریٰ، ج: ۱، حصہ اول، ص ۲۶۵

الکدر کے لئے روانگی کے وقت، [1] پھر غزوۂ بنو سلیم کے لئے روانگی کے وقت ہجرت کے بتیسویں مہینے غزوۂ حمراء الاسد کے لئے روانگی کے وقت، [2] غزوۂ بنی نضیر کے لئے کوچ کرتے ہوئے، [3] غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جب کوہ سلع کے میدان میں مسلمانوں کی چھاؤنی قائم کی تو بھی مدینے پر عبداللہ بن اُم مکتوم کو قائم مقامی کا شرف حاصل ہوا۔ [4] اسی طرح ۵ھ میں غزوۂ بنی قریظہ پیش آیا۔ مدینے پر آپ ﷺ کی جانشینی کی ذمہ داری عبداللہ بن اُم مکتوم نے ہی نبھائی۔ [5]

۶ھ میں غزوۂ الغابہ [6] اور ۶ھ میں غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر [7] الغرض جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ فتح کے لئے مکہ روانہ ہوئے تو بھی مدینے پر عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت سونپی۔ [8]

ہجرت کے بیسویں مہینے رسول اللہ ﷺ بنو قینقاع کی جانب روانہ ہوئے اور ابو لبابہ بن عبد المنذر العمری رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر ہجرت کے بائیسویں مہینے غزوۂ سویق کے لئے روانہ ہوئے تو بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی کو خلیفہ بنایا۔ [9]

غزوۂ ذات العشیرہ کے دوران (درس گاہ صُفّہ کے) ایک قریشی (طالب علم) حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی رضی اللہ عنہ کو نائب رسول کا عہدہ عطا کیا گیا۔ [10]

غزوۂ بنو المصطلق کے لئے روانگی سے قبل حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں

---

۱ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۶۷
۲ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۸۴
۳ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۹۱
۴ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۹۸
۵ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۳۰۵
۶ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۳۱۰
۷ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۳۲۱
۸ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۳۵۳
۹ طبقات الکبریٰ، ج:۱، حصہ اول، ص ۲۶۶
۱۰ عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۱۵

اپنا نائب مقرر فرمایا۔[1]

۱۳۔ اصحابِ صُفّہ میں خُدامِ نبوی

مؤرخین نے خدام نبوی کے جو اسمائے گرامی بیان کئے ہیں اُن میں تیرہ (۱۳) اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعلق درس گاہ صُفّہ کے مستقل طلباء میں سے تھا۔

- حضرت اسماء بن حارثہ بن سعید اسلمی رضی اللہ عنہ
- حضرت جندب بن جنادہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
- حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو طلحہ بن عبداللہ النضری اللیثی رضی اللہ عنہ
- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بن عبد الرحمٰن مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت ابو عسیب رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت عبید رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- حضرت شقران رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[2]

امام ابن جوزیؒ کی روایت کے مطابق حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بھی خدام میں شامل تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

---

[1] وزراء حول الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۷۰

[2] سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دہلوی، شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین (محدث) م ۱۱۷۶ھ، ترجمہ، عزیز ملک، بک سنٹر، راولپنڈی، فروری ۱۹۵۶ء، ص ۶۴؛ و پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک، مظاہری، محمد عبد الرحمان (مولانا)، ادارہ اسلامیات، لاہور، بن ندارد، ص ص ۴۱۔۴۳

"نبی کریم ﷺ کی خدمت کرتے اور ان کی ضرورتوں کے لئے آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑے رہتے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ربیعہ رضی اللہ عنہ! مجھ سے جو چاہو، مانگو، میں دیتا ہوں۔
میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! اپنے رب کے ہاں میری شفاعت کیجئے کہ وہ مجھے جہنم سے بچالے۔"
رسول اللہ ﷺ دیر تک خاموش رہے اور پھر فرمایا: "تم زیادہ سے زیادہ سجدوں کے ذریعے میری مدد کرو۔"[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((كانت امى تكون مع نساء النبى بالليل و كنت الزمه بالنهار))

"میری والدہ رات کے وقت ازواج مطہرات کی مجلس میں بیٹھتی اور دن کے وقت، میں ان کی خدمت میں موجود رہتا۔"[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"میں اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ہند بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے خاص الخاص خادم سمجھتا ہوں۔ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے ساتھ چمٹے رہتے اور ہمہ وقت آں کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔"

بعض روایات کے مطابق صحیح معنوں میں آپ ﷺ کے سیکریٹری حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے جو آپ ﷺ کے خانگی امور کے نگران، قرض و ادھار کے منتظم، میزبانی کے مہتمم، اذان و اجازت دلوانے والے، سترہ بردار، وضو کے پانی کا انتظام کرنے والے، انعام کی رقم عطا کرنے والے، خازن و خزانچی، منادی و معلن، سفیر، نفقات کی تقسیم پر مامور اور متعدد

---

1 صفۃ الصفوۃ، ج:۱،ص ۳۰۲
2 مختصر تاریخ دمشق، بحوالہ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم، ج:۱،ص ۲۸۷

دوسرے فرائض و امور کے نگران تھے۔ [1]

۱۴۔اصحابِ صُفّہ میں محافظین نبوی

آٹھ اصحاب رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جن کو مختلف مواقع پر بطورِ محافظ رسول خدمات دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان سعادت مندوں میں سے تین کا تعلق درس گاہ صُفّہ سے ہے۔

- حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- حضرت خالد بن زید ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

ان تینوں اصحاب رضی اللہ عنہم نے وادیء القریٰ میں پہرا دیا۔ [2]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر سے واپسی پر اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو شب عروسی حضرت خالد بن زید ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے خیمے پر پہرا دیا چونکہ ابوایوب رضی اللہ عنہ نوجوان لڑکی کی جانب سے مطمئن نہیں تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دومرتبہ فرمایا: ''اے ابوایوب رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔'' [3]

شاہ مصباح الدین شکیل اپنی کتاب ''نشاناتِ ارضِ نبوی'' میں اسطوانہ محرس کے تعارف میں فرماتے ہیں:

> ''لفظ 'حرس' کے معنی پاسبانی کے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں اپنے حجرے میں ہوتے تو کوئی نہ کوئی صحابی پاسبانی کے فرائض انجام دیتا۔ یہ سعادت اکثر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آتی۔ اسی لئے اسے اسطوانہ علی بھی کہا جاتا ہے۔ [4]

غزوۂ خندق میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ آپ

---

[1] صحیح بخاری، سنن ابوداؤد، مسند احمد بن حنبل و سیرۃ ابن اسحٰق، بحوالہ عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۲۲
[2] سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۶۵
[3] صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۰۲
[4] نشاناتِ ارضِ نبوی، شکیل، شاہ مصباح الدین، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی، ایڈیشن:۱، مئی ۲۰۰۹، ص ۲۰۴

ﷺ کے محافظین میں شامل تھے۔ وادیٔ قریٰ میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، آپ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ [1]

اسی طرح اسلامی فوج کی خیمہ گاہ اور شہر مدینہ کی حفاظت کے لئے جو فوجی دستے اور ان کے افسر مقرر کیے جاتے تھے ان افسروں میں مشہور و ممتاز ترین نام حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ [2]

جب یہ ارشاد باری نازل ہوا

{وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ} [3]

”اور اللہ تمہیں انسانوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔“

تو آنحضرت ﷺ نے پہرا موقوف کر دیا۔ [4]

۱۵۔ اصحابِ صُفّہ میں محررین نبوی

دربار رسالت میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، محرر کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اُن کی تعداد دس ہے۔ جن میں درس گاہ صُفّہ کے دو اساتذہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ [5]

۱۶۔ اصحاب صُفّہ میں مقربین نبوی

یوں تو سارے اصحاب رضی اللہ عنہم ہی نبی کریم ﷺ کے مقربین میں سے تھے لیکن بعض اصحاب رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کا خصوصی قربت حاصل تھی۔ کتب سیرت کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ سعادت مند اصحاب رضی اللہ عنہم وہ ہیں جن کا شمار رسول اللہ ﷺ کے مقربین خاص

---

۱ نبوت اور سلطنت، ص ۱۲۶
۲ عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۵۳
۳ سورۃ المائدہ، ۵:۶۷
۴ سید المرسلین ﷺ، ص ۶۵
۵ سید المرسلین ﷺ، ص ۶۹

میں ہوتا ہے۔ ان میں سے نو اصحاب رضی اللہ عنہم کا تعلق درس گاہ صُفّہ سے ہے

- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ
- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
- حضرت جندب بن جنادہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو عبداللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ[1]

۱۷۔ اصحاب صُفّہ میں خطبائے کرام

جس طرح دورِ جاہلیت میں بعض خطباء بہت مشہور تھے اسی طرح اسلام میں بھی بڑے عظیم خطیب پیدا ہوئے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح العرب تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کے گہرے اثرات پڑے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خطباء کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

انصارِ مدینہ میں ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ خطیبِ رسول کے لقب سے ملقب تھے۔ انہوں نے مختلف مواقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب کی حیثیت سے اپنی فصیح و بلیغ خطابت کے جوہر دکھائے۔ ان کے علاوہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ، حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ اور حباب بن منذر رضی اللہ عنہ انصار کے خطباء میں ایک بلند مقام کے حامل تھے۔ مہاجرین میں ابو بکر صدیق، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن عوام، خالد بن ولید، عبداللہ بن مسعود، طلحہ بن عبید اللہ، نعمان بن مقرن، سعد بن ابی وقاص،

---

1 سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۷۰

عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہم وغیرہ کی خطابت تاریخ کے چند زندہ اور تابندہ لوگوں میں ہے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی فصاحت و بلاغت میں ایک اونچے مقام کے حامل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خطبات ''نہج البلاغہ'' کی شکل میں آج بھی موجود ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عباس، جریر بن عبد اللہ بجلی اور اشعث بن قیس رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی خطابت میں بلند مقام رکھتے تھے۔[1]

اس سے یہ بات پایۂ اثبات کو پہنچتی ہے کہ خطبائے نبوی میں ایک اچھی خاصی تعداد درس گاہ صُفّہ سے تعلق رکھنے والے حضرات کی تھی اور وہ خطابت میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ اُن کے خطبات تاریخی کتب میں محفوظ ہیں۔[2]

۱۸۔ اصحابِ صُفّہ میں ناظرِ تعلیمات

امام ابن جریر طبریؒ نے ۱۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ناظرِ تعلیمات بنا کر یمن بھیجا، جہاں وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کیا کرتے اور مدارس کی نگرانی اور انتظام کرتے۔''[3]

مؤرخ ابن خلدونؒ رقمطراز ہیں:

((بعث النبی ﷺ معاذ بن جبل معلما لاھل الیمن و حضر موت))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن والوں اور حضر موت کا معلم بنا کر روانہ فرمایا۔''[4]

---

۱ پیغمبر اسلام اور فصاحت و بلاغت، محمود احمد ظفر (حکیم)، نشریات، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۴۴

۲ ملاحظہ ہو: خطبات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، توحیدی، حسین احمد، دار الاشاعت، کراچی، جنوری ۱۹۸۸ء، ص ص ۱۴۵۔ ۱۶۱

۳ تاریخ طبری، طبع یورپ، سلسلہ اول، ص ص ۱۸۵۲۔ ۱۸۵۳، بحوالہ، الصحیفہ الصحیحہ، مقدمہ، ص ۲۴

۴ الصحیفہ الصحیحہ، مقدمہ، ص ۲۴

۱۹ اصحابِ صُفّہ میں اُمراء، گورنر اور عمال

درس گاہ صُفّہ کے دو معلمین، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت بھی نصیب ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں انہیں بطور عامل اور گورنر روانہ فرمایا۔

- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: (الاخماس) یمن میں تحصیل خمس کے علاوہ وہاں کے فصل مقدمات کے لئے قاضی مقرر کئے گئے۔[1]

روانگی کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مار کر آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی:

"اے اللہ! اس کی زبان کو ثبات عطا کر اور اس کے قلب کو ہدایت یاب فرما۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم کھا کر فرماتے تھے کہ اس دعا کے بعد مجھے کبھی دو شخصوں کے درمیان فیصلے میں شک نہیں ہوا۔[2]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا:

((علی اقضانا))

"علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمارے سب سے بڑے قاضی ہیں۔"[3]

اس کے علاوہ بھی طبقہ عمال میں سب سے اہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے تین مواقع پر تقرری کی سعادت پائی۔ دو بار بنو جذیمہ اور بنو جذام کے مقتولوں کی دیت یا خون بہا ادا کرنے اور ان کے قیدیوں کو واپس کرنے کے لئے مقرر ہوئے تھے اور ایک بار فتح مکہ کے دوران بعض پر جوش مسلمانوں کی غلطی سے ہونے والی خون ریزی کا معاوضہ ادا کیا تھا۔[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں اس حکم

---

[1] جوامع السیرۃ، ص ص ۵۵۔۵۶
[2] ہم رکاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۴۶
[3] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۴۸۱؛ و أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج: ۱، ص ۱۱۱
[4] عہد نبوی کا نظام حکومت، ص ۲۶

الٰہی کا اعلان کیا تھا کہ فتح کے چار ماہ بعد مکہ میں کافروں کا داخلہ ممنوع ہوگا۔ [1]

O حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ الجند (یمن کا شہر) کے والی تھے۔ [2]

بلاذری کے بیان کے مطابق اختیارات کی ہمہ گیری اور شہرتِ عام کے اعتبار سے سب سے اہم گورنر حضرت معاذ بن جبل خزرجی رضی اللہ عنہ تھے جو پورے جنوبی عرب کے گورنر جنرل تھے اور یمن و حضرموت کے تمام مرکزی منتظمین اور والی ان کی ماتحتی میں کام کرتے تھے۔ [3]

عہدِ فاروقی میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ مدائن کے، [4] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین کے، [5] حضرت عمار بن یاسر کوفہ کے، [6] حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ دمشق کے، [7] اور حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ حمص کے گورنر بنائے گئے۔ [8]

درس گاہِ صُفّہ کے معلّم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے فلسطین کے قاضی بنائے گئے۔ [9،10] نیز ایک مرتبہ امیر شام ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حمص کا امیر بنایا تھا۔ [11]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن حکم نے اپنی امارتِ مدینہ کے زمانے میں نائب بنایا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں آپ رضی اللہ عنہ مدینہ کی امارت سنبھالتے تھے۔ ان کے علاوہ کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدقات و زکوٰۃ کی وصولی کا ذمہ دار بنا کر قبائل کی طرف روانہ کیے گئے۔

---

1 عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص ۲۷

2 جوامع السیرۃ، ص ص ۵۵۔۵۶

3 فتوح البلدان، ص ۲۹

4 صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۶۷

5 طبقات الکبریٰ، ج:۲، حصہ چہارم، ص ۳۶۱

6 الاصابۃ، ج:۴، ص ۲۳۵

7 صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۷۴

8 صفۃ الصفوۃ، ج:۱، ص ۲۹۲

9،10 الاصابۃ، ج:۴، ص ۲۷

11 خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ص ۱۳۲

الاصابۃ، ج:۷، ص ۲۰۲

خاتمہ

ہر قسم کی حمد وثنا، اللہ عزوجل کے لئے کہ انہوں نے مجھ جیسے طالب علم کو اپنے خلیل و حبیب امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ایک عظیم گوشے: [درس گاہ صُفَّہ کے نظامِ تعلیم وتربیت] کے متعلق یہ مقالہ مرتب کرنے کی توفیق سے نوازا۔ **فله الحمد عدد ما خلق في السماء، وعدد ما خلق في الارض، وعدد ما خلق بين ذلك، وعدد ما هو خالق سبحانه وتعالى۔**

اب اللہ تعالیٰ ہی سے انتہائی عاجزانہ التجا ہے کہ اس معمولی کاوش کو اپنی رحمتِ بے پایاں سے شرفِ قبولیت عطا فرما دیں، اور اس کو میرے والدین محترمین، میرے، اہلِ اسلام بلکہ انسانیت کے لئے خیر، برکت اور رحمت کا سبب بنا دیں، اور اس میں موجود خلل، نقص اور غلطی کو معاف فرما دیں۔ **انه جواد كريم۔**

نتائج

اس مقالہ کی تیاری کے دوران توفیق الٰہی سے متعدد باتیں اُجاگر ہوئیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

- O...... تعلیم وتربیت افراد اور معاشروں کو مہذب اور باسلیقہ بناتی ہے۔ ان کو اقوامِ عالم میں باوقار زندگی گزارنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔ یہ ایک ایسا ضابطہ ہے جو دنیا وآخرت میں کامیابی کا ضامن ہے۔
- O...... اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو معلّم ومربّی بنا کر مبعوث فرمایا۔ معلّم ومربّی اپنے زیرِ تربیت افراد کی تربیت بالکل ایسے ہی کرتا ہے جیسے کہ ایک باغبان اپنے

چمن کے غنچوں، کلیوں اور پھولوں کی حفاظت ونگہبانی کرتا ہے۔

O...... آنحضرت ﷺ کے سینۂ اطہر میں لوگوں کو تعلیم دینے کا عظیم جذبہ اور شدید تڑپ تھی اور ہر قسم کے لوگوں کو دولتِ علم سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی سعی فرماتے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے مربیِ اعظم محمد ﷺ نے اپنے زیرِ تربیت عرب کے بدوؤں اور بکریوں کے ریوڑ چرانے والے، عصبیتوں کے مریض اور جہالتوں وگمراہیوں کے علمبرداروں کی کچھ اس انداز سے تربیت کی کہ وہ صحراؤں سے نکل کر دنیا کے افق پر چھا گئے اور زمانے بھر کے امام بن گئے۔

O...... درس گاہِ صُفّہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے مخصوص انداز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت جاری رکھی۔ آپ ﷺ انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف دلاتے، مکارمِ اخلاق پر کاربند رہنے کی تلقین کرتے، احکامِ شریعت کی تشریح بتاتے اور مبادیاتِ اسلامی کی وضاحت فرماتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہتر تعلیم وتربیت کے سلسلے میں آپ ﷺ ابلاغ کے مختلف وسائل وذرائع استعمال میں لاتے تھے۔ پس جو شخص بھی فنِ تدریس سیکھنا چاہے، اسالیبِ تدریس کے چناؤ، وسائلِ تعلیم کے انتخاب اور آدابِ تعلیم کے سلسلے میں مثالی نمونہ پانے کی خواہش رکھتا ہو وہ نبی کریم ﷺ جیسا عظیم نمونہ کہیں اور حاصل نہیں کر سکتا۔

O...... نبی کریم ﷺ کے اندازِ تعلیم کے چند نمونے جنہیں آپ ﷺ نے اختیار فرمایا اور ان کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی، انہیں اس مقالہ میں بر سبیل تذکرہ اور وضاحت کے طور پر جمع کر دیا گیا ہے۔

O...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کی عظمت کا جو پیغام انسانیت کو دیا اور اس کے نتیجے میں مختلف شعبہ ہائے علم مثلاً قرآن، تدوینِ حدیث، تدوینِ فقہ، حکمت، تزکیہ، تصوف و دیگر بیشمار علوم میں درس گاہ صُفّہ کے فارغین نے کیا کیا کارہائے نمایاں

انجام دیئے اُس کی چند جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔

O.....معاشرے میں نبوی انقلاب برپا کرنے کے لئے قرآن کریم کو عملی کتاب کے طور پر اور تعلیماتِ قرآن کی وضاحت کے لئے سنت رسول کو نصاب کا محور قرار دینا ضروری ہے۔

O.....نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظریہ تعلیم و تربیت کی بنیاد پر تشکیل پانے والے تربیتی ادارے ہی معاشرے کے افراد کی صحیح تربیت کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں

اللہ تعالیٰ ان نفوسِ قدسیہ کے حالات سے اکتسابِ فیض کی توفیق بخشے، ہمارے ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی کا سامان فرمائے اور راقم کے لئے زادِ آخرت بنائے۔
(آمین)

تجاویز وسفارشات

O...... روئے زمین کے تمام اہلِ اسلام، بلکہ تمام بنی نوع انسان سے اپیل کرتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو پڑھیں، اس پر غور و فکر کریں۔ قیامت تک آنے والی پوری انسانیت کے لئے اس میں رشد و ہدایت اور دنیا و آخرت کی سعادت و کامیابی ہے، کیونکہ خود اللہ رب العالمین نے انہیں اُسوہ حسنہ یعنی بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

O...... مشرق و مغرب کے اربابِ تعلیم اپنے کلیات تربیۃ (Colleges of Education) میں [درس گاہ صُفّہ کے نظامِ تعلیم و تربیت] کو بطور مضمون [Subject] شامل کریں۔

O...... دنیا کے تمام معلّمین اور معلّمات اپنی تعلیمی زندگی میں نبی کریم ﷺ کے اُسوہ حسنہ کو اپنائیں، کیونکہ وہ مخلوق میں اعلیٰ ترین معلّم ہیں۔

O...... رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی پالیسی کی ضرورت و اہمیت کا شعور اجاگر کرنے کی مہم کا آغاز کیا جائے۔ اس سلسلے میں مختلف مقامات پر سیمینارز کا اہتمام کیا جائے۔ کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبہ و طالبات کے درمیان اس موضوع پر مضمون نویسی کے مقابلہ جات منعقد کروائے جائیں۔ ذرائع ابلاغ بھی اس ضمن میں بھرپور کردار ادا کریں۔

O...... قومی سطح پر وزارتِ تعلیم کی طرز پر وزارتِ امورِ تربیت قائم کی جائے، جس کی شاخیں صوبائی و ضلعی سطح تک موجود ہوں۔ اس وزارت میں ملّی درد رکھنے والے اُن افراد کو ملازمت دی جائے جو اسلام کے احکامات پر عمل پیرا ہوں اور نظریہ اسلام پر دل و جان سے فدا ہوں۔

O...... تعلیمی اداروں میں عملی امتحان کی طرز پر سیرت و کردار اور اچھے اخلاق کے نمبر بھی اسناد

پر درج کئے جائیں۔

O..... سول سروس کی طرز پر تربیت دینے والے افراد کی صوبائی سطح پر اکیڈمی بنائی جائے، جہاں فنی تربیت کے ساتھ اخلاقی و نظریاتی تربیت کا اہتمام بھی ہو۔

O..... اساتذہ کی تربیت اسلامی اصول و اقدار سے مربوط ہو تا کہ تربیت پانے کے بعد وہ اسلامی کردار کا نمونہ بنیں اور ان کے انتخاب، تقرر اور ترقی کی بنیاد پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ ایمان اور کردار ہو۔

O..... اگر ہم اپنے اسلامی تشخص کو بکھرنے سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کا واحد حل آپ ﷺ کی حکیمانہ تعلیمات کو سمجھنے اور ان کی روشنی میں نصاب وضع کرنے اور اسے اپنانے میں ہے۔ کیونکہ ہمارے جدید تعلیمی تصورات اور عصری نصابات اس مثالی انسان کو بنانے میں ناکام ہو چکے ہیں جو پاکیزہ اور صالح سیرت و کردار سے متصف ہو۔ ضرورت ہے کہ سرکاری و نجی تعلیمی اداروں میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو لازمی نصاب قرار دیا جائے۔ عمرانی علوم میں بالخصوص اور فطری علوم میں بالعموم اسلامی افکار و تعلیمات کو سمویا جائے۔

O..... ہر تعلیمی ادارے کی لائبریری میں قرآن، حدیث، فقہ، اسلامی تاریخ و تہذیب اور دیگر مفید علوم پر کثیر تعداد میں کتب موجود ہوں۔ ان کا الگ سیکشن بنایا جائے اور ایسا منظم طریقہ وضع کیا جائے کہ طلبہ ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

O..... معلمین کو چاہیئے کہ طلباء کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں تا کہ ان دعاؤں کے نتیجے میں طلبہ کی علمی صلاحیت مزید اجاگر ہو جیسا کہ نبی کریم ﷺ اپنے تلامذہ کو دعائیں دیا کرتے تھے۔

O..... معلمین، علم کی شمعوں کو صرف کلاس کے بند کمرے تک محدود نہ رکھیں بلکہ جہاں بھی موقع ملے طلبہ کو علمِ نافع سے آراستہ کریں جیسا کہ اس کی بہ ساری مثالیں ہمیں معلّم کائنات کے اسوہ سے ملتی ہیں۔

O.....نظامِ تعلیم، نصابِ تعلیم اور ذریعہ تعلیم، اساتذہ کے انتخاب وتربیت اور سروس سٹرکچر کو دینی تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔

O.....غریب ونادار طلبہ کی بھرپور مالی معاونت کی جائے۔ دستورِ پاکستان کے مطابق بتدریج میٹرک تک تعلیم مفت اور لازمی قرار دی جائے۔

O.....ملکی وسائل کے استعمال کے لئے دفاع کے بعد تعلیم وتحقیق کو سب سے بڑی ترجیح قرار دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ تعلیم وتحقیق کے معیار کی بلندی ہی بہتر دفاع کی ضامن ہے۔

O.....مساجد کو صحیح معنوں میں تعلیم وتربیت کے مراکز بنایا جائے۔

O.....دیہی علاقوں میں مدارس کے قیام پر خصوصی توجہ دی جائے اور خواتین کی تعلیم کے لئے یونیورسٹی سطح تک تعلیم کے خصوصی انتظامات کو توسیع دی جائے۔

O.....اسلامائزیشن مدرسے اور معاشرے دونوں میں ہو۔ اساتذہ، والدین، منتظمین اور معاشرتی ادارے اس سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔

O.....پاکستان کے تعلیمی اداروں میں اس وقت انگریز کے دیئے ہوئے تعلیمی ڈھانچے کو بنیاد بنا کر نسلِ نو کی تربیت کی جارہی ہے۔ اسلامی مملکت کا یہ فریضہ تھا کہ وہ اس مملکت کے باسیوں کے دل میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرتے اور ان کا مقصدِ زندگی اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کی رضا کا حصول ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو فنی اور تکنیکی تعلیم وتربیت بھی بہم پہنچائی جاتی تاکہ وہ قیادتِ اُمت کے فریضہ سے سبک دوش ہو سکتے۔ پاکستان کے قیام کے ۶۷ سال بیتنے کے باوجود پاکستانی افراد دوسروں کے محتاج اور ذہنی غلام نظر آرہے ہیں۔ ان حالات سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ پاکستان کے اہلِ علم اپنے نظامِ تعلیم وتربیت کو قرآنی ونبوی ہدایات کے تابع کر دیں اور مقاصدِ تربیت میں ایمان وعمل کے ساتھ ساتھ تقویٰ کے حصول کی رغبت، اطاعتِ رسول کا جذبہ اور فریضۂ اقامتِ دین کے شعور کو نمایاں مقام دیں۔

O...... دینی مدارس کے نظام کو عام نظامِ تعلیم سے مربوط کرنے کے لئے ایک مشترکہ بورڈ بنایا جائے جس میں غیر جانبدار علماء اور جدید علوم کے ماہرین شامل ہوں۔ مشترکہ نصاب کو تمام دینی مدارس میں رائج کیا جائے تاکہ نظاموں کی یہ دورنگی بتدریج ختم ہو۔

O...... درس گاہوں میں درس و تدریس، ہم نصابی سرگرمیاں اور تقاریب سب اسلام اور نظریۂ پاکستان سے مربوط ہوں۔

رَبّ حَیٌّ وَ قَیُّوْمٌ سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ مجھے اور تعلیم و تربیت سے وابستہ تمام حضرات و خواتین کو نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ مُّجِیْبٌ

و صلی اللہ علی نبیہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

{آمین یا رب العالمین}

فہرست آیات قرآنیہ

۱۸	{اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝} سورۃ العلق ۹۶: ۱۔۵	44
۱۹	{وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝} سورۃ التوبہ ۹: ۱۲۲	46
۲۰	{يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ} سورۃ المجادلہ ۵۸: ۱۱	47
۲۱	{هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝} سورۃ آل عمران ۳: ۱۳۸	47
۲۲	{اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ} سورۃ النور ۲۴: ۳۵	47
۲۳	{وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝} سورۃ النور ۲۴: ۴۰	48
۲۴	{قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝} سورۃ الاعلیٰ ۸۷: ۱۴۔۱۹	51,52
۲۵	{اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝} سورۃ النٰزعٰت ۷۹: ۱۷۔۱۸	52
۲۶	{قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝} سورۃ الشمس ۹۱: ۹۔۱۰	53
۲۷	{وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝} سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۱۴	55
۲۸	{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝} سورۃ الذاریات ۵۱: ۵۶	59
۲۹	{مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝} سورۃ الذاریات ۵۱: ۵۷۔۵۸	59
۳۰	{هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝} سورۃ الجمعہ ۶۲: ۲	63
۳۱	{وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ} سورۃ الانفال ۸: ۶۰	74
۳۲	{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا} سورۃ التحریم ۶۶: ۶	75
۳۳	{رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝} سورۃ البقرہ ۲: ۱۲۹	79

نمبر	آیت	صفحہ
۳۴	{كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۝} سورۃ البقرہ ۲:۱۵۱	80
۳۵	{لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝} سورۃ آل عمران ۳:۱۶۴	80 122
۳۶	{هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝} سورۃ الجمعۃ ۶۲:۲	80
۳۷	{وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا} سورۃ سبا ۳۴:۲۸	80
۳۸	{قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝} سورۃ الانعام ۶:۱۶۲	81
۳۹	{هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ} سورۃ التوبہ ۹:۳۳	82
۴۰	{كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ} سورۃ البقرہ ۲:۲۱۳	83
۴۱	{نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ۝} سورۃ القلم ۶۸:۱	90
۴۲	{رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ} سورۃ النور ۲۴:۳۷	146
۴۳	{وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۝} سورۃ التوبہ ۹:۱۲۲	147
۴۴	{لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۝} سورۃ البقرہ ۲:۲۷۳	163

نمبر	آیت	صفحہ
۴۵	{وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝} سورۃ الکہف ۱۸: ۲۷-۲۸	152 165 166
۴۶	{وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ} سورۃ الانعام ۶: ۵۲	165
۴۷	{مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝} سورۃ الاحزاب ۳۳: ۲۳	172
۴۸	{وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝} سورۃ آل عمران ۳: ۱۶۹	174
۴۹	{ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝} سورۃ الواقعہ ۵۶: ۳۹	180
۵۰	{سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ} سورۃ الفتح ۴۸: ۲۹	206
۵۱	{فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝} سورۃ الواقعہ ۵۶: ۷۵	209
۵۲	{وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝} سورۃ الفرقان ۲۵: ۱۳	210
۵۳	{وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝} سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۱۴	211
۵۴	{اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاۗءِ وَالْمَسٰكِيْنِ} سورۃ التوبہ ۹: ۶۰	221
۵۵	{كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝} سورۃ البقرہ ۲: ۱۵۱	232
۵۶	{وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ} سورۃ الحجرات ۴۹: ۷	236
۵۷	{اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝} سورۃ البقرہ ۲: ۲۸۵	236
۵۸	{فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۝} سورۃ النساء ۴: ۴۱	238

نمبر	آیت	صفحہ
۷۶	{اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ} سورۃ الروم ۳۰:۹	291
۷۷	{قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ} سورۃ الروم ۳۰:۴۲	291
۷۸	{لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ} سورۃ یوسف ۱۲:۱۱۱	291
۷۹	{هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ} یونس ۱۰:۵	292
۸۰	{وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ} سورۃ البقرہ ۲:۱۵۱	299
۸۱	{اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ} سورۃ الزخرف ۴۳:۳	302
۸۲	{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْـهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَــهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ} سورۃ الحجرات ۴۹:۲	305
۸۳	{هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ} سورۃ آل عمران ۳:۷	305
۸۴	{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـــَٔـلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـــَٔـلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ} سورۃ المائدۃ ۵:۱۰۱۔۱۰۲	329
۸۵	{وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ} سورۃ الانفال ۸:۶۰	332
۸۶	{اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ} سورۃ التوبہ ۹:۱۱۱	332

فہرست احادیث نبویہ

درج ذیل احادیث کی مکمل تخریج مقالہ کے حواشی میں درج کر دی گئی ہے۔
یہاں پر احادیث کی فہرست، صفحاتِ مقالہ کی ترتیب کے مطابق بنائی گئی ہے۔

نمبر شمار	متن حدیث	مرجع حدیث	صفحہ نمبر
١	((اَلعِلمُ نُورٌ یَقذِفُهُ اللهُ فِی قَلبِ مَن یَشَاءُ))	شرح چہل حدیث	48
٢	((مرحباً بطالب العلمِ انّ طالبَ العلمِ تحفُّه الملائکۃُ باء جنحتها ثم یر کبُ بعضُهم بعضاً حتی یبلغ السماءَ الدنیا من حبّهم لما یطلُب))	مختصر الترغیب والترہیب	4[illegible]
٣	((انّ العُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الانبِیَاءِ))	اصول کافی	50
٤	((اعون الاءشیاء علی تزکیۃِ العقل التعلیم))	تجلیاتِ حکمت	50
٥	((مجالِسُ العِلمِ غَنِیمَۃٌ))	تجلیاتِ حکمت	50
٦	((ثمّ بعث فیهم المعلمین))	میزان الحکمت	69
٧	((یا موسیٰ: تعلّم الخیر و علّمه النّاس فانّی منوّر لمعلّمی الخیر و متعلّمیه قبور هم، حتّی لا یستوحشوا بمکانهم))	تنبیہ الخواطر	70
٨	((حق الوالد علی الوالدان یعلمه الکتابۃ والسباحۃ والرمی))	الدر المنثور	74
٩	((علموا انفسکم و اهلیکم الخیر و ادبوهم))	الدر المنثور	75
١٠	((تعلموا قبل ان تسودوا))	صحیح بخاری	76
١١	((استوصوا العلم الاحداث))	مجمع الزوائد	77

۱۲	((ما بعث الله نبیا الا و هو شاب ولا اوتی عالم علما الا و هو شاب))	مجمع الزوائد	77
۱۳	((اول من صلی من الناس بعد خدیجة علیؓ))	کتاب الاوائل	91
۱۴	((ایها الناس قولو لا اله الا الله تفلحوا))	الوفا باحوال المصطفیٰ	95
۱۵	((فلما انصرف عنه القوم و بعث رسول الله ﷺ معهم مصعب بن عمیر بن هاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی۔ و امره ان یقرِئهم القرآن، و یعلمهم الاسلام، و یفقهم فی الدین فکان یُسمّیٰ المقری بالمدینة مصعب، و کان منزلة علی اسعد بن زرارة بن عداس ابی امامة))	السیرة النبویه ابن هشام لابن هشام	97
۱۶	((اول من قدم علینا مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم و کانوا یقرؤن الناس))	صحیح بخاری	97
۱۷	((و امره ان یقرِئهم القرآن و یعلمهم الاسلام، و یفقهم فی الدین))	السیرة النبویه ابن هشام	99
۱۸	((اَشهَدُ اَنَّکَ رَسُولُ الله))	فتح الباری	99
۱۹	((مَا یَفتح مِن مِصرٍ اَو مَدِینةٍ عَنوَةً فَان المَدِینة فتحت بِالقُرآن))	فتوح البلدان	100
۲۰	((طلب العلم فریضة علی کل مسلم))	معجم صغیر	106
۲۱	((اجتمعن فی یوم کذا و کذا فی مکان کذا و کذا))	صحیح بخاری	107
۲۲	((موعد کن بیت فلانة فاتاهن لحدیثهن))	فتح الباری	107
۲۳	((نعم النساء الانصار لم یمنعهن الحیاءُ ان یتفقهن فی الدین))	صحیح بخاری	107
۲۴	((الله الله ربی لا اشرك به شیئا))	سنن ابی داؤد	109

۲۵	((ما حفظت (ق) الا من فی رسول اللہ ﷺ، یخطب بہا کل جمعۃ))	صحیح مسلم	109
۲۶	((واتخذوا علی ابوابہا المطاہر. یعنی المراحیض التی یستعان بہا علی الوضوء و قضاء الحاجۃ وقد کانت قریبا من مسجد رسول اللہ آباء یستقون منہا و یشربون و یتطہرون و یتوضؤن و غیر ذالک))	الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم	114
۲۷	((نورت الاسلام نور اللہ علیک فی الدنیا والاخرۃ: امانۃ لو کانت ابنۃ لزوجتکہا))	تفسیر قرطبی	115
۲۸	((لقد لبثنا با المدینۃ قبل ان یتقدم علینا رسول اللہ ﷺ بسنین نعمر المساجد و نقیم الصلاۃ))	فتح الباری	116
۲۹	((اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ))	پیغمبر انقلاب	143
۳۰	((کان ینطلق من کل حی من العرب عصابۃ فیأ تون النبی ﷺ فیسألونہ عمّا یریدون من امر دینہم و یتفقہوا فی دینہم))	تفسیر خازن	148
۳۱	((مرحبا بالوفد الذین جاء وا غیر خزایا ولا ندامی))	صحیح بخاری	149
۳۲	((مرحبا بکم! انتم منی))	صحیح ابن حبان	150
۳۳	((ان البیعۃ من المہاجر توجب الاقامۃ عندہ(ﷺ) لیصرف فیما یصرفہ فیہ من امور الاسلام و بخلاف البیعۃ الاعرابیۃ))	سیرۃ النبی ﷺ	151
۳۴	((کان فی وفد تمیم سبعون او ثمانون رجلاً فاسلموا و یقیموا فی المدینۃ مدۃ یتعلمون القران والدین))	الصحیفۃ الصحیحۃ	156
۳۵	((ان کنت تحبنی فاعد للفقر تجفافا فان الفقر اسرع من یحبنی من السیل الی منتہاہ))	جامع ترمذی	158
۳۶	((معکم المحیا و معکم الممات))	مجمع البیان	169

۳۷	((اسألك الطيبات و فعل الخيرات و حب المساكين))	قوت القلوب	168
۳۸	((بلغو قومنا عنا انا لقينا ربنا فرضی عنا و رضينا عنه))	طبقات الکبرٰی	168
۳۹	((ذالك لمن خاف مقامی و خاف وعيد))	المستدرک	169
۴۰	((اَنَّ الله عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةُ))	صحیح مسلم	170
۴۱	((يا بلال انت تنشر للدين اعلامی و ترفع بها قدری و مقامی فلاجل ذلك ما دخلت الجنة الا و سمعت خشخشة نعليك قدامی))	النعمة الكبرىٰ على العالم	170
۴۲	((اَلسَّلَامُ عَلَيكُم يَا اَهلَ الصُّفَّةِ!))	الدر المنثور	171
۴۳	((انا سابق العرب الى الجنة و صهيب سابق الروم الى الجنة و بلال سابق الحبشة الى الجنة و سلمان سابق الفارس الى الجنة))	مجمع الزوائد	174
۴۴	((ان الجنة لتشتاق الى ثلاثة علی و عمار وسلمان))	مجمع الزوائد	175
۴۵	((الا ان الجنة اشتاقت لاربعة من اصحابي علی و المقداد و سلمان و ابی ذر))	کنز العمال	175
۴۶	((و الله لا اعطيكما و ادعُ اهل الصفة تطوی بطونهم، لا اجد ما انفق عليهم، ولكنی ابيعهم، و انفق عليهم ،فرجعنا))	مسند احمد	176
۴۷	((لَعَلَّكَ تُرزَقُ بِهِ))	الاحادیث الصحیحه	177
۴۸	((يَدخُلُ فُقَرَآءُ المُسلِمِينَ الجَنَّةَ قَبلَ اَغنِيَاءِ هِم بِاَربَعِينَ خَرِيفًا))	جامع ترمذی	177
۴۹	((بدأ الاسلام غريبا و سيعود غريبا فطوبیٰ للغرباء من امتی))	بهجة النفوس	177

۵۰	((اللهم أحيني مسكيناً و امتني مسكيناً واحشرني في زمرة المساكين يوم القيامة))	سنن ابن ماجه	179
۵۱	((هم الشعث رؤسا، الدنس ثيابا الذين لا ينكحون المنعمات ولا يفتح لهم السدد))	البدور السافرة في امور الآخرة	179
۵۲	((وقام اخر وقال امنهم انا، فقال سبقك عكاشه))	ضياء القرآن	180
۵۳	((وقف رسول الله ﷺ على اصحابَ الصُفّه فراى فقرهم وجهدهم و طيب قلوبهم فقال ابشروا يا اصحاب الصُفّه فمن بقى من اُمتّى على النّعت الّذى انتم عليه راضياً بما فيه فانه من رفقائى فى الجنّة))	كشف المحجوب	180
۵۴	((سلمان منّا اهل البيت))	طبقات الكبرى	181
۵۵	((انى رايت الملائكة تغسل حنظلة بن ابى عامر بين السماءِ وَالارضِ بماءِ المُزنِ فى صحاف الفضةِ))	الحبائک فى اخبار الملائک	181
۵۶	((هم كانوا ازهد فى الدنيا و ارغب فى الآخرة))	البداية والنهاية	182
۵۷	((لقد كانوا يصبحون صفرا شعثا غبرا، و حملت اعينهم حتى قبل ثيابهم))	البداية والنهاية	183
۵۸	((قال الله تعالىٰ، و نزعنا ما فى صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين))	عوارف المعارف	183
۵۹	((ما سد جوعتك و وارى عورتك و ان كان لك بيت يظلك فذاك و ان كانت لك دابة فبخ))	معجم صغير	197
۶۰	((طوبى لمن هدى للاسلام و كان عيشه كفافا و قنع))	كتاب الزهد لابن مبارک	198
۶۱	((من يستعف يعفه الله))	كتاب الاوائل	202
۶۲	((هو السهو فى الصلوٰة))	من لا يحضره الفقيه	206
۶۳	((لان يأخذ احدكم حبله فيذهب فيحتطب خير له من ان يسئل الناس اعطوه ام منعوه))	اصحاب الصفه لابن تيميه	214

۶۴	((قَالَ وَ اَهلُ الصُّفَّةِ اَضيَافُ الإسلامِ لَا يَأوُونَ إلىٰ اَهلٍ وَّلَا مَالٍ وَّلَا عَلىٰ اَحَدٍ))	صحیح بخاری	200
۶۵	((انی لاحب ان اکل من کدیدی))	مجمع الزوائد	201
۶۶	((والله لو وجدت خبزاً او لحماً لا طعمتکموهٔ اما انکم توشکون ان تدرکو ومن ادرك ذلك منکم ان یراح علیکم بالجفان و تلبسون مثل استار الکعبة قال فمکثت انا و صاحبی ثمانیة عشر یوماً و لیلة ما لنا طعامٌ الا البریر حتی جئنا الی اخواننا من الانصار فواسونا و کان خیر ما اصبنا هذا التمر))	مسند احمد	218
۶۷	((لَو تَعلَمُونَ مَالَکُم عِندَ اللهِ لَاَحبَبتُم اَن تَزدَادُو فَاقَةً وَحَاجَةً))	جامع ترمذی	221
۶۸	((نِعمَ تُحفَةُ المُومِنِ التَّمرُ))	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	223
۶۹	((اهدی ملك الهند الی رسول الله ﷺ جرة فیها وزنجبیل فاطعم اصحابه قطعة قطعة و اطعمنی منها قطعة))	المستدرک	223
۷۰	((و نحن بضعة عشر ما علینا نعال ولا خفاف ولا قلانس ولا قمص، نمشی فی تلك السباخ حتی جئناهٔ))	صحیح مسلم	227
۷۱	((قَیِّدُوا العِلمَ بِالکِتَابِ))	الاحادیث الصحیحه	232
۷۲	((من یرد الله به خیرا یفقه فی الدین))	صحیح مسلم	234
۷۳	((اللهم حبب الینا الایمان و زینه فی قلوبنا))	مسند احمد	235
۷۴	((ارمُوهُم بِالبَعرِ))	فضائل القرآن	246
۷۵	((استقرءُوا القرآن من اربعة: من عبدالله بن مسعود و سالم مولی ابی حذیفة و ابی بن کعب و معاذ بن جبل))	صحیح بخاری	247
۷۶	((رسول من الله صحفا مطهرة فیها کتب قیمة))	محاضراتِ قرآنی	248

۷۷	((فان کان فیه سقطا اقامه))	محاضراتِ قرآنی	248
۷۸	((ثم اخرج به الی الناس))	محاضراتِ قرآنی	248
۷۹	((کانو یکتبون المصحف فی الرق و یجعلون له دفتین من خشب))	فتح الباری	249
۸۰	((الحکمة والعلم نور یهدی به الله من یشاء))	ترجمان السنة	254
۸۱	((تذکر والحدیث فانکم الا تفعلوا))	المستدرک	259
۸۲	((صلو کما رایتمونی اصلی))	صحیح بخاری	260
۸۳	((خذوا عنی مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی هذه))	صحیح مسلم	260
۸۴	((هٰکَذَا رَمَی الَّذِی اُنزِلَت عَلَیهِ سُورَةُ البَقَرَةِ))	صحیح بخاری	261
۸۵	((کُنتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَسَمِعَ مِثلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثلَ هٰذَا))	سنن ابی داؤد	.261
۸۶	((وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِهِ اِنِّی لَاَشبَهُکُم صَلَاةً بِرَسُولِ الله ﷺ))	سنن النسائی	261
۸۷	((بینما نحن حول رسول الله ﷺ نکتب))	سنن دارمی	262
۸۸	((ما نزلت علیه "الی علی النبی ﷺ اية فی لیل ولا نهار، ولا سماء ولا ارض ولا دنیا ولا اٰخرة... الا اقرأ نیها و املاها علی فکتبها بیدی، وعلّمنی تأویلها و تفسیرها و ناسخها و منسوخها و محکمها و متشابها و خاصّها و عامّها و این نزلت و فیم نزلت الی یوم القیامة))	میزان الحکمت	263
۸۹	((لااله الاالله محمد رسول الله،من ایقن بالموت لم یضحک،من ایقن بالحساب لم یفرح قلبه،ومن ایقن بالقدر لم یخش الا الله))	تفسیر نور الثقلین	265
۹۰	((تَعلَم کِتَابِ الیَهُودِ فَاِنِّی لَا آمِنُهُم عَلیٰ کِتَابِنَا))	الاحادیث الصحیحه	272
۹۱	((ان کَانَ الرَّجُلُ یُحسِنُ الخَطَّ فَفُودِیَ عَلیٰ اَن یُعَلِّمَ))	طبقات ابن سعد	278

۹۲	((ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰی اُذُنِكَ فَاِنَّهٗ اَذْكَرُ لِلْمُمِلِّ))	جامع ترمذی	280
۹۳	((اِذَا كَتَبَ اَحَدُكُمْ كِتَابًا فَلْيُتَرِّبْهُ فَاِنَّهٗ اَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ))	جامع ترمذی	281
۹۴	((لَا تَكْتُبُوا الْقُرْآنَ اِلَّا فِيْ شَيْءٍ طَاهِرٍ))	فضائل القرآن	281
۹۵	((تداووا فان الله لم يضع داء الا وضع له دواء غير واحد الهرم))	سنن ابی داؤد	282
۹۶	((تعلموا الفرائض فانها من دينكم وهي اول ما ينسى))	بهجة النفوس	287
۹۷	((تعلموا الفرائض وعلموها الناس فاني امرء مقبوض))	بهجة النفوس	288
۹۸	((تعلموا من امر النجوم))	الفردوس	293
۹۹	((تعلموا من انسابكم))	جامع ترمذی	294
۱۰۰	((ان ابابكر اعلم قريش بانسابها))	صحیح مسلم	294
۱۰۱	((لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا))	سنن دارمی	296
۱۰۲	((ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ))	سنن دارمی	296
۱۰۳	((فسجد على جبهة رسول الله ﷺ))	مسند احمد	297
۱۰۴	((من كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار))	صحیح بخاری	297
۱۰۵	((كانت لغة اسماعيل قد درست فجاء بها جبريل فحفظها))	الوفا باحوال المصطفى ﷺ	301
۱۰۶	((احبوا العرب لثلاث، لانی عربي، والقرآن عربي، و كلام اهل الجنة عربي))	کتاب الاوائل	302
۱۰۷	((كنا نئولف القرآن من الرقاع فی زمن النبی ﷺ))	محاضراتِ قرآنی	307
۱۰۸	((تعلموا العلم فان تعلمه لله حسنة وطلب عبادة و مذاكرة تسبيح...))	بهجة النفوس	309
۱۰۹	((فتذاكروا و تلاقوا و تحدثوا فان الحديث جلاء للقلوب ان القلوب ترين كما يرين السيف))	وسائل الشيعه	310

۱۱۰	((فكانوا اذا جهنم الليل انطلقوا الى معلم لهم بالمدينة. فيدرسون الليل حتىٰ يصبحوا))	مسند احمد	311
۱۱۱	((يا ايها الناس اذكروا الله اذكرو الله جأت الراجفة تتبعها الرادفة. جاء الموت بما فيه جاء الموت بما فيه))	جامع ترمذی	312
۱۱۲	((كان الصحابة اذا صلوا الغداة قعدوا حلقاً حلقاً. يقرؤن القرآن و يتعلمون الفرائض والسنن))	الطريق السديد لتعليم القرآن والتجويد	314
۱۱۳	((و اتى رسول الله ﷺ فاسلم عليه و هو فى مجلسه بعد الصلوة فاقول فى نفسى هل حرك شفتيه برد السلام ام لا))	صحیح بخاری	315
۱۱۴	((البلاء للظالم ادب و للمومن امتحان وللاوليا درجة))	بحار الانوار	320
۱۱۵	((المومن يبتلىٰ بانواع البلاء))	ميزان الحكمت	320
۱۱۶	((و كان يسمع لمسجد رسول الله ﷺ ضبحة بتلاوة القرآن. حتى أمرهم رسول الله ان يخفضوا أصواتهم لئلا يتغالطوا))	التبيان فى علوم القرآن	323
۱۱۷	((ان من العلم لجهلا))	سنن ابی داؤد	326
۱۱۸	((انك امر فيك جاهلية. ما ذهبت اعرابيتك بعد))	سوانح حضرت ابوذر غفاریؓ	326
۱۱۹	((ليس منى الا عالم او متعلم))	الاسلام والشباب	327
۱۲۰	((إِنَّ مِنَ الشِّعرِ حِكمَةٌ))	صحیح بخاری	367
۱۲۱	((كنت أنشدفيه من هو خير منك))	صحیح بخاری	368
۱۲۲	((و يأتيك بالاخبار من لم تزود))	جامع ترمذی	370
۱۲۳	((و يتناشدون الشعر))	جامع ترمذی	371
۱۲۴	((المومن القوى خير واحب الى الله من المومن الضعيف))	صحیح مسلم	374
۱۲۵	((بيع ربيح لا نقيل ولا نستقيل))	تفسير الميزان	378
۱۲۶	((اذا رأيتم مسجدا او سمعتم صوتا فلا تقتلوا احدا))	سنن ابی داؤد	378

نمبر	حدیث	ماخذ	صفحہ
۱۲۷	((لو لا ان اشق علی امتی لا حببت ان لا اتخلف خلف سریہ))	صحیح مسلم	379
۱۲۸	((احب الی رسول اللہ ﷺ بعد النساء من الخیل))	سنن نسائی	380
۱۲۹	((ان رسول اللہ ﷺ لا سبق الا فی نصل او خف او حافر))	سنن نسائی	382
۱۳۰	((مَن عَلِمَ الرَّمیَ ثُمَّ تَرَکَہٗ فَلَیسَ مِنَّا اَو قَد عَصٰی))	الاحادیث الصحیحہ	382
۱۳۱	((ارمو بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا))	مجمع الزوائد	383
۱۳۲	((الا ان القوۃ الرمی، الا ان القوۃ الرمی، الا ان القوۃ الرمی))	صحیح مسلم	383
۱۳۳	((فکل مما امسک علیک))	سنن ابی داؤد	385
۱۳۴	((اذا رمیت سھمک فاذکر اسم اللہ فان وجدتہ قد قتل فك الا ان تجدہ وقع فی ماء فانك لا تدری الماء قتلہ و اسھمك))	جامع ترمذی	386
۱۳۵	((اللھم انی اعوذبك من العجز و اکسل والجبن والبخل والھرم))	مشکوۃ المصابیح	388
۱۳۶	((ان سیاحۃ امتی الجہاد فی سبیل اللہ))	احادیث الجہاد	391
۱۳۷	((سیاحۃ امتی فی المساجد))	نور الثقلین	391
۱۳۸	((ان السائحین ھم الصائمون))	نور الثقلین	391
۱۳۹	((العلماء ورثۃ الانبیاء))	مراۃ المناجیح	394
۱۴۰	((اِنَّمَا بُعِثتُ مُعَلِّماً))	سنن ابن ماجہ	395
۱۴۱	((واغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامس فتھلك))	جامع بیان العلم	398
۱۴۲	((عَلِّمُوا وَ یَسِّرُوا وَ لَا تُعَسِّرُوا، وَ بَشِّرُوا وَ لَا تُنَفِّرُوا وَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُم فَلیَسکُت))	الاحادیث الصحیحہ	400
۱۴۳	((ادبنی ربی فاحسن تادیبی))	تاریخ الادب العربی	401
۱۴۴	((ان اللہ لم یبعثنی معنفا ولکن بعثنی معلما میسرا))	مسند احمد	402

۱۴۵	((اقبل ابو طلحة ؓ یوما فاذا النبی ﷺ قائم یقریء اصحاب الصفة علی بطنه فصیل من حجر یقیم به صلبه من الجوع))	حلیۃ الاولیاء	403
۱۴۶	((فَبِأبِي هُوَ وَأُمِّي مَا رَأَيْتُ مُعَلِّماً قَبْلَهُ وَلا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيماً مِنْهُ))	صحیح مسلم	403
۱۴۷	((علی بن ابی طالب ؓ عرض القرآن علی النبی صلی الله علیه وسلم و هو من الذین حفظوا القرآن اجمع بلا شك عندنا..)	مفتاح دار السعادة	407
۱۴۸	((أَبَوَا هٰذِهِ الأُمَّةِ مُحَمَّدٌ وَعَلِيٌّ...))	تفسیر امام حسن عسکری	409
۱۴۹	((علمت ناسا من اهل صفة القرآن والکتاب فاهدیٰ الی رجل منهم قوسا))	سنن ابی داؤد	410
۱۵۰	((اقراءالصحابة وسید القراءقرا القرآن علی النبی ﷺ))	تاریخ القرآن	411
۱۵۱	((وبفضل الله برحمته. فبذلك فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون))	طبقات الکبریٰ	411
۱۵۲	((فانه جبریل اتاکم یعلمکم دینکم))	صحیح مسلم	411
۱۵۳	((وکان اذاوجد رسول الله ﷺ نائما عمد الی ابی بکر فشاله واستقرءه))	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	412
۱۵۴	((انما العلمُ ثلاثة آیة محکمةٌ او فریضةٌ عادلةٌ او سُنّةٌ قائمةٌ وما خلاهُنَّ فهو فضلٌ))	الکافی	414
۱۵۵	((إن سَرَّكَ أن تُطَوَّقَ بِهَا طَوقاً مِن نَارٍ فَاقبَلهَا))	مسند احمد	416
۱۵۶	((جَمرَةٌ بَينَ كَتِفَيكَ تَقَلَّدتَهَا أو تَعَلَّقتَهَا))	مسند احمد	417
۱۵۷	((لما یعلمون من کراهیة لذلك ای لقیامهم، تواضعا لربه و مخالفة لعادة المتکبرین والمتجبرین))	مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح	321
۱۵۸	((لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضهم بعضا))	مراۃ المناجیح	322

۱۵۹	((ان لمسلم حقا اذا رای ان يتز حزح له))	مراۃ المناجیح	327
۱۶۰	((الحمد لله كثيرا طيبا مباركا فيه كما يحب ربنا ان يحمد و ينبغي له و يرضى))	عمل اليوم والليلة	329
۱۶۱	((ان رسول الله ﷺ ليحدث الحديث لو شاء العادان يحصيه احصاه))	سنن ابی داؤد	331
۱۶۲	((يَحشُرُ اللهُ العِبَادَ. أو قال: الناس. عُراة غُرلا بُهما))	الادب المفرد	335
۱۶۳	((رب اغفر لي و تب على انك انت التواب الرحيم))	عمل اليوم والليلة	338
۱۶۴	((اللهم اقسم لنا من خشيتك ما تحول بيننا و بين معصيتك و من طاعتك ما تبلغنا به الى حبك و من اليقين ما تهون علينا مصائب الدنيا به اللهم متعنا بأسماعنا و ابصارنا و قوتنا ما أحييتنا واجعله الوارث مناء واجعل ثأرنا على من ظلمنا وانصرنا على من عادانا. ولا تجعل مصيبتنا في ديننا ولا تجعل الدنيا أكبر همّنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلّط علينا من لا يرحمنا))	عمل اليوم والليلة	328
۱۶۵	((من كنت مولاه فعلي مولاه))	مجمع الزوائد	330
۱۶۶	((رحم الله عليا. اللهم ادر الحق معه حيث دار))	جامع ترمذی	330
۱۶۷	((زادك الله عقلا يا علي))	معارج النبوة	330
۱۶۸	((اللهم اذهب عنهم البرد))	حياة الصحابة	331
۱۶۹	((غفر الله لك ولامك))	جامع ترمذی	331
۱۷۰	((لا تقوموا كما يقوم الاعاجم يعظم بعضهم بعضا))	مشكوة المصابيح	322
۱۷۱	((من سره ان يتمثل له الرجال قياما فليتبوا مقعده من النار))	مشكوة المصابيح	322
۱۷۲	((وكانوا اذا راوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهية لذلك))	الادب المفرد	323

۱۷۳	((مرحبا! مرحبا! بوصیۃ رسول اللہ ﷺ واقنوھم))	سنن ابن ماجہ	323
۱۷۴	((ان سَرَّكَ اَن تُطَوَّقَ بِهَا طوقًا مِن نَارٍ فاقبَلها))	مسند احمد	323
۱۷۵	((حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ))	صحیح بخاری	324
۱۷۶	((یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا))	صحیح بخاری	325
۱۷۷	((خیرکم من تعلّم القرآن و علمہ))	جامع ترمذی	326
۱۷۸	((معلم الخیر یستغفر لہ کل شیء حتی الحتیان فی البحر))	جامع ترمذی	326
۱۷۹	((علموا ولا تصنعوا. فان العلم خیر من العنف))	اذکار سیرت	327
۱۸۰	((بشروا ولا تنفروا. فان العلم خیر من العنف))	صحیح مسلم	328
۱۸۱	((امرت ان اخاطب الناس علیٰ قدر عقولهم))	کشف الخفا	328
۱۸۲	((مَن یُذَ کِّرُکُم اللہَ رُویَتُہ وَ یزِیدُ فِی عِلمِکُم مَنطِقُہُ وَ یُرَغِّبُکُم فِی الآخرَۃِ عَمَلُہ))	الکافی	328
۱۸۳	((مثل علم لا ینتفع بہ کمثل کنز لا ینفق منہ فی سبیل اللہ))	فضائل الصحابہ	333
۱۸۴	((اسباغ الوضو علی المکارہ و کثرۃ الخطا الی المساجد و انتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ فذلکم الرباط))	صحیح مسلم	334
۱۸۵	((اتدرون ما المفلس؟...))	صحیح مسلم	334
۱۸۶	((واللہ! لیھنك العلم ابا المنذر!))	صحیح مسلم	336
۱۸۷	((فقال لیس من امبر امصوم فی امسفر))	جمع الفوائد	337
۱۸۸	((فواللہ! الدنیا اھون علی اللہ من ھذا علیکم))	صحیح مسلم	337
۱۸۹	((المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا))	صحیح بخاری	338
۱۹۰	((ھذا سبیل اللہ مستقیما۔ و ھذہ سبل۔ قال یزید: متفرقۃ۔ علی کل سبیل منھا شیطان یدعو الیہ))	السنۃ	339

۱۹۱	((خط النبی ﷺ خطا مربعا، و خط خطا فی الوسط خارجا منہ، و خط خطوطا صغارا الی ھذا الذی فی الوسط، من جانبہ الذی فی الوسط...))	صحیح بخاری	339
۱۹۲	((افضل نساء اھل الجنۃ: خدیجۃ بنت خویلد، و فاطمۃ بنت محمد، و مریم ابنۃ عمران، آسیۃ بنت مزاحم امراۃ فرعون))	مسند احمد	340
۱۹۳	((من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ))	صحیح بخاری	340
۱۹۴	((ان ھٰذین حرام علی ذکور امتی))	سنن ابی داؤد	340
۱۹۵	((ایھا الناس! انما صنعت ھٰذا لتاتموا بی ولتعلموا صلاتی))	صحیح بخاری	341
۱۹۶	((انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم، فاذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یستدبرھا ولا یستطب بیمینہ))	سنن ابی داؤد	341
۱۹۷	((لو رایتنی و انا استمع لقراءتک البارحۃ! لقد اوتیت مزمارا من مزامیر آل داود))	صحیح بخاری	342
۱۹۸	((ان ھذہ الصلاۃ لا یصلح فیھا شیء من کلام الناس، انما ھو التسبیح والتکبیر و قراءۃ القرآن))	صحیح مسلم	343
۱۹۹	((ان ھذہ المساجد لا تصلح لشیء من البول والقذر انما ھی لذکر اللہ والصلوۃ و قراءۃ القرآن))	جمع الفوائد	343
۲۰۰	((والذی نفس محمد بیدہ! لو بدا لکم موسی فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل، ولو کان حیا و ادرک نبوتی لاتبعنی))	سنن دارمی	345
۲۰۱	((بھذا امرتم او لھذا خلقتم؟ تضربون القرآن بعضہ ببعض، بھذا ھلکت الامم قبلکم))	سنن ابن ماجہ	345
۲۰۲	((ان اتقاکم و اعلمکم باللہ انا))	صحیح بخاری	346

نمبر	حدیث	ماخذ	صفحہ
۲۰۳	((الله ارحم بعبادہ من ھذہ بولدھا))	صحیح بخاری	347
۲۰۴	((انی رضیت لامتی مارضی لھا ابن ام عبد و سخطت لھا ما سخط لھا ابن ام عبد))	قراء سبعہ	356
۲۰۵	((اللھم انی اسألك علما لا ینسیٰ))	المستدرک	359
۲۰۶	((الحمد لله الّذی جعل الدین قواما و جعل ابا ھریرة اماما))	صحیح ابن حبان	359
۲۰۷	((فوضع النبی ﷺ یدہ علی سلمان ؓ ثم قال: لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من ھولاء))	صحیح بخاری	361
۲۰۸	((ذکر شھادة المصطفیٰ ﷺ لاھل فارس بقول الایمان والحق))	صحیح ابن حبان	361
۲۰۹	((سَلمَانُ عَالِمٌ لَا یُدرَك))	حلیة الاولیاء	361
۲۱۰	((عندہ علم الاولین والاخرین))	اخبار الاخیار	361
۲۱۱	((افرض امتی زید بن ثابت))	الاصابہ	367
۲۱۲	((اعلمھم بالفرائض زید بن ثابت))	الاصابہ	367
۲۱۳	((لقد أتی علی زمان ما أبالی أیکم بایعت، لئن کان مسلما لیردنه علی دینه))	صحیح مسلم	369
۲۱۴	((نضر الله امرأ سمع منا حدیثا فبلغه کما سمعه فرب مبلغ أوعی من سامع))	سنن دارمی	369
۲۱۵	((علیکم با الصدق فان الصدق یھدی الی البر و ان البر یھدی الی الجنة))	صحیح بخاری	370
۲۱۶	((والله ما کنا نکذب ولا ندری ما الکذب))	الکامل فی ضعفاء الرجال	370
۲۱۷	((یقال لھم القراء...))	صحیح بخاری	401
۲۱۸	((الذین یأتون من بعدی یروون احادیثی و یعلمونھا الناس...))	طبرانی	410

۲۱۹	((کنت اذا سمعت من رسول الله(ﷺ) حدیثا نفعنی الله بما شاء أن ینفعنی به و کأن اذا حدثنی غیرہ استحلفته فاذا حلف صدقته))	مسند احمد	419
۲۲۰	((اللهم ان لم یکن هکذا فشبهه فشکله))	طبقات الکبرٰی	419
۲۲۱	((الفقهاءُ اُمناءُ الرُسُل مالم یدخلو فی الدنیا))	الکافی	422
۲۲۲	((علی اقضانا و ابی اقرانا))	صحیح بخاری	425 520
۲۲۳	((احتفظو بکتبکم فانکم سوف تحتاجون الیها))	بحار الانوار	437
۲۲۴	((وَیحَكِ أُطلُبِیهَا فَإنَّهَا تَعدِلُ عِندِی حَسَناً وَ حُسَیناً))	احادیث فاطمۃ الزهرا[س]	442
۲۲۵	((فاخذ بیدی الی بیته فارانا کتباً کثیرۃ من حدیث النبی ﷺ وقال هذا هو مکتوب عندی))	فتح الباری	456
۲۲۶	((نعم المجلس مجلس تنشر فیه الحکمة و ترجیٰ فیه الرحمة))	جامع بیان العلم	449
۲۲۷	((ان رسول الله ﷺ خلف معاذ بن جبل بمکة حین وجه الی حنین یفقه أهل مکة و یقرٔهم القرآن))	طبقات الکبرٰی	462
۲۲۸	((بعثه رسول الله ﷺ الی یمن عاملا و معلما))	طبقات الکبرٰی	462
۲۲۹	((فتساورت لها رجاء ان أدعیٰ لها))	صحیح مسلم	468
۲۳۰	((غدوۃ فی سبیل الله او روحة خیر مما طلعت علیه الشمس و غربت))	احادیث الجهاد	471
۲۳۱	((ارمِ یَاسَعدُ! فِدَاكَ أبِی وَ أُمِّی))	صحیح بخاری	483
۲۳۲	((للشهید عندالله سبع خصال...))	احادیث الجهاد	468
۲۳۳	((اِنَّ صَاحِبَکُم حَنظَلَة تُغَسِلُهُ المَلَائِکَةُ فَسَلُوا صَاحِبَتَهُ ...فَذَاكَ قَد غَسَّلَتهُ المَلَائِکَةُ))	صحیح ابن حبان	470
۲۳۴	((مَا أحسَنَ هَذَا النَّحوُ الَّذِی قَد نَحَوتَ))	کتاب الاوائل	492

۲۳۵	((حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح لصلاۃ یا رسول اللہ ﷺ))	طبقات الکبزی	501
۲۳۶	((اللھم اذھب عنھم البرد))	البدایۃ و النہایۃ	502
۲۳۷	((یا ابا الیقظان ما ھذا الطیب))	دلائل الامامۃ	504
۲۳۸	((کل بدعۃٍ ضلالۃ وإن رَاٰھا الناس حَسَنَۃً))	السنۃ	506
۲۳۹	((الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ...الحمد للہ علی کل حال))	المستدرک	509
۲۴۰	((کانت امی تکون مع نساء النبی باللیل و کنت الزمہ بالنہار))	مختصر تاریخ دمشق	515

فہرست مراجع و مصادر

الف

القرآن الکریم تنزیل من رب العالمین

ابراہیم خالد محمد (ڈاکٹر)، اسلامی نظام تعلیم، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۱ء

ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، کتاب الزھد، ترجمہ، مولانا نور محمد انیس، دارالاشاعت، کراچی، جولائی ۲۰۰۱ء

ابن ابی الدنیاؒ، ابی بکر عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی (امام) م ۲۸۱ھ، کتابُ الجُوع، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد

ابن ابی حمزہؒ، ابو محمد عبداللہ الازدی الاندلسی (امام) م ۶۹۹ھ، بھجۃُ النفوس و تحلیھا بمعرفۃ مالھا وما علیھا (شرح صحیح بخاری)، ترجمہ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ایڈیشن: ۱، جولائی ۱۹۸۰ء

ابن اسحاقؒ، ابوعبیداللہ محمد المطلبی (امام) م ۱۵۰ھ، کتاب المبتدا والمبعث والمغازی، تحقیق و تعلیق، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ، ترجمہ، نور الٰہی ایڈووکیٹ، مدیر، جاوید طفیل، نقوش، شمارہ نمبر ۱۳۹، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۲۰۰۸ء

ابن اسحاقؒ، ابوعبیداللہ محمد المطلبی (امام) م ۱۵۰ھ، المغازی، ترجمہ، علامہ محمد اطہر نعیمی (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان)، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۴۲۱ھ

ابن الاثیرؒ، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، أسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد

ابن الاثیرؒ، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری (امام) م ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ المنیریہ، مصر، سن ندارد

ابن السنیؒ، ابو بکر احمد بن محمد الدینوری (شیخ)، عمل الیوم واللیلۃ، ترجمہ، مولانا مفتی محمد فاروق، بیت العلوم، لاہور، ۱۴۱۸ھ

ابن تیمیہؒ، احمد بن عبدالحلیم (شیخ الاسلام) م ۷۲۸ھ، اُصولِ تفسیر، ترجمہ، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ، تحقیق و

تعلیق، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ، المکتبۃ السلفیۃ۔ لاہور، طبع جدید، فروری ۲۰۰۱ء

ابن تیمیہؒ، احمد بن عبد الحلیم (شیخ الاسلام) م ۷۲۸ھ، اصحاب صُفّہ اور تصوف کی حقیقت، ترجمہ، مولانا عبد الرزاق ملیح آبادیؒ، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۹ء

ابن جماعۃؒ، بدر الدین بن ابی اسحٰق ابراہیم (القاضی)، **تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم**، پاکستان ہجرہ کونسل، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء

ابن جوزیؒ، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن البغدادی (امام) م ۵۹۷ھ، **صفۃ الصفوۃ**، ترجمہ، شاہ محمد چشتی، ادارہ پیغام القرآن، لاہور، ۲۰۱۲ء

ابن جوزیؒ، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن البغدادی (امام) م ۵۹۷ھ، **الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ**، ترجمہ، علامہ محمد اشرف سیالوی، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۲، جون ۲۰۰۲ء

ابن حبانؒ، الحافظ محمد بن حبان بن احمد (امام) م ۳۵۴ھ، **صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان الفارسی**، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء

ابن حجرؒ، شہاب الدین احمد بن علی العسقلانیؒ (امام) م ۸۵۲ھ، **فتح الباری**، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۱ء

ابن حجرؒ، شہاب الدین احمد بن علی العسقلانیؒ (امام) م ۸۵۲ھ، **مختصر الترغیب والترہیب**، ترجمہ، محمد خالد سیف، نظر ثانی، حافظ عبد الحمید ازہر، تنظیم الدعوۃ الی القرآن السنۃ، راولپنڈی، جنوری ۲۰۰۶ء

ابن حجرؒ، شہاب الدین احمد الہیتمی الشافعی (امام) م ۹۴۸ھ، **النعمۃ الکبریٰ علی العالم**، ترجمہ، سالک فضلی، زاویہ پبلشرز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۳ء

ابن حجر، شیخ احمد آل بوطامی البنعلی (علامہ)، **تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین**، ترجمہ، مولانا رئیس الاحرار ندوی نعمانی کتب خانہ، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۳ء

ابن حزمؒ ظاہری اندلسی (امام) م ۴۵۶ھ، **جوامع السیرۃ**، ترجمہ، محمد سردار احمد، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۹۰ء

ابن حنبلؒ، ابی عبد اللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، **مسند احمد (مجلد واحد)**، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، ۱۹۹۸ء

ابن حنبلؒ، ابی عبد اللہ احمد بن محمد الشیبانی البغدادی (امام) م ۲۴۱ھ، **کتاب الزھد**، ترجمہ، شاہ محمد چشتی، ادارہ پیغام القرآن، لاہور، دسمبر ۲۰۰۹ء

ابن راھویہؒ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم حنظلی مروزی (امام) م ۲۳۸ھ، **مسند اسحاق بن راھویہ**، ترجمہ،

مولانا محمد صدیق ہزاروی، کرمانوالہ بک شاپ، لاہور، ستمبر ۲۰۰۶ء

ابن رجبؒ، زین الدین ابی الفرج عبدالرحمٰن بن احمد الحنبلی الدمشقی (امام) م ۷۹۵ھ، **لطائف المعارف**، ترجمہ، مولانا مشہود احمد، مکتبۃ العلم، لاہور، ۱۴۲۳ھ

ابن سعدؒ، ابوعبداللہ محمد البصری (علامہ) م ۲۳۰ھ، **طبقات الکبریٰ**، ترجمہ، علامہ عبداللہ العمادیؒ، نفیس اکیڈمی، کراچی طبع دوم، رجب ۱۳۸۹ھ

ابن سیرینؒ (علامہ)، **تعبیر الرؤیا**، ترجمہ، مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ، دارالاشاعت، کراچی، جولائی ۲۰۰۱ء

ابن عبدالبرؒ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، **جامع بیان العلم و فضله و ماینبغی فی روایت و حمله**، دارالکتب الحدیثۃ، قاہرہ، ۱۹۷۵ء

ابن عبدالبرؒ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، **جامع بیان العلم و فضله و ماینبغی فی روایت و حمله**، ترجمہ، عبدالرزاق ملیح آبادیؒ، ادارہ اسلامیات، لاہور، دسمبر ۱۹۷۷ء

ابن عبدالبرؒ، ابوعمر یوسف بن عبداللہ الاندلسی (علامہ) م ۴۶۳ھ، **الاستیعاب علی ھامش الاصابه**، مطبوعہ مصطفیٰ محمد، مصر، سن ندارد،

ابن عطیہؒ، ابوطالب محمد بن علی حارثی المکی (الشیخ) م ۳۸۶ھ، **قوت القلوب**، ترجمہ محمد منظور الوجیدی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۳۸۸ھ

ابن فارسؒ، ابوالحسین (علامہ)، **معجم مقاییس اللغة**، مطبع مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۷۰ء

ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، **اعلام الموقعین عن رب العالمین**، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، سن ندارد

ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ترجمہ، رئیس احمد جعفری، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۰ء

ابن قیمؒ، ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی (امام) م ۷۵۱ھ، **الطب النبوی**، ترجمہ، محمد اسحاق بھٹی، دارالفرقان للنشر والتوزیع، الریاض، ۲۰۱۱ء

ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابوالفدائ (امام) م ۷۷۴ھ، **المصباح المنیر فی تفسیر ابن کثیر**، ترجمہ مولانا محمد خالد سیف، تہذیب و تحقیق دارالسلام ریسرچ سنٹر، دارالسلام لاہور، ۲۰۰۷ء

ابن کثیرؒ، عماد الدین اسمٰعیل بن عمر، ابوالفدائ (امام) م ۷۷۴ھ، **البدایة والنهایة**، دارالریان للتراث، قاہرہ، ۱۹۸۸ء

ابن ماجہؒ، ابی عبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی (امام) م ۲۷۳ھ، **سنن ابن ماجه**، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

ابن ماجہؒ، حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی (امام) م ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، ترجمہ مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوریؒ، فرید بک سٹال لاہور، مئی ۱۹۸۲ء

ابن منبہؒ ھمام، الصحیفہ الصحیحہ، تحقیق، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۷ء

ابن منظور، محمد بن مکرم، افریقیؒ (علامہ)، لسان العرب، دارصادر، بیروت، ۱۹۵۶ء

ابن ندیمؒ، ابو الفرج محمد بن اسحاق المعروف ابن ابی یعقوب وراق (علامہ) م ۳۸۵ھ، الفھرست، ترجمہ مولانا محمد اسحاق بھٹی، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، جون ۱۹۶۹ء

ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ترتیب وتہذیب محمد احسان الحق سلیمانیؒ، مقبول اکیڈمی، لاہور، جنوری ۱۹۸۵ء

ابن ہشامؒ ابومحمد جمال الدین عبدالملک بن محمد (امام) م ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ، ترجمہ، مولوی محمد انشاء اللہ خانؒ، تدوین وتہذیب مع حواشی، ڈاکٹر ایم ایس ناز، ابلاغ پبلشرز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۳ء

ابوالکلام آزادؒ (امام الہند)، ترجمان القرآن، ترتیب وتدوین، ابوالفضل نور احمد، حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ، کراچی، ۲۰۰۸ء

ابوریہؒ محمود، اضواء علی السنۃ المحمدیہ، ترجمہ، نثار احمد زین پوری، انصاریان پبلیکیشنز، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۸ء

ابوعبیدؒ، قاسم بن سلام (امام) م ۲۲۴ھ، فضائل القرآن، ترجمہ، علامہ زاہد محمود قاسمی، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۰ء

ابوغدہؒ، عبدالفتح (الشیخ)، الرسول المعلم، ترجمہ، مفتی ثناءاللہ محمود، ادارۃ الانور، کراچی، طبع جدید، ستمبر ۲۰۰۸ء

ابی داودؒ، الحافظ سلیمان بن الاشعث السجستانی (امام) م ۲۷۵ھ، سنن ابی داود، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

ابی داودؒ، الحافظ سلیمان بن الاشعث السجستانی (امام) م ۲۷۵ھ، سنن ابوداود، ترجمہ وفوائد، مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۲، فروری ۲۰۰۲ء

الازہری، مقتدیٰ حسن (مولانا)، مقالات سیرت طیبہ، (سیرت کانفرنس ۱۴۱۲ھ، جامعہ سلفیہ بنارس، ہندوستان)، کتاب سرائے، لاہور، ۱۴۳۳ھ

الازہریؒ محمد کرم شاہ (پیر)، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، مئی ۲۰۱۱ء

اسماعیل، ابوبکر (حافظ)، فداک ابی و امی، تفہیم وتخریج محمد عظیم حاصلپوری، صبح روشن پبلشرز، لاہور، مارچ ۲۰۱۱ء

اصفہانیؒ، ابونعیم احمد بن عبداللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ، ترجمہ، مولانا قاری محمد طیب، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، جنوری ۲۰۱۳ء

اصفہانیؒ، ابونعیم احمد بن عبداللہ شافعی (امام) ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء

اصلاحیؒ ،امین احسن (مولانا)،تدبر قرآن،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،سن ندارد
اصلاحیؒ ،امین احسن (مولانا)،تزکیۂ نفس،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،اپریل ۲۰۱۱ء
اعظمی ،ابوالحسن فاضل دیوبند(مولانا)،علمِ قرأت اور قراء سبعہ،ادارۂ اسلامیات،لاہور،دسمبر ۱۹۸۹ء
اعظمی محمد ضیاء الرحمٰن ،اقضیة الرسول ،ادارہ معارف اسلامی ،لاہور،۱۹۷۸ء
افتخار حسین (ڈاکٹر)، **کمالات علویہ در موازین علمیہ**،مکتبۃ السبطین جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ، سرگودھا،نومبر ۲۰۰۹ء
افضل حسین (ایم اے،ایل ٹی)،فن تعلیم وتربیت ،اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ،لاہور،نومبر ۲۰۱۱ء
امجدی محمد شریف الحق (مفتی)،نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری،فرید بک سٹال لاہور،ایڈیشن:۲،دسمبر ۲۰۰۳ء
امیر حمزہ (مولانا)،سیرت کے سچے موتی،دارلاندلس،لاہور،اکتوبر ۲۰۰۷ء
انعام الحق کوثر (ڈاکٹر)،تعلیمی مثلثیں،ناشاد پبلشرز،کوئٹہ،۱۹۹۳ء

ب

البانیؒ محمد ناصر الدین (علامہ)،**السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ**،ترجمہ،ابوالحسن عبد المنان راسخ،مکتبہ قدوسیہ، لاہور،۲۰۰۹ء
البتنونیؒ محمد لبیب (الشیخ)**رحلۃ الحجازیہ**،مطبع الجمالیہ،مصر،۱۳۲۹ھ
البخاریؒ ،ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام)م ۲۵۶ھ،صحیح البخاری،دارالسلام،الریاض،۱۹۹۹ء
البخاریؒ ،ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام)م ۲۵۶ھ،صحیح البخاری،ترجمہ وشرح،مولانا ظہور الباری اعظمیؒ ،حواشی، مولانا محمد امین اوکاڑویؒ ،مکتبہ مدنیہ،لاہور،سن ندارد
البخاریؒ ،ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام)م ۲۵۶ھ،صحیح البخاری،ترجمہ علامہ وحید الزماںؒ ،مکتبہ رحمانیہ،لاہور، ستمبر ۱۹۸۵ء
البخاریؒ ،ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام)م ۲۵۶ھ،**الأدب المفرد**،المکتبۃ الاسلامیہ،الاردن،۲۰۰۳ء
البخاریؒ ،ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل الجعفی (امام)م ۲۵۶ھ،**التاریخ الکبیر**،دارالکتب العلمیہ،بیروت،۱۹۹۳ء
برق ،غلام جیلانی (ڈاکٹر)،میری آخری کتاب،اسد پبلیکیشنز،لاہور،مئی ۱۹۷۷ء
برہانپوریؒ علی متقی (الشیخ)،**کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**،حیدرآباد،دکن،سن ندارد
بغدادیؒ محمد بن حبیب،**کتاب المحبر**،دائرۃ المعارف العثمانیہ،حیدرآباد،۱۹۴۲ء

بلگرامیؒ، قاضی مظہر الدین احمد (مولانا)، عیون العرفان فی علم القرآن، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۳۹۸ھ

بلیاویؒ، ابو الفضل عبد الحفیظ (مولانا)، مصباح اللغات، مکتبہ دانیال، لاہور، ۲۰۰۲ء

بسکوہری، اقبال احمد محمد اسحٰق (ڈاکٹر)، جرح وتعدیل، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور، اکتوبر ۲۰۱۱ء

البلاذریؒ، احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی (علامہ) م ۲۷۹ھ، فتوح البلدان، ترجمہ، سید ابو الخیر مودودیؒ، نفیس اکیڈمی، کراچی، ایڈیشن: ۳، جنوری ۱۹۸۶ء

البیہقیؒ، ابی بکر احمد بن حسین بن علی (امام) م ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ، ترجمہ، مولانا محمد اسماعیل الجاروی، دارالاشاعت، کراچی، مئی ۲۰۰۹ء

پ

پانی پتیؒ، ابو محمد محی الاسلام عثمانی اُموی (امام القرآ)، شرح سبعہ قراآت، ادارۂ اسلامیات، لاہور، محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

پانی پتیؒ، محمد ثناء اللہ (قاضی) م ۱۲۲۵ھ، شمائل و اخلاق نبوی، ترجمہ وتخریج وتعلیق، ڈاکٹر محمود الحسن عارف، شاہ نفیس اکیڈمی، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۱۴۳۱ھ

ت

ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، جامع الترمذی، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، جامع ترمذی، ترجمہ ڈاکٹر مولانا فضل احمد، دارالاشاعت، کراچی، سن ندارد

ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، الشمائل المحمدیہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، سن ندارد

ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ (امام) م ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی، ترجمہ وشرح، عبد الصمد ریالوی ومنیر احمد وقار، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد

توحیدی، حسین احمد، خطبات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، دارالاشاعت، کراچی، جنوری ۱۹۸۸ء

ج

جالندھریؒ، ابو الاثر حفیظ، شاہنامہ اسلام، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، طبع نو، ۲۰۰۶ء

جامیؒ، نور الدین عبد الرحمٰن (حضرت العلام) م ۸۹۸ھ، شواھد النبوۃ لتقویۃ یقین اھل الفتوۃ، ترجمہ، بشیر حسین

ناظم ایم اے، مکتبہ نبویہ، لاہور، ستمبر ۱۹۷۴ء
جعفر حسینؒ (مفتی)، سیرت امیر المومنین علیہ السلام، امامیہ کتب خانہ، لاہور، سن ندارد
جعفری، مراد علی (سید)، مولائے متقیانؑ کے متقی صحابی و صحابیات، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، سن ندارد
جمعہ، احمد خلیل (الاستاذ)، **علماء صحابہ** رضی اللہ عنہم، ترجمہ، ابوضیاء محمود احمد غضنفر، دارالابلاغ، لاہور، ایڈیشن: ۱، جون ۲۰۱۱ء
جواد علی، **المفصل فی التاریخ العرب قبل الاسلام**، مکتبہ النہضہ، بغداد، ایڈیشن: ۱، ۱۹۷۱ء
جوادیؒ، سید ذیشان حیدر (علامہ)، ذکر و فکر (مقالات)، تنظیم المکاتب لکھنو، اپریل ۱۹۹۶ء
جیلانیؒ، عبدالقادر (شیخ)، الفتح الربانی، ترجمہ، مفتی محمد ابراہیم بدایونیؒ، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۹۸۶ء

ح

الحاکم، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری (امام) م ۴۰۵ھ، **المستدرک**، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مکۃ المکرمۃ، ۲۰۰۰ء
الحر العاملیؒ، محمد بن حسن (علامہ)، **وسائل الشیعہ**، ترجمہ، فقیہ اہل بیت الشیخ محمد حسین نجفی، مکتبہ السبطین، سرگودھا، مارچ ۲۰۰۱ء
حرانیؒ، ابو محمد حسن بن علی (المحدث)، **تحف العقول عن آل الرسول** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ترجمہ، مولانا نذر الحسنین محمدی، مولانا شبیہ الحسنین محمدی فاؤنڈیشن، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۹ء
حریریؒ، غلام احمد، تاریخ تفسیر و مفسرین، کشمیر بک ڈپو فیصل آباد، ایڈیشن: ۷، ۱۹۹۹ء
حسن، ابراہیم حسن (ڈاکٹر)، **النظم الاسلامیہ**، ترجمہ، مولوی علیم اللہ فاضل دیو بند، دارالاشاعت، کراچی، ایڈیشن: ۲، ۱۹۵۸ء
حسن الدین احمد (ڈاکٹر)، احسن البیان فی علوم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۴ء
حسین مرتضیٰ، سید (علامہ محقق)، شیعہ کتب حدیث کی تاریخ تدوین، زہرا (س) اکادمی، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۳ء
الحسینی، محمد زاھد (قاضی)، **تذکرۃ المفسرین**، دارالارشاد، اٹک، ۱۴۰۱ھ
حقانیؒ، عبدالحق (علامہ)، تفسیر فتح المنان، دارالاشاعت، دہلی، ایڈیشن: ۱۲، ۱۳۶۴ء
الحلبیؒ، علی بن ابراہیم بن احمد بن علی عرف نورالدین بن برہان الدین الشافعی (علامہ) م ۱۰۴۴ھ، **انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون**، ترجمہ، محمد اسلم قاسمی فاضل دیو بند، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۹ء
حلمی، مصطفی (ڈاکٹر)، **الحیات الروحیہ فی الاسلام**، ترجمہ، رئیس احمد جعفریؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۴ء
حمیداللہؒ، محمد (ڈاکٹر)، اسلامی ریاست، طیب پبلشرز، لاہور، سن ندارد
حمیداللہؒ، محمد (ڈاکٹر)، Introduction to Islam، ترجمہ، سید خالد جاوید مشہدی، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۰ء

حمید اللہؒ، محمد (ڈاکٹر)، خطباتِ بہاولپور، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۵ء
حمید اللہؒ، محمد (ڈاکٹر)، خطباتِ بہاولپور، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، ایڈیشن: ۲، ۱۹۸۸ء
حمید اللہؒ، محمد (ڈاکٹر)، عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی، بیکن بکس، ملتان، ۱۹۹۵ء
حنیفہ رضی (ڈاکٹر)، عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی فقہ، ندوۃ المصنفین، لاہور، ایڈیشن: ۱، فروری ۱۹۷۱ء
الحویزیؒ، عبدعلی بن جمعۃ العروسی (محدث)، تفسیر نور الثقلین، ترجمہ، علامہ محمد حسن جعفری، ادارہ منہاج الصالحین، لاہور، اپریل ۲۰۰۷ء

خ

خدوخیل، شیریں زادہ، عہدِ نبوی میں شعر و ادب، احمد پبلیکیشنز، لاہور، اپریل ۲۰۰۶ء
الخطیب البغدادیؒ، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت (امام) م ۴۶۳ھ، اقتضاء العلم العمل، ترجمہ، پروفیسر محمد یعقوب طاہر، مکتبۃ البخاری، کراچی، ایڈیشن: ۱، جنوری ۲۰۰۵ء
الخطیب البغدادیؒ، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت (امام) م ۴۶۳ھ، تقیید العلم، تحقیق، یوسف العش، دار احیاء السنۃ النبویۃ، قاہرہ، ۱۹۷۴ء
الخطیب، محمد عجاج (علامہ)، لمحات فی المکتب والبحث والمصادر، دارالقلم، بیروت، ایڈیشن: ۲، ۱۳۹۱ھ
خمینیؒ، روح اللہ، سید (امام)، شرح چهل حدیث، دارالثقافۃ الاسلامیہ، کراچی، ایڈیشن: ۱، اگست ۱۹۹۹ء
خورشید احمد (پروفیسر)، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۲۰۰۲ء
الخوئیؒ، سید ابوالقاسم الموسوی (آیت اللہ)، البیان فی تفسیر القرآن، ترجمہ، محمد شفا نجفی، جامعۃ اہل البیت، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۸۹ء

د

الدارمیؒ، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن التمیمی (امام) م ۲۵۵ھ، سنن دارمی، ترجمہ، بنت شیخ عبدالستار الحماد، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، جولائی ۲۰۰۹ء
داناپوریؒ، ابوالبرکات عبدالرؤف (حکیم)، اصح السیر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲۰۰۴ء
الدعدوح، سلمان نصیف (الواعظ)، الصحابی یسأل والنبی یجیب، ترجمہ، حافظ محمد اکرم مجددی، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۱، جنوری ۲۰۱۱ء
الدوسری، محمود بن احمد (الشیخ)، قرآن کی عظمتیں اور اس کے معجزے، ترجمہ، پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن ناصر، دارالسلام،

لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء
دمشقی، سید محمد (آیت اللہ)، احادیث فاطمۃ الزھرا، ترجمہ، نثار زین پوری، الزھرا (س) پبلشرز، کراچی، ۲۰۰۶ء
دہلوی، شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہہ الدین (محدث) م ۱۱۷۶ھ، سید المرسلین ﷺ، ترجمہ، عزیز ملک، بک سنٹر، راولپنڈی، فروری ۱۹۵۶ء
دہلوی، شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہہ الدین (محدث) م ۱۱۷۶ھ، حجۃ اللہ البالغہ، مولانا محمد منظور الوجیدی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۳۹۱ھ
دہلوی، شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہہ الدین (محدث) م ۱۱۷۶ھ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، ترجمہ، مولانا اشتیاق احمد دیوبندی، مقدمہ تعلیق و تصحیح، ڈاکٹر محمود الحسن عارف، شاہ نفیس اکادمی، لاہور، ۱۴۳۲ھ

ذ

الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (امام) م ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۸ء
الذھبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (امام) م ۷۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء، دارالفکر، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۷ھ
الزحیلی، وھبۃ (ڈاکٹر)، الاسلام و الشباب، ترجمہ، مفتی عبدالغفور، مکتبہ دارالقلم، کراچی، ایڈیشن: ۲، جون ۲۰۰۳ء

ر

راغب اصفہانی، حسین بن محمد بن مفضل بن محمد (امام)، مفردات القرآن، ترجمہ و حواشی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہٗ فیروز پوری، نظر ثانی، مولانا عبدالصمد ریالوی، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۳۹۰ھ
رامیار، محمود (ڈاکٹر)، تاریخِ قرآن، ترجمہ، سید انوار احمد بلگرامی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ایڈیشن: ۲، جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
رانا محمد سرور (پروفیسر) نظم و نسق مدرسہ، مجید بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۹ء
ایضاً، انتظام و انصرام مدارس، مجید بک ڈپو، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۲۱۳
رحمانی، عبداللطیف (علامہ) م ۱۹۵۹ء، تاریخ القرآن، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۸۳ء
رحیمی، ابوعبدالقادر محمد طاہر مدنی، مفاتح الحجاز فی فضائل الحفاظ، دارالمطالعہ، بہاولپور، ۱۴۱۳ھ
رستمی، عبدالسلام (مولانا)، انکار حدیث سے انکار قرآن تک، دارالسلام، لاہور، سن ندارد
رضوی، آلِ احمد (سید)، دیار رحمۃ للعالمین، ماڈرن بک ڈپو، اسلام آباد، فروری ۱۹۹۳ء

رومیؒ، جلال الدین (مولانا) م ۶۷۲ھ، مثنوی، اُردو شرح، حضرت مولانا محمد نذیر عرشیؒ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۳۴۴ھ

ری شہری، محمدی (آیت اللہ)، **میزان الحکمۃ**، ترجمہ، مولانا محمد علی فاضل، مصباح الہدیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۱۴۳۲ھ

ایضاً، **حکمت نامہ امام حسین علیہ السلام**، ترجمہ مولانا اطہر علی مطہری، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، سن ندارد

ز

الزبیدیؒ محمد مرتضیٰ (علامہ)، **تاج العروس من جواھر القاموس**، مطبعۃ حکومت الکویت، کویت، ۱۹۶۵ء

زیاتؒ، احمد حسن (استاد)، تاریخ الادب العربی، ترجمہ، عبد الرحمٰن طاہر سورتی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۱ء

س

سبحانی، جعفر (استاد)، شخصیت ہای اسلامی شیعہ، ترجمہ، شمس الحسن بگھروی، المنتظر ثقافتی مرکز، یو پی، ہندوستان، سن ندارد

السخاویؒ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن (امام)، **کتاب التبرک المسبوک**، ترجمہ، علامہ مفتی وسیم اکرم القادری، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۱ء

سرحدی، ارمان، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد

السعدیؒ، عبد الرحمٰن بن ناصر (فضیلۃ الشیخ)، **تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان**، تحقیق عبد الرحمان بن معلا اللویحق، ترجمہ پروفیسر طیب شاہین لودھیؒ، دار السلام پبلشرز، لاہور، سن ندارد

سعیدی، غلام رسول (علامہ)، شرح صحیح مسلم، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۱۰، اپریل ۲۰۰۳ء

سلفی، رفیق احمد رئیس (مولانا)، علوم الحدیث مطالعہ و تعارف، دار الکتب السلفیہ، لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء

سلیم، سید محمدؒ (پروفیسر)، اذکار سیرت، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی، اگست ۲۰۰۵ء

سلیم، سید محمدؒ (پروفیسر)، **تاریخ خط و خطاطین**، مرتب سید عزیز الرحمٰن، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی، ایڈیشن: ۱، ستمبر ۲۰۰۱ء

سلیم، سید محمدؒ (پروفیسر)، ہند و پاک میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور، ایڈیشن: ۳، ۱۹۹۳ء

سلیم، سید محمدؒ (پروفیسر)، مسلمان مثالی اساتذہ، مثالی طلباء، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز، کراچی، نومبر ۲۰۰۸ء

السماہیجیؒ، عبد اللہ بن محمد بن صالح البحرانی (الشیخ)، **الصحیفۃ العلویہ و التحفۃ المرتضویہ**، ترجمہ، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنویؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد

سہروردیؒ، ابو حفص عمر بن محمد عبد اللہ شہاب الدین (شیخ) م ۶۳۲ھ، **عوارف المعارف**، ترجمہ، مولانا ابو الحسنؒ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۴ء

سیالکوٹی، محمد صادق (حکیم)، ضربِ حدیث، نعمانی کتب خانہ، لاہور، مئی ۱۹۶۱ء

سیالوی، محمد دین (علامہ)، دانش حجاز، مکتبہ جمال کرم، لاہور، ۲۰۰۳ء

سید امیر علی، The Spirit of Islam، روحِ اسلام، ترجمہ محمد ہادی حسین، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، جنوری ۲۰۱۰ء

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور**، دار الفکر، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۴ھ

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **تدریب الراوی**، مطبعۃ الاستقامۃ، القاہرۃ، ۱۹۳۹ء

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **مسند فاطمۃ الزہراء**، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۳ھ

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **احادیث الجہاد**، ترجمہ، ابوضیاء محمود احمد غضنفر، نعمانی کتب خانہ، لاہور، ایڈیشن: ۱، اپریل ۲۰۰۳ء

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **الاتقان فی علوم القرآن**، ترجمہ، مولانا محمد حلیم انصاری، ادارہ اسلامیات، لاہور، ایڈیشن: ۱، اگست ۱۹۸۲ء

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **کتاب الأوائل**، ترجمہ، محمد عظیم حاصلپوری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۳ء

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **تاریخ الخلفاء**، ترجمہ، اقبال الدین احمد، نفیس اکیڈمی، کراچی، ایڈیشن: ۵، ۱۹۸۳ء

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **الحبائک فی اخبار الملائک**، ترجمہ، مولانا امداد اللہ انور، دار المعارف، ملتان، ۲۰۰۷ء

السیوطی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر کمال الدین بن محمد جلال الدین (امام) م ۹۱۱ھ، **الریاض الانیقہ فی شرح اسماء خیر الخلیقہ**، ترجمہ، مفتی شیخ فرید، شبیر برادرز، لاہور، مارچ ۲۰۱۰ء

ش

الشاذلی، ھذی (معلمۃ القرآن الکریم)، **الطریق السدید لتعلیم القرآن و التجوید**، ترجمہ، قاری محمد مصطفیٰ، ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ، قصور، سن ندارد

الشافعیؒ ،ابی عبداللہ محمد بن ادریس (امام) م ۲۰۴ھ،دیوان الامام الشافعی،ترجمہ مولانا عبداللہ کاپودروی،مکتبہ بیت العلم،کراچی،اگست ۲۰۰۵ء
شبلی نعمانیؒ (علامہ) وسلیمان ندویؒ (سید)،سیرۃ النبی ﷺ،المصباح،لاہور،ایڈیشن: ۴، ۱۳۶۴ھء
الشریف الرضیؒ محمد بن حسین بن موسیٰ (سید) م ۴۰۶ھ،نہج البلاغۃ،ترجمہ سید رئیس احمد جعفری امروہویؒ والآخرون،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،نومبر ۱۹۸۱ء
الشریف الرضیؒ محمد بن حسین بن موسیٰ (علامہ)،نہج البلاغہ موضوعاتی،ترجمہ،مفتی جعفر حسینؒ،امامیہ پبلیکیشنز،لاہور،جون ۲۰۰۳ء
شکیل،شاہ مصباح الدین،نشاناتِ ارضِ نبوی،فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ،کراچی،ایڈیشن: ۱،مئی ۲۰۰۹ء
شلبیؒ ،احمد (ڈاکٹر)، تاریخِ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ، ترجمہ، محمد حسین خان زبیری، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ایڈیشن: ۱۹۸۹،۲ء
شوقی ابوخلیل (ڈاکٹر)،اطلس السیرۃ النبویۃ،ترجمہ،شیخ الحدیث حافظ محمد امین،دارالسلام،لاہور، ۱۴۲۴ھ
شوقی ضیفؒ ،تاریخ الادب العربی،دار ابن حزم،بیروت، ۱۹۶۳ء
الشیبانیؒ ،ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم النبیل (امام) م ۲۸۷ھ، کتاب الاوائل،ترجمہ،ابوصالح محمد سلیمان نورستانی،تحقیق،شیخ محمد بن ناصر عجمی،بُک کارنر،جہلم،ایڈیشن: ۱،جنوری ۲۰۱۴ء
شیخ مفیدؒ (محدث)،امالی شیخ مفید،ترجمہ،علامہ سید منیر حسین رضوی،ادارہ منہاج الصالحین،لاہور،اگست ۲۰۰۷ء
شیرازی،ناصر مکارم (آیت اللہ) والآخرون،تفسیر نمونہ،ترجمہ،سید صفدر حسین نجفیؒ،مصباح القرآن ٹرسٹ،لاہور، ۱۴۱۷ھ

ص

الصابونی محمد علی (الاستاذ)،التبیان فی علوم القرآن،ترجمہ،اختر فتح پوری،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،سن ندارد
صبحی محمصانی،فلسفۃ التشریع فی الاسلام،مکتبہ الکشاف،بیروت، ۱۳۵۶ھ
الصدرؒ ،سید حسن (آیت اللہ)،تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام،ترجمہ، ڈاکٹر محسن نقوی،مکتبہ عماد الاسلام، کراچی، ایڈیشن: ۲۰۰۹،۱ء
صدوقؒ ،ابوجعفر محمد بن علی بن حسین (الشیخ)،عیون اخبارِ الرِّضا،ترجمہ،سید تبشر الرضا کاظمیؒ ومنیر الحسن جعفری،مکتبۃ الرضا،لاہور،سن ندارد
صدیقی،بختیار حسین (پروفیسر)،مسلمانوں کی تعلیمی فکر کا ارتقاء،ادارہ ثقافتِ اسلامیہ،لاہور،جولائی ۲۰۰۹ء

صدیقی، ساجد الرحمٰن (ڈاکٹر)، کتابت و تدوین حدیث، مکتبہ عمر فاروق، کراچی، ۲۰۰۸ء
صدیقی، محمد میاں (ڈاکٹر)، مقالات سیرت، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، ایڈیشن: ۳، ۱۹۸۶ء
صدیقی، مشتاق الرحمٰن (ڈاکٹر)، تعلیم و تدریس مباحث و مسائل، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسلام آباد، ایڈیشن: ۲، جون ۱۹۹۸ء
صدیقی، مشتاق الرحمٰن (ڈاکٹر)، اسلامی حکمت تعلیم، شمس الاسلام، بھیرہ، اپریل ۱۹۸۰ء
صدیقیؒ، محمد نعیم (مولانا)، دعوۃ و ارشاد، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، نومبر ۱۹۹۷ء
صدیقیؒ، محمد نعیم (مولانا)، محسن انسانیت ﷺ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲۸، نومبر ۱۹۹۷ء
صدیقیؒ، محمد نعیم (مولانا)، اشارات، ماہنامہ ترجمان القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، نومبر ۱۹۸۰ء
صدیقی، یاسین مظہر (پروفیسر)، عہد نبوی کا نظام حکومت، مکتبہ خلیل، لاہور، سن ندارد
صدیقی، یاسین مظہر (پروفیسر)، عہد نبوی میں تمدن، دار النوادر، لاہور، ۱۴۳۲ھ
الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، السیرۃ النبویۃ، ترجمہ، مولانا محمد یونس و الآخرون، دار السلام، لاہور، ۱۴۳۳ھ
الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، سیدنا ابو بکر صدیق ؓ (شخصیۃ و عصرہ)، ترجمہ، شمیم احمد خلیل السلفی، الفرقان ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۱۲ء
الصلابی، علی محمد (ڈاکٹر)، سیرۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب ؓ، ترجمہ، شمیم احمد خلیل السلفی و عبد المعین، الفرقان ٹرسٹ، لاہور، ۲۰۱۳ء
صلاح الدین، ابو صباح، قرآنی نظریات علم و تعلیم، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی، ستمبر ۱۹۹۶ء

ط

طاہر، محمد ابراہیم (حافظ) و الآخرون، اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلو پیڈیا، دار السلام ریسرچ سنٹر، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۴۳۳ھ
الطباع، عمر فاروق (ڈاکٹر)، دیوان حسان بن ثابت الأنصاری، ترجمہ، مولانا محمد اویس سرور، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، جنوری ۲۰۰۹ء
طبرانیؒ، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (امام) م ۳۶۰ھ، معجم صغیر، ترجمہ، عبد الصمد ریالوی، الصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۴ء
طبرسیؒ، محمد اسماعیل (علامہ)، مشکوۃ الانوار فی اخبار اذوات اطہار، ترجمہ، علامہ سید منیر حسین رضوی، ادارۃ

منہاج الصالحین، لاہور، جولائی ۲۰۰۷ء

الطبری ؒ، ابی جعفر محمد بن جریر (امام) م ۳۱۰ھ، جامع البیان فی تفسیر آی القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد

الطبری ؒ، ابی جعفر محمد بن جریر (امام) م ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، ترجمہ، سید محمد ابراہیم ندوی، نفیس اکیڈمی، کراچی، اپریل ۲۰۰۴ء

طہطاوی، احمد مصطفیٰ قاسم (علامہ)، لیل الصالحین، ترجمہ، مفتی احسان اللہ شائق، دار الاشاعت، کراچی، فروری ۲۰۰۸ء

الطیالسیؒ، ابی داؤد سلیمان ابن داؤد ابن جارود (امام) م ۲۰۴ھ، مسند ابی داؤد الطیالسی، تحقیق محمد بن عبد المحسن الترکی، دار ہجر، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۹ھ

ظ

ظفر، عبد الرؤف (ڈاکٹر)، عصر رواں، سیرۃ النبی کی روشنی میں، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۲ء

ع

عارف، فضل احمد (علامہ)، سیرتِ سلمان ؓ، نذیر سنز پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۴ء

عبد البر، محمد قاسم، تاریخ قدیم مدارسِ عربیہ، مکتبہ قاسمیہ، ملتان، فروری ۲۰۰۵ء

عبد البر، محمد قاسم، حقیقت کتاب (مصحف عثمان غنی)، ترتیب، محمد سفیان قاسمی، مکتبہ قاسمیہ، ملتان، جون ۲۰۰۶ء

عبد الحی، محمد (ڈاکٹر)، اسوہ رسول اکرم ﷺ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ایڈیشن: ۱، اپریل ۱۹۸۷ء

عبد الرحمن البر (ڈاکٹر)، مناهج وآداب الصحابة، دار احیا الکتب العربیۃ، القاہرہ، ۱۳۸۲ھ

عبد الفتاح، ابوغدۃ (الشیخ)، الرسول المعلم ﷺ واسالیبه فی التعلیم، البرکۃ، کراتشی، باکستان، ۱۴۱۶ھ

عبد اللہ ابن مبارک ؒ، ابو عبد الرحمن الحنظلی التمیمی المروزی (امام)، کتاب الزهد، ترجمہ، لجنۃ المصنفین، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد

عبد اللہ، سید محمد (ڈاکٹر) والآخرون، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہِ پنجاب، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۲۰۰۱ء

عبد المعبود، محمد (مولانا)، تاریخ المدینۃ المنورۃ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء

عجاج، محمد خطیب (الدکتور)، السنة قبل التدوین، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء

عجاج، محمد خطیب (الدکتور)، السنة قبل التدوین، ترجمہ، مولانا حکیم عزیز الرحمن، نشریات، لاہور، ۲۰۱۰ء

العسقلانیؒ، الحافظ احمد بن علی بن حجر (امام) م ۸۵۲ھ، الاصابة، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء
العسقلانیؒ، الحافظ احمد بن علی بن حجر (امام) م ۸۵۲ھ، تهذیب التهذیب، دار الفکر، بیروت، ایڈیشن: ۱، ۱۴۱۵ھ
عطا محی الدین (ڈاکٹر)، Ali, The Superman، ترجمہ، کرنل (ر) رؤف ظفر، کلاسیک، لاہور، ایڈیشن: ۴، اپریل ۲۰۰۵ء
العقادؒ، عباس محمود (علامہ)، عبقرية امام علی علیہ السلام، تلخیص و ترجمہ، مولانا بدرالدین الحافظ قاسمی، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، سن ندارد
علویؒ، خالد (ڈاکٹر)، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ۱۹۷۰ء
علی نقیؒ (علامہ)، مقدمہ تفسیر قرآن، الرضا پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد
(عمر الطباع (ڈاکٹر)، دیوان ابی بکر الصدیق عبداللہ بن ابی قحافة القرشی التیمی، ترجمہ، استاذ ظفر اقبال کلیار، اورینٹل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء

غ

غازیؒ، محمود احمد (ڈاکٹر)، محاضرات قرآنی، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ایڈیشن: ۴، مئی ۲۰۰۸ء
الغزالیؒ، ابو حامد محمد بن احمد (امام) م ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، تہذیب، استاد عبدالسلام ہارون، ترجمہ، نذیر حسین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، جون ۱۹۷۰ء
الغزالیؒ، ابو حامد محمد بن احمد (امام) م ۵۰۵ھ، اتحاف السادہ، موسسہ نادر، بیروت، ۱۹۹۰ء
غزنویؒ، ابوبکر (سید)، خطبات و مقالات، ترتیب، میاں طاہر، طارق اکیڈمی، فیصل آباد، ایڈیشن: ۱، اپریل ۲۰۱۱ء
(غزنوی، خالد (ڈاکٹر)، طبِ نبوی اور جدید سائنس، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، ایڈیشن: ۱۲، ۱۹۹۸ء
غلام عابد خان (پروفیسر)، عہد نبوی کا نظام تعلیم، زاویہ پبلشرز، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء
غلام قادرؒ (مفتی)، صراطِ مستقیم، مرتبہ، سید عزیز الرحمٰن، زوار اکیڈمی، کراچی، جولائی ۲۰۰۷ء

ف

الفارسیؒ، امیر علاؤ الدین، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، تحقیق، شیخ شعیب الارناؤوط، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۰۸ھ
فاروق حسن (ڈاکٹر)، فن اصول فقہ کی تاریخ عہدِ رسالت سے عصرِ حاضر تک، دارالاشاعت، کراچی، اکتوبر ۲۰۰۶ء
فاضل، جواد (ڈاکٹر)، طبِ اسلامی اور جدید میڈیکل سائنس کے انکشافات، ترجمہ، سرور علی شاکر، الحسن بکڈپو، کراچی، ۲۰۰۷ء

فیروز آبادیؒ، ابوطاہر محمد بن یعقوب الشافعی (علامہ) م ۸۱۷ھ، تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ترجمہ، پروفیسر حافظ محمد سعید احمد عاطف، مکی دارالکتب، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۵ء

فیروز آبادیؒ، مجدالدین (علامہ)، القاموس المحیط، المطبعۃ المصریہ، مصر، ۱۹۳۳ء

فیروز الدینؒ (مولوی)، فیروز اللغات اُردو جامع، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، نیا ایڈیشن، سن ندارد

فیضی محمد ابراہیم (حافظ)، ہم رکابِ رسول ﷺ، کتب خانہ سیرت، کراچی، مارچ ۲۰۰۸ء

ق

قادری، اکبر علی خان، برصغیر میں صحابہ کرامؓ، طٰہٰ پبلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ا، مئی ۲۰۰۳ء

قاری محمد طاہر (ڈاکٹر)، تذکارِ قراء، نشریات، لاہور، ۲۰۰۹ء

قاسمیؒ، جمال الدین محمد (فضیلۃ الشیخ)، اصلاح المساجد، ترجمہ، ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، تحقیق، محدث العصر ناصر الدین البانیؒ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، فروری ۲۰۰۳ء

القرضاوی، یوسف عبداللہ (ڈاکٹر)، ثقافۃ الداعیہ، ترجمہ، ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن ندوی، نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۸۰ء

قریشی محمد صدیق (پروفیسر)، پیغمبر حکمت و بصیرت، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، نومبر ۲۰۰۵ء

قسطلانیؒ، احمد بن محمد (امام)، اَلْمَوَاھِبُ اللَّدُنِّیَّۃ بِالمِنَحِ الْمُحَمَّدِیَه، ترجمہ، محمد صدیق ہزاروی، فرید بک سٹال، لاہور، ایڈیشن: ۲، جنوری ۲۰۱۱ء

القشیریؒ، ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشا پوری (امام) م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۸ء

القشیریؒ، ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیشا پوری (امام) م ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، ترجمہ، علامہ وحید الزماںؒ، نعمانی کتب خانہ، لاہور، اپریل ۱۹۸۱ء

قلعہ جی محمد رواس (ڈاکٹر)، فقہ حضرت علیؓ، ترجمہ، مولانا عبدالقیوم، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، ایڈیشن: ۲، جولائی ۱۹۹۸ء

قیومی، جواد (علامہ)، صحیفۃ الزھرا، ترجمہ، علامہ ذیشان حیدر جوادی، دفتر تنظیم المکاتب، لکھنؤ، ہندوستان، ۱۴۲۲ھ

ک

کاظم، ذوالفقار (ڈاکٹر)، محمد عربی ﷺ انسائیکلو پیڈیا، بیت العلوم لاہور، سن ندارد

کاندھلوی، ساجد الرحمٰن صدیقی، اسلام میں پولیس اور احتساب کا نظام، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۸۸ء

کاندھلویؒ، محمد علی صدیقی (مولانا)، امام اعظمؒ اور علم الحدیث، مکتبۃ الحسن، لاہور، اگست ۲۰۰۵ء

کاندھلویؒ، محمد مالک (شیخ الحدیث)، منازل العرفان فی علوم القرآن، ناشران قرآن لمیٹڈ، لاہور، سن ندارد

کاندھلوی، محمد یوسف (مولانا)، حیاۃ الصحابہ ؓ، ترجمہ، مولانا محمد احسان الحق، مکتبۃ البشریٰ، کراچی، ۲۰۱۲ء

الکتانی، محمد عبد الحی بن عبد الکبیر بن محمد الحسنی الادریسی (المحدث) م ۱۳۸۲ھ، التراتیب الاداریہ (القسم العاشر)، ترجمہ، حافظ محمد ابراہیم فیضی، دار العلم والتحقیق، کراچی، ایڈیشن: ۲، ستمبر ۲۰۱۳ء

کلینی، ابوجعفر محمد بن یعقوب الرازی (ثقۃ الاسلام) م ۳۲۹ھ، اصول کافی، ترجمہ، سید ظفر حسن امروہوی، ظفر شمیم پبلیکیشنز، کراچی، مارچ ۲۰۱۰ء

کیلانی، عبد الرحمٰن (مولانا)، الشمس والقمر بحسبان، مکتبۃ السلام، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۲ء

گ

گولن، محمد فتح اللہ، نورِ سرمدی فخر انسانیت حضرت محمد ﷺ، ترجمہ، محمد اسلام، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء

گولن، محمد فتح اللہ، اضوائ قرآن در فلک وجدان، ترجمہ، عبد الخالق ہمدرد، ہارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء

گوندلوی، محمد یحیٰ (الشیخ)، ضعیف اور موضوع روایات، مکتبہ بیت السلام، الریاض، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۸ء

گیلانی، سید مناظر احسن (مولانا)، تدوین قرآن، مکتبۃ البخاری، کراچی، ۱۴۲۶ھ

گیلانی، سید مناظر احسن (مولانا)، سوانح حضرت ابوذر غفاری ؓ، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، نومبر ۱۹۹۶ء

ل

لطیف اللہ (پروفیسر)، تصوف اور سریت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، جون ۲۰۰۵ء

لون، غلام قادر (ڈاکٹر)، خواب کی حقیقت تحقیق کی روشنی میں، اردو بک ریویو، نئی دہلی، ۱۴۲۳ھ

م

الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب (امام) م ۴۵۰ھ، البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا والدین، ترجمہ، مفتی شاہ اللہ محمود، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد

مبارکپوری، قاضی اطہر (مولانا)، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم و تربیت، ادارہ اسلامیات، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۰ء

مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی (علامہ)، حلیۃ المتقین، ترجمہ، سید مقبول احمد، نظر ثانی، ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، افتخار بک ڈپو، لاہور، مئی ۱۹۸۰ء

مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی (علامہ)، بحار الانوار، مؤسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، تہران، سن ندارد

محبوب عالمؒ (مولوی) م ۱۹۳۳ء، اسلامی انسائیکلو پیڈیا، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، نومبر ۱۹۹۲ء
محدث دہلویؒ، عبدالحق (شیخ)، اخبار الاخیار، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سن ندارد
محمد اجمل خانؒ (خطیب اسلام)، اسلامی معاشرے میں مسجد کا مقام، مکتبہ اشاعت اسلام، لاہور، ایڈیشن: ۲، ۱۹۹۳ء
محمد احمد خان (پروفیسر)، اقبالؒ اور مسئلہ تعلیم، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۸ء
محمد امین (ڈاکٹر)، ہمارا دینی نظامِ تعلیم، دارالاخلاص، لاہور، جولائی ۲۰۰۴ء
محمد شفیعؒ (مفتی)، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید، مارچ ۲۰۰۴ء
محمد حامدؒ (مولانا)، نبوت اور سلطنت، مکتبۃ البخاری، کراچی، سن ندارد
محمد رفیق و دیگر، الامین ﷺ، دید شنید پبلشرز، لاہور، اپریل ۲۰۰۶ء
محمد سعیدؒ (حکیم)، مقالات مذاکرۂ ملی تعلیمات نبوی، نظریہ و فلسفۂ تعلیم اسلامی، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۱۹۸۵ء
محمد عبداللہ، حافظ (ڈاکٹر)، قرآن مجید کا منہج تربیت اور عصری معاشرتی مسائل (تحقیقی مقالہ)، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، ۲۰۰۹ء
محمد علی (مولانا)، انوار القرآن فی حل لغات القرآن، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور، ۱۹۹۵ء
محمد یاسین شیخ، عہدِ نبوی کا تعلیمی نظام، غضنفر اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۳ء
محمود، حافظ اظہر (پروفیسر)، مقام صحابہؓ اور سیدنا معاویہؓ، نشریات، لاہور، ۲۰۱۰ء
مرتضیٰ، سید حسین (محقق عصر)، **ھادیان رحمت علیھم الصلوۃ والسلام**، زہرا اکادمی، کراچی، جولائی ۲۰۰۰ء
المروزیؒ، ابوعبداللہ محمد بن نصر بن حجاج (شیخ الاسلام) م ۲۹۴ھ، السُنّۃ، ترجمہ، ابو ذر محمد زکریا، انصار السنہ پبلیکیشنز، لاہور، اگست ۲۰۰۹ء
مشتاق احمد خان، تعلیم القرآن، قرآن مرکز، راولپنڈی، مارچ ۲۰۱۱ء
مصباح، محمد تقی (آیت اللہ)، زادِ راہ، ترجمہ، سید قلبی حسین رضوی، مجمع جہانی اہلبیت (ع)، قم، ایران، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۷ء
مصری، احمد امین (علامہ)، **فجر الاسلام**، ترجمہ، عمر احمد عثمانی، دوست ایسوسی ایٹس، لاہور، ۲۰۰۳ء
مصریؒ، محمد رضا (علامہ)، محمد رسول اللہ، ترجمہ، علامہ سید نصیر الاجتہادیؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، مارچ ۱۹۶۱ء
مصلح الدین محمد (ڈاکٹر)، اسلامی تعلیم اور اس کی سرگزشت، اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، فروری ۱۹۸۸ء
مظاہریؒ، محمد عبدالرحمان (مولانا)، پاک نبی ﷺ کی سیرت پاک، ادارۂ اسلامیات، لاہور، سن ندارد
معرفت، محمد ہادی (آیت اللہ)، بنیادی قرآنی علوم، تصحیح و تہذیب، ڈاکٹر حسین کنانی، ترجمہ، سید محمد حسن عابدی، الزہرا

پبلشرز، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء
معظم الحق (مولانا)، دورِ نبوی کا نظام حکومت، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۳ء
معلوف، لوئیس، المنجد عربی اُردو، ترجمہ، مولانا سعد حسن خان یوسفی و الآخرون، دارالاشاعت، کراچی، ایڈیشن: ۱۱، ۱۹۹۴ء
معین الحقؒ، سید (ڈاکٹر)، سیرت محمد رسول اللہ ﷺ تاریخ کے تناظر میں، ترجمہ، رفیع الزماں زُبیری، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، کراچی، ۲۰۱۲ء
المقدسیؒ، ابو عبداللہ ضیاالدین محمد بن عبدالواحد سعدی حنبلی (امام) م ۶۴۳ھ، **فضائل القرآن العظیم**، تحقیق، صلاح بن عائض الشلاحی، ترجمہ، مولانا خالد محمود، بیت العلوم، لاہور، سن ندارد
مُلا علی قاریؒ، نورالدین علی بن سلطان حنفی، **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح**، تحقیق، الاستاذ صدقی محمد جمیل عطار، المکتبۃ التجاریۃ، مکۃ المکرمۃ، سن ندارد
المناویؒ، محمد عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین (علامہ) م ۱۰۳۱ھ، **اتحاف السائل بمالفاطمۃ من المناقب**، ترجمہ، مولانا خالد محمود، تحقیق وتعلیق، شیخ عبداللطیف عاشور، بیت العلوم، لاہور، اگست ۲۰۰۳ء
منصور پوریؒ، محمد سلیمان سلمان (قاضی) م ۱۳۴۹ھ، رحمۃ للعالمین ﷺ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد
منظور ممتاز (ڈاکٹر)، انسانِ کامل و نبی اکمل ﷺ، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۱۹۹۴ء
مودودیؒ، ابوالاعلیٰ (سید)، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ایڈیشن: ۱۱، ۱۹۸۱ء
مودودیؒ، ابوالاعلیٰ (سید)، تعلیمات، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد
مودودیؒ، ابوالاعلیٰ (سید)، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد
مہر، امیرالدین (مولانا)، تعمیر معاشرہ میں مسجد کا کردار، النور پبلی کیشنز، کراچی، جنوری ۲۰۰۵ء
میرٹھیؒ، محمد بدر عالم (استاذ الحدیث)، ترجمان السُّنّۃ، مقبول اکیڈمی، لاہور، سن ندارد

ن

ناز، ایم ایس (ڈاکٹر)، مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، مطبوعات شیخ غلام علی، لاہور، سن ندارد
ناصر نصیر احمد (ڈاکٹر)، پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، سن ندارد
ناظر، خورشید، **بلغ العلیٰ بکمالہ** (منظوم سیرت)، نشریات، لاہور، ایڈیشن: ۱، ۲۰۰۸ء
ناظم زادہ، سید اصغر (آیت اللہ)، **تجلیاتِ حکمت**، ترجمہ، سید قمر عباس، انتشارات کوثر ولایت، قم، اسلامی جمہوریہ ایران، ایڈیشن: ۳، ۱۴۲۴ھ

النجار، محمد طیب (رئیس جامعۃ الازہر)، سیرت سید المرسلین ﷺ، ترجمہ، رخسانہ جبیں، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۹ء
نجفی، محسن علی (الشیخ)، تدوین و تحفظ قرآن، ادارہ ترویج علوم اسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۱ء
ندوی، تقی الدین مظاہری (مولانا)، فن اسماءُ الرجال، ملک سنز، فیصل آباد، نومبر ۲۰۰۵ء
ندویؒ، سید ریاست علی (مولانا)، اسلامی نظامِ تعلیم، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، جنوری ۲۰۰۳ء
ندویؒ، شاہ معین الدین احمد، سیر الصحابہ، دار المصنفین، اعظم گڑھ، ۱۹۵۴ء
النسائیؒ، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (امام) م ۳۰۳ھ، سنن النسائی، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء
النسائیؒ، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (امام) م ۳۰۳ھ، سنن نسائی، ترجمہ، مولانا دوست محمد شاکر، فرید بک سٹال، لاہور، سن ندارد
نعمانیؒ، محمد عبدالرشید (مولانا)، امام ابن ماجہؒ اور علمِ حدیث، میر محمد کتب خانہ، کراچی، ۱۳۷۶ھ
نعیمیؒ، احمد یار خان (مفتی)، مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، سن ندارد
نقشبندی، روح اللہ (مولانا)، عہدِ رسالت کے تفریحی مشاغل، دارالاشاعت، کراچی، جنوری ۲۰۱۲ء
نقشبندی، مفتی غلام رسول (استاذ العلمائ)، قاسمِ ولایت سیدنا علی کرم اللہ وجھہ، دارالعلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹو، لندن، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۴ء
نگار سجاد ظہیر (ڈاکٹر)، سیرت نگاری آغاز و ارتقاء، قرطاس، کراچی، ایڈیشن: ۱، ۲۰۱۰ء
نوڈیہاویؒ، محمد ظفیر الدین (مولانا)، اسلام کا نظامِ مساجد، مکتبہ ادب اسلامی، لاہور، ۱۹۸۷ء
النوویؒ، یحییٰ بن شرف (شیخ الاسلام)، کتاب الاذکار، ترجمہ، صاحبزادہ خلیل احمد مرتضائی، فرید بک سٹال، لاہور، جولائی ۲۰۱۲ء
نیازی، لیاقت علی (ڈاکٹر)، اسلامی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیمات نبوی کی روشنی میں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء

و

واحدی دہلویؒ (ملا)، حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ، نشریات، لاہور، ۲۰۰۸ء
وحید الدین خانؒ (علامہ)، پیغمبر انقلاب ﷺ، امجد اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۳ء
وحید الزمانؒ (علامہ)، لُغات الحدیث، میر محمد کتب خانہ، کراچی، سن ندارد
ول ڈیورنٹ، انسانی تہذیب کا ارتقاء، ترجمہ، تنویر جہاں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۴ء

ھ

الہاشمی، طالب، آسمانِ ہدایت کے ستر ستارے، البدر پبلیکیشنز، لاہور، سن ندارد

ایضاً، سیرت میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ ملٹی پلی کیشنز، لاہور، ایڈیشن: ۲، ستمبر ۲۰۰۸ء
الہاشمی، عبدالمنعم، رؤیا الانبیاء و الصالحین، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۴ء
ہاشمی، محمد طفیل (ڈاکٹر)، اندلس میں مسلمانوں کے سائنسی کارنامے، پروگریسو بکس، لاہور، ایڈیشن: ۳، جنوری ۲۰۰۱ء
ہجویریؒ، علی بن عثمان بن علی جلابیؒ غزنوی (سید) م ۴۶۵ھ، کشف المحجوب، ترجمہ وتہذیب، ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھریؒ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، مئی ۱۹۶۸ء
الھیثمیؒ، نورالدین علی بن ابی بکر (الحافظ)، مجمع الزوائد، دارالکتاب، بیروت، ۱۹۹۴ء
ہیکلؒ، محمد حسین (ڈاکٹر)، سیرۃ الرسول ﷺ، ترجمہ، مولینا محمد وارث کاملؒ مرحوم، کارواں پبلشرز، لاہور اکتوبر ۱۹۶۴ء

Online Articles: آن لائن آرٹیکلز

قاسمی، امانت علی (مولانا)	منصب افتاء پر فائز صحابہ کرام	www.anwar-e-islam.org
محمد امین (ڈاکٹر)	دینی مدارس کا نظام تربیت	www.alsharia.org
حریریؒ، غلام احمد (پروفیسر)	نبی اکرم ﷺ کے اصول تعلیم	www.mohaddis.com
ہاشمی، عبدالقدوس (مولانا)	صفہ اور اصحاب صفہؓ	www.naqeeb.ahrar.org.pk
تابانی، سلیم	مصعب بن عمیرؓ	www.magazine.mohaddis.com
قاسمی، عبدالجلیل (مفتی)	حضرات صحابہ کرامؓ سے مروی احادیث کی تعداد	www.anwar-e-islam.org
بدایوانی، منصف (مفتی)	حضرات صحابہ کرامؓ اور فقہ	www.anwar-e-islam.org
اسدی، ارشاد حسین (مولانا)	اسلام اور تعلیم	www.mahdicentre.com
عبدالجبار شاکرؒ (پروفیسر)	سیرت النبی ﷺ	آڈیو کیسٹ، سائیڈ بی بیت الحکمت، لاہور

English Books

1 Shaikh, Khalid Mehmood [Dr]
Hadith and its literary style
National Book Foundation, Islamabad
2001

2 Allen Walker [Prof.]
The New Int'l Webster's Comprehensive Dictionary of the English Language

Deluxe Encyclopedia Edition
Trident Press International
1996

3 Michael Upshall The Hutchinson Encyclopedia
Helicon BCA London
1992

4 Chhaya [Prof.] Theory and principles of education
Akansha Publishing House, New Dehli
2006

5 Mohamad Johdi Salleh, [Dr]
The Integrated Islamic Education
International Islamic University Malaysia
2009

6 Shalaby, Ahmad [Dr]
History of Muslim Education
Indus Publications,Karachi
1979

7 R. J. Taneja
Dictionary of Education
Unmol Publications, Dehli
1989

8 Abdur Rauf [Dr]
Islamic Dictionary & Encyclopedia Ferozsons Private Limited, Lahore
1980

9 Majid Ali Khan [Dr]
The Final Messenger PBUH
Dawah Academy, Islamabad
1983